WWW.PAKSOCIETY.COM
آنچل
کراچی
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
aanchalpk.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
عید مبارک
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM
مدیر اعلیٰ ——— مشتاق احمد قریشی
مدیرہ ——— قیصر آرا
مدیر خصوصی ——— طاہر احمد قریشی
مدیرہ معاونین ——— جویریہ احمد
روشین احمد
جلد 37
شمارہ 05
اگست 2015
ماہنامہ
آنچل
کراچی
اشتہارات اور دیگر معلومات
0300-8264242
رُکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رُکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹر
رُکن چیمبر آف کامرس
aanchalpk.com
aanchalnovel.com
www.aanchalpk.com/blog
onlinemagazinepk.com/recipes
info@aanchal.com.pk
/women.magazine
/pkwomenmagazine
www.Paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

اس شمارے میں

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

پیا کا گھر

سروے

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانے

پبلشر: مشتاق احمد قریشی، پرنٹر: جمیل حسن، ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی۔ دفتر کا پتہ: 7 فرید چیمبرز، عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400

سرورق: نینا بتول ...... آرائش: روز بیوٹی پارلر ...... عکاسی: موسیٰ رضا

خط وکتابت کا پتہ: ''آنچل'' پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2
فیکس: 021-35620773 کے از مطبوعات نئے اُفق پبلی کیشنز۔ ای میل info@aanchal.com.pk

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم میں سے نہیں ہے وہ شخص جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے۔" (الترمذی)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'
اگست ۲۰۱۵ء کا آنچل بطور عید نمبر حاضرِ مطالعہ ہے۔

سب سے پہلے آپ سب بہنوں کو عید مبارک گو کہ عید کو گزرے چند دن گزر چکے ہیں۔ ارادہ تو اس شمارے کو عید پر پیش کرنے کا تھا مگر ہمارے ساری محنت پر بجلی گر گئی کراچی بجلی کمپنی کے شدید عذاب میں مبتلا ہے۔ اب تو حد یہ ہے سارا سارا دن' ساری ساری رات بجلی غائب رہتی ہے۔ کچھ پتا نہیں چلتا کہ کب آئی اور کب چلی جائے گی۔ بہرحال اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس تیزی سے ہوسکا ہمارے تمام ساتھیوں نے جی جان لگا کر آپ کے لیے آنچل کا یہ شمارہ عید سے قبل تیار تو کرلیا اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ تک کب پہنچتا ہے۔ بجلی نے رمضان کے روزے، افطار و سحر میں غائب ہونے کا معمول بنا رکھا ہے۔ عوام چاہے جتنا شور مچاتے رہیں بجلی کمپنی اپنی ہی من مانی کررہی ہے۔ کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی۔ ادارہ کی پوری کوشش ہے کہ کوئی خامی نہ رہے لیکن اگر پھر بھی کمی محسوس ہو تو ہماری مجبوری کو مدنظر رکھتے ہوئے نظر انداز کردیجیے گا۔

اس ماہ کے ستارے

☆ زیست کی شام سے پہلے	زیست کی سہانی شام میں عید کے حسین رنگ بکھیرتا اقرأ صغیر کا ناول دلنشین انداز میں۔
☆ عیدی چاند ستاروں کی	مغرور دوشیزہ کی کہانی کیسے بدلی زندگانی جانیے نزہت جبیں کی زبانی۔
☆ چاند گنگنا دیا	چاہا ہے اسی رنگ میں لیلائے وطن کو۔ حب الوطنی کے جذبے سے سرشار حیا بخاری کا خوب صورت ناولٹ۔
☆ روایت شکن	انا کی بلند فصیلوں کو توڑ کر محبت کی نئی روایت قائم کرتی سندس جبیں کی منفرد تحریر۔
☆ محبت کا چاند	سویرا فلک محبت کا چاند کے ساتھ شریک محفل ہیں۔
☆ ایک شمع جلائی ہے	حمیرا نوشین حب الوطنی کے جذبط سے سرشار ایک عمدہ تحریر کے ساتھ۔
☆ تمنا چاند تاروں کی	چاند تاروں کو چھو لینے کی خواہش لیے سلمیٰ غزل کے منفرد اسلوب میں اچھوتی تحریر۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو
قیصر آرا

حمد

تری شان سب سے عظیم ہے
تیری ذات سب سے قدیم ہے
ترا نام دل کا سرور ہے
تیرا نام آنکھوں کا نور ہے
تجھے اپنے ناموں کا واسطہ
ترا فضل ہم پہ رہے سدا
کوئی ماہ ہو، کوئی سال ہو
ترا لطف شاملِ حال ہو
کوئی مرحلہ ہو حیات کا
رہے آسرا تری ذات کا
ملیں دو جہانوں کی دولتیں
تیرے سب خزانوں کی دولتیں
کبھی لب پہ تیری ثنا رہے
کبھی ذکر صلی علیٰ رہے
اے ملیک و مالک و کبریا
نہیں اور کوئی تیرے سوا

عابد نظامی

مدینے کا سفر ہے اور میں نمدیدہ نمدیدہ
جبیں افسردہ افسردہ قدم لغزیدہ لغزیدہ
چلا ہوں ایک مجرم کی طرح جانب طیبہ
نظر شرمندہ شرمندہ بدن لرزیدہ لرزیدہ
کسی کے ہاتھ نے مجھ کو سہارا دے دیا ورنہ
کہاں میں اور کہاں یہ راستے پیچیدہ پیچیدہ
کہاں میں اور کہاں اس روضہ اقدس کا نظارہ
نظر اس سمت اٹھتی ہے مگر درزیدہ درزیدہ
مدینے جا کے ہم سمجھے تقدس کس کو کہتے ہیں
ہَوا پاکیزہ پاکیزہ فضا سنجیدہ سنجیدہ
بصارت کھو گئی لیکن بصیرت تو سلامت ہے
مدینہ ہم نے دیکھا ہے مگر نادیدہ نادیدہ
وہی اقبال جس کو ناز تھا کل خوش مزاجی پر
فراق طیبہ میں رہتا ہے اب رنجیدہ رنجیدہ

اقبال عظیم

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

ڈیئر شازیہ! سدا سہاگن رہو' طویل عرصے بعد آپ سے نصف ملاقات اچھی لگی آپ کو شریک محفل کیے تمام کرتے جب آپ کی تحریر "وقت کی ٹھوکریں" اور "سندر کا جھمیلا" ہمیں موصول ہی نہیں ہوئیں غالباً محکمہ ڈاک کی نذر ہوگئی ہیں۔ البتہ عید کے حوالے سے آپ کی تحریر "عید کا تحفہ" اگر گنجائش بن گئی تو عید نمبر 2 میں لگانے کی ضرور کوشش کریں گے' سوٹ کی صورت میں تحفہ ارسال مت کریں آپ کی پُرخلوص چاہت و دعائیں ہمارے لیے بیش بہا ہیں اور کسی بھی تحفے سے بڑھ کر ہیں۔

شازیہ خان...... مظفر آباد' آزاد کشمیر

پیاری شازیہ! جگ جگ جیو جب آپ نے اپنی تحریر کے لیے اتنے صبر کا مظاہرہ کیا اور انتظار کے لمحات سے گزریں تو ہماری جانب سے بھی خوش خبری سن لیں۔ آپ کی تحریر "فرصت کے رات دن" قبولیت کی سند حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہری ہے پھر آپ ناقابل اشاعت میں نام کیوں ڈھونڈ رہی ہیں۔ دوسری کہانی پڑھنے کے بعد جلد آپ کو آگاہ کردیں گے اب بتائیں خفا ہیں اب بھی؟

حافظہ ریحانہ' زائمہ...... میانوالی

ڈیئر سسٹرز! خوش رہیں' آپ کا شکوہ بجا ہے ہمیں اندازہ ہے کہ انتظار کے لمحات بہت کٹھن اور جاں گسل ہوتے ہیں۔ آپ کی ڈاک اکثر اوقات تاخیر سے ملنے کی بنا پر اشاعت سے محروم رہ جاتی ہے کوشش تو یہی ہوتی ہے کہ آئندہ ان بہنوں کو پہلے موقع دیا جائے۔ ماہنامہ حجاب کے لیے آپ کی تجاویز نوٹ کرلی ہیں جلد عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔

ثانیہ مسکان...... گوجر خان

ڈیئر ثانیہ! جیتی رہو پیغام کی اشاعت پر شکریہ کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ یہ آپ بہنوں کا اپنا پرچہ ہے جو آپ کی نگارشات کے بغیر ادھورا اور نامکمل ہے۔ آپ کی چاہتوں اور محبتوں کی عکاسی کرتے اشعار بہت خوب صورت ہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو بھی بہت سی خوشیاں عطا فرمائے آمین۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

شاہ زندگی...... راولپنڈی

ڈیئر زندگی! تمہاری سدا زندگی خوشیوں اور مسرتوں سے ہمکنار رہے۔ طویل عرصے بعد بزم آنچل میں آپ کی شرکت اچھی لگی۔ بہرحال اتنی تاخیر اچھی بات نہیں ہوتی' آپ کی تحریریں پڑھنے کے بعد ہی آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کرسکیں گے۔

سدرہ احسان...... سمبڑیال

پیاری سدرہ! شاد و آباد رہو' آنچل اور آپ کے دیرینہ ساتھ کے متعلق جان کر بے حد اچھا لگا۔ آنچل کی پسندیدگی کا بے حد شکریہ۔ بے شک آپ بہنوں کے داد و تحسین پر مبنی یہ کلمات ہمارے لیے قابل فخر و باعث رشک ہیں اور ہمیں بہتر سے بہترین کی جانب گامزن رکھنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ آپ کی نگارشات شائع کرنے کی ضرور کوشش کریں گے۔

سونیا قریشی...... ملتان

ڈیئر سونیا! جگ جگ جیو' آپ کے انداز تخاطب پر بے ساختہ مسکراہٹ نے لبوں کا احاطہ کرلیا۔

بہر حال معذرت کی ضرورت نہیں، ہمارا کام آپ کی اصلاح اور رہنمائی کرنا ہے اس لیے بے فکر رہیے۔ بہر حال آپ کو خود ہی احساس ہے تو اچھی بات ہے آپ کو بھی رمضان وعید کی ڈھیروں مبارک باد۔

مدیحہ کنول ...... چشتیاں

پیاری مدیحہ! جیتی رہو آپ کی طویل غیر حاضری کو ہم نے بھی بے حد محسوس کیا تھا' اللہ سبحان وتعالیٰ سے آپ کی صحت کاملہ کے لیے دعا گو ہیں۔ آپ کا دامن بہت سی خوشیوں سے بھر دے جہاں تک آپ کی تحریر کا سوال ہے آپ کی تحریر ان شاء اللہ باری آنے پر لگ جائے گی۔

وجیہہ بادل ...... نامعلوم

ڈیئر وجیہہ! شاد وآباد رہو' سب سے پہلے تو بزم آنچل میں شرکت پر خوش آمدید۔ خوب صورت لفظوں اور مخلص دعاؤں سے بھرپور چاہتوں کی خوشبو لیے آپ کا نامہ بخوبی ہی احساس دلا گیا کہ آپ بے حد حساس اور مخلص ہیں۔ آپ کی ان دعاؤں پر ہم بے حد مشکور وممنون ہیں۔ بہر حال ہماری کوشش یہی ہوتی ہے کہ سب کو شرکت کا موقع ملے۔ امید ہے اب ناکامی کا خوف بھی از خود مٹ جائے گا جہاں تک تحریر کا سوال ہے تو جلد ہی پڑھ کر آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کر دیں گے۔ آپ دیگر سلسلوں میں شرکت کر سکتی ہیں۔

زاہرہ فاطمہ ...... نامعلوم

پیاری فاطمہ! جگ جگ جیو' پہلی بار شریک محفل ہونے پر خوش آمدید۔ آپ کی نگارشات موصول ہوگئی ہیں ان شاء اللہ وقتاً فوقتاً شائع کرتے رہیں گے البتہ تعارف کے لیے تھوڑا انتظار کرنا پڑے گا۔ نازیہ اور سمیرا تک شادی کی مبارک باد ان سطور کے ذریعے پہنچ جائے گی۔

نورین انجم ...... کراچی

پیاری گڑیا! سدا مسکراؤ' آپ سے نصف ملاقات بمعہ تصویر بہت اچھی لگی۔ آپ فورتھ کلاس کی اسٹوڈنٹ ہیں اور قلم سے دوستی کرنا چاہتی ہیں جان کر بے حد خوشی ہوئی۔ گڑیا! آپ کو اپنی سال گرہ کی ایڈوانس مبارک باد پیش کرتے ہیں اور آپ کے بھائی ذیشان کو بھی سال گرہ مبارک۔ اپنے والدین کا نام اپنی کامیابیوں سے یونہی روشن کرتی رہیں۔

سنیاں و اقصیٰ زرگر ...... جوڑہ

ڈیئر سسٹرز! شاد وآباد رہو' پیغام شائع نہ ہونے کی وجہ کثیر تعداد میں پیغامات کا موصول ہونا ہے ایسے میں تاخیر سے موصول ہونے والے خطوط آئندہ کے لیے روک لیے جاتے ہیں' بہر حال اس بار تو آپ کا پیغام شامل ہے امید ہے خفگی دور ہو جائے گی۔

نورین مسکان سرور ...... سیالکوٹ

ڈیئر مسکان! سدا سلامت رہے' آپ کے لبوں کی مسکان۔ آپ کا خط پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ حساس دل رکھنے کے ساتھ ساتھ حالات حاضرہ پر گہری نظر اور شعور بھی رکھتی ہیں۔ ہمارا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ ہم اپنی غلطیوں کا اعتراف نہیں کرتے بلکہ گناہ پر گناہ کرتے اللہ سبحان وتعالیٰ کو ناراض کرتے جاتے ہیں۔ بے شک آپ کا کہنا بجا ہے ورنہ اللہ کی رحمت تو سب کے لیے یکساں ہے' اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ سب کی خطاؤں کو درگزر کرتے ہوئے ہمارے حال پر رحم فرمائے آمین۔ آپ کی تحریر پڑھنے کے بعد ہی کوئی رائے دے پائیں گے۔

نیلم شہزادی ...... کوٹ مومن

ڈیئر نیلم! شاد وآباد رہو' پہلی تحریر کی اشاعت پر ڈھیروں مبارک باد۔ ہماری کوشش یہی ہوتی ہے کہ اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے نیز موضوع کا چناؤ

اور انداز تحریر پختہ ہے تو نوآموز رائٹرز کو بھی ایک موقع ملنا چاہیے اسی لیے آپ جیسی بہت سی بہنوں نے اس حوصلہ افزائی کے بعد اپنا ایک نام اور منفرد پہچان بنائی ہے۔ آپ کی دوسری تحریر پڑھنے کے بعد آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے۔

عائشہ نور عاشا...... گجرات

ڈیئر عائشہ! جیتی رہو' آپ سے نصف ملاقات اور آپ کا نٹ کھٹ انداز بہت اچھا لگا۔ آپ کی تحریروں کی اشاعت پر ڈھیروں مبارک باد۔ ماہنامہ حجاب کے لیے آپ کی تجاویز نوٹ کرلی ہیں' ان شاء اللہ نئے سال میں یہ پرچہ نئی بہار لیے آپ کی دسترس میں ہوگا۔ سال گرہ نمبر سے متعلق مشورے کے لیے شکریہ' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

حلیمہ سعدیہ شوکت ...... تل فاتقہ

ڈیئر سسٹر! جیتی رہو' خط کی اشاعت پر شکریہ کی ضرورت نہیں ہے۔ آنچل آپ سب بہنوں کا پرچہ ہے اور آپ کی ہی نگارشات سے پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے اب آپ ناکامی کے خوف کو دل سے نکال کر شرکت کرتی رہیے گا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کو اچھے نمبروں سے کامیابی عطا فرمائے' آمین۔

عائشہ نورین...... ساھیوال

پیاری عائشہ! سدا مسکراؤ' تحریر لکھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ صفحے کی ایک سائیڈ پر اور ایک لائن چھوڑ کر لکھیں' صفحے کی دوسری جانب کچھ مت لکھیں۔ [illegible]زیہ کنول نازی تک آپ کی تعریف ان سطور کے [illegible]ذریعے پہنچا رہے ہیں۔ نمبر دینے کا سلسلہ بند کردیا [illegible]گیا ہے اس لیے معذرت۔

صبا الیاس...... ماھندر

ڈیئر صبا! جیتی رہو بے شک آپ کا کہنا بجا ہے آپ کی بہت سی تحریریں موصول ہوتی ہیں لیکن آپ کا انداز تحریر ابھی پختہ نہیں ہے۔ املا کی بھی بہت سی اغلاط موجود ہوتی ہیں اگرچہ آپ کی تحریر مختصر ہوتی ہے لیکن ان وجوہات کی بنا پر قبولیت کی سند حاصل کرنے میں ناکام رہتی ہے۔ بہر حال آپ کسی دوسرے ادارے میں ضرور اپنی قسمت آزما سکتی ہیں۔ ہماری اجازت کی قطعاً ضرورت نہیں ہے نہ ہی ہماری جانب سے رائٹرز پر یہ پابندی عائد ہوتی ہے۔ آپ اپنا مطالعہ وسیع کرتے ہوئے دیگر رائٹرز کا بغور مطالعہ کریں' لکھنے میں بہت مدد ملے گی۔

سلمیٰ گوری خان...... لاہور

پیاری سلمیٰ! شاد وآباد رہو' آپ کو بھی عید کی ڈھیروں مبارک باد۔ اگر آپ لکھنا چاہتی ہیں تو پہلے اپنا مختصر افسانہ ارسال کردیں تاکہ آپ کے انداز تحریر کا مطالعہ کیا جاسکے۔ آپ کی نگارشات متعلقہ شعبوں میں ارسال کردی ہیں جلد شائع ہوجائیں گی۔

فریحہ شبیر...... شاہ تکدر

ڈیئر فریحہ خوش رہو' آپ کے محبت نامے کا جواب محبت کے سنگ حاضر ہے' خوب صورت اشعار و دعاؤں سے بھرپور آپ کا خط پڑھ کر اچھا لگا۔ ہماری جانب سے گریجویشن میں اچھے نمبروں سے کامیابی حاصل کرنے پر مبارک باد۔ تعارف باری آنے پر لگ جائے گا' سروے کے لیے آپ سوالات ہمیں ارسال کرسکتی ہیں' ہم ضرور آپ کی رائے کو مقدم رکھیں گے آپ کو بھی عید مبارک۔

ثوبیہ ملک...... کورنگی' کراچی

پیاری ثوبیہ! سدا مسکراؤ' یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آنچل اور آپ کا ساتھ کس قدر گہرا اور پختہ ہے پانچویں جماعت کی اس طالبہ نے آج بی کام مکمل کرنے کے بعد خاموشی توڑ کر آنچل سے رشتہ اور بھی

مضبوط بنیاد پر استوار کرلیا ہے۔ اقرأ اور سمیرا آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچ جائے گی آپ کا افسانہ پڑھنے کے بعد جلد آپ کی رہنمائی فرمادیں گے آئندہ بھی شریک محفل رہیے گا۔

اقرأ اکبر...... شانگلہ ھل

ڈیئر اقرأ! شاد وآباد رہو بل اسٹیشن سے ارسال کردہ آپ کا خط موصول ہوا۔ پیغامات کے حوالے سے آپ کا شکوہ بجا ہے لیکن ہمیں کثیر تعداد میں ڈاک موصول ہوتی ہے ایسے میں بعض اوقات کچھ بہنوں کی ڈاک صفحات کی کمیابی کی بنا پر رہ جاتی ہے بہرحال عید نمبر 2 میں آپ کا پیغام شامل کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔

عبیرہ گل...... کراچی

پیاری عبیرہ! سدا مسکراؤ' چاہتوں اور محبتوں سے بھرپور آپ کا نامہ موصول ہوا' ہماری جانب سے آپ کو بھی عید کی ڈھیروں مبارک باد۔ مزید یہ کہ آپ کی تحریر ''کب نہیں غالب غالب'' بہت جلد آنچل کے صفحات پر غالب آجائے گی یعنی آپ کی تحریر کامیابی کی سند حاصل کرچکی ہے بہرحال آئندہ بھی مزید محنت کے ساتھ کوشش جاری رکھیں۔ کچھ اشعار میں اغلاط موجود ہیں آئندہ اس طرح کا خیال رکھیے گا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو مزید کامیابیاں عطا فرمائے' آمین۔

کنزہ مریم...... للیانی' سرگودھا

ڈیئر کنزہ! شاد وآباد رہو' آپ کا اندازہ بالکل درست ہے ایک کثیر تعداد میں بہنوں کے خطوط ہماری نگاہِ التفات کے منتظر ہوتے ہیں ایسے میں دیر سویر ہوہی جاتی ہے۔ بہرحال عید کی خوشیوں میں آپ کے لیے مزید ایک خوش خبری یہ ہے کہ آپ کی تحریر ''سوچ' خیال' خواب'' منتخب ہوگئی ہے جبکہ آپ کی دوسری تحریر ابھی زیر مطالعہ ہے پڑھنے کے بعد آپ کو آگاہ کردیں گے۔

تمنا بلوچ...... ڈی آئی خان

ڈیئر تمنا! جگ جگ جیو آپ کا اندازہ بالکل غلط ہے ہم آپ سے قطعاً خفا نہیں ہیں۔ آپ کی تحریر موصول ہوگئی ہے پڑھنے کے بعد ہی کوئی رائے دے سکیں گے اگر معیاری ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ ہماری جانب سے آپ کو بھی عید کی ڈھیروں مبارک باد۔

ثناء اعجاز...... کورنگی' کراچی

پیاری ثناء! جیتی رہو آپ کے خط کے ذریعے آپ کی والدہ کی وفات کا پڑھ کر دل بے حد افسردہ ہوا۔ بے شک خوشی وغم ہر موقع پر ماں کا سایہ ضروری ہے اور زندگی کے ہر قدم پر ماں کی کمی محسوس ہونا فطری امر ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی والدہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آپ نے خط اور دیگر سلسلے کے لیے ایک ہی صفحہ استعمال کیا ہے اس طرح ڈاک ضائع ہوجاتی ہے آئندہ خیال رکھیے گا۔

سائرہ سردار...... نامعلوم

پیاری سائرہ! سدا مسکراؤ' غربت و افلاس کی ترجمانی کرتی آپ کی تحریر بہت جلد آنچل کے صفحات پر اپنی جگہ بنائے گی ہماری جانب سے اس کامیابی پر مبارک باد قبول کیجیے۔ اپنے قلمی سفر کو بہتر سے بہترین بنانے کے لیے دیگر موضوعات پر بھی قلم اٹھائیے اور اسی طرح مختصر موضوعات پر اظہار خیال رہیں۔

نوشین...... اٹک

ڈیئر نوشین! جیتی رہو آپ کے سوال کا جواب حاضر ہے۔ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے اسی بناء پر آپ کی تحریر ''میں تیری سائیاں'' کامیابی کی سند حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہری البتہ انداز

تحریر میں ابھی پختگی کچھ کم ہے اسی لیے آپ محنت و مزید کاوش جاری رکھیں اس طرح آپ کی تحریر میں مزید نکھار آئے گا۔

نحل سعدی آرائیں
گولارچی، بدین

ڈیئر سعدی! شاد و آباد رہو آپ کا خط پڑھ کر آپ کے متعلق جان کر اچھا لگا' آپ کی تحریر ''جیت'' منتخب شد[illegible]کہانیوں میں جگہ بنانے میں کامیاب رہی۔ آپ کی دیگر نگارشات متعلقہ شعبوں میں ارسال کردی گئی ہیں' معیاری ہوئی تو ضرور شامل کی جائے گی۔ آپ آنچل کے لیے اپنا قلمی تعاون برقرار رکھ سکتی ہیں' ہماری جانب سے اجازت کی قطعاً ضرورت نہیں' اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو بہت سی کامیابیاں عطا فرمائے' آمین۔

عظمیٰ شاہین...... گجرانوالہ

پیاری عظمیٰ! ہنستی مسکراتی رہو' آپ کی تحریر ''زندگی پل صراط'' موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے اس لیے دل چھوٹا نہ کریں اور مطالعہ کے ساتھ کوشش جاری رکھیں' اپنے مطالعہ میں نام ور رائٹرز کے ناول کو مزید شامل رکھیں جس سے آپ کو لکھنے میں مدد ملے گی۔

ماریہ پارس...... فیصل آباد

بہن ماریہ! سدا خوش رہو' آپ کی تحریر ''اے میرے ہم وطنو'' موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ کی تحریر میں نکھار آ رہا ہے اسی طرح محنت کرتی رہیں تحریر کے حوالے سے خوش کن بات یہ ہے کہ آنچل کے لیے منتخب ہوگئی ہے ان شاء اللہ باری آنے پر جلد ہی آنچل کے صفحات پر آپ جھلملاتا دیکھ سکیں گی

ناقابل اشاعت:

چڑیا تیرے آنگن کی' بدلے نظارے خاک ہوجائیں گے ہم' لغزش' عجب غضب کا پپی اینڈ' پنجاب یونیورسٹی کی بس' انجان ہے زندگی' محبت انمول ہوتی ہے' سچی لگن' دیا جلائے رکھنا' مکڑ جال' بلا عنوان' بلا عنوان' موبائل' حاصل زیست لامتناہی خواہشیں' ماں نہیں عورت' یوں بھی ہوتا ہے' راہ زیست' فیس بک' آنچل' آؤ خوشیاں بانٹیں' منہ بولے رشتے' ادھوری محبتیں' چاند سے کہو عید مبارک' پہنچی وہیں یہ خاک' بدنصیب' بیوہ' بے مقصد سفر' مہر' پہلا روزہ' تیری خوشی ہے میری خوشی' ڈیڈ سیلز' قورمہ' حقیقی خوشی' انا کے قیدی' انتظار لاحاصل' دل کا رشتہ' اک امید کا دیا' اک لمحہ عاشقی' کچھ خواب ادھورے سے۔

کلام میرے ہم [illegible] زندگی کے سفر میں

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابل اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

مشتاق احمد قریشی

جنتِ نعیم میں اہلِ ایمان کو ایسا رزق ایسی نعمتیں دی جائیں گی جن کی خوبیاں کئی جگہ بتائی جاچکی ہیں وہ یقینی انہیں ملے گا یہ اللہ کا وعدہ ہے جو ہر حال میں یقینی پورا ہوگا۔ جنت میں کھانا غذا کے طور پر نہیں بلکہ لذت کے لئے ہوگا' وہاں کھانا اس لئے نہیں کھایا جائے گا کہ جسم وجاں کی توانائیاں بحال رکھنی ہیں کیونکہ اس ابدی زندگی میں جسم کی اجزا تحلیل ہی نہیں ہوں گے۔ انسان ہمیشہ جوان' تندرست وتوانا ہی رہے گا۔ اسے غذا کی ضرورت توانائی کے لئے نہیں بلکہ لذت کے لئے ہوگی وہ بھی انعامات الٰہی کے طور پر' ضرورت کے طور پر نہیں۔

جنت کی جس شراب کا اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لئے کئی جگہ ذکر فرمایا ہے وہ دنیا کی طرح نشہ آور شراب نہیں ہوگی جو پھلوں اور غلوں کو سڑا کر کشید کی جاتی ہے۔ بلکہ وہ تو قدرتی طور پر جنت کے چشموں سے نکلے گی اور نہروں کی شکل میں بہے گی جسے کئی جگہ بہتی ہوئی شراب کہا گیا ہے۔ یہ بھی پینے والوں کو لذت دے گی کسی قسم کا نشہ یا جیسے دنیا میں شراب پینے والوں کو دردِ سر ہوتا ہے وہ شراب پی کے بہکتے ہیں جنت کی شراب میں ایسا کچھ نہیں ہوگا ان میں تو لذت ہی لذت سرور ہی سرور ہوگا۔ جن کا تصور انسان دنیا میں کسی طرح نہیں کرسکتا۔

جنت النعیم کے حق دار اہلِ ایمان کو یہ خوش خبری بشارت کے طور پر دی جارہی ہے کہ ان کی رفاقت وقرب دل بستگی کے لئے ان کے پاس ایسی حسین وجمیل خوبصورت حورِ شمائل عورتیں ہوں گی جن کی آنکھیں بڑی خوبصورت ہوں گی انڈوں کی طرح بڑی اور نازک۔

حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر نقل فرمائی ہے کہ میں نے اس آیت کا مطلب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کی نرمی نزاکت اس جھلی جیسی ہوگی جو انڈے کے چھلکے اور اس کے گودے کے درمیان ہوتی ہے۔ (ابن جریر)

(۵) **دار القرار۔** اس کی تعمیر اللہ تعالیٰ نے روشن یعنی چمکتے ہوئے مروارید سے فرمائی ہے اس میں عام مومن رہیں گے۔ دار کے معنی گھر یا ٹھہرنے کی جگہ قرار کے معنی بھی اہلِ لغت نے آرام کی جگہ ہے لکھا (تاج العروس) جماؤ استقرار۔ (جلال الدین سیوطی) ٹھہرنے کی جگہ آرام کی جگہ (روح المعانی وصحاح) سرسبز وشاداب زمین (ابن عباس) ہم وار زمین (محلی) ٹھہرنا رہنا مراد ہے۔ ہمیشہ رہنا' راغب اصفہانی نے لکھا ہے۔ اس کے معنی ہیں ٹھہرنے کی جگہ۔ ٹھہراؤ' ٹھہرنا' سردی' سکون' آیات میں مراد ہے ٹھہرنے کی جگہ یا قرار والی جگہ' نہ لرزنے والی جگہ قرار کا لفظ قرآنِ حکیم میں صرف دوبار سورۃ النحل آیت ۶۱ میں اور سورۃ المومن ۶۴ میں استعمال ہوا ہے۔ دونوں جگہ زمین کے لئے ہی ٹھہرنے کی جگہ کے طور پر آیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جہنم میں مسلمانوں کی اتنی تعداد داخل ہوگی جس کے عدد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور شمار نہیں کرسکتا۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی بہت نافرمانی کی جرات کی ہوگی اور اس کی اطاعت کی خلاف ورزی کی ہوگی' پھر مجھے شفاعت کی اجازت دی جائے

گی تو میں اللہ تعالیٰ کی سجدے میں بھی ایسی تعریف بجالاؤں گا جس طرح سے میں اس کی حالت قیام میں تعریف بجالاؤں گا پھر مجھے فرمایا جائے گا اپنا سر اٹھائیں سوال کریں عطا کیا جائے گا شفاعت کریں قبول کی جائے گی۔

ایک اور حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں جہنم کے پاس آؤں گا اس کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا تو میرے لئے دروازہ کھولا جائے گا میں اس میں داخل ہو جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریفیں ادا کروں گا کہ ویسی تعریفیں مجھ سے پہلے کسی نے نہیں ادا کی ہوں گی اور نہ ہی میرے بعد کوئی اس کی ایسی تعریفیں کرے گا پھر میں ان میں سے ان لوگوں کو نکالوں گا جنہوں نے اخلاص سے کلمہ (اسلام) لاالہ الا اللہ پڑھا تھا پھر میری طرف قریش کے کچھ لوگ کھڑے ہو کر میرے سامنے اپنے نسب کا ذکر کریں گے تو میں ان کے نسب کو پہچان لوں گا مگر ان کے چہروں کو نہیں پہچان سکوں گا تو ان کو جہنم میں ہی چھوڑ دوں گا (کیونکہ انہوں نے کلمہ نہیں پڑھا ہوگا) (البدر السافرہ جلال الدین سیوطی)

(نوٹ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب جہنم میں داخل ہوں گے تو آپ پر جہنم کا کچھ اثر نہیں ہوگا آپ کے لئے بالکل بے ضرر ہو جائے گی، جس طرح دنیا میں نمرود کی آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بے اثر ہو گئی تھی۔ آپ کا جہنم میں جانا اپنی امت کے گنہگاروں کی شفاعت کرنے اور جہنم سے انہیں نکالنے کے لئے ہوگا۔ (سیوطی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہنم سے جو قوم میری شفاعت کے ساتھ نکلے گی اور جنت میں داخل ہوگی ان کا نام جہنمیوں ہوگا۔ (بخاری کتاب الرقائق۔ ترمذی جہنم)

جب قرار کا استعمال بطور دار القرار آئے گا تو اس سے مراد جنت قرار یعنی ٹھہرنے قرار پکڑنے کی جگہ بہشت، قیام کے باغات اور جب الارض کے ساتھ استعمال ہوگا تو دنیا جو انسانوں کے ٹھہرنے قرار پکڑنے کی جگہ اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے۔ قرار کا لفظ دو ہی جگہ قرآن حکیم میں آیا ہے، اور دونوں جگہ زمین کو ٹھہرنے کی جگہ کے بطور آیا ہے۔

ترجمہ:۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا۔ (المومن۔ ۶۴)

(۶) **دار السلام**۔ جنت کے اس حصے یا طبقے کی تعمیر رب ذوالجلال نے سرخ یاقوت سے کی ہے۔ دار السلام یعنی سلامتی، امان کا گھر جو ہر آفت اور عیب سے سلامت رہنے کی جگہ ہے جہنم سے بری ہونے اور چھٹکارا پانے والوں کی جگہ۔ حقیقی سلامتی جنت میں ہی میسر آ سکتی ہے جبکہ جنت تو آخرت کی زندگی کا آخری ٹھکانا ہے اور آخرت کی زندگی بقا ہی بقا ہے اسے چونکہ فنا نہیں غناء ہے احتیاج نہیں، عزت ہے ذلت نہیں، صحت ہے بیماری نہیں۔

ترجمہ:۔ ان لوگوں کے واسطے ان کے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے ان کے اعمال کی وجہ سے۔ (انعام۔ ۱۲۷)

ایمان اپنے اندر دینی شعور کی تعمیر انسان کے لئے قوانین اور اقتدار کی تجویز اور اللہ کی حاکمیت کا تصور پیدا کرتا ہے۔ یعنی دنیا میں اہل ایمان انسان کفر وضلالت کے ٹیڑھے میڑھے راستوں سے بچ کر ایمان وہدایت کی صراط مستقیم پر چلتا ہے تو اس کے لئے آخرت میں سلامتی کا خوبصورت گھر اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے نیک اعمال کی وجہ سے پسند کرتا ہے اور دوست رکھتا ہے۔ جو لوگ ایمان پر قائم رہتے ہیں اور نصیحت

پکڑتے ان کے لئے دارالسلام ہے جہاں تسلی اور تشفی سے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ امن و طمانیت کا ضامن ہے وہ کسی کے کسی بھی عمل کو ضائع نہیں کرتا۔ وہ خود اپنے بندوں کا ولی اور مددگار ہے جو لوگ سیدھے راستے پر چلتے ہیں احکام الٰہی قوانین الٰہی پر عمل کرتے ہیں اور دنیا کی آزمائش سے سرخرو گزرتے ہیں انہیں ان کی کامیابی پر اللہ تعالیٰ اپنی جنتوں کے انعامات سے نوازتا ہے۔

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ تمہیں سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہ راست پر چلنے کی توفیق دیتا ہے۔ (یونس۔۲۵)

آیتِ کریمہ میں تمام اہلِ ایمان کو آگاہ کیا جارہا ہے کہ انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ صرف ان کے نیک اعمال کا ہی صلہ نہیں دے گا بلکہ اللہ تعالیٰ جو قادر مطلق ہے اپنے فضل وکرم سے جسے چاہے اور جتنا چاہے مزید انعامات سے نواز سکتا ہے۔ سلامتی کے گھر کی طرف دعوت ان ہی لوگوں کو دی جارہی ہے جو سلامتی چاہتے ہیں دنیا کی زندگی جو سراسر امتحانی وآزمائشی زندگی ہے۔ اسے پوری احتیاط سے احکام الٰہی اور قوانین الٰہی کے مطابق بسر کرتے ہیں۔ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی بھی پوری کوشش اور احتیاط سے ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں اور اگر کسی طرح کہیں کوئی غلطی ہوجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ سے اپنی ندامت اور غلطی کا اعتراف کرکے معافی کے خواستگار ہوتے ہیں ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ دارالسلام کی دائمی اقامت کی خبر سنارہا ہے۔ بلا رہا ہے کہ آؤ زندگی جو تمہیں دنیا کی مختصر مدت میں گزارنی ہے اسے اطاعت وبندگی میں گزاروتا کہ تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تمہارے دائمی ٹھکانے جو سلامتی ہی سلامتی والے ہیں میں داخل کردیا جائے۔

(۷) **دارالجلال**۔ جنت کے اس طبقے (حصے) کی تعمیر اللہ تعالیٰ نے زرسرخ سے فرمائی ہے۔ اسے دارالمقام بھی کہا گیا ہے۔ جلال ربّ کائنات کی صفت بھی ہے اس کے معنی بزرگی عظمت بلند مرتبہ ہونا جبکہ جلالتہ کے معنی عظمتِ قدر یعنی بلند مرتبہ ہونا اور جلال کے معنی عظمتِ قدر کی انتہا کے ہیں اور اسی لئے یہ اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے اور ذوالجلال ولاکرام صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے۔ کسی اور کے لئے نہیں۔ جنت کا یہ طبقہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے مالدار اور ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنے والوں کے لئے مخصوص ہے ایسے ہی لوگوں کے لئے ارشاد ہوا ہے۔

ترجمہ:۔ انہیں راہ دکھائے گا اور اُن کے حالات کی اصلاح کردے گا۔ اور انہیں اس جنت میں لئے جائے گا جس سے انہیں شناسا کردیا ہے۔ اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔ (محمد۔۵تا۷)

آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تین مراتب بیان فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ اپنے صالح بندوں کی رہنمائی فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ معمول ہے کہ اس کا بندہ اگر اس کی طرف ایک قدم بڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی صالح بندے کی طرف دس قدم بڑھاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ان کے حال کو درست کردے گا تیسرے یہ کہ انہیں جنت میں داخل فرمادے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور صالح بندوں کی مدد فرماتا ہے یعنی انہیں ایسے کاموں کی توفیق دیتا ہے جن سے ان کے لئے جنت کا راستہ آسان ہوجاتا ہے۔ دنیا کی زندگی جو امتحان وآزمائش کی زندگی ہے اسے اگر انسان اللہ کے احکام کے مطابق بسر کرنے کا ارادہ کرے اور ایمان پر قائم ہوجائے تو اللہ اس کی مدد فرماتا ہے اور انسان

قرآنِ کریم جو کلامِ الٰہی ہے سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے رہنمائی ورہبری حاصل کر کے اپنی دنیا کی آزمائش میں کامیابی حاصل کرسکتا ہے۔

جنت میں داخل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ انہیں خلعتوں سے آراستہ فرما کر وہاں لے جائے گا اسے یعنی جنت کو وہ بغیر رہنمائی کے ہی پہچان لیں گے، کیونکہ قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جنت کی تفصیل کہ وہ کیسی ہے جو اللہ نے ان کے لئے مہیا کررکھی ہے، جب وہ جنت میں پہنچیں گے تو ازخود ہی انہیں سب کچھ جانا پہچانا لگے گا اور وہ خود ہی اپنے اپنے گھروں میں داخل ہوجائیں گے۔ اس کی تائید ایک حدیث سے بھی ہو رہی ہے۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ایک جنتی کو اپنی جنت والے گھر کے راستوں کا اس سے کہیں زیادہ علم ہوگا، جتنا دنیا میں اسے اپنے گھر کا تھا۔ (صحیح بخاری شریف)

اللہ کی مدد کرنے سے مطلب اللہ کے دین کی مدد ہے، کیونکہ وہ اسباب کے مطابق اپنے دین کی مدد اپنے مومن بندوں کے ذریعے ہی کرتا ہے۔ مومن بندے اللہ کے دین کی حفاظت اور تبلیغ ودعوت سے کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا ہے۔ انہی کو بشارت سنائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ صرف ان کی مدد فرمائے گا اور ان کی محنت کے صلے میں انہیں جنت میں داخل کردے گا۔

ترجمہ:۔ اور جنت پرہیزگاروں کے لئے بالکل قریب کردی جائے گی ذرا بھی دور نہیں ہوگی۔ (اور ارشاد ہوگا) یہ ہے، جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا ہر اس شخص کے لئے جو رجوع کرنے والا پابندی کرنے والا ہو۔ جو رحمٰن کا غائبانہ خوف رکھتا ہو اور توجہ والا دل لایا ہو۔ تم اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ۔ یہ ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے۔ (ق۔ ۳۱ تا ۳۴)

آیاتِ کریمہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ بتارہا ہے کہ روز حساب میدانِ حشر میں جب عدالتِ الٰہی سے یہ فیصلہ ہوجائے گا کہ وہ شخص متقی ہے نیک وصالح اعمال کرتا رہا ہے اور جنت کا مستحق ہے تو فی الفور وہ جنت کے سامنے پہنچا دیا جائے گا خود کو وہ جنت کے سامنے پائے گا۔ وہاں تک پہنچنے کے لئے اسے کوئی مسافت طے نہیں کرنی پڑے گی۔ فیصلے کے وقت اور جنت میں داخلے کے درمیان کوئی وقفہ نہیں ہوگا۔ فیصلہ صادر ہوتے ہی متقی جنت میں داخل ہوجائے گا۔

(جاری ہے)

انعم حسن گجر

ملیحہ احمد

آنچل کی پیاری پیاری سی قارئین السلام علیکم! امید ہے کہ سب خیر و عافیت سے ہوں گے۔ میرا نام انعم ہے اور گھر والے انو بلاتے ہیں۔ گرمیوں کی تپتی ہوئی دوپہروں میں میری آمد ہوئی' 19 جولائی میری برتھ ڈے کا دن ہے اور میرا اسٹار کینسر ہے۔ مجھے آنچل پڑھتے ہوئے نو سال ہوگئے ہیں' آنچل کی پرانی قاری ہوں اور بڑے شوق سے آنچل پڑھتی ہوں' یہ میرا وہ شوق ہے جس کے لیے میں نے بہت ڈانٹ ڈپٹ برداشت کی ہے بڑوں کی' لیکن میرا یہ شوق ختم ہونے کے بجائے دن بہ دن بڑھتا گیا۔ مجھے آنچل کی تمام رائٹرز بہت پسند ہیں' خاص طور پر عشنا کوثر' نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف' عفت سحر طاہر اور اقراء صغیر سب سے زیادہ پسند ہیں اور میری خواہش ہے کہ آنچل کی ان رائٹرز کی طرح میں بھی ایک اچھی رائٹر بن جاؤں۔ اب آتی ہوں اپنی طرف تو جناب میرے شوق زیادہ نہیں ہیں' گھر کے کام سے فارغ ہوکر آنچل پڑھنا اور ایف ایم سننا میرا شوق ہے۔ ابرار الحق میرے پسندیدہ سنگر ہیں اور عتیق الرحمٰن اور عدیل عباسی' کومل طارق میرے بہت ہی فیورٹ ڈی جے ہیں۔ گرمیاں کچھ خاص پسند نہیں لیکن گرمیوں کی بارش کو بہت زیادہ پسند کرتی ہوں اور پسند کرنے کے ساتھ ساتھ اسے خوب انجوائے بھی کرتی ہوں۔ لائٹ کلر پسند ہیں' ڈارک کلر متاثر نہیں کرتے۔ خوبی اور خامی تو بس دوسرے ہی بتا سکتے ہیں لیکن چند خاص عادات خود بتانا چاہوں گی۔ پہلی تو یہ کہ میں بہت احساس طبیعت ہوں' کسی کو بھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی اور یہ خوبی بھی مجھے کسی اپنے نے بتائی ہے اور خامیوں کی جہاں تک بات ہے تو غصہ بہت کرتی ہوں' کسی کی غلط بات برداشت نہیں ہوتی اور اس سے بھی بڑی خامی یہ ہے کہ کسی کی بھی غلطی کو اس کے منہ پر بتا نہیں سکتی۔ اب آپ مجھے اس خامی کی بنیاد پر بزدل سمجھ لیں یا ڈرپوک۔ پسندیدہ خوشبو پوائزن ہے اس کے ساتھ ساتھ پھولوں میں موتیا اور گلاب کی خوشبو انتہا سے زیادہ پسند ہے۔ میں نے کبھی دوست نہیں بنائے لیکن جو دوست بنے ان کی تعداد بہت کم ہے ان میں سے ایک خاص دوست تھی میری جو مجھ سے دوستی کا رشتہ بنانے کے بعد بچھڑ گئی اس کا نام مہرین ہے اور اب اس دوست کے بچھڑ جانے کے بعد میری صرف ایک ہی دوست ہے جس کا نام رابیکا ہے۔ تنہائی میں رہنا اچھا لگتا ہے' اس لیے زیادہ تر اپنے کمرے میں رہتی ہوں اور شور و غل بالکل بھی پسند نہیں۔ میری اس تنہائی پسندی کی بناء پر گھر والے مجھ سے ناراض دکھائی دیتے ہیں اور ان کی خفگی کو دور کرنے کے لیے کبھی کبھار گھر والوں کے ساتھ بیٹھ جاتی ہوں لیکن جب بیٹھ جاتی ہوں تو گھر میں محفل کا سماں بنا دیتی ہوں۔ اب میں اپنی ڈریسنگ کے بارے میں بتاتی ہوں تو جناب فراک' ساڑھی موقع کے لحاظ سے بہت پسند ہے اور عام طور پر سادہ شلوار قمیص کو ترجیح دیتی ہوں کیونکہ یہ میرا پسندیدہ لباس ہے۔ آپ کو کیسا لگا میرا یہ تعارف۔ اجازت چاہتی ہوں اور جاتے جاتے آپ سب کے لیے ایک اچھی سی بات ''وقت ایک خاص مصالحہ کی مانند ہے جس سے آپ جو چیز بنانا چاہیں بنا سکتے ہیں'' اس لیے

میری رائے ہے کہ وقت کی قدر کیجیے گا' اللہ حافظ۔
☆ ڈیئر انعم! سالگرہ مبارک ہو۔

السلام علیکم! کیسے ہیں آپ سب؟ امید ہے خوش باش ہنستے مسکراتے ہوں گے۔ اجی ہم تو ماشاء اللہ سے ہر دم ہی مسکراتے رہتے ہیں بلکہ سمجھئے ہم پر تو جیسے فرض کر دیا گیا ہے مسکرانا۔ آپ لوگ بھی فرمارہے ہوں گے کہ پتا نہیں کون سی مہ جبین عرف حسین (آہم) تشریف کا ٹوکرا اٹھا کر بولے چلی جارہی ہے' چلیں جی اب ہم آپ کو اپنے بارے میں بتاتے ہیں' ہاں جی تو مابدولت کا نام صالحہ سحر ہے (پیپر نام صالحہ امتیاز ہے) کیا بتائیں آپ کو سال کے بارہویں یعنی دسمبر کے یخ بستہ مہینے کی 19 تاریخ کو مابدولت اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئیں اور پوری دنیا میں روشنیاں ہی روشنیاں بکھیر دیں۔ محلے میں مٹھائیاں بانٹی گئی تھیں جو کہ مابدولت بھی بہت شوق سے اور بہت زیادہ کھاتی ہیں۔ ہم پانچ بہن بھائی ہیں' میرا نمبر دوسرا ہے۔ مجھ سے بڑے بھائی مامون پھر مابدولت بذات خود پھر مجھ سے چھوٹی عائشہ (جو کہ پوری افلاطون ہے) پھر چھوٹا متین اور پھر اس کے بعد مبین (جو کہ میری دعاؤں کا حصول ہے) بڑے بھائی جاب کرتے ہیں' تعلیم میٹرک ہے اور مابدولت پڑھتی ہیں۔ ایف ایس سی فرسٹ ائیر کی اسٹوڈنٹ ہوں' ڈاکٹر بننے کے ارادے نہیں ہیں پھر بھی میڈیکل کررہی ہوں ہاہاہا۔ ہنستی بہت زیادہ ہوں' چھوٹی چھوٹی بات پر اور فضول سے لطیفے پر بھی بہت ہنسی آتی ہے۔ رونا بالکل نہیں آتا وہ بھی موقع پر' جب بھی روتی ہوں فضول اور بے موقع ہی روتی ہوں۔ کالا اور فیروزی رنگ بہت پسند ہے اور پہنتی بھی بہت زیادہ ہوں۔ میری تقریباً ہر چیز ہمیشہ بلیک رنگ میں ہوتی ہے' جوتے' کپڑے بیگ (سوائے کتابوں کے ان پر بلیک کور چڑھا لیتی ہوں)۔ کھانے میں بریانی اور کسٹرڈ بہت پسند ہے' سبزیوں میں بینگن بہت زیادہ پسند ہیں۔ جیولری میں بس لاکٹ پسند ہے' وہ بھی سادہ سا اور میرے پاس ہے بھی۔ سردیاں بہت پسند ہیں' دسمبر میرا پسندیدہ مہینہ ہے اور سردیوں میں آئس کریم کھانا بے حد اچھا لگتا ہے۔ اردو ادب کی بے حد دیوانی ہوں اور نیند کی بھی دیوانی ہوں۔ امی کہتی ہیں کہ ایف ایس سی کے اسٹوڈنٹس دن رات پڑھتے ہیں اور ہماری لاڈلی دن رات سوتی ہے' ہاہاہا۔ حج کرنے کا بے انتہا شوق ہے' نماز باقاعدگی سے پڑھنے کی پوری کوشش کرتی ہوں۔ میری آئیڈیل شخصیت میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اپنے ملک کے حالات دیکھ کر بہت دکھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو اپنے حفظ وامان میں رکھے آمین۔ اپنی امی سے بے انتہا محبت ہے' وہ دنیا کی سب سے اچھی ماں ہیں۔ مجھے شاپنگ کرنا بہت بُرا لگتا ہے اور نہ ہی میں شاپنگ وغیرہ کرتی ہوں' اس کے علاوہ زیادہ گیدرنگ بھی اچھی نہیں لگتی۔ تنگ سب کو بہت زیادہ کرتی ہوں' شرارتیں بھی بہت کرتی ہوں اور ڈانٹ بھی کھاتی ہوں۔ میری سب سے اچھی دوست عائشہ ضمیر ہے' ہم دونوں کو کرکٹ جنون کی حد تک پسند ہے' جب جب ہم دونوں مل جاتی ہیں تو پوری اکیڈمی اور ہاسٹل ہم سے تنگ آجاتا ہے ہاہاہا۔ جھوٹے لوگ بہت بُرے لگتے ہیں اور اپنی چائے کی تو میں نے بات ہی نہیں کہ ابھی تک' جو کہ میں بہت شوق سے اور بہت زیادہ پیتی ہوں وہ بھی

بہت زیادہ چینی والی۔ اوہ۔ جی بہت لمبا تعارف ہوگیا' اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچا مومن بنائے اور ہمارے پیارے ملک کو امن وسلامتی والا ملک بنائے' آمین ثم آمین۔ اللہ حافظ۔

ایس انمول

تمام آنچل اسٹاف' رائٹرز اینڈ ریڈرز کو میری طرف سے پرخلوص سلام۔ دوستو! میں ہوں ایس انمول (جی ہاں درست سمجھے وہی (سچیاں محبتاں والی) میرا ریئل نیم سمیرا احمد ہے۔ 1993ء نامعلوم مہینے کی نامعلوم ڈیٹ کو اس دنیا میں تشریف لائی ویسے بھی میں سالگرہ نہیں مناتی' ماشاء اللہ سے ہم دس بہن بھائی ہیں۔ مابدولت کا سب سے پہلا نمبر ہے سو ذمہ داریاں بھی بہت ہیں' منگنی ہوچکی ہے۔ جوائنٹ فیملی سسٹم پسند ہے۔ میری فیملی چودہ افراد پر مشتمل ہے دادا جی بہت شفیق انسان تھے اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے' آمین۔ میں' آسیہ کرن' صائمہ احمد سحر' صاعقہ جبین' نور فاطمہ (سسٹرز) اے آر چاند ساگر' محسن رضا آفتاب (برادرز) اور میری جان سے پیاری بہنیں مریم احمد' نائلہ احمد' عزا احمد اور کزن ہارون عباس ہم سب مل کر رہتے ہیں۔ آنچل سے وابستگی 2009 سے ہے اور آنچل سے بہت کچھ سیکھا ہے مثلاً لڑکیاں سیل فون کے غلط استعمال اور چھوٹی چھوٹی نادانیوں کی وجہ سے اپنی زندگی تباہ کردیتی ہیں وغیرہ۔ آنچل پڑھنے کی وجہ سے میری اردو پہلے سے بہتر ہوگئی' کافی پُراعتماد ہوگئی ہوں جس کے لیے آنچل کی بہت شکر گزار ہوں۔ خوبیوں اور خامیوں کا حسین امتزاج ہوں' خوبیاں یہ ہیں کہ سادہ مزاج اور خوش اخلاق ہوں غرور نام کو نہیں۔ حسد نہیں کرتی اور دوسروں کی پرائیویسی میں انٹرفیئر نہیں کرتی (سچ کہہ رہی ہوں یار) اور خامیاں...... چھوٹی چھوٹی باتوں پر گھنٹوں اپ سیٹ رہتی ہوں۔ قوت برداشت نام کو نہیں' تھوڑی سی بھلکڑ بھی ہوں۔ میری سب سے بڑی خامی میرا غصہ ہے جو جن بھوت کی طرح سوار رہتا ہے۔ میں اس پر قابو پانے کی بہت کوشش کرتی ہوں اور کامیاب بھی ہوجاتی ہوں (مجھے منافقت' جھوٹ اور طنزیہ گفتگو پر بہت غصہ آتا ہے)۔ بے ہودہ مذاق بالکل پسند نہیں' ایک حد میں رہ کر ہلکا پھلکا مذاق کرلینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ حد درجہ عاجزی اور انکساری پسند ہے۔ میری خوش قسمتی ہے کہ میں مسلمان ہوں' باقاعدگی سے نماز پڑھتی ہوں' اپنے دل کی ہر بات اللہ تعالیٰ سے شیئر کرتی ہوں۔ بچے بہت اچھے لگتے ہیں اور خوب صورت گھر بہت اٹریکٹ کرتے ہیں' گفٹ لینا اور دینا دونوں پسند ہیں اگر کوئی گفٹ میں کتاب دے تو بہت اچھا لگتا ہے۔ فیورٹ کتاب قرآن مجید اور فیورٹ پرسنالٹی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق دے' آمین)۔ اس کے بعد مولانا عبدالستار ایدھی اور ڈاکٹر شیخ محمد اقبال (ایڈیٹر سفید چھڑی سرگودھا) سے بہت متاثر ہوں' مطالعہ کا بہت شوق ہے۔ فیورٹ ناولز کی لسٹ طویل ہے' موسٹ فیورٹ ''پیر کامل'' اور ''تیری راہ میں رُل گئی وے''۔ فیورٹ شاعر وصی شاہ اور آصف راز' میرے نزدیک رشتوں کی بہت اہمیت ہے اپنی ذات سے وابستہ ہر رشتے کا خیال پوری ایمانداری سے کرتی ہوں۔ میری نظر میں قابل احترام اور خوب صورت رشتہ ماں اور لائف پارٹنر ہے۔ شدید خواہش ہے کہ خانہ کعبہ کی زیارت کروں' اپنے علاقے میں

غیر فعال، بچوں کے لیے اسکول کھولوں اور دو ڈائجسٹ نکالوں۔ کھانے پینے کے معاملے میں زیادہ نخرے نہیں کرتی، موسم سارے ہی اچھے ہوتے ہیں مگر سردیاں اور بارش مجھے بہت پسند ہے۔ فیشن ایبل نہیں ہوں، میک اپ سے کوئی دلچسپی نہیں۔ پسندیدہ ملک پاکستان، اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے آمین۔ آنچل کی توسط سے بہت پیاری دوستیں ملی ہیں، شمع ناز، شمع مسکان، نبیلہ نازش، طیبہ افضل، سیاس گل، عظمیٰ شاہین، رابعہ رحمان، صائمہ طاہر، سمیرا تعبیر نور سحر شاہ، سونیا کنول یٰسین، عمارہ رباب، ایس بتول شاہ، صدیقہ خان، انیقہ ملک، شمع فیاض، حافظہ ریحانہ زائمہ، طیبہ نذیر وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ ہماری دوستی کو مضبوط بنائے اور ہمارا ساتھ ہمیشہ قائم رہے اب اجازت دیں اللہ حافظ۔

سعدیہ یوسف

سلام الفت، ڈیئر قارئین! کیسے ہیں آپ؟ میرا نام سعدیہ ہے اور میں سات جولائی کو پیدا ہوئی اور اپنے گھر کی رونق میں اضافہ کیا کیونکہ میں گھر کی پہلی اور اکلوتی لڑکی ہوں۔ 3rd ائیر کی اسٹوڈنٹ ہوں، جوائنٹ فیملی سسٹم سے تعلق ہے جس میں میری امی، ابو، دادا دادی، چاچو عبد الوارث، چچی جان اور کزن زریاب ولی ہے دیکھی جوائنٹ فیملی۔ زری میں تو میری جان ہے میں اسے پیار سے جانو کہتی ہوں اب آپ اس کی عمر کا اندزاہ لگائیں وہ دو سال کا ہے ہاہا۔ رنگوں میں وائٹ اور پنک کلر پسند ہے، شاعروں میں نازیہ کنول، وصی شاہ اور علامہ اقبال بہت پسند ہیں۔ کھانے میں چکن اور پلاؤ بہت پسند ہے۔ میٹھے میں لذیذہ کھیر بہت پسند ہے پسندیدہ شخصیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے بعد ابو جان ہیں۔ میرے ابو ٹیچر ہیں اور میری امی ہاؤس وائف ہیں، بچوں میں مجھے سعد الرحمٰن سے بہت پیار ہے۔ دوستیں بہت سی ہیں لیکن سب سے زیادہ عابدہ خالدہ اور عائشہ سے بنتی ہے۔ کزنز میں ساجدہ آپی، ذکیہ آپی، عاصمہ آپی، عشرت، شمائلہ، مریم، خدیجہ، رومیصہ، حمیرا، اقراء، عابدہ اور خالدہ ہیں، جب ہم کزنز اکٹھی ہوتی ہیں تو کافی ہلہ گلہ کرتی ہیں۔ فیورٹ ایکٹر شامل خان، سہیل سمیر اور بینش چوہان ہیں۔ سنگرز میں حنا نصر اللہ اور علی رضا پسند ہے۔ میرے گاؤں کا نام کولووال ہے جو بہت خوب صورت ہے۔ پسندیدہ رسالے آنچل اور شعاع ہیں اور فارغ اوقات میں انہی کا مطالعہ کرتی ہوں۔ عصر کا وقت بہت پسند ہے کیونکہ اس وقت اللہ کی تمام مخلوقات اپنے اپنے آشیانوں میں لوٹ رہی ہوتی ہیں۔ تنہائی پسند ہوں لیکن جب عابدہ، خالدہ اور میں اکٹھی ہوتی ہیں تو کافی انجوائے کرتی ہوں۔ اب بات ہوجائے خوبیوں اور خامیوں کی، خامی بقول عابدہ کبھی کبھی ضد کر جاتی ہو، خوبی تمہیں غصہ آتا ہے لیکن جلدی اتر جاتا ہے زیادہ دیر کسی سے ناراض نہیں رہ سکتی، تم بہت اچھی ہو۔ خوبی بقول ساجدہ، تم بندے کو بور نہیں ہونے دیتی، حساس ہوں لیکن دل میں رکھتی ہوں کسی پر ظاہر نہیں کرتی۔ آپ سے گزارش ہے کہ میرے خالو جان کے لیے دعا کریں کہ اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے، آمین اور اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائیں، آخر میں آنچل قارئین اور تمام جاننے والوں کو سلام۔

☆ڈیئر سعدیہ! سالگرہ مبارک ہو۔

ادارہ آنچل کی جانب سے سلام عرض ہے، ہماری جانب سے شادی کی ڈھیروں مبارک باد قبول کیجیے اور اسی حوالے سے اپنے قیمتی لمحات میں سے کچھ پل ہمارے نام کرتے ہوئے اپنی ازدواجی زندگی ہم سے شیئر کرنے پر آپ کے بے حد مشکور ہیں۔

1:۔ ڈیئر سمیرا کیسی ہیں آپ اور شادی کے بعد آج کل کیا مصروفیات ہیں؟

ج: وعلیکم السلام!

الحمدللہ میں ٹھیک ٹھاک ہوں اور شادی کی مبارک باد کے لئے بہت بہت شکریہ۔ آج کل کی مصروفیات بس گھر، گھر کے کام اور گھر کی مصروفیات۔ اس کے علاوہ آج کل رمضان چل رہا ہے تو اس کے حوالے سے سحری اور افطاری کی روٹین ہے۔ سترہ روزے سسرال میں گزارے ہیں اور اس کے بعد میں امی کی طرف گوجرانوالہ آ گئی ہوں تو باقی کا رمضان ادھر ہی گزارنا ہے ان شاء اللہ۔ امی کی طرف کوئی لمبی چوڑی روٹین نہیں ہے۔ دو سسٹرز چھٹیاں گزارنے آئی ہوئی ہیں تو گھر میں کافی رونق اور شور رہتا ہے۔ بھاوج اپنے میکے جاچکی ہے۔

2:۔ جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں اس حوالے سے کیا کہیں گی؟

ج: بالکل اس میں کوئی شک نہیں جوڑے آسمانوں پر ہی بنتے ہیں۔ میرے اور میرے ہز بنڈ کے معاملے میں بھی بس کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔ سلطان میرے سگے خالہ زاد ہیں۔ میں بہت چھوٹی تھی اور جب بھی خالہ آتی تھیں تو ہمیشہ کہتی تھیں یہ میری بہو ہے۔ تب خالہ بڑے بیٹے کے لئے مانگتی تھیں جبکہ سلطان دوسرے نمبر پر تھے...... امی اور ابو لوگ خاموش رہتے تھے۔ کچھ وقت سرکا خالہ (جس بیٹے کے لئے رشتے کا کہتی تھیں) وہ کچھ وجوہات کی بناء پر تعلیم چھوڑ کر کاروبار سنبھالنے لگ گیا تھا۔ اس کے بعد بھی خالہ کی وہی خواہش

سمیرا شریف طور اور سلطان محمود رخصتی کے بعد

تھی لیکن گھر والے کہتے تھے اپنے بیٹے کو پڑھالیں ہم رشتہ کرلیں گے۔ کچھ سال مزید گزرے خالہ نے کئی بار رشتہ مانگا مگر ہماری طرف سے مسلسل انکار تھا۔ پھر خالہ خفا ہوگئیں۔ ۲۰۱۲ء دسمبر میں بڑا بھائی پاکستان آیا تھا ہم اس کے لئے رشتہ دیکھ رہے تھے ۲۰۱۳ء میں ان کی اور بہن کی شادی کرنی تھی بڑی باجی اور بہنوئی کہتے ہیں خالہ کی بیٹی سے رشتہ کرلیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ہم نے رشتہ مانگا خالہ نے دے دیا۔ تب بہنوئی، باجی اور خالہ لوگوں کے درمیان نجانے کیا بات فائنل ہوئی خالہ بڑے بیٹے کی بجائے سلطان سے رشتہ کرنے پر راضی ہوگئیں۔ سلطان نے ایم بی اے کیا ہوا ہے اور ایک پرائیویٹ فرم میں مینیجر ہیں۔ بھائی کی شادی کے ایک ماہ بعد

خالہ گھر آئیں تو جاتے وقت کچھ پیسے دے کر (یہ اب ہماری بیٹی ہوئی کہہ کر) چلی گئیں لیکن میں تب بھی سیریس نہ تھی وجہ وٹہ سٹہ کی ٹینشن۔ لوگوں کی باتیں سن سن کر اور دل ڈرتا تھا۔ اس کے بعد رمضان میں عیدی آئی تب بھی ذہن اس بات کو قبول نہیں کر پا رہا تھا۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ رشتے کو تو قبول کر لیا لیکن ذہنی طور پر پھر بھی ڈسٹرب تھی۔ خالہ بڑے بیٹے کی شادی پہلے کرنا چاہتی تھیں۔ اس کی منگنی ۲۰۱۴ء میں ہوئی تھی اور پھر شادی ۲۰۱۵ء میں۔ امی اور بھائی لوگوں سب نے بہت زور لگایا کہ دونوں بھائیوں کی شادی ایک ساتھ ہو لیکن وہ لوگ نہ مانے۔ وقاص بھائی ناراض حتیٰ کہ امی کو یہاں تک کہہ دیا کہ یہ لوگ میری بات نہیں مان رہے میں یہ منگنی ہی ختم کر دوں گا۔ خیر خالہ نے بھائی سے وعدہ کیا اور ایک دو ماہ بعد شادی کا کہا۔ میرے جیٹھ کی شادی یکم فروری کو ہوئی تھی اور ہماری ۱۶ مئی کو۔

اس سارے سیٹ اپ میں کئی بار احساس ہوا کہ یہ رشتہ نہیں ہوگا۔ دوسری طرف سلطان بھی وٹہ سٹہ والی اس بات سے پریشان رہتے تھے۔ خیر شادی ہوگئی اور سب ٹھیک ہوگیا مگر اس دوران کئی بار لگا کہ یہ رشتہ نہیں چل سکے گا مگر الحمدللہ میں اس وقت بہت خوش گوار زندگی گزار رہی ہوں۔

3:۔ شادی لو میرج ہے یا ارینج میرج، نیز آپ شادی ہو کر کس شہر میں آئی ہیں خاندان میں یا خاندان سے باہر؟

سلطان محمود بارات کی تیاری کے بعد

ج: میری شادی مکمل طور پر میرے بڑوں امی، وقاص بھائی میری بڑی باجی اور بہنوئی کی رضامندی سے ہوئی ہے۔ اس میں ایک فیصد بھی لو شو کا کوئی حصہ نہیں۔ رشتہ فائنل ہونے سے پہلے سلطان سے کافی علیک سلیک تھی مگر بات طے ہونے کے بعد میں بہت محتاط اور ریزرو ہوگئی تھی۔ ہماری کبھی بات چیت بھی نہیں ہوئی تو بس ہیلو ہائے اور حال چال تک۔ ہماری دنیا کے ہر موضوع پر بات ہوئی سوائے اپنی ذات کے متعلق۔ میں کوشش کرتی تھی کہ کوئی ایسی بات نہ ہو جو بعد میں میرے لئے مسئلہ بنے اور ہمارے ری لیشنز (بھائی بھاوج) کو خراب کرے۔ میں گوجرانوالہ سٹی سے بیاہ کر گئی خالہ کے گھر سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں آئی ہوں ہمارا یہ گاؤں پسرور کے پاس ہے۔

4:۔ بابل کا آنگن چھوڑ کر پیا دیس آباد کرتے وقت آپ کے احساسات کیا تھے؟

ج: بہت عجیب سے۔ بہت ڈر اور خوف تھا۔ منفی خیالات کی یلغار تھی لیکن اس بات پر ذہن کلیئر تھا کہ جو بھی ہوگا اچھا ہی ہوگا۔ بس وہی ہوگا جو میرے مقدر میں ہوگا...... مگر اپنے ماں باپ کا گھر چھوڑ کر جانا بھی بہت حوصلے کا کام ہوتا ہے۔ شادی والے دن میں دو تین بار رو چکی تھی۔ لیکن نکاح کے وقت میں نے سختی سے سب کو منع کر دیا تھا کہ کوئی بھی میرے پاس نہ ہو ورنہ میں رو دوں گی اور نکاح کے وقت میرے پاس صرف میری اسٹوڈنٹس اور دوستیں تھیں یا بھائی

سمیرا شریف طور بارات کے دن

سمیرا شریف طور اور سلطان محمود رخصتی کے بعد

اولیس جو نکاح پر دستخط کروانے آئے تھے۔

5:۔شادی کی کن رسومات کو آپ نے سب سے زیادہ انجوائے کیا؟ شادی سادگی سے ہوئی یا دھوم دھام سے؟

نکاح کے بعد سلطان محمود اپنے چھوٹے بھائی یاسر کے ہمراہ

ج: ہمارے ہاں بہت دھوم دھام سے شادی نہیں ہوتی۔ بلکہ مایوں کی رسم وغیرہ بھی بس اس حد تک ہوتی ہے مہمان آئے کھانا وغیرہ کھایا اور اگر دلہن یا دلہا مان گیا تو اس کو بٹھا کر مٹھائی کھلا دی۔ بارات کی رسم بھی سادگی سے ہوتی ہے۔ لڑکی کی شادی ہے تو ولیمہ لے کر جاتا ہے تو ٹھیک ورنہ کچھ قریبی بہن بھائی جائیں گے اور دلہن کو لے آئیں گے۔ بھائی کی شادی کی بارات لے کر گئے تھے اگلے دن بہن کی بارات اور بھائی کا ولیمہ تھا۔ کھانے وغیرہ کا اچھا اہتمام تھا اچھی گیدرنگ تھی۔ ہمارے گھر والے مووی وغیرہ نہیں بنواتے۔ جبکہ میرے سسرال میں بہت اہتمام سے مایوں مہندی کی رسم ہوتی ہے۔ باقاعدہ اسٹیج بناتے ہیں ڈھول بجتا ہے۔ مطلب ناچ گانا ڈانس...... بھنگڑا...... اس کے بعد بارات بھی دھوم دھام سے آئی تھی۔ مووی اور تصاویر بھی بنی تھیں ولیمہ بھی کافی اہتمام سے ہوا تھا۔

6:۔عروسی جوڑا آپ نے خود پسند کیا یا سسرال والوں کی جانب سے تھا کلر وغیرہ کیسا تھا؟

ج: پہلے دن کا جوڑا میں نے اور بہن نے مل کر پسند کیا تھا۔ فرسٹ ڈے کا جوڑا لڑکی والوں کی طرف سے خود خریدا جاتا ہے۔ ڈیپ ریڈ اور مونگیا کلر کی ڈبل شرٹ میکسی تھی ساتھ میں شرارہ تھا۔ جبکہ دوسرے دن ولیمہ کا جوڑا بھی میں نے اور بھاوج نے مل کر پسند کیا تھا بس پے منٹ خالہ لوگوں کی طرف سے تھی۔ پنک اور زنک کلر (فیروزی) تھا۔ میکسی فراک اور بلاؤز تھا۔

سمیرا شریف طور اور سلطان محمود ولیمہ کے دن

7۔ اپنے شوہر کا اسم گرامی، تعلیم، پیشے اور اسٹار کے متعلق بتائیں گی؟

ج: ان کا نام سلطان محمود ہے۔ تعلیم ایم بی اے۔ ساتھ میں کچھ بزنس سے متعلق کورسز کر رکھے ہیں۔ پرائیویٹ فرم میں منیجر ہیں۔ اسٹار کا مجھے نہیں پتا ان کے آئی ڈی کارڈ کے مطابق ہے جولائی ڈیٹ آف برتھ ہے۔ جبکہ رئیل میں ڈیٹ آف برتھ ۲ دسمبر ہے۔ اس کے مطابق جو بھی اسٹار ہے وہ خود اندازہ لگالیں۔

8۔ اپنی تحریر کے کسی ہیرو کی جھلک آپ کو اپنے شوہر میں دکھائی دیتی ہے؟

ج: ہاہاہا۔۔۔۔ بڑا اچھا سوال ہے۔ مجھے یہ چاہتیں یہ شدتیں کے ہیرو سمعان احمد جیسے لگتے ہیں۔ پرسنالٹی کے حساب سے میں نہیں کہتی۔ لیکن نیچر کے حساب سے یہ بہت ہی لونگ، کیئرنگ اور محبت کرنے والے ہیں۔ باقی میں ہیرو والی خصوصیات کو تلاش نہیں کرتی۔ میں سمجھتی ہوں اگر میں نے ان کے اندر اپنے ہیروز والی خوبیاں تلاش کرنا شروع کر دیں تو میرے لئے زندگی گزارنا مشکل ہو جائے گا۔ اصل میں بہت سارے خواب اور توقعات انسان کے پاس موجود خوشیوں اور خوبیوں کو بے معنی اور حقیر بنا دیتی ہیں۔ اس لئے میں ان کو ایک اچھے شوہر اور محبت کرنے والے انسان کے روپ میں چیک کرتی ہوں تو مجھے یہ بہت معصوم سے انسان لگتے ہیں۔

9۔ سمیرا شریف طور جیسی مشہور رائٹر کو پا کر موصوف کے جذبات واحساسات کیا ہیں؟

ج: بہت خوش ہوتے ہیں۔ فخر بھی محسوس کرتے ہیں۔ فیس بک پر میرے ناولز سے متعلق کوئی بھی اقتباس جس پر کوئی امیج بنایا گیا ہو پڑھ کر سراہتے ہیں۔ اصل میں، میں ان کے ساتھ بہت ہی ریزرو رہتی ہوں۔ تو جب کسی کوئی کوٹیشن پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں اتنا اچھا لکھتی ہیں آپ میرے ساتھ کیوں ریزرو رہتی ہیں۔ پچھلے دنوں ایک کوٹیشن پڑھ کر کہہ رہے تھے کہ یہ دو لائنز اتنی اچھی ہیں تو باقی ساری کتاب کیسی ہوگی......؟ ایک دن کسی نے پوچھا کہ آپ بھی سمیرا کے ناولز پڑھتے ہیں تو جواب ملا تھا۔ میں نے سمیرا کا کوئی ناول تو نہیں پڑھا لیکن سمیرا کو ضرور پڑھا ہے...... لیکن جو بھی ہے میں مکمل کوشش کرتی ہوں کہ میرے اور ان کے ری لیشن کے درمیان ایک رائٹر نہ آئے۔ ورنہ ہماری حقیقی زندگی کا چارم ختم ہو جائے گا۔

10:۔ کیا آپ کی تحریریں ان کے زیر مطالعہ رہتی ہیں اور تعریف وتنقید کیا سننے کو ملتا ہے؟

ج: نہیں انہوں نے میری ایک بھی تحریر نہیں پڑھی کہتے ہیں کچھ دینا میں بھی ضرور پڑھوں گا۔ جب کچھ پڑھا ہی نہیں تو تنقید اور تعریف کیسی......؟ ہاں البتہ کوٹیشنز پڑھ کر ضرور سراہتے ہیں اور میری تعریف بھی کرتے ہیں اپنے مطلب کی۔

سمیرا شریف طور اور سلطان محمود ولیمہ کے دن

11:۔ سسرال کی جانب سے آپ کے لکھنے پر کبھی پابندی عائد ہوئی تو ردعمل کیا ہوگا؟

ج: ابھی تک تو کوئی پابندی نہیں ہے اور مجھے نہیں لگتا آئندہ بھی ایسا کچھ ہوگا۔ ہوسکتا ہے میں خود نئی زندگی اس کی ترجیحات کو دیکھ کر وقتی طور پر کم لکھا کروں یا نہ لکھوں لیکن ان کی طرف سے ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ رہ گئی ردعمل کی بات جب ایسا کچھ ہوا تو یقیناً میں بہت ہرٹ ہوں گی اور شاید میرے اندر زندگی کے بہت سے پہلوؤں میں کوئی واضح فرق بھی آجائے۔ لیکن ابھی ایسا کچھ نہیں تو میں پرسکون ہوں کہ آئندہ بھی ایسا کچھ نہیں ہوگا۔

12:۔ منہ دکھائی میں بطور گفٹ جو آپ کی نذر کیا گیا؟

ج: گولڈ کی رنگ تھی۔

13:۔ ان کی جانب سے پہلا جملہ کیا تھا جسے سن کر آپ کی سماعتیں مسحور ہوگئی ہوں؟

ج: نکاح سے پہلے یا بعد میں کسی نے (شاید جیٹھانی یا نند) میری تصویر لے کر ان کو واٹس ایپ کی تھی پھر نکاح کے بعد کال آئی تھی۔ آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ مجھے تو اب وہ کچھ بھی یاد نہیں۔ ہمارے ہاں دلہا دلہن کو ایک ساتھ اسٹیج پر نہیں بٹھایا جاتا (اپنے گھر میں جاکر وہ جہاں مرضی بٹھائیں) لیکن مجھے اسٹیج پر لے کر گئے تھے اور سب کے اصرار پر گھونگھٹ نما چادر بھی اتار دی گئی تھی۔ تب دیکھ کر انہوں نے کسی کی بھی پروا کیے بغیر ماشاء اللہ بہت پیاری لگ رہی ہیں کہا تھا اور بھی کمنٹس پاس کیے تھے۔ میں سر جھکائے جواب دیتی رہی تھی۔ سبھی کہہ رہے تھے دلہا دلہن تو ایسے باتیں کررہے ہیں جیسے دونوں خالہ کی بیٹی اور بیٹے کی شادی میں آئے ہوئے ہیں۔ فطری شرم وحیا تو تھی لیکن یہ بھی سچ ہے کہ میں نے ان سے دلہنوں کی طرح شرمانے درمانے والا کوئی سین نہیں رکھا تھا۔ میں بہت پراعتماد دلہن رہی تھی اصل میں یہ بہت خوش تھے اور بار بار مجھے بھی شامل گفتگو رکھتے تھے۔

14: آپ دونوں میں سے زیادہ کیئرنگ اور لونگ کون ہے؟

ج: سلطان زیادہ کیئرنگ ہیں۔ میری ایک بہت ہی پرانی عادت ہے کہ میں کسی سے بھی اپنے اندر کی بات شیئر نہیں کرتی۔ ان سے بھی نہیں کرتی۔ میں بہت ریزرو رہتی ہوں۔ خالہ زاد ہونے کے باوجود ہمارے درمیان بہت گیپس تھیں۔ میں نے اب تک کوئی بھی ڈیمانڈ نہیں کی۔ کھانے پینے سے لے کر کپڑے کسی بھی چیز کی نہیں۔ کچھ میں ادبی سی لڑکی ہوں اور جس ماحول اور جن لوگوں میں گئی ہوں کچھ وقت لگے گا مزاج بننے اور ایک دوسرے کو سمجھنے میں۔ میری چھوٹی چھوٹی ضروریات کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ باہر جو بھی کھاتے ہیں وہ ایک طرف لیکن گھر میں آنے کے بعد میرے کھانے پینے کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ دودھ یا پانی بھی پیتا ہو مجھ سے شیئر کرتے ہیں۔ اکثر میں چڑ کر کہہ دیتی ہوں۔ کبھی کیا ہے آپ

سلطان محمود اپنے بڑے بھائی فیصل کے ہمراہ

خود پی لیں نا تو کہتے ہیں سلطان اپنی ملکہ کے بغیر کیسے کچھ کھا پی لے۔ سلطان کو چین نہیں آئے گا۔۔۔۔؟ اُفف یہ ڈائیلاگ۔۔۔۔ تو کہتے ہیں دل سے کہہ رہا ہوں ڈائیلاگ نہیں۔ ماشاء اللہ بہت ہی نائس اور اچھے ہیں۔ میرا کوئی آئیڈیل نہیں تھا شاید ہوتا بھی تو ان سے زیادہ اچھا نہ ہوتا۔

15:۔ شادی کے بعد کہیں گھومنے پھرنے کا اتفاق ہوا یا ہوتو آپ کہاں جانا پسند کریں گی؟

ج: ابھی تک تو نہیں ہوا۔ شادی کے بعد اگلے دن سلطان کی چچی کی بالکل اچانک ڈیتھ ہوگئی تھی اور اس کے بعد میں چار پانچ دن کے لیے یہاں رہنے آئی بھی تو اکیلی تھی۔ پھر واپس گاؤں گئی۔ تو ایک بار سیالکوٹ سٹی لے کر گئے تھے ان کے دو دوستوں نے ہوٹل میں انوائٹ کیا تھا۔ تینوں دوستوں اور ان کی مسز اور بچے تھے۔ اس کے علاوہ مکلاوہ کے دنوں میں ہی ہم گوجرانوالہ میں ایک دو جگہ گھومنے گئے تھے۔ ان کا ارادہ عید کے بعد یا جب بھی موقع ملا آزاد کشمیر یا شمالی علاقہ جات جانے کا ہے۔ ویسے میں ان کو کہہ تو رہی ہوں کہ ہم پیسے جمع کرلیتے ہیں پھر عمرہ کرنے چلے جائیں گے۔ سیر کی سیر اور عبادت کی عبادت۔ کہہ تو رہے ہیں ان شاء اللہ ہم ضرور عمرہ کرنے جائیں گے۔ دیکھیں اللہ کو کیا منظور ہے۔

16:۔ مزاج کے لحاظ سے کون زیادہ گرم ہے نیز غصے میں شوہر کی کیفیت اور آپ کا ردعمل کیا ہوتا ہے؟

ج: ہم دونوں ہی مزاج کے گرم نہیں ہیں۔ یہ مجھ پر غصہ نہیں کرتے ہاں دو بار ایسا ہوا ہے۔ پہلی بار شاید موت کی بات پر یہ خفا ہوئے تھے تب مجھے ان سے سوری کرنا پڑا تھا۔ دوسری بار ہم سیالکوٹ گئے تھے ڈنر میں جانا تھا یہ چاہتے تھے کہ میں پارلر چلی جاؤں میرا جانے کا کوئی موڈ نہیں تھا۔ تب ان کا رویہ تھوڑا خفا خفا سا تھا تو میں پھر پارلر چلی گئی تھی مگر اس کے بعد اگلے چار دن تک ہماری

ناراضگی رہی تھی۔

17:۔ شادی کے بعد پہلی نوک جھونک یا لڑائی کس بات پر ہوئی؟

ج: ہماری آپس کی ایک دو باتیں تھیں۔ دو تین دفعہ ہماری لڑائی ہوئی تھی زیادہ تر میرا موڈ آف ہوتا ہے۔ یہ مناتے ہیں بار بار سوری کرتے ہیں لیکن جب تک میرا دل آمادہ نہیں بات نہیں کرنی...... ہاں شدید لڑائی کچھ دن پہلے ہوئی تھی۔ وجہ موبائل اور فیس بک کی ایک دو باتیں بنی تھیں۔ بات زیادہ بڑھ گئی میں رو پڑی بس کیا تھا ان کے ہاتھ پاؤں کے سب چڑیا طوطے اڑنے لگے۔ کافی مناتے رہے میں نہ مانی۔ دو تین دن خفا رہی۔ سب کے سامنے بھی سنجیدہ سنجیدہ۔ ورنہ سب کے سامنے ہمارا آپس میں رویہ اچھا ہو جاتا ہے۔ پھر انھوں نے سوری کی بہت ہی زیادہ معذرت کی "شرمندگی کا اظہار" پھر ہماری خود بخود ہی صلح ہوگئی۔ لیکن اس کے بعد میں نے سوچا کہ بہت زیادہ خفا نہیں رہنا۔ اصل میں جتنی بار بھی لڑائی ہوئی ہے میں بہت ہی ریزرو ہو جاتی ہوں بات چیت، سلام دعا سب بند اور پھر خود بخود ہی میں کچھ دن بعد مان جاتی ہوں۔ ورنہ امی کے گھر تو میں لڑ لیا کرتی تھی بول بال کر دل کی بھڑاس نکال لیا کرتی تھی لیکن وہاں نہ بول سکتی ہوں اور نہ ہی چیخ چلا سکتی ہوں۔ سو بالکل گم صم ہو جاتی ہوں۔

18:۔ شوہر کے دل کا راستہ معدے سے ہو کر گزرتا ہے آپ کا تجربہ کیا کہتا ہے؟

ج: گزرتا ہوگا۔ ابھی نئی نئی شادی کا خمار ہے۔ سو بغیر کچھ کھائے پیئے بھی شوہر صاحب آگے پیچھے پھرتے ہیں۔ جب کچھ پرانی ہوگی تو دیکھوں گی کہ اس کہاوت میں کتنا سچ ہے۔ ابھی تو یہ عالم ہے میاں جی کو سب کچھ اچھا اچھا ہی سوجھ رہا ہے اور ہم بلا کے حقیقت پسند ایک انچ بھی اپنے طے شدہ قوانین سے پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں۔

19:۔ سسرال کے دیگر رشتوں میں کون کون ہیں نیز ساس، سسر نندوں وغیرہ سے آپ کے تعلقات کیسے ہیں؟

ج: ہمارے گھر میں خالہ خالو، جیٹھ، جیٹھانی، ایک چھوٹی نند ہے اور ایک دیور۔ بڑی نند میری بھاوج ہے۔ ایک دیور ہماری امی جی کے ہاں ہوتا ہے۔ وہاں وہ سرگودھا یونیورسٹی کے کیمپس میں بی اے کر رہا ہے۔

20:۔ کوئی خاص ڈش جو سسرال والوں کی فرمائش پر آپ نے خود بنائی ہو؟

ج: میں مکلاوے کے بعد گئی تھی تو اگلے دن میری چچی ساس کی ڈیوٹی ہوگئی تھی اس رات مجھے فرما دیا گیا تھا کہ اب یہ گھر تمہارا ہے تم عارفہ (جیٹھانی) کے ساتھ مل کر گھر کے کام دیکھ لیا کرو۔ میرے تایا کی بہو کو کہا گیا تھا سمیرا اور تم مل کر چاول پکالو۔ سو انہوں نے چاول پکائے تھے جس میں میری شمولیت اتنی سی تھی کہ ناخن کٹا کر شہیدوں میں شامل ہو جاؤں (یعنی ایک دو چیزیں تھمانے کی حد تک تھی) نتیجتاً جو چاول بنے تھے وہ بھی بہت کمال کے تھے۔ جیٹھانی کا کہنا تھا کہ اگر اچھے بنے تو میرا کریڈٹ بُرے بنے تو سمیرا نے بنائے ہوں گے۔ سو آج تک وہ کریڈٹ میرے سر تھوپا جاتا ہے۔ کاش میں خود بنا ہی لیتی۔ کم از کم کریڈٹ تو اچھا ہوتا۔ میں گھر کی صفائی ستھرائی اور باقی سب کام کر لیتی ہوں۔ افطاری کی تیاری بھی مل کر کر لیتے ہیں۔ کبھی کبھار روٹیاں بھی پکالیں۔ لیکن ٹینڈوں کے سالن، اور چنے کی دال کی کھچڑی کے علاوہ میں نے ابھی کوئی اور ڈش نہیں بنائی۔ ابھی میرا موقف ہے کہ ساری زندگی پڑی ہے کھانے پکانے میں ابھی میں کچن سے دور ہی رہوں تو بہتر ہے۔

21:۔ موصوف کی کوئی ایسی عادت جسے آپ بدلنا چاہیں نیز آپ کی کوئی ایسی خامی جسے وہ بدلنا چاہیں؟

ج: بس وہ مذہبی بن جائیں اور پانچ وقت کی نماز پڑھا کریں۔ دین کی جو ضروری تعلیمات ہیں ان پر عمل کریں اور بدعات سے بچنے کی کوشش کریں۔ میری سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ میں ان سے کچھ شیئر نہیں کرتی، میں ریزرو رہتی ہوں، بہت فرینک نہیں ہوتی وہ چاہتے ہیں جیسے وہ ہر وقت ڈائیلاگ بولتے ہیں میں بھی بولا کروں ان سے ہر بات شیئر کیا کروں ریزرو نہ رہا کروں۔

22:۔ شوہر کا موڈ عموماً آپ کی کس بات پر خراب ہوتا ہے؟

ج: جب میں منہ بنا کر رہتی ہوں اور رسپانس نہیں دیتی۔

23:۔ شادی سے پہلے کی سمیرا اور اب کی سمیرا میں آپ کو کیا فرق محسوس ہوتا ہے؟

ج: بہت زیادہ۔ مجھے لگتا ہے اب مجھے لوگوں کو برداشت کرنے کی کسی حد تک عادت پڑنا شروع ہوگئی ہے۔ مجھے نیند کی قربانی دینے کی عادت بھی ڈالنا پڑ رہی ہے اور دل نہ چاہنے کے باوجود بہت کچھ کرنا اور برداشت کرنا۔ بہت فرق ہے امی کے گھر میں شہزادیوں کی سی زندگی گزاری ہے۔ خود مختار اور سیلف میڈ۔ میرے ذہن میں ہر وقت خیالات کا ایک طوفان سا برپا رہتا ہے۔ سب سے زیادہ جو چیز تکلیف میں مبتلا کرتی ہے وہ یہ ہے کہ مجھے اب سسرال میں لکھنے کا وقت نہیں ملتا اور اگر ملے تو ذہن نہیں بنتا۔ کبھی کبھار مجھے لگتا ہے میں کسی کو بھی خوش نہیں کر پا رہی۔ عجیب سی سوچیں دل و دماغ کو الجھائے رکھتی ہیں اور سب سے مشکل یہ ہے کہ میں اپنی سوچوں کو کسی سے شیئر نہیں کر سکتی۔ خیر سب سے بڑی تبدیلی تو یہی ہے کہ میں ابھی تک یہ نہیں سوچ پائی کہ کون سی چیز مجھے خوش رہنے سے روکتی ہے۔ میری سوچوں میں تسلسل نہیں رہا۔ میں گھنٹوں لکھنے کی

کوشش کرتی ہوں لیکن لکھ نہیں پاتی۔ خیالات کی بھرمار ہوتی ہے لیکن الفاظ قلم تک نہیں آ پاتے۔

24:۔ شادی کے بعد اب آپ کی کیا روٹین ہے؟

ج: پہلے میں زیادہ تر وقت لکھنے میں اور بچوں کو پڑھانے میں گزارتی تھی لیکن اب جگہ، وقت، روٹین ہر چیز بدل چکی ہے۔

25:۔ اپنی والدہ کی کوئی ایسی نصیحت جسے آپ نے پلو سے باندھ لیا ہو؟

ج: بہت سی نصیحتیں ہیں۔

26:۔ مرد حضرات بیویوں سے اپنی تنخواہ چھپاتے ہیں آپ کیا کہیں گی؟

ج: ہوسکتا ہے سچ ہو۔ لیکن سلطان نے ابھی تک مجھ سے نہیں چھپائی اور نہ ہی کبھی میں نے ان کی تنخواہ میں دلچسپی لی ہے۔ میں بہت محدود سی لڑکی ہوں مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ان کی کیا تنخواہ ہے۔

27:۔ آپ خود کو کیسی بیوی اور بہو ثابت کرنا چاہیں گی؟

ج: میں جب اس گھر میں آئی تھی تو بالکل خالی ذہن تھا۔ کوئی لائحہ عمل کوئی پری پلان نہ تھا۔ اب بھی کوئی سوچ نہیں ہے۔ میرے اندر کسی کو خدمت سے مرعوب کرنے کا مادہ نہیں ہے۔ میں دوسروں کو عزت دیتی ہوں جتنی وہ ڈیزرو کرتے ہیں۔ غیر ضروری کوششیں میں نہیں کرتی۔ جہاں میں دیکھتی ہوں کہ میری کسی کوشش کا کوئی فائدہ نہیں وہاں میں ڈھیٹ بن کر بیٹھ کر دیکھتی ہوں اب اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

28:۔ سسرال والے آپ کی کس خوبی کے سب سے زیادہ معترف ہیں؟

ج: پتا نہیں...... میں نے ابھی کسی سے پوچھا نہیں اور نہ ہی کسی نے بتایا۔ شاید کوئی خوبی ہو لیکن ابھی مجھے کوئی نظر نہیں آئی کہ میں نے کسی کو معترف یا مرعوب کیا ہو۔

29:۔ شادی کے بعد سسرال میں پہلی عید ہے، پہلا رمضان سسرال میں کیسا گزر رہا ہے نیز بطور عیدی میاں جی سے کیا لینے کا ارادہ ہے؟

ج: شادی کے بعد یہ میرا پہلا رمضان ہے۔ بہت اچھا گزر رہا ہے۔ لیکن مجھے اس سارے رمضان میں میکے میں گزرے پچھلے ماہ رمضان بہت یاد آئے۔ خصوصاً وہ سحری میں مساجد کی آوازیں، افطاری میں اذان کی آواز پر روزہ افطار کرنا، رمضان میں دسترخوان کی سادگی اور اہتمام، سحری کے بعد میرج ہال میں درس سننا، مختلف اسکالرز کے درس نیٹ سے سرچ کرنا، نعتیں اور حمد وغیرہ سننا۔ وہاں وہ ماحول نہیں تھا۔ سائرن کی آواز پر روزہ افطار کرنا۔ میرے دل کی تشنگی نہیں ہو پاتی تھی کہ بغیر اذان کی آواز نے روزہ کھول لوں۔ آج کل امی کی طرف آ گئی ہوں صبح کے وقت درس سننے جا رہی ہوں لگتا ہے دنیا میں آ گئی ہوں۔

میاں جی سے عیدی میں کیا لینے کا ارادہ ہے؟ بڑا مشکل سوال ہے۔ دیکھئے کیا ملتا ہے۔ خود برانڈڈ چیزیں خریدنے والے ہیں دیکھئے ہمارے لئے کیا برانڈڈ خریدا جاتا ہے۔ آفرز تو کافی ساری ہوئی ہیں۔ دیکھئے میں کیا لیتی ہوں۔

30:۔ آپ کے موجودہ ناول "ٹوٹا ہوا تارا" میں آپ کا فیورٹ کردار کون سا ہے اور کیوں؟

ج: سبھی کردار میرے فیورٹ ہیں۔

شروع میں ولید اور انا کے کردار میرے فیورٹ تھے لیکن ان کے کرداروں کو جیسا میں نے لکھنا چاہا تھا ان دو اقساط میں آ کر مجھے لگ رہا ہے کہ جیسے کوئی کمی آ گئی ہے کہانی ویسے ہی لکھ رہی ہوں جیسے سوچی تھی لیکن کہانی میں ان کرداروں کی نفسیات کے سبب قارئین کافی اری ٹیٹ ہو رہے ہیں تو سوچ رہی ہوں اب ان کی کہانی سیٹ دوں تاکہ زرش کی طرح انا کو بھی کچھ زیادہ ہی سننا نہ پڑ جائیں۔ اس کے علاوہ سکندر میرا فیورٹ کردار ہے۔ شہوار اور معطق بھی کے پسندیدہ ہیں۔ مگر موسٹ فیورٹ سکندر اور ولید کہہ سکتے ہیں۔

31:۔ معطق اور شہوار کے کپل میں آپ کا اپنا کپل موجود ہے، آپ کیا کہیں گی؟

ج: ہوسکتا ہے دیکھنے والی نگاہ کو ایسا لگتا ہو۔ شہوار کے وجود میں کہہ سکتے ہیں لیکن معطق کے کردار میں میرے میاں نظر نہیں آتے سمعان کا کردار کہتے تو پھر غلط نہیں تھا۔

32:۔ اپنے ہمسفر میں اپنے آئیڈیل کی جھلک نظر آتی ہے یا نہیں؟

ج: میں نے آئیڈیل نہیں بنائے۔

شادی کی رات تک شوہر کے متعلق میرے دل میں کوئی خیال نہ تھا۔ شادی ہوئی سلطان کو ایز آ لائف پارٹنر پایا۔ اب وہی سب کچھ ہیں۔ میں آئیڈیل ازم پر یقین نہیں رکھتی۔ میں سمجھتی ہوں کہ آئیڈیل بنانے سے بہتر ہے کہ انسان کسی کا آئیڈیل بن جائے۔ باحیثیت انسان سلطان بہت ہی نائس انسان ہیں اور شوہر کے حوالے سے بہت ہی معصوم۔ ہم ابھی تک انڈر اسٹینڈنگ کے مراحل سے گزر رہے ہیں۔ دھیرے دھیرے۔ امید ہے کہ ہماری ایک اچھی لائف گزرے گی اگر میں حد سے زیادہ حساسیت کا شکار نہ رہوں تو۔ آمین۔

33:۔ دور حاضر کی کن رائٹرز کی تحریروں سے متاثر ہیں؟

ج: تقریباً سبھی سے جو اچھا لکھتی ہیں۔ ہر رائٹر کی تحریر اپنی مختلف خصوصیات کی بناء پر پسند آجاتی ہیں۔ کافی عرصہ ہوگیا ہے کچھ نیا پڑھے۔ لاسٹ ٹائم نمرہ کا جنت کے پتے پڑھا تھا یا چند ماہ پہلے عفت سحر کا بن مانگی دعا پڑھ رہی تھی۔ جب سے شادی ہوئی ہے کچھ بھی نہیں پڑھا حتیٰ کہ اپنی قسط تک کو ہاتھ نہیں لگایا۔ دیکھیے کچھ وقت گزرنے کے بعد ٹائم ٹیبل سیٹ ہونے کے بعد دوبارہ سے اپنی لائف کی طرف لوٹ آؤں جس میں میں رائٹر کے ساتھ ساتھ ایک قاری بھی تھی۔ ابھی تو نئے ماحول اور نئے لوگوں کو سمجھنے کی کوشش میں لگی ہوئی ہوں۔ جو کسی بھی ناول سے زیادہ ضروری ہے۔

34:۔ لکھنے کے علاوہ اب دیگر کیا مشاغل ہیں؟

ج: گھر، میاں جی، کبھی کبھار فیس بک چیک کرلی اور بس۔

35:۔ چھٹی کا دن عموماً آپ دونوں کیسے اور کہاں گزارنا پسند کرتے ہیں؟

ج: میاں جی کی خواہش ہوتی ہے کہ چھٹی کا دن ہم سارا وقت ایک دوسرے کے ساتھ گزاریں۔ گاؤں میں رہتے ہیں کہیں باہر نکلنے یا آنے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سرشام ہی سب اپنے اپنے گھروں میں گھس گئے۔ شادی کے بعد میری کوئی پسند نہیں ابھی تک تو جتنے بھی سنڈے گزرے ہیں گھر میں ہی گزرے ہیں۔ اگر کبھی میاں جی کا کہیں لے جانے کا دل کیا تو زیادہ سے زیادہ ملا کی روڈ مسجد تک اور ہماری روڈ (اسی گاؤں میں رہنے والی) اپنی باجی کے گھر تک ہی ہوگی۔

36:۔ آپ کے شوہر سسرال جانے کے لیے جلدی رضامند ہوجاتے ہیں یا باقاعدہ راضی کرنا پڑتا ہے؟

ج: نہ جی...... ان کا بس چلے تو کہیں جانے ہی نہ دیں۔ یہ جو یہاں نظر آرہی ہوں یہ بھی میری ایموشنل قسم کی بلیک میلنگز کا نتیجہ ہے ورنہ اسی گھر میں قید کرلیں۔ جہاں نیچے سے اوپر اور اوپر سے نیچے چکر لگاتے میں گم صم ہوکر بہت قنوطیت کا شکار ہوتے ایک طرف بیٹھ کر سب کو دیکھنا شروع کردیتی ہوں۔ تب یہ آتے جاتے پوچھتے ہیں کہ کیا ہوا؟ کسی نے کچھ کہا ہے اور میں نفی میں سر ہلاتے پھیکے چہرے سے مسکرانے کی کوشش کرتی ہوں۔ تب شدت سے جی چاہتا ہے کہ میں کسی کھلی ہوا میں جاکر گہرے گہرے سانس لے کر اونچی اونچی آواز میں بولوں اور قہقہے لگاؤں۔

37:۔ نوعمر لڑکیوں کو اپنی ازدواجی زندگی کامیاب بنانے کے لیے کوئی گر جو آپ بتانا چاہیں؟

ج: ابھی تو آغاز ہے۔ ابھی میں خود ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانے کے گر سیکھنے کی کوشش میں ہوں اتنی ایکسپرٹ نہیں ہوئی کہ کسی کو کوئی مشورہ دے سکوں۔ میں اپنی لائف سے بہت خوش ہوں میرے میاں بہت اچھے ہیں لیکن۔ بس سب کو یہی کہوں گی کہ اصل زندگی اماں کے گھر میں ہی ہے۔ جتنا جینا ہے اس میں جی لو۔ شادی کے بعد کی زندگی میں بہت خوشی ہے، دلکشی ہے چارم ہے۔ محبت ہے۔ سب کچھ ہے لیکن وہاں اپنی ماں نہیں ہے۔ وہاں ماں کی چاہت اور محبت نہیں ہے۔ وہاں اپنے وہ رشتے نہیں ہیں جن سے لڑ جھگڑ کر دل کی بھڑاس بھی نکالی جاتی تھی اور پھر بھی سب مل جل کر بیٹھ جاتے تھے۔ میں اپنے امی کے گھر کو اور امی کو بہت مس کرتی ہوں کبھی تو دل کرتا ہے پھوٹ پھوٹ کر رودوں لیکن وہاں ماں نہیں۔

38:۔ اس کے ساتھ ہی ہم نے شکریے کے ساتھ سمیرا سے اجازت چاہی کہ انہوں نے ہمارے لیے اور اپنے قارئین کے لیے اتنا وقت نکالا رب تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ اس جوڑے کو بہت سی خوشیاں عطا فرمائے اور زندگی میں کامیابی نصیب فرمائے۔ آمین

آمین

آپ کا بھی شکریہ۔

مجھے آپ سب سے دل کی باتیں شیئر کرکے بہت اچھا لگا۔ اگر کوئی بات اچھی نہ لگی ہو تو درگزر کردیجئے گا اس سے پہلے کہ اس پر تنقید کا بازار گرم کیا جائے۔ خوش رہیں۔ اللہ حافظ۔

سمیرا شریف طور اور سلطان محمود بارات کے دن

مونا شاہ قریشی...... کبیر والا

جواب:۔(۱) بڑی بہن ہونے کے باعث ذمہ داری تو بہت ہے مگر رمضان میں افطاری کی ذمہ داری میرے شانوں پر جھولتی ہے عصر کی نماز سے فراغت کے بعد میں اور میرے کام تیز رفتاری والے ٹرک پر گامزن ہو جاتے ہیں۔

جواب:۔(۲) امی بھی ہیں اور چھوٹی بہنا بھی تو بے طرح نہ تو کام کا بوجھ ڈالتا ہے نہ عبادات میں خلل کا خدشہ "اتفاق میں برکت ہے" کے مصداق تمام کام خوش اسلوبی سے پایہ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔

جواب:۔(۳) ہر عشرے کی مخصوص تسبیحات ہی خاص عبادات میں شامل ہیں۔

جواب:۔(۴) عیدی لینے کا مزہ ہر اس شخص سے آتا ہے جن کے تعلق پر ہمیں مان اور فخر ہوتا ہے اور ہم چونکہ ابھی اپنے بابا جان کے آنگن کی چہکار کو برقرار رکھے ہوئے ہیں تو فی الحال والدین سے پورے حق سے ان کی جیب خالی کرانا عیدی کا سا مزہ دیتی ہے۔

جواب:۔(۵) میں سمجھتی ہوں عید سے زیادہ چاند رات کا لطف آتا ہے ایک افراتفری اور عجیب سی ہڑبونگ مچی ہوتی ہے کھیر بنانا، صبح کے لیے چاٹ اور سالن کا سامان تیار کر کے رکھنا۔ یہ کام تو امی ہی سرانجام دیتی ہیں مگر ان کی مدد بھی تو کرنا ہوتی ہے۔ ان سب کے بیچ ہی مہندی کا کام چھڑ جاتا ہے جو رات دو بجے تک جاری رہتا ہے۔ ایک شور اور ہنگامہ بپا ہوتا ہے گویا شادی والے گھر کا سا سماں ہوتا ہے۔

جواب:۔(۶) کافی عرصے تک سنبھال کر رکھے مگر اب مجھ سے بالاتر ہے وہ سب گئے تو گئے کہاں کہیں دکھائی ہی نہیں دیتے شاید اپنی بے قدری کے باعث نظروں سے اوجھل ہو گئے ہوں۔

جواب:۔(۷) کیا طلسم تھا بچپن کی عید کا سارا سحر اور ساری دلکشی مفقود ہے، بس ایک فارمیلٹی سی لگتی ہے جاب تو، وہ زمانہ پرخلوص تھا یہ زمانہ مفاد پرست ہے

عائشہ پرویز...... کراچی

جواب:۔(۱) سحر و افطار کی ذمہ داری میں، میں اپنی امی کے ساتھ افطاری میں چھوٹی موٹی چیزیں بنا کر پوری کرتی ہوں۔

جواب:۔(۲) رمضان المبارک کے پرکیف لمحات میں اپنے گھر کے معاملات و دیگر عبادات میں توازن ٹائم ٹیبل بنا کر رکھتی ہوں کیونکہ اس سے میرے روزمرہ کے کاموں اور عبادت میں آسانی رہتی ہے۔

جواب:۔(۳) رمضان المبارک میں ایسی کوئی خاص عبادت نہیں الحمدللہ رمضان سے ہٹ کر عام دنوں میں بھی عبادت کرتی ہوں۔

جواب:۔(۴) ویسے عیدی لینے کا اپنا ہی مزہ ہے میں صرف اور صرف بابا سے عیدی وصول کرنا اپنا حق سمجھتی ہوں اور ڈبل وصول کرتی ہوں ایموشنل بلیک میل کر کے۔!!!!

جواب:۔(۵) مجھے چاند رات بہت پسند ہے گھر کی تیاریاں خوب بڑھ چڑھ کر کرتی ہوں اور یہ سوچ کر کرتی ہوں کہ میرا گھر سب سے حسین اور خوب صورت نظر آئے۔

جواب:۔(۶) عید کے دن کو خوش آمدید چہرے پر مسکراہٹ لا کر کہتی ہوں جب مہمان آتے ہیں تو مسکراتی ہوں اور جب عیدی دیتے ہیں تب تو اور ہی مسکراتی ہوں!!!!

جواب:۔(۷) بچپن میں ملنے والے عید کارڈ آج بھی سنبھال کر رکھے ہیں کیونکہ مجھے ہر چیز سنبھال کر رکھنے کی عادت ہے۔ خاص کر جب کوئی آپ کو آپ کا اپنا پیار سے کچھ دے۔

جواب:۔(۸) بچپن کی عید اور موجودہ عید میں بہت فرق ہے۔ وہ دور اور تھا جب سب ملتے تھے بنا مطلب کے بے لوث محبت تھی دلوں میں دوسرے کی خوشی، خوشی اور غم، غم لگتا تھا اور اب سب مطلب سے ملتے ہیں اب تو خون کے رشتوں میں بھی انا آ گئی ہے۔ مجھے بچپن کی عید پسند تھی جو آج بھی یاد آتی ہے۔

شمع مسکان...... جام پور

اس مقدس مہینے کے صدقے اے پروردگار

میرے اداس گلشن میں اک خوشی کا پھول کھلا دے

جواب:۔(۱) بلاشک و شبہ یہ خالص خواتین کی ذمہ داری ہوتی ہے سحری و افطاری تیار کرنے کی۔ سحری و افطاری کا اہتمام کرنے کے لیے خواتین کو ہی کچن میں محنت کرنا پڑتی ہے اور شاید بہت مزہ بھی آتا ہوگا بنانے میں۔ پر جہاں تک میری بات ہے تو میرا کام پورے ماہ صیام کو صرف دیکھ دیکھ کر خوش اور سیر ہونا ہے۔ کام شام کے معاملے میں آزاد ہوں، دو دو بھابیوں اور ایک نغمہ باجی کے ہوتے ہوئے اب میں کیا کام کرتی اچھی لگوں گی (ہاہاہا) سحری میں تہجد کی نماز کے بعد بس ایک مگ چائے لے کر روزہ رکھتی ہوں پھر پورا دن کچھ عبادت اور کچھ گرمی سے زور آزمائی کرتے گزرتا ہے بس جی اب شام میں معدہ کیا قبول کرے گا ویسے مشروبات میں ہی تیار کرتی ہوں دو تین قسم کے اور وہی کثرت سے پیتی ہوں۔

جواب:۔(۲) یہ سوال ہے انٹرسٹنگ لیکن ان کے لیے جو کام کرتے ہیں میں تو بس عبادت کر لوں اور روزے رکھ لوں (جتنی رب توفیق دے) کافی ہے۔ نماز الحمدللہ ٹائم سے اور تلاوت قرآن حکیم بھی کثرت سے کرتی ہوں۔ ہمارے گھر کا ماحول بہت مذہبی ہے۔ پوری ہی فیملی پورے روزے رکھتی ہے۔ چاہے گرمی جتنی آزمائش لے روزے کوئی نہیں چھوڑتا۔

جواب:۔(۳) تہجد کی نماز میں روٹین میں تہجد نہیں پڑھتی مگر رمضان المبارک میں تہجد باقاعدگی سے ادا کرتی ہوں اور قرآن پاک کثرت سے پڑھتی ہوں تسبیح پڑھتی ہوں اور جب بھی دیکھا نغمہ باجی نے زیادہ پارے پڑھ لیے تو ظہر کی نماز کے بعد بھی پڑھ لیتی ہوں۔ ایک مقابلے کی سی فضا قائم ہو جاتی ہے ہمارے درمیان۔

جواب:۔(۴) عید پر عیدی لینا اور دینا عید میں اور رنگ بڑھا دیتا ہے دلکشی و رعنائی بڑھ جاتی ہے۔ ویسے تو پوری فیملی سے لینا اپنا حق سمجھتی ہوں مگر نغمہ باجی اور اپنے کزن شاہد شاہ سے تو احساس دلا دلا کر لیتی ہوں (اب آپ دونوں کی حقیقت سامنے آ گئی نا) چلو وہ تو دیتے ہیں پر اپنے آفتاب بھیا کا کیا کروں جن پر کہنے سننے کا بھی فرق نہیں پڑتا۔ کنجوس کبھی اپنی پاکٹ ہلکی نہیں کرتے۔

جواب:۔(۵) چاند رات نام ہی رومینٹک سا لگتا ہے بہت پیاری رات ہوتی ہے یہ۔ یہ رات میں جاگ کر گزارتی ہوں سبھی سب کو مہندی لگاتے، ویسے اپنے ہاتھوں پر نہیں لگائی۔ کبھی مہندی عید پر بہت پہلے لگائی تھی پر اب نہیں۔

جواب:۔(۶) فجر کی نماز پڑھ کر عید کو ویلکم کرتی ہوں عید کی نماز کی تیاری کے لیے بھائیوں کا شور، کبھی یہ چیز نہیں ہے کبھی وہ چیز حالانکہ بھابی باجی سب چیزیں رات میں تیار کر کے رکھ دیتی ہیں اور میں اپنے گوشہ تنہائی میں اپنی نم آنکھیں صاف کرتی ہوں اپنے ابو جان کو بہت مس کرتی ہوں اپنے ابو کے بغیر مجھے عید پر رونق ہی نہیں لگتی اور میں نہ ہی عید مناتی ہوں۔ بس اپنے بھتیجوں کو پیارا پیارا تیار کرتی ہوں (آخر انہیں بھی تو نماز پڑھنے جانا ہوتا ہے اپنے پپا کے ساتھ) بس پھر پورا دن میں اور میری تنہائی اور اپنے ابو سے وابستہ یادیں۔

جواب:۔(۷) بچپن میں دوستوں کے دیے گئے تمام کارڈز سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں اور اس کا کریڈٹ میری تمہ آپی کو جاتا ہے انہوں نے ہی ان کی حفاظت کی ورنہ میں کہاں اس وقت یہ سب کر سکتی تھی اب کارڈ دیکھتی ہوں تو بہت خوشی ہوتی ہے آپی کی شادی کے بعد نغمہ باجی نے ہر چیز ویسے ہی رکھی ہوئی ہے عاصمہ جاوید (میری دوست پلس کزن) کے ڈھیروں کارڈز ہیں فرزانہ باجی، رخسانہ باجی اور سائرہ باجی کے کارڈ بھی رکھے ہیں ایک شعر جو اکثر عید پر لکھتے ہیں تقریباً ہر کارڈ پہ درج ہے اب پڑھ کر بہت خوشی ہوتی ہے۔

سویاں پکانا عید کی پرانی رسم ہے

تم میرے گھر آنا کھیں میری قسم ہے

جواب:۔(۸) بہت فرق ہے میری نظر میں بیسٹ عید بچوں کی ہوتی ہے اور میری بھی بچپن کی عید بہت اچھی اور مزے کی ہوتی تھی اب تو بس عید دوسروں کو دیکھنے

تک سجتی ہوں پھر کرتا ہوں ہے، سنفروز عُن کے کپڑے سلائی کرتی ہیں سب ہی کو زرد بٹ کرتی کہ دیکھیں آج کیسا سوٹ پہنتی ہے اور جب میں لباس زیب تن کیے تک سک سے تیار ان سے عید ملتی تو ان کی نظروں میں اپنے لیے ستائش دیکھ کر پھولے نہیں سماتی بس بہت مزے کے دن تھے پر اب وہ دن کہاں؟

سباس گل ...... رحیم یار خان

سب سے پہلے تو آپ سب کو ہماری جانب سے بہت بہت عید مبارک، اللہ کریم پاکستان کے لیے اور پاکستانیوں کے لیے اس عید کو خوشی اور سکون کا باعث بنائے آمین۔

جواب۔ (۱) یہ تو سچ ہے کہ سحری اور افطاری تیار کرنے کی ذمہ داری تیاری خواتین کے سر ہی ہوتی ہے ہم سحری اور افطاری دونوں میں ہی اپنا سگھڑاپا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں سحری میں پراٹھے بنا سکتی ہیں باقی چائے بھی بنانا، چولہے پر برتن لگانا سحری کے لیے عشاء سے پہلے سبزیاں تیار کر کے رکھنا اور سحری اس تمام لوازمات مکمل رہے ہمارا کام ہے سحری میں عموماً دال یا سبزی ہوتی ہے اور کبھی کباب یا آملیٹ بھی بنتا ہے سب کو سحری کے لیے جگانے کا کام بھی ماہدولت کرتی ہیں اور جب سب سحری کر چکتے ہیں تو سنک سے برتن سمیٹ کر دھونے کا کام بھی ہم کرتے ہیں کیونکہ ہمیں پسند نہیں کہ گندے برتن صبح تک سنک میں پڑے رہیں ماسی کے انتظار میں سو ہم سنک صاف کر کے ہی سحری کو خیرآباد کہتے ہیں اور افطاری کے لیے ہم سالن وغیرہ بناتے پکوڑوں کا مسالا تیار کرتے ہیں وہی سکنے بناتے ہیں باقی کام بہنا جی کرتی ہیں۔ افطاری میں عموماً آم اور کھجور کے ملک شیک کے ہمراہ روح افزا شربت ضرور بنتی ہے سموسے بھی گھر میں بنائے جاتے ہیں اور میکرونی وغیرہ۔ تربوز بھی لازمی ہوتا ہے اور روزہ افطار کرنے کے لیے کھجوریں بھی الحمدللہ اللہ پاک کا خاص کرم ہے کہ ہم اس کی نعمتوں سے فیض یاب ہو رہے ہیں اللہ پاک ہم سب کو اپنے شکر گزار بندوں میں شامل کریں اور اپنی نعمتوں اور رحمتوں سے ہمیں نوازتے رہیں آمین۔

جواب۔ (۲) ماہ رمضان میں ہم درود پاک اور استغفار ہر نماز کے بعد ایک تسبیح ضرور کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور سحری کرنے سے پہلے نفل ضرور ادا کرتے ہیں اس کا بہت ثواب ہے اور دعائے جمیلہ جو ویسے تو چودہویں روزے کو افطار کے وقت پڑھنے کی روایت ہے مگر ہم ہر نماز اور ہر افطار کے وقت دعائے جمیلہ ضرور پڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کے گناہ معاف فرمائے اور ہماری عبادات کو قبول فرمائے آمین۔

جواب۔ (۳) ماہ رمضان میں روٹین تبدیل ہو جاتی ہے ہم رات میں عبادت کرتے ہیں اور صبح فجر کی نماز کے گھنٹے سوا گھنٹے بعد سوتے ہیں اور تقریباً چار گھنٹے کی نیند کے بعد بیدار ہوتے ہیں اور پھر وہی روٹین کے کام ہوتے ہیں اور توازن ہو جاتا ہے۔

جواب۔ (۴) بالکل جناب عیدی لینے کا تو اپنا ہی مزہ ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں عیدی مانگنی نہیں پڑتی بھائی صاحبان بنا مانگے ہی عیدی دیتے ہیں اور ہمارے دل سے ان کے لیے ڈھیروں دعائیں نکلتی ہیں اس کے علاوہ ہماری بیسٹ فرینڈز ہمیں عیدی بھیجتی ہیں جو ہمارے لیے بہت خوشی کا باعث ہوتی ہے۔

جواب۔ (۵) چاند رات تو واقعی چاند رات ہوتی ہے کیونکہ ہمارے امی بابا کے سارے چاند ستارے گھر کے آنگن میں اتر آتے ہیں اور ہماری کوشش یہ ہوتی ہے کہ سب کے آنے سے پہلے گھر کے تمام اہم کام نمٹا لیں جن میں سب سے اہم پورے گھر کی دھلائی صفائی ہوتی ہے اور ساتھ میں ہماری بھی اور واپڈا والوں کے تعاون سے وقفے وقفے سے ہم عید کے روز پہنے جانے والے ملبوسات بھی استری کرتے ہیں گھر کے مردوں نے صبح نماز کے لیے جاتے ہوئے کیا پہننا ہے۔ نماز عید سے آ کر کیا کھانا پینا ہے اس سب کی تیاری ہم چاند رات کو ہی کرتے ہیں اور چاند رات ہو مہندی نہ ہو یہ کیسے ممکن ہے ہم مہندی بھی لگواتے ہیں بہنا سے تمام امور سے فراغت کے بعد ڈیڑھ دو گھنٹے کی نیند سے پہلے ہم سب کام نمٹا لیتے ہیں۔

جواب۔ (۶) بھئی عید کے دن کا آغاز تو ہم نماز فجر سے کرتے ہیں اور اس کے بعد تمام دوستوں کو عید مبارک کے پیغامات بذریعہ ایس ایم ایس بھیجتے ہیں پھر جو بھی اٹھتا جاتا ہے اسے سلام اور عید مبارک کہہ کر عید کے دن کو خوش آمدید کہتے ہیں اور نماز عید کی تیاری کرتے ہیں۔

جواب نمبر۔ (۷) بالکل جناب بچپن کیا لڑکپن جوانی کیا ہم نے ہر دور کے عید کارڈ اب تک سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں کبھی کبھار یادوں کی البم کھول کر وہ سب کارڈ دیکھتے اور پڑھتے ہیں تو ہونٹ آپ ہی آپ مسکرانے لگتے ہیں۔

جواب۔ (۸) بچپن کی عید میں کوئی فکر یا ذمہ داری نہیں ہوتی تھی اور اب کی عید میں فکر، ذمہ داری، مہمانداری، رواداری سب نبھانے کی ضرورت ہوتی ہے بچپن کی عید میں جو پیسے بطور عیدی ملا کرتے تھے ہم بے دھڑک خرچ کر دیا کرتے تھے جبکہ اب کی عید میں پیسے بہت سوچ سمجھ کر خرچ کرتے ہیں بچپن میں عیدی ملا کرتی تھی اب عیدی دینی بھی پڑتی ہے دونوں ادوار کی عیدوں کا الگ مزا ہے لیکن بچپن کی عید اس لیے پسند ہے کہ تب کوئی فکر تھی نہ ذمہ داری تھی تب ہر خوشی ہر گھڑی ہماری تھی۔

جاناں ...... چکوال

جواب۔ (۱) مجھ پر سحری، افطاری دونوں ذمہ داریاں ہیں اور میں یہ ذمہ داری بہت اچھے طریقے سے نبھا رہی ہوں سحری ٹائم 2 بجے اٹھ کر سب کے لیے پراٹھے بنانا سب کو جگانا کھلانا اور افطاری کا اہتمام شام 4 بجے سے شروع ہو جاتا ہے اور وقت پر مکمل انتظام ہو جاتا ہے۔

جواب۔ (۲) رمضان المبارک کے پر کیف لمحات میں دیگر گھر کے کاموں کے ساتھ ساتھ نماز، قرآن پاک سب عبادات اپنے اپنے وقت پر ہو جاتی ہیں کوئی مشکل نہیں ہوتی۔

جواب۔ (۳) یہی کوشش ہوتی ہے کہ سارا دن جیسے بھوک میں گزرتا ہے تو سکون سے بھی گزرے غصے سے مکمل پرہیز اور نماز تو ویسے عام دنوں میں بھی باقاعدگی سے پڑھتی ہوں قرآن پاک کی روٹین بھی مکمل طور پر سیٹ ہو جاتی ہے۔

جواب۔ (۴) جی بالکل عیدی لینے کا اپنا مزہ ہے میں اب بھی ابو جان سے عیدی لیتی ہوں ویسے تھوڑی مل جاتی ہے باقی فیملی کے ممبرز سے مثلاً بھائی چچا جان سے۔

جواب۔ (۵) چاند رات بہت مصروف گزرتی ہے کاموں میں سب کے کپڑے سیٹ کرنے اور عید کی صبح کے کھانے پکانے کی پلاننگ کرتے کرتے مہندی لگانے میں۔

جواب۔ (۶) عید کے دن کو خوش آمدید سب سے پہلے ابو کو عید مبارک کہہ کر اور اداس بھی ہو جاتی ہوں کیونکہ ابو اور پھپھو کو ایک ساتھ مبارک باد کہتی تھی مگر اب پھپھو اس دنیا میں نہیں تو صرف ابو جان، ہاں پھپھو کی مغفرت کے لیے بہت سی دعائیں ضرور کرتی ہوں۔

جواب۔ (۷) عید کارڈ بچپن کے سب میرے پاس ابھی تک محفوظ ہیں۔

جواب۔ (۸) بچپن کی عید اور موجودہ عید میں فرق یہ ہے کہ پہلے صبح صبح جاگ کر جلدی سے نئے کپڑے پہننے کی جلدی ہوتی تھی اور جبکہ اب صبح صبح کوکنگ کرنے کی تیاری شروع ہو جاتی ہے زیادہ تر وقت کچن میں گزر جاتا ہے عید الفطر میری پسندیدہ عید ہے کیونکہ ماہ رمضان کے بعد روزہ داروں کے لیے خدا کی طرف سے تحفہ ہوتا ہے اور دل مکمل طور پر سکون میں ہوتا ہے ہاں یہ ضرور ہوتا ہے کہ رمضان کے بابرکت مہینے سے بچھڑنے کا دکھ بھی اور عید کی خوشی بھی۔

طیبہ نذیر ...... شادیوال گجرات

جواب۔ (۱) سحری میں اکیلی بناتی ہوں الارم لگا کر سوتی ہوں ویسے کبھی کبھار ڈھول کی آواز سے بھی آنکھ کھل جاتی ہے سب سے پہلے اٹھ کر تہجد ادا کرتی ہوں پھر آٹا گوندھتی ہوں یا رات کو ہی گوندھ کر رکھ دیتی ہوں پھر پراٹھے وغیرہ بنا کر ساتھ کسی بناتی ہوں پھر گھر والوں کو اٹھاتی ہوں اور افطاری میں بہنیں ساتھ دیتی ہیں کیہ اور مصباح تینوں بہنیں مل کر کرتی ہیں۔

جواب۔ (۲) بہت طریقے سے آرام سے صبح اٹھ کر گھر کے کام وغیرہ کر کے مارننگ شوز کا جائزہ لیتی ہوں پھر تھوڑی دیر بعد قرآن پاک کی تلاوت کر کے اگر ٹائم ملے تو کوئی اچھی سی بک ریڈ کر لیتی ہوں اور معمول کے ساتھ نماز پڑھنا اور تسبیح وغیرہ پڑھنا الحمدللہ رمضان بہت آرام سے اور سکون کے ساتھ گزرتا ہے۔

جواب۔ (۳) رمضان المبارک میں زیادہ سے زیادہ شکرانے کے نوافل ادا کرتی ہوں اور خاص الخاص تسبیح پر 786 دفعہ بسم اللہ شریف پڑھتی ہوں رمضان میں بھی اور اس کے علاوہ بھی پڑھتی ہوں روزانہ میں اپنی قاری بہنوں کو کہنا چاہوں گی کہ

اپنا معمول بنالیں یہ پڑھنا ان شاء اللہ پریشانیاں ختم ہو جائیں گی۔

جواب:۔(۴) عیدی میں اپنے پاپا سے بھائیوں سے، بہنوں سے اور بہنوئیوں سے بس اور کسی سے بھی لینا اپنا حق نہیں سمجھتی اور نہ لینا چاہوں گی۔

جواب:۔(۵) کچھ مت پوچھیں اتنا تھک جاتی ہوں۔ چاند دیکھ کر دعا کرتی ہوں سب کے لیے اور اپنے لیے اور سب گھر والوں کے کپڑے استری کر کے رکھ دیتی ہوں چاند رات کو ہی اور کچھ گھر کے کام بھی نمٹا لیتی ہوں اور سب کو فون کر کے چاند رات کی مبارک باد دیتی ہوں ساری رات سوتی نہیں ہوں ہم تینوں بہنیں بہت انجوائے کرتی ہیں مصباح کیہ اور ایک دوسرے کو مہندی وغیرہ لگاتی ہیں ہر بار مجھے بھی فورس کرتی ہیں تم بھی مہندی لگوا لو لیکن میں نہیں لگواتی مجھے پسند بہت ہے لیکن کیا کروں میں اداس سی ہو جاتی ہوں مجھے خود بھی نہیں پتا میرے ساتھ کیوں ایسا ہوتا ہے دوسروں کو خوش دیکھ کر ہی خوش ہو جاتی ہوں (بس دعاؤں میں مجھے ہمیشہ یاد رکھیے گا پلیز)

جواب:۔(۶) عید کے دن سب سے پہلے فجر کی نماز ادا کرتی ہوں اور ڈھیر ساری دعائیں کرتی ہوں پھر سویاں بناتی ہوں پھر سب کھاتے ہیں اور پاپا کی تیاری کر کے انہیں مسجد بھیجتی ہوں پھر گھر کے کام ہم تینوں بہنیں مل کر کرتی ہیں پھر میں نہا کر اپنی مما کے ساتھ عید کی نماز ادا کرتی ہوں پھر میں اپنی بڑی بہنوں نو یلہ آپی اور شکیلہ آپی کو کال کرتی ہوں کہ جلد از جلد آ جائیں لیکن وہ عید کے دوسرے یا تیسرے دن آتی ہیں پھر ہم سب مل کر بہت ہلہ گلہ کرتی ہیں اپنی بھانجیوں ہادیہ نور اور ندیا نور کے ساتھ اور ابوبکر بھائی اور عمر فاروق بھائی ان دونوں کی بہت کمی محسوس ہوتی ہیں پھر ہم اسکائپ آن کرتی ہیں اور ان سے بات کر کے انہیں سامنے دیکھ کر سکون آ جاتا ہے۔

جواب:۔(۶) میں سنبھال کر رکھتی ہوں عید کارڈز بچپن سے لے کر ابھی تک سب کارڈز میرے پاس موجود ہیں۔

جواب:۔(۷) یہ کیسا سوال کر دیا آپ نے کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا پہلے بھی اور اب بھی ایک جیسی ہی گزر رہی ہیں عیدیں کیونکہ گھر میں ہی گزر رہی ہے میں کبھی بھی عید کے دن کہیں بھی نہیں جاتی۔ معمول کے دنوں کی طرح گزرتے ہیں یہ دن بھی اینڈ آنچل فیملی اور میری دونوں بھابیز زینت، نیلم آپ سب کو عید مبارک۔

نزهت جبیں ضیاء

سب سے پہلے تو آپ تمام کی خدمت میں محبت بھرا السلام علیکم۔ میری جانب سے تمام مسلمانوں اور آنچل سے وابستہ تمام افراد کو عید کی دلی مبارک باد۔ اللہ پاک ہم سب کی عبادت قبول فرمائے آمین۔ اس بار سروے میں سوال تھوڑے ہٹ کر زیادہ دلچسپ ہیں۔

جواب:۔(۱) مجھ پر ہی ساری ذمہ داری ہے۔ سحر و افطاری کی اور مزے کی بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں کوئی بھی چیز باہر سے نہیں آتی ہر چیز گھر میں بنتی ہے اور افطار پر تو خاص اہتمام ہوتا ہے لیکن الحمدللہ میری بہو تو ہے زیادہ تر وہی بناتی ہے۔ لیکن ظاہر ہے مجھے اس کے ساتھ مستقل رہنا پڑتا ہے دیکھنا اور ہر چیز کی مقدار بتانا طریقہ بتانا پڑتا ہے۔

جواب:۔(۲) الحمدللہ میں ہر کام کے لیے مناسب وقت نکال لیتی ہوں۔ گھریلو امور نمٹانے کے بعد عبادت کے لیے بھی وقت آرام سے نکال لیتی ہوں اور ہر کام اگر ٹائم ٹیبل اور وقت کی اہمیت کے ساتھ کروں تو بآسانی ہو جاتا ہے۔ کوشش کرتی ہوں کہ صلوٰۃ التسبیح پڑھ لوں ویسے نوافل بھی پڑھ لیتی ہوں یا قضائے عمری۔

جواب:۔(۳) ہاں یہ بات تو ہے عیدی لینے کا اپنا ہی مزہ ہے۔ چاہے ہم جتنے بھی بڑے ہو جائیں دل کرتا ہے کہ ہمیں بھی کوئی عیدی دے۔ مجھے ضیا سے عیدی لینے اور میرے ایک بھائی ہیں اللہ پاک ان کو شاد و آباد رکھیں آمین اس بھائی سے تو میں منہ سے مانگ کر عیدی لیتی ہوں۔ ویسے مجھے میری تائی امی (ساس) مرحومہ بھی عیدی دیتی تھیں اور میری امی بھی دیتی ہیں۔ اللہ پاک میری امی کو سلامت رکھے آمین۔

جواب:۔(۴) چاند رات کو تو گھر میں بہت ہنگامہ مچا ہوتا ہے۔ صفائی، عید کے کھانوں کی تیاری جو ہمارے یہاں فرمائشی پروگرام ہوتے ہیں۔ ان سب کی تیاری، کپڑے پریس کرنے اور پھر اس پر بھی ضیا کو تو بھی بیٹے کو وہ پسند بھی نہیں آتا۔ یہ سارا کچھ کرتے کرتے 3,4 بج جاتے ہیں۔ پھر فجر میں اٹھنا ہوتا ہے اتنا سب کر کے بھی تھکن نہیں ہوتی اس کا بھی اپنا مزہ ہے۔

جواب:۔(۵) صبح نماز سے دن کا آغاز ہوتا ہے۔ پھر ناشتے اور شیر خورمہ کی تیاری میں لگ جاتی ہوں۔ عید کی صبح الگ اور حسین لگتی ہے۔

جواب:۔(۶) عید کارڈ تو کوئی نہیں رہے مگر عید کے حوالے سے ڈھیر ساری یادیں ہیں جو آج تک ذہن میں محفوظ ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔

جواب:۔(۷) بچپن کی اور اب کی عید میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ بچپن میں بے فکری تھی نہ کوئی ٹینشن نہ کوئی پریشانی بس دل کرتا تھا جلدی سے عید آ جائے اور ہم نئے کپڑے، جوتے پہن لیں ایک ایک دن بھاری لگتا تھا۔ اب دل کرتا ہے کہ عید کا چاند آج کے بجائے کل نظر آئے تاکہ کام پورے ہو جائیں۔

جواب:۔(۸) پہلے عیدی لینے کی کوشش ہوتی تھی اب عیدی دینے کی ٹینشن۔ فی امان اللہ اللہ پاک اس عید کو سب کے لیے بہت مبارک ثابت کرے آمین۔

سعدیہ عظیم ...... بہاولپور

جواب:۔(۱) افطاری اور سحری بنانے کا اپنا ہی مزا ہوتا ہے۔ سحری امی ہی بناتی ہیں اور کبھی کبھی موقع ہمیں بھی ملتا ہے۔ افطاری ہم ہی بناتے ہیں اور میں بہت انجوائے کرتی ہوں کیونکہ کچن میں ٹھہر کے خاص اہتمام کرنا بہت اچھا لگتا ہے روزہ ہوتا ہے سب کا تو اہتمام بھی خاص کرنا ہوتا ہے۔ جو اچھے سے کر لیتی ہوں۔

جواب:۔(۲) جیسا کہ آپ کو پتا ہے کہ رمضان المبارک میں کام بڑھ جاتا ہے لیکن ٹائم ٹیبل بنا لیا جائے تو کوئی مشکل نہیں ہوتی۔

جواب:۔(۳) رمضان المبارک میں تو کچھ خاص کرنے کو دل چاہتا ہے جیسا کہ خاص سحری ہو، خاص افطاری یا رمضان المبارک کی کوئی نماز ہو کچھ خاص کرنا چاہتے ہیں اسی طرح میں نوافل سورت یٰسین وغیرہ کا اہتمام کرتی ہوں۔

جواب:۔(۴) عیدی تو اپنے والدین، چاچوؤں اور ماموؤں سے لینا اپنا حق سمجھتی ہوں۔

جواب:۔(۵) چاند رات کو ہم مل کے سارے کام نمٹا لیتے ہیں اور تیاریاں تو پہلے سے کچھ کر لیتے ہیں باقی کام بعد میں گھر کے امور نمٹانے کے بعد اینڈ میں مہندی لگانا ہوتا ہے جو لازمی کام ہے ہمارا۔

جواب:۔(۶) سب کو مبارک باد دینا اور نماز کیلئے تیار کرانا اور نماز کے بعد عیدی وصول کرنا۔

جواب:۔(۷) بچپن کے عید کارڈ تو کیا ہم نے کزنز کے دیے گئے خطوط بھی ابھی تک سنبھال کے رکھے ہوئے ہیں۔ یہ بہت یادگار چیزیں ہیں۔

جواب:۔(۸) بچپن کی عید پر تو کہتے تھے کہ عید آئی ہے چیزیں کھانے کا دن ہے کچھ پتا نہیں ہوتا تھا کھانے اور کھیلنے کے علاوہ اور اب تو ہوتا ہے کہ کچھ خاص کریں کہ سب انجوائے کریں اور سارا دن کچن کی نذر ہو جاتا ہے۔ عید تو دونوں ہی اچھی ہوتی ہیں بڑی عید تو عید الاضحی ہوتی ہیں لیکن ہم لوگ عید الفطر کو زیادہ اہتمام کے ساتھ مناتے ہیں کیونکہ رمضان المبارک کے بعد ملنے والا انعام ہوتا ہے۔

نوبیہ بلال صبح ...... ظاہر پیر

السلام علیکم سب سے پہلے میری طرف سے تمام لوگوں کو عید مبارک
پیش کرتے ہیں تہہ دل سے کہتے مبارک
اس عید کے موقع پر یہ تحفہ ہے ذرا سا

اب آتے ہیں سوال و جواب کی طرف میرے پاس زیادہ دلچسپ جوابات تو نہیں لیکن کوشش کی ہے کہ آپ کو پسند آئیں۔

جواب:۔(۱) ہمارے گھر میں سحر و افطار کی ذمہ داری امی پر عائد ہے لیکن میں گھر کے دوسرے کاموں کے ساتھ ساتھ افطاری میں بھی مدد کرا دیتی ہوں کوشش کرتی ہوں کہ امی کا پورا پورا ساتھ دوں۔

جواب:۔(۲) رمضان المبارک عبادتوں کا مہینہ ہے اس لیے ہر کسی کی کوشش ہوتی ہے کہ نیکیوں سے دامن بھرا جائے کام بھی زیادہ نہیں ہوتا اسکول و کالج سے سب کی چھٹیاں ہوتی ہیں اس لیے کام کے وقت پر کام کر کے باقی وقت عبادت کے لیے مخصوص ہوتا ہے۔

جواب:۔(۳) کوشش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ درود و تسبیح و قرآن کی تلاوت، تراویح و نوافل کے ساتھ ساتھ عشروں کی مخصوص دعاؤں کا ورد بھی جاری رہے۔

جواب:۔ (۴) بچپن میں عید آنے کا بہت انتظار رہتا تھا سب سے عیدی، جو لینی ہوتی تھی والدین دادی ماموں خالہ وغیرہ سے زبردستی عیدی لینے کا اپنا ہی مزہ تھا پر اب وہ عادت نہیں رہی اس لیے والدین سے ہی حق جتا کر وصول کرتی ہوں۔

جواب۔ (۵) چاندرات کو شاپنگ کرنے کا اپنا ہی مزہ ہے اس لیے افطاری کے بعد بازار کا رخ کرتے ہیں مزے کی بات یہ ہے کہ اپنی دوستوں کو عیدی دینے کے لیے چاندرات ہی کو خریداری کر کے عشا میں ہی بھجوا دیتی ہوں۔

جواب:۔ (۶) ہر مسلمان کی طرح نماز و دعا سے فارغ ہو کر نہا نیا لباس زیب تن کر کے تیار ہو کر میٹھا کھا نا بازار سے کھانے پینے کے لیے اپنی پسند کا سامان منگوا کر اور ایک دوسرے کو عید مبارک دے کر۔

جواب:۔ (۷) کارڈ مجھے بہت پسند ہیں اور بچپن سے ہی دوست ایک دوسرے کو عید کارڈ دیتے آئے ہیں اس وقت سے لے کر اب تک میرے پاس سارے عید کارڈ موجود ہیں اکثر میں اپنے ہاتھوں سے عید کارڈ بنا کر دوستوں کو دیتی ہوں۔

جواب:۔ (۸) بچپن میں بے فکری اور آزادی سے عید کرنے کا اپنا ہی مزہ تھا عیدی جمع کرنے کے بعد سب بچے مل کر بازار کی طرف نکل جاتے اور خوب انجوائے کرتے لیکن اب تو عید کے روز بھی گھر تک ہی محدود رہتے ہیں یا ماموں کے گھر عید ملنے جاتے ہیں خیر میرے لیے دونوں عیدیں ہی اپنی اپنی جگہ پر پسندیدہ ہیں اور قابل احترام ہیں، شکریہ۔

دعائے سحر...... فیصل آباد

جواب:۔ (۱) سحر و افطار میں ہی بناتی ہوں تو کوئی مسئلہ اس لیے نہیں ہوتا کہ میں پانی سے روزہ رکھتی ہوں اور روٹین سے روزہ بھی میں ہی رکھتی ہوں (بہن بھائی ابھی چھوٹے ہیں) افطار میں پکوڑے سموسے وغیرہ روٹین سے نہیں بنتے کہ میری نظر میں یہ بے جا اسراف کے زمرے میں آتا ہے اور سارا دن خالی رہنے والا معدہ ایک دم سے مرغن غذا میں ہضم نہیں کر پاتا میں عصر کے بعد تیاری شروع کر دیتی ہوں اور مغرب سے کچھ پہلے ہی فارغ ہونے کی کوشش کرتی ہوں۔

جواب:۔ (۲) رمضان میں جہاں افطاری کی ذمہ داری بڑھتی ہے وہیں روٹین کے کام کم ہو جاتے ہیں یمنیٰ، رجا آج کل گھر پر ہیں تو مدد کرا دیتی ہیں سو زیادہ مشکل نہیں ہوتی۔

جواب:۔ (۳) نماز اور تلاوت کی پابندی کرتی ہوں اور میرے پاس کتاب ہے "رمضان المبارک کی عبادات" تو اس میں بتائی گئی عبادات و تسبیحات کو فالو کرتی ہوں۔

جواب:۔ (۴) ممابر تہوار پر کچھ اچھا سا گفٹ کرتی تھیں مجھے اور اب تو میرا شمار عیدی دینے والوں میں ہونے لگا ہے پھر بھی پاپا اور مما سے ہی عیدی لیتی تھی جو ہمیشہ یمنیٰ رضا اور سل ماسو پر خرچ ہو جاتی ہے۔

جواب:۔ (۵) ہماری عید کی ساری تیاری رمضان کے پہلے عشرہ میں ہی مکمل ہو جاتی ہے کیونکہ شعبان سے شروع کر دی جاتی ہے تو چاندرات کو بس گھریلو امور ہوتے ہیں یا پھر یمنیٰ، رجا کو مہندی کی فکر مجھے مہندی لگانا پسند نہیں تو مجھے ایسی کوئی فکر ہی نہیں ہوتی۔

جواب:۔ (۶) عید کی صبح مما جگاتی تھیں (ویسے میں تو 12 بجے ہی سب کو عید مبارک کا میسج کر دیتی ہوں) پھر نہ ختم ہونے والے کاموں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے بچوں کو تیار کرنا، نماز پڑھنے جانا آ کر سویاں بنانا عیدی کا لین دین اور مہمانوں کی آمد لو جی یہ ہے دعا کی عید۔

جواب:۔ (۷) اتنا سب کہتی تھیں دعا تو کچھ ابھی سنبھال کر رکھتی ہے کیونکہ میں گفٹ کو بھی بہت احتیاط سے رکھتی ہوں۔ بچپن سے ہی کوئی خاص دوستی کسی سے نہیں رہی لہٰذا کسی کی طرف سے کارڈز کا سلسلہ بھی نہیں تھا ہاں ہر فنکشن یا تہوار پر خود کو خود ہی وش کرتی ہوں کارڈ بھی لیتی ہوں خود کے لیے اور گفٹ بھی اور وہ سب سنبھال کر رکھے ہیں۔

جواب:۔ (۸) بچپن میں تو ہر عام دن بھی شب برأت سے کم نہیں ہوتا تھا اور جس دن کوئی پسند کی چیز بنی یا کوئی پسندیدہ مہمان آ گیا لو جی عید الفطر اور عید الاضحیٰ اکٹھی ہمارے گھر آ گئیں اب تو عید بھی یوں ہی گزر جاتی ہے کہ کپڑے ہینگر پر ہی لٹکے رہ جاتے ہیں۔ پچھلے سال چاندرات پر میری مما کی ڈیتھ ہوئی تو آپ اندازہ لگا

سمجھ لیں کہ یہ عید میرے لیے کیسی ہوئی۔

آخر میں سب کو پیشگی اور عید کی خوشیاں بہت بہت مبارک ہوں دعاؤں میں دعا کو یاد رکھیے گا۔

میزاب...... قصور

جواب:۔ (۱) سحر و افطار کی ذمہ داری عموماً نہیں بلکہ یہ ذمہ داری ہوتی ہی خواتین کی ہے اور مجھ پر سحری بنانے اور افطار کیلئے اہتمام کرنے کی یہ دونوں ڈیوٹیز میری ہیں خاص طور پر سحری میں ہی بناتی ہوں جبکہ افطار کی تیاری میں اور بھابی مل کر کرتے ہیں۔

جواب:۔ (۲) جیسے کہ ہمیں پتا ہے کہ رمضان شریف کا مبارک مہینہ تو ہوتا ہی عبادات کا ہے تو ایسے میں پہلے کوئی اگر نماز اور نفلی عبادت پر زیادہ غور یا توجہ نہیں کرتا تو اس مبارک مہینے میں بھی کی کوشش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ خدا کو راضی کرے بس اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح عبادت کرنے کی توفیق دے اور ہماری نفلی، فرضی سب عبادات اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے آمین۔

جواب:۔ (۳) اس مبارک مہینے میں اتنا سکون ہوتا ہے کہ بندہ کوئی لمحہ ضائع نہ کرے اور جتنا ہو سکے اپنا وقت خدا کی یاد میں اور سجدے میں گزارے۔ رمضان کے مہینے میں ہر وقت میرے ہاتھ میں تسبیح رہتی ہے اور کوئی نا کوئی وظائف زبان پر رہتا ہے اس طرح کسی فضول بات کو سوچنے سے انسان بچا رہتا ہے اور خاص طور پر قرآن پاک کی تلاوت کرنے کا تو اپنا ہی مزہ ہے اور وہ بھی ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ بس اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔

جواب:۔ (۴) چھوٹی عید پر عیدی لینے کی تو کیا ہی بات ہے اور وہ بھی سب سے مانگ کر اور ڈٹ کر لینا کتنا اچھا لگتا ہے لیکن یہ الگ بات ہے کہ مجھے کبھی عیدی مانگنی نہیں پڑتی بلکہ خود ہی مل جاتی ہے اور ماشاءاللہ سے میرے چھ بھائی ہیں تو جب سب سے عیدی ملتی ہے تو اتنا مزہ آتا ہے کہ پوچھیں مت یہ عید کی واحد خوشی ہوتی ہے جو میرے چہرے سے دمکتی ہے۔ جبکہ بہنوں سے عیدی لینے میں ذرا جھجک کرتی ہوں کیونکہ وہ میں اپنا حق نہیں سمجھتی۔

جواب:۔ (۵) چاندرات کو پتا نہیں لوگ کیسے اتنے اچھے سے سلیبریٹ کرتے ہیں کیونکہ میرے لیے تو چاندرات بھرپور ٹینشن کا نام ہے کیونکہ عید کے دن سب کے لیے کھیر بھی بنانی ہوتی ہے جو کہ ہمارے رواج کے مطابق پانچ چھ گھنٹے سے پہلے نہیں بنتی اور پھر سر شام سارے گھر کی لڑکیاں میرے سر ہو جاتی ہیں مہندی لگوانے کے لیے انہیں مہندی لگاتے ہوئے بارہ بج جاتے ہیں کھیر بھی گھر والوں کے لیے میرے ہاتھ کی ہونی چاہیے اس کے علاوہ میں کپڑے سلائی کرتی ہوں تو سبھی کے کپڑے سلائی کر کے دماغ خراب ہو جاتا ہے تو میں اپنا سوٹ چاندرات کو سلائی کرتی ہوں فائنلی یہ کہ ساری رات جاگ کر گزارتی ہوں اور فل ٹینشن میں گھر کے بھی کام بھی کرنے اور اپنے آپ پر کوئی توجہ نہیں حد یہ کہ میں نے آج تک عید پر مہندی کبھی نہیں لگوائی نا ہی کبھی چوڑیاں پہنی ہیں۔

جواب:۔ (۶) بہت ہی اچھے طریقے سے عید کے دن کا آغاز کرتی ہوں سبھی کو میٹھا کھلا کر اور جو نزدیک نزدیک غریب لوگ رہتے ہیں ان کے گھر میٹھا وغیرہ بھیج کر اور کوشش کرتی ہوں کہ آج کے دن غصہ نہ کروں کیونکہ مجھے غصہ بہت آتا ہے۔

جواب:۔ (۷) سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے آج تک کوئی عید کارڈ ملا ہی نہیں نا ہی بچپن میں اور نا ہی اب اور مجھے شوق بہت ہے کہ کوئی مجھے عید کارڈ دے پر ناجی یہ خواہش آج تک پوری نہیں ہو سکی۔

جواب:۔ (۸) بچپن میں بڑوں سے سنتے تھے کہ عید تو بچوں کی ہوتی ہے تب سوچتے تھے عید تو عید ہوتی ہے اس کی خوشی بھی سب کو ایک جتنی ہوتی ہے لیکن اب جب بڑے ہو گئے ہیں تو واقعی پتا چل گیا ہے کہ عید تو بچوں کی ہوتی ہے اور مجھے بڑی عید چھوٹی عید سے تھوڑی زیادہ پسند ہے کیوں چھوٹی عید پر عید پڑھتے ساتھ ہی سارے بھائی اپنے اپنی فیملیز کو لے کر اپنے اپنے سسرال چلے جاتے ہیں اور گھر میں میں اور امی اکیلی رہ جاتی ہیں اور بہنیں اپنے سسرال میں بزی ہوتی ہیں جبکہ بڑی عید کا پہلا دن سارے لوگ گھر میں گزارتے ہیں تو اس لیے۔

حمیرا نوشین...... منڈی بہاؤالدین

جواب:۔(۱) سحرو افطار کی ذمہ داری یقیناً خواتین پر ہی عائد ہوتی ہے جوائنٹ فیملی سسٹم میں یہ ذمہ داری تقسیم ہوجاتی ہے کسی نے سحری بنا کر ثواب کا ذخیرہ اکٹھا کیا اور کسی نے روزہ افطار کرا کر نیکیوں کا پلڑا بھاری کیا مگر جو خواتین الگ رہتی ہیں انہیں ذوق وشوق سے یا چاروناچار دونوں ہی تیار کرنے کی سعادت نصیب ہوجاتی ہے اور میں بھی چند سالوں سے انہی خوش نصیبوں میں سے ہوں مکمل سحرو افطار کی ذمہ داری مجھ پر ہی ہے۔ میاں صاحب کی ذمہ داری کھانے اور صرف کھانے کی ہے کیونکہ مجھے مردوں کا کام کرنا بالکل بھی پسند نہیں ہے۔ افطاری میں مکمل اہتمام ہوتا ہے روز نئی ڈشز تیاری ہوتی ہیں بازار سے بھی خدمات حاصل کی جاتی ہیں مگر زیادہ تر گھر پر ہی سب کچھ تیار ہوتا ہے۔ سحری بالکل سادہ ہوتی ہے پراٹھا سالن یا انڈے کے ساتھ، ساتھ میں کوئی مشروب دودھ سوڈا لسی وغیرہ بنالیتی ہوں۔ دہی بھی لازمی جزو ہے۔

جواب:۔(۲) رمضان المبارک میں سحری کر کے نماز اور ذکرو اذکار کے بعد لمبی اور گہری نیند لیتی ہوں مختلف کاموں کے لیے مختلف ملازمائیں آتی ہیں اس لیے اس کی کوئی فکر نہیں ہوتی ہاں کونے کھدروں، الماریوں اور کچن کی تفصیلی صفائی ہمیشہ خود ہی کرنا پڑتی ہے۔ دونوں بچوں کو ناشتہ وغیرہ کرا کر میں وضو کر کے قرآن پاک کی تلاوت کرتی ہوں پھر جو ضروری کام نظر آرہے ہوتے ہیں وہ کرتی ہوں تھوڑی دیر ڈائجسٹ بھی پڑھ سکتی ہوں افطاری کا مینیو ایک دن پہلے ہی طے ہوچکا ہوتا ہے اس لیے تمام چیزیں موجود ہوتی ہیں نماز ظہر اور تسبیحات سے فارغ ہو کر میں کچن کا تھوڑی دیر کیلئے رخ کرتی ہوں کہ اگر شام میں دہی بڑے رول یا بریانی وغیرہ بنانی ہوتی ہے تو اس کی آدھی تیاری اس ٹائم کرسکتی ہوں جو ننگی گرم پانی میں بھگو کر نتھار کر رکھ دیتی ہوں آلو بوائل کرلیتی ہوں۔ پیاز، ٹماٹر وغیرہ کاٹ لیتی ہوں۔ بریانی کا مسالا تیار کرلیتی ہوں اسی طرح اگر رولز بناتے ہیں تو اس کا آمیزہ تیار کر کے رولز بنا کر فریج میں رکھ دیتی ہوں نماز عصر کے بعد ایک بار پھر قرآن پاک کی تلاوت کر کے کچن میں داخل ہوجاتی ہوں۔ افطاری سے پچیس منٹ پہلے میں فارغ ہوجاتی ہوں جن جن کے گھر افطاری بھیجنی ہوتی ہے وہ بھیج کر وضو کر کے تسبیح سنبھال لیتی ہوں۔ ساتھ ساتھ دسترخوان پر چیزیں پہنچتی جاتی ہوں بیٹی تو میری ہے نہیں جو میری ہیلپ کروے دو بچے ہیں ان کا کام صرف کام بڑھانا ہوتا ہے بڑا بیٹا ماشاء اللہ اب تو سال کا ہوگیا ہے میں روزہ افطار کر کے مغرب کی نماز پڑھ لیتی ہوں اور وہ دسترخوان پر سے ساری چیزیں اور برتن کچن کے کاؤنٹر پر منتقل کردیتا ہے بڑی نوازی ہے اس کی دل اسی پر خوش ہوجاتا ہے۔

جواب:۔(۳) رمضان المبارک کی خاص عبادات میں ذکرو اذکار کی تسبیحات بڑھ جاتی ہیں قرآن پاک کی تلاوت کرنے کا شرف بار بار حاصل ہوتا ہے تہجد کے نوافل ادا کر کے سکون قلب کی دولت ملتی ہے بازار وغیرہ جانے سے اجتناب کرتی ہوں ٹی وی سے مکمل احتراز ہوتا ہے خاموشی بڑھ جاتی ہے فضول گوئی ترک ہوجاتی ہے میرے خیال میں یہ بھی عبادات میں شامل ہے۔ لب ہر وقت ذکر الٰہی اور ذکر مصطفیٰ میں مصروف رہتے ہیں۔

جواب:۔(۴) عیدی لینے کا واقعی اپنا ہی ایک مزہ ہے۔ میں چھوٹی ہونے کے ناتے سب بہن بھائیوں سے اور رشتہ داروں سے عیدی بٹورتی تھی مگر اب میری جگہ میرے بچوں نے لے لی ہے۔ میری امی، بہنیں، بھائی، بھابھیاں سب میری عیدی میری بچوں کی طرف منتقل کردیتے ہیں اور وہ اپنے اپنے منی باکس بھر کر خوب اتراتے ہیں کہ ہمارے پاس ہزاروں کی تعداد میں عیدی ہے۔ ہاہاہا اگر آپ کو ادھار پیسے چاہیے ہوں تو ہمارے بینکوں کی طرف رجوع کریں۔

جواب:۔(۵) میں کئی دن پہلے سے صفائی وغیرہ کا کام شروع کردیتی ہوں چاندرات کو مکمل صفائی ہوجاتی ہے صبح ہلکی پھلکی سی صفائی کی ضرورت ہوتی ہے جو میری میڈ صبح صبح آکر کرجاتی ہے سارا دن گھر چمکتا رہتا ہے چاندرات کو ہی کھیر بنا لیتی ہوں رولز کا آمیزہ تیار کرلیتی ہوں چنا چاٹ کے لیے چنے اور آلو بوائل کرلیتی ہوں صبح مہمانوں کی آمد سے قبل سب کچھ تیار ہوتا ہے اپنے ہزبینڈ اور بچوں کے کپڑے ایک دن پہلے ہی پریس کر کے ہینگ کردیتی ہوں مجھے عین وقت پر کام کرنا بہت برا لگتا ہے وقت سے پہلے ہر چیز ریڈی ہوتی ہے۔

جواب:۔(۶) عید کا دن بڑا خوشگوار ہوتا ہے بچے عید کی آمد پر کھلکھلا رہے ہوتے ہیں انہیں اس طرح خوش دیکھ کر ہمارا دل خوش ہوجاتا ہے اور عید کی خوشی صحیح معنوں میں محسوس ہوتی ہے بچوں کو تیار کر کے کزنز کی طرف بھیج دیتی ہوں۔ ہزبینڈ عید کی نماز کے لیے چلے جاتے ہیں میں ان کے آنے سے پہلے تیار ہوجاتی ہوں عید والے دن صبح صبح تیار ہونا بڑا اچھا لگتا ہے۔

جواب:۔(۷) بچپن کے کارڈز تو سنبھال کر نہیں رکھے ہوئے البتہ ٹین ایج کے کارڈز ابھی تک میرے پاس محفوظ ہیں انگیجمنٹ کے بعد شوہر کی طرف سے ملنے والے تمام کارڈز اور گفٹس بھی ابھی تک میرے پاس محفوظ ہیں اور میں اکثر ان کو نکال کر پڑھتی اور دیکھتی ہوں تو بہت اچھا لگتا ہے عجیب سی خوشی ہوتی ہے۔

جواب:۔(۸) بچپن کی عید بے فکری کی عید ہوتی تھی کھانا پینا، گھومنا پھرنا، دوستوں سے کبھی لڑنا اس عید کا اپنا ہی ایک مزہ تھا ان عیدوں کی خوشی تو شاید ہی کبھی کوئی بھول سکے آج کل مادہ پرستی کا دور ہے پیار، محبت خلوص مفقود ہوچکا ہے مہنگے سے مہنگے کپڑے سلوائے جاتے ہیں ہزاروں روپے کی شاپنگ کر کے بجٹ تک خراب کرلیتے ہیں اور پھر ایک دوسرے سے ملنا تک پسند نہیں کرتے تیار ہو کر بھی سوچتے رہتے ہیں کہ وہ ہمارے ہاں آئیں گے تو ہم بھی ان کے ہاں جائیں گے۔ مجھے عید الفطر بہت پسند ہے اس کے آنے کا پتا چلتا ہے 30 دن روزے رکھ کر اس کا انتظار کرتے ہیں سو اس عید کا اپنا ہی مزا ہے۔

عائشہ نور عاشا...... گجرات

جواب:۔(۱) یہ پہلا رمضان ہے جس میں سحری اور افطاری دونوں کی ذمہ داری مجھ پر ہے سحری کے لیے میں پہلے سے ہی چکن اور آلو کباب بنا کر فریز کر رکھے ہیں اور افطاری میں ہمارے ہاں ایک دو ڈشز پر گزارا نہیں ہوتا۔ اس لیے افطاری میں تھوڑا وقت لگ جاتا ہے لیکن سحری و افطاری بنانے میں الگ ہی مزہ ہے۔

جواب:۔(۲) رمضان المبارک کے پر کیف لمحات میں گھر کے امور اور عبادات میں توازن رکھنا میرے لیے مشکل بالکل بھی نہیں کیونکہ میں سوتی بہت کم ہوں اور ڈھیر سارا ٹائم نکل آتا ہے سحری کے بعد بھی زیادہ وقت عبادت میں گزرتا ہے اور اس کے بعد گھر کے کام نمٹا لیتی ہوں۔

جواب:۔(۳) یہ مجھ پر میرے رب کا کرم ہے کہ میں اپنا فرض (نماز) ہمیشہ ادا کرتی ہوں اور رمضان میں نمازیں اور تلاوت قرآن لمبی ہوجاتی ہیں ویسے تلاوت قرآن ایک دفعہ کرتی ہوں اور اس مبارک ماہ میں تین سے چار مرتبہ کرتی ہوں۔

جواب:۔(۴) آپی کی شادی کے بعد چاندرات کے امور نمٹانے کا موقع پہلی بار ملا ہے اور بھرپور کوشش ہوگی کہ ماہ رمضان کی طرح چاندرات بھی اچھی رہے۔

جواب:۔(۵) ہاں جی عیدی لینے کا اپنا ہی مزہ ہے اور میں بھائی سے لیتی ہوں باقی جس کی مرضی ہے دے دے کوئی مسئلہ نہیں (ہاہا)

جواب:۔(۶) نماز اور ذکر کے بعد میں آخری آرام گاہ ضرور جاتی ہوں اور اس بار بھی کوشش کروں گی اور اگر رحمت ہوئی تو ضرور جاؤں گی کیونکہ وہاں بے حد سکون ہوتا ہے شاید اس لیے کہ ہمارا آخری گھر وہی ہوتا ہے۔

جواب:۔(۷) اللہ اللہ دوی کی تذکرے کیوں کریں جی وہ بھی جو فرینڈز نے اتنی محبت سے دیے ہوں میرے پاس بچپن سے لے کر آج تک کا ہر کارڈ محفوظ ہے ان میں سب سے زیادہ کارڈز میری بہت اچھی دوست رداکے ہیں وہ ہمیشہ خود کارڈ بنا کر دیتی ہے ان کارڈز میں ایک کارڈ میری کزن کرن کا بھی ہے جو میرے پاس محفوظ ہے۔

جواب:۔(۸) بچپن کی عید اور موجودہ عید میں بہت فرق ہے بچپن کی عید میں اپنی ذات ہی محور ہوا کرتی تھی مگر اب کوشش ہوتی ہے کہ دوسروں کی ذات محور بنائی جائے۔ ان فیکٹ اس بار میں نے اور میری سسٹر نمین افضل وڑائچ نے ایک مقصد ترتیب دے رکھا ہے تمام بہنوں سے گزارش ہے کہ دعا کریں کہ ہمارا رب ہمیں ان نیک مقاصد کامیاب کریں اور پھر ہر سال یہ وسعت اختیار کرے مقصد پورا ہوجانے کے بعد آپ تمام بہنوں سے شیئرز بھی کروں گی۔

سدرہ...... بہاولنگر

جواب:۔(۱) میری کوئی لمبی چوڑی فیملی نہیں ہے میں، امی، بھائی اور دو چھوٹی بہنیں باقاعدگی سے روزے میں اور امی ہی رکھتی ہیں اس لیے سحری پر کوئی خاص اہتمام نہیں ہوتا۔ ہاں البتہ افطاری پر اہتمام ہوتا ہے اور اس کی ذمہ داری مجھ پر ہی ہے اس لیے چھوٹی بہنوں کو ساتھ لگاتی ہوں اور جو ڈشز مثلاً بڑے، پکوڑے، فروٹ

جواب:۔(۴) اپنے ابو سے اس سال اپنے بھائی سے بھی حق سمجھ کر وصول کرنے والی ہوں اس کے علاوہ جو عنایت دے دے لے لیتی ہوں خوش دلی سے۔

جواب:۔(۵) بہت کام ہوتا ہے بھائیوں اور امی ابو کے علاوہ اپنے سے کپڑے پریس کرنا، گھر کی ساری صفائی کرنا اس کے بعد دل چاہتا ہے تو مہندی لگا لیتی ہوں ورنہ نہیں ایسے مواقع پر دل چاہتا ہے کہ ایک ممکن ہو جو یہ سب یاد کروائے یا پھر کروائے دل کی حسرتیں ایک ایک کر کے دم توڑنے لگتی ہیں اور چاند رات کی خوب صورتی کو چاہ کر بھی محسوس نہیں کر پاتی اکیلا پن کچھ محسوس ہونے لگتا ہے۔

جواب:۔(۶) عام دنوں کی طرح نماز فجر ادا کر کے نماز کے بعد دعا مانگ کر اس کے بعد بھائیوں کی افراتفری شروع اور بہن بلکان۔

جواب:۔(۷) ردی کی نذر کیے نہیں بلکہ ہو گئے اور افسوس ہر سال بڑھتا جاتا ہے کہ میں نے اپنی دوستوں کے قیمتی الفاظ وجذبات کو ضائع کر دیا۔

جواب:۔(۸) بچپن میں جو آزادی اپنی ذات کو تھی وہ اب کہاں ہر طرف خوشیوں کے رنگ بکھرے اب بھی ہوں مگر بچپن کی بات الگ تھی۔ عید الفطر میری پسندیدہ عید ہے اس عید پر ضرورت مندوں کی امداد جو کی جاتی ہے اس وجہ سے عید الفطر کو میں ان غریبوں کی وجہ سے جو عید کے لمحات میں اپنے آپ کو مسرت کے احساس سے لبریز پاتے ہیں انہیں دیکھ کر میری عید مکمل ہو جاتی ہے چند ماہ پہلے میں نے کسی کا دل دکھایا تھا دعا کیجیے گا کہ عید کے دن میں اپنے رویے کی معافی مانگ کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لوں تمام قارئین اور آنچل اسٹاف کو عید مبارک۔

ماریہ کنول ماہی ---- جٹ ورکاں

جواب:۔(۱) بالکل صحیح بات ہے یہ ذمہ داری ہم عورتوں پر ہی عائد ہوتی ہے مگر میں صرف افطاری بناتی ہوں جبکہ سحری میری مما بناتی ہیں اور افطاری بنانے میں مجھے کوئی وقت لگل نہیں ہوتی کیونکہ بھی بھائی اپنے اپنے کاموں پر باقی ہم تین چار افراد ہیں اس لیے با آسانی افطاری کا انتظار کر لیتی ہوں۔

جواب:۔(۲) کوئی مشکل پیش نہیں آتی صبح صبح گھر کے کاموں سے فارغ ہو کر پھر قرآن پاک کی تلاوت اور ذکر و اذکار کرتی ہوں کچھ دیر آرام کر کے ظہر کی نماز کے بعد پھر تلاوت قرآن کرتی ہوں البتہ صبح کی نماز کے بعد قرآن نہیں پڑھتی فوراً سو جاتی ہوں (بے تمیزی بات)

جواب:۔(۳) نہیں سب ہی معمول کے مطابق ہیں بس رمضان میں قرآن کی تلاوت کثرت سے کرتی ہوں اور یاسین بھی پہلے کی نسبت زیادہ پڑھتی ہوں۔

جواب:۔(۴) واہ کیا زبردست سوال کیا ہے عیدی لینے کا مرحلہ مجھے بڑا دلچسپ لگتا ہے میں اپنے چاروں بھائیوں پاپا سب کی جیبیں ہلکی کراتی ہوں حالانکہ سب سے چھوٹا بھائی ابھی تیرہ چودہ سال کا ہے دو تین سو اس سے بھی نکلوا لیتی ہوں لیکن اگر کوئی مجھ سے دس روپے بھی مانگے تو جان نکل جاتی ہے (ہاہاہا)

جواب:۔(۵) بڑا اف سوال ہے۔ سب بھائیوں اور پاپا کے کپڑے پریس کرنا ان کے جوتے صاف کرنا، رات کو کوئی میٹھی ڈش پکانا اتنے سارے کام اور میں اکیلی چار سو جلدی جلدی کی صدائیں لگتی ہیں کبھی بھائی شاہد کہتا ہے میرا پہلے میرا ڈریس استری کرنا کبھی دوسرا تو کبھی تیسرا مگر سب سے چھوٹے فہد نے کبھی نہیں کہا کیونکہ اسے پتا ہے آپی سب سے پہلے کرے گی میرا ہی، ادھر امی آوازیں دے رہی ہوتی ہیں بیٹا جلدی کرو تم نے ابھی سویٹ ڈش بھی بنانی ہے۔ ایسے میں تو تنگ آ جاتی ہوں اور مجھے خود مہندی لگانے کی جلدی ہوتی ہے ویسے چاند رات کو میں سو نہیں پاتی۔

جواب:۔(۶) بہت نائس سوال ہے اس سوال پر میرا یہ شعر ہے۔

تیری صبح کی کرنیں چہروں پر ایسے قوس قزح بکھیرتی ہے
جیسے مدتوں بعد دل کی کوئی مراد پوری ہوگئی ہو

اس دن خلاف معمول میں صبح تین بجے ہی اٹھ جاتی ہوں کیونکہ رات کی سوئی ہی نہیں ہوتی ورنہ عام دنوں میں تو جب تک امی نہ جگائیں میری آنکھ کھلتی ہی نہیں (ویسے آپس کی بات ہے مجھے نیند بڑی پیاری ہے) لہٰذا ہم اس دن کو 25 توپوں کی سلامی دے کر خوش آمدید کرتے ہیں۔ نماز اور تلاوت قرآن کے بعد سب کو عید کی مبارک باد دیتے ہیں عید کے دن گھر میں ایک مخصوص مہک پھیلی ہوتی ہے اور ایک عجیب گہما گہمی کا عالم ہوتا ہے پھر مجھے آوازیں لگنی شروع ہو جاتی ہیں کسی کے جوتے نہیں مل رہے تو کسی کو پرفیوم نہیں مل رہا ایسے میں میری تیاری تو گول ہی ہو جاتی ہے اور پھر خود پر مجھے بھی جان سے غصہ آتا ہے گھر میں سارا دن سو کر ہی گزارتی ہوں یا اپنے پیارے آنچل کے ساتھ۔

جواب:۔(۷) بے افسوس کے ساتھ ردی کی نذر ہو گئے تمام سارے۔

جواب:۔(۸) کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا مجھے ویسے میں اپنے گھر والوں کی نظر میں ابھی بچی ہی ہوں اور مجھے چھوٹی عید یعنی عید الفطر پسند ہے بڑی عید ہر طرف گوشت ہی گوشت نظر آتا ہے اور گوشت میں نے کبھی زندگی میں کھایا ہی نہیں اور سب سے آخر میں تمام قارئین آنچل اسٹاف کو عید مبارک اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا اور تمام امت مسلمہ کو بھی کی جانب سے دل کی گہرائیوں سے عید مبارک ان شاء اللہ حافظ۔

عاصمہ عاطف ---- نوشہرہ ورکاں (دونی جٹ)

السلام علیکم سب سے پہلے تو اتنا اچھا سا سلسلہ شروع کرنے کیلئے آنچل کی تمام آرا اور دیگر مصنفین جن کی دلچسپ، پراثر اور نصیحت آمیز کہانیاں ہمیں زندگی میں آگے بڑھنے کا حوصلہ دیتی ہیں کو بہت بہت مبارک باد اللہ کرے آنچل یونہی دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔ سال کے بارہ مہینوں سے ایک مہینہ ماہ رمضان کا ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں اور برکتوں اور نعمتوں کا سمندر بہا دیا ہے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہر طرف روشنی ہی روشنی پھیل گئی ہو ہر ایک کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اس کی برکتوں اور رحمتوں سے فیضیاب ہو۔

جواب:۔(۱) شادی سے پہلے سحری تو امی ہی تیار کرتی تھیں ہاں البتہ افطاری میں تھوڑی بہت ہیلپ کروا دیتی تھی مرغی کے گوشت کے پکوڑے بہت مزے کے بناتی تھی اس کے علاوہ چکن تکہ وغیرہ بنا لیتی تھی لیکن شادی کے بعد الحمدللہ افطاری اور سحری دونوں خود تیار کرتی ہوں اتنا تو اہتمام نہیں کرتی کیونکہ ہم سادہ غذا کھاتے ہیں لیکن پھر بھی کبھی نہ کبھی کچھ نہ کچھ ضرور بنا لیتی ہوں۔

جواب:۔(۲) میں چونکہ شادی شدہ ہوں اور ماشاء اللہ سے میرا دو سال کا بچہ بھی ہے سسرال میں ساس، نند، دیور بھی ہیں میں کوشش کرتی ہوں کہ ان کا بھی پورا خیال رکھوں اس کے علاوہ میں کالج میں ایم اے فزیکل کی اسٹوڈنٹ بھی ہوں اور آج کل کلاسز ریگولر ہو رہی ہیں تو کافی مصروفیت ہے لیکن میں یہ سب مینج کر لیتی ہوں بلکہ اپنی عبادات کے لیے بھی ٹائم نکال لیتی ہوں نماز اور قرآن پاک کی تلاوت بھی خشوع و خضوع کے ساتھ کرتی ہوں قرآن پاک سحری کے بعد اور عشا کی نماز کے بعد پڑھتی ہوں۔

جواب:۔(۳) چونکہ رمضان المبارک میں ہر نیکی کا اجر 70 گنا زیادہ ہو جاتا ہے اور یہی معاملہ عبادات کے ساتھ ہے تو سب سے پہلے تو میں نماز کی پابندی کرتی ہوں قرآن مجید کی باقاعدگی کے ساتھ دن میں دو دفعہ تلاوت کرتی ہوں اور رمضان میں کوشش ہوتی ہے کہ قرآن مجید کو ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پڑھوں ویسے بھی دلوں کا سکون اللہ کے ذکر میں ہے تو اس کو یاد کر کے دلی سکون ملتا ہے۔

جواب:۔(۴) عیدی لینے کا مزہ تو بچپن میں ہی زیادہ آتا ہے جو سے، چاچو سے، پھپھو لوگ آتے تھے تو ان سے عیدی لیتی تھی شادی کے بعد بھی لیتی ہوں ہاں اگر عیدی لینے میں مزہ آتا ہے تو دینے میں بھی آتا ہے اب زیادہ دینی پڑتی ہے۔

جواب:۔(۵) اف چاند رات کیا سوال پوچھ لیا آپ نے ایک تھا بھی اور افراتفری پھیلی ہوتی ہے شادی سے پہلے چاند رات والی کوئی میٹھی چیز جیسے کھیر یا کسٹرڈ وغیرہ بنا کر فریج میں رکھ دیتی تھی ہم سب بہن بھائی نے کپڑے تو عید سے 10 یا 12 دن پہلے بنوا لیتے تھے لیکن جوتے اور چوڑیاں امی کے ساتھ چاند رات کو بازار جا کر خریدتے تھے اس کا اپنا ہی مزہ ہوتا تھا شادی کے بعد میں اس چیز کو بہت مس کرتی ہوں شادی کے بعد چاند رات کو سب کے کپڑے استری کر کے رکھ دیے اور ساتھ ہی کوئی میٹھی چیز بنا لیتی ہوں میں چونکہ جوائنٹ فیملی میں آئی ہوں تو سب بچوں نے ہلا گلا کیا ہوا ہوتا ہے۔

جواب:۔(۶) عید کے دن سب سے پہلے نماز پڑھتی ہوں عید کے لیے خدا کا شکر ادا کرتی ہوں کیونکہ یہ اللہ کا روزے دار کے لیے ایک انعام ہے پھر عید مبارک کہتی ہوں اس کے بعد اگر بیٹا سویا ہو تو اس کے پاس جا کر کان میں آرام سے عید مبارک کہتی ہوں اور پھر دن کا آغاز ہو جاتا ہے۔

جواب:۔(۷) عید کارڈ بھیجنا بہت پسند ہے اور میں نے تو اپنی دوستوں کے سارے عید کارڈ سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں میرے خیال میں یہ ایک خوب صورت روایت ہے لیکن مجھے لگتا ہے کہ اب یہ روایت دم توڑ رہی ہے۔ اب تو لوگ عید کے پیغامات زیادہ تر موبائل فون پر بھیجتے ہیں لیکن میں اب بھی اپنے دوستوں اور عزیزوں کو عید کارڈ بھیجتی ہوں جو مزہ عید کارڈ میں ہے وہ کسی اور میں کہاں۔

جواب:۔(۸) اب کی عید اور بچپن کی عید میں بہت فرق ہوتا ہے آپ کو تو پتا ہی ہے کہ کتنی آزادی اور بے فکری کی عید ہوتی ہے کسی بھی بات کی کوئی ٹینشن نہیں ہوتی بچپن میں صرف اور صرف اپنے جوتوں اور کپڑوں سے غرض ہوتی ہے۔ عید کا مزہ تو اب بھی آتا ہے مگر سو طرح کی پریشانیاں اور ٹینشن وغیرہ ہوتی ہیں لیکن عید کا اپنا ہی مزہ ہوتا ہے۔ میں 2013ء کی عید کو کبھی بھی نہیں بھلا سکتی جب اللہ نے مجھے ماشا جیسے رشتے سے ہمکنار کیا اور موسیٰ علی کی صورت میں مجھے چاند سا بیٹا دیا میری یادگار عید تھی وہ ان لمحوں کو میں کبھی بھی بھلا نہیں سکتی۔

آخر میں اتنا ہی کہنا چاہوں گی کہ روزہ صرف یہی نہیں کہ بھوکا رہ لیا تو روزہ ہوگیا بلکہ روزہ ہماری آنکھوں کا بھی ہوتا ہے زبان کا بھی ہوتا ہے کانوں کا بھی روزہ ہوتا ہے جسم کے ہر عضو کا روزہ ہے تو خدارا جھوٹ، غیبت، چوری، گالی گلوچ ان سب سے پرہیز کریں۔ سب سے اہم بات حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا بھی خیال رکھیں یہ رمضان آپ سب کے لیے رحمتوں برکتوں کو سمیٹنے کا مہینہ بنے آمین۔

سلمیٰ عنایت...... کھلا بٹ، ٹاؤن شپ

جی جناب آنچل ہاتھ میں آیا ورق گردانی کرتے کرتے میری نظر عید کے رنگ پر پڑی تو جی قلم اٹھا لیا کیوں نہ میں بھی اس سروے میں حصہ لوں تو جی سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں۔

جواب:۔(۱) افطاری تیار کرنا میری ذمہ داری ہے میں عصر کی نماز پڑھ کر افطاری کی تیاری شروع کرتی ہوں افطاری میں پکوڑے، چنا چاٹ، فروٹ چاٹ اور مشروب وغیرہ تیار کرتی ہوں میں سارے کام خوش اسلوبی سے کرتی ہوں اور میری عادت ہے کہ کام کے دوران میں، میں اپنی زبان کو درود ابراہیمی سے تر رکھتی ہوں۔

جواب:۔(۲) رمضان المبارک میں چونکہ زیادہ کام افطار اور سحری کے وقت ہوتا ہے جسے میں اچھے طریقے سے مکمل کر دیتی ہوں رمضان میں، میں رات کو نہیں سوتی بلکہ اپنے اللہ کے حضور کھڑی رہتی ہوں سحر تک۔ میں نماز تہجد ادا کرتی ہوں اور اسی کے ساتھ سحری تیار کرتی ہوں۔ فجر کی نماز کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرتی ہوں اور تھوڑی دیر کے لیے آرام کرتی ہوں اشراق کے وقت اٹھ کر پھر نماز، تلاوت قرآن پاک اور وظائف کرتی ہوں عصر تک یہی معمول رہتا ہے پھر افطاری کی تیاری کرتی ہوں۔

جواب:۔(۳) رمضان المبارک میں اپنا زیادہ تر وقت قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے گزارتی ہوں اور رمضان المبارک میں نماز تہجد کا اہتمام کرتی ہوں عام دنوں میں بھی نماز تہجد ادا کرتی ہوں مگر رمضان المبارک کی راتوں میں نماز تہجد کا اپنا ہی لطف ہے میری تمام قارئین بہنوں سے گزارش ہے کہ یہ مبارک مہینہ ہے اس میں خدا کا اپنے بندوں پر خاص کرم ہوتا ہے دیکھیں ہم سحری کے وقت اٹھتے ہیں طرح طرح کی ڈشیں تیار کرتے ہیں اگر ہم وضو کر کے دو یا چار رکعت نماز تہجد ادا کریں تو کیا فرق پڑتا ہے ہمارا اللہ ہم سے راضی ہوگا اور اپنا کرم فرمائے گا۔ میری بہنوں ہر رمضان کو ایسے گزارو جیسے یہ تمہارا آخری رمضان ہو پھر دیکھو کیسے عبادتوں میں سکون ملے گا کیسے زندگی سنور جائے گی اور ساتھ ہی رمضان کی مبارک گھڑیوں میں اپنے لیے میرے لیے اور تمام امت مسلمہ کے لیے دعا کریں۔

جواب:۔(۴) سچ میں عیدی لینے کا اپنا ہی مزہ ہوتا ہے میں اپنے والدین، چچا، ماموں، دادا، نانا، نانی سے عیدی لینا اپنا حق سمجھتی ہوں۔

جواب:۔(۵) چاند رات کے موقع پر میں اپنی امی کے ساتھ مل کر بہن بھائیوں کے عید کے کپڑے پریس کرتی ہوں اور دیگر کام نمٹاتی ہوں تو جناب اپنی تیاری یہ کرتی ہوں کہ مہندی لگاتی ہوں اور بہن کو بھی لگاتی ہوں امی کو لازمی مہندی لگاتی ہوں۔ میں تو چاند رات کو جاگتی رہتی ہوں مجھے تو خوشی سے نیند نہیں آتی۔

جواب:۔(۶) عید کے دن کا استقبال بہت خوشی سے کرتی ہوں کیونکہ یہ دن تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کے لیے قیمتی تحفہ ہے۔ جس پر خوش ہونا ہمارا فرض ہے تاکہ ہم اپنے رب کا شکر ادا کریں کہ اس نے یہ دن ہمیں عطا کیا میں خوشی کا اظہار کر کے عید کو خوش آمدید کہتی ہوں۔

جواب:۔(۷) بچپن میں ملنے والے عید کارڈ میں نے سنبھال کر رکھے ہیں کیونکہ یہ ایک حسین یادگار ہوتے ہیں میرے پاس میری سہیلی لائبہ حمید، عائشہ اور نایاب خان کے کارڈ موجود ہیں اس کے علاوہ میرے طیب ماموں کے دیے ہوئے کارڈ بھی میں نے سنبھال رکھے ہیں میں ہر عید کے موقع پر پرانے عید کارڈ کھول کر دیکھتی ہوں اور پرانی یادیں تازہ کرتی ہوں۔

جواب:۔(۸) بچپن کی عید میں اور موجودہ عید میں بہت فرق مجھے محسوس ہوتا ہے کیونکہ جب چھوٹے تھے تو جب 29 روزہ ہوتا تو انتظار رہتا کہ اللہ کرے چاند نظر آ جائے اور کل عید ہو ہم تو امی سے پوچھ پوچھ کر تھکتے تھے کہ امی عید کب آئے گی اس کے علاوہ جب امی کا کام مکمل نہ ہوتا تو امی کہتی کہ اللہ کرے 30 روزے ہوں تاکہ میرا کام مکمل ہو جائے مگر میں تو نفل پڑھتی اور دعائیں کرتی کہ اے اللہ آج آخری روزہ ہو ہمیں روزے نہ ہوں بلکہ 29 کے بعد عید ہو ہمیں عید کا شدت سے انتظار ہوتا تھا مگر آج کے دور میں بچوں میں وہ جوش و خروش ہی نہیں اور نہ ہی انتظار ہوتا ہے عید کا جیسے ہم لوگوں کو ہوتا تھا۔

میں سچ بتاؤں تو مجھے دونوں عیدیں بے حد پسند ہیں دونوں کے الگ الگ رنگ اور مزہ ہے۔ عید الفطر اور عید الاضحی دونوں خدا کی طرف سے مسلمانوں کے لیے بہترین تحفہ ہے اس لیے دونوں عیدوں پر خوشی کا اظہار کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

دلکش مریم...... چنیوٹ

جواب:۔(۱) کھانا ہماری والدہ خود بناتی ہیں مگر سحری میں چائے بنا کر پیش کرنا اور افطاری میں دسترخوان کو مختلف ڈشز سے سجانا میری ذمہ داری ہے۔

جواب:۔(۲) رمضان ہو یا عام دن کھانا ہمارا دوپہر سے پہلے ہی تیار ہو جاتا ہے ساتھ ہی گھر کے باقی کام بھی نمٹا لیتے ہیں یقین کیجیے ہم گیارہ بجے تک سارے کام بھی کر لیتے ہیں اور کھانا بھی تیار ہو جاتا ہے سو عبادت میں کوئی دشواری نہیں ہوتی اور رمضان میں تو ہر مسلمان کی خواہش و کوشش ہوتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ عبادت اور رمضان کی برکات سمیٹے۔

جواب:۔(۳) نماز کی پابندی تو ہوتی ہی ہے مگر میں رمضان میں تسبیحات کو معمول بناتی ہوں اور کثرت سے استغفار کرتی ہوں اور سب کے لیے اس پاک با برکت مہینے کے صدقے بخشش کی دعا کرتی ہوں۔

جواب:۔(۴) واقعی عیدی لینے کا اپنا ہی مزہ ہے مگر میں کچھ بھی مانگتے ہوئے شرم محسوس کرتی ہوں مگر پھر بھی اپنے ابو جی اور دادی جان سے عیدی وصول کرنا اپنا حق سمجھتی ہوں (وہ اس لیے کہ ابو جی بہت تنگ کر کے عیدی دیتے ہیں ہمارے پاس بھائی نہیں ہے سو ابو جی ہمیں بھائی کی کمی محسوس نہیں ہونے دیتے) آخر عید کی شام کو ہمیں ابو جی سے عیدی ملتی ہے وہ بھی ہماری مرضی کے مطابق یعنی جتنی ہم سسٹرز مانگیں۔

جواب:۔(۵) ہماری والدہ کام کے معاملے میں تھوڑی سخت ہیں سو ہر کام وقت پر ہو چکا ہوتا ہے اس لیے ہمیں اپنی تیاریوں میں دشواری نہیں ہوتی۔

جواب:۔(۶) عید بہت ہی خوشی کا دن ہوتا ہے سب سے پہلے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہوں پھر گھر والوں اور دوستوں کو عید کی مبارک باد دیتی ہوں۔

جواب:۔(۷) مجھے عید کارڈ بہت پسند ہیں اور میری خواہش ہوتی ہے کہ میری فرینڈز عید پر مجھے عید کارڈ لازمی دیں اور میں نے عید کارڈ سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں۔

جواب:۔(۸) بچپن کی عید میں بے فکری ہوتی تھی اور حالات بھی آج جیسے نہیں تھے۔ اب جو عید پر غریبوں کے چہروں پر فکر و پریشانی دیکھتی ہوں تو دل کرتا ہے کم از کم عید کے دن ہی سہی مگر ان کے چہروں سے فکر و پریشانی دور کر دوں۔

عیدیں آتی ہیں گزر جاتی ہیں
جس عید پر تم آئے مجھے وہی پسند ہے

(جاری ہے)

اقرا صغیر احمد
زیست کی شام سے پہلے
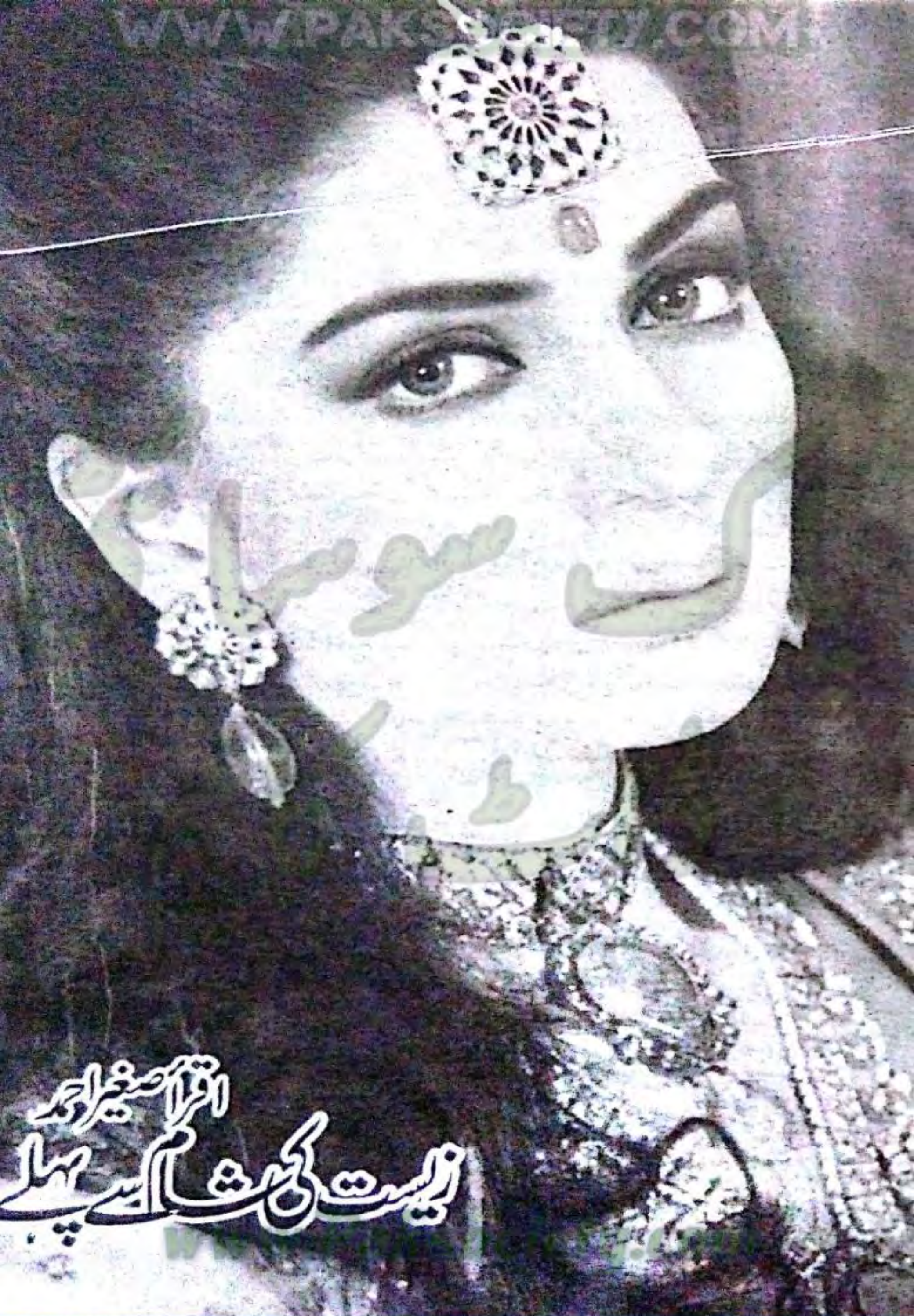
بارشوں کے موسم میں بارشیں تو ہوتی ہیں
دل میں بھیگ جانے کی خواہشیں تو ہوتی ہیں
وصل کے اجالوں کی اوڑھنی میں چھپ کر بھی
ہجر کے اندھیروں کی وحشتیں تو ہوتی ہیں

وہ سر پکڑے گومگو کی حالت میں بیٹھا سوچ رہا تھا رائمہ کی گمشدگی کے متعلق کہ وہ آخر کہاں غائب ہوگئی ہے۔ معاً اس کی سماعتوں میں کچھ آوازیں گونجیں چند لمحے کھڑا وہ سن گن لیتا رہا پھر اس کے قدم لان کے عقبی حصے کی طرف بڑھے۔ وہ اس کی پریشانی سے بے خبر کپڑے دھونے میں مصروف تھی۔

احد گہری سانس لے کر رہ گیا کچھ دیر قبل ہونے والی بے سکونی اطمینان میں بدلتی گئی، رائمہ اس کی آمد سے بے خبر کپڑے دھونے میں مگن تھی ٹب جھاگ سے بھرا ہوا تھا بیڈ شیٹ، کپڑے اور احد کی ٹی شرٹس اور ٹراوزر وغیرہ عارضی طور پر باندھی گئیں رسیوں پر سوکھ رہے تھے اس نے تنقیدی نگاہوں سے کپڑوں کو دیکھتے ہوئے رائمہ کو دیکھا وہ پانی سے شرابور نل کھولے دھپ دھپ کپڑے دھو رہی تھی احد کو متوجہ کرنے کے لیے کھنکارنا پڑا پر رائمہ اپنی سوچوں میں گم تھی کہ اس کی آواز پر ایک دم چونکی اور قریب رکھے گیلے دوپٹے کو سر پر ڈالتے ہوئے نل بند کرکے بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔

”یہ کیا کر رہی ہو، کس نے کہا تمہیں یہ سب کرنے کے لیے؟“ اس کا لہجہ سرد تھا۔

”کسی نے نہیں، کپڑے اتنے گندے ہو رہے تھے، اس لیے میں نے دھو دیئے۔“

”یہ کپڑے لانڈری جاتے ہیں گھر میں واش نہیں ہوتے مجید بابا کی غیر موجودگی کی وجہ سے کپڑے نہیں گئے لانڈری تم نے گھر میں دھو ڈالے۔“

”گھر میں کپڑے دھونا منع ہے کیا؟“ وہ اس کی طرف پشت کیے ہوئے گویا ہوئی تھی احد کا موڈ بری طرح خراب تھا۔

”سنو، تم یہاں مہمان ہو اور مہمان بن کر ہی رہو، مالکن بننے کے خواب مت دیکھو، ایسی باتوں سے میں انسپائر ہونے والا نہیں ہوں۔“ وہ ایک قطعی بے رحم و بے حس شخص تھا اپنے اظہار رائے کے سامنے وہ سامنے والے کی عزت واحساس کی قطعی پروا نہیں کرتا تھا۔

”میں آپ کو انسپائر کرنا بھی نہیں چاہتی احد صاحب، آپ نے مجھے پناہ دی اور اس پناہ کا حق میں ایسے معمولی معمولی کام کرکے ادا کرنا چاہتی ہوں تاکہ کل میرا ضمیر مجھے یہ طعنہ نہ دے کہ آپ کے احسانوں کا بدلہ نہ دے سکی۔“

”آئی ڈونٹ کیئر، میں ایسی چھوٹی موٹی باتوں کی پروا نہیں کیا کرتا ان فضولیات سے جان چھڑا کر آؤ میں تم سے کچھ اہم بات کرنا چاہتا ہوں۔“ وہ ہنوز اسی لہجے میں کہتا ہوا چلا گیا۔

وہ تیز تیز ہاتھ چلاتی سوچنے لگی کہ وہ کوئی پریشان کرنے والی ہی بات کرے گا۔

......☆☆☆......

کپڑوں سے فارغ ہونے کے بعد وہ ہاتھ لے کر چینج کرکے نم بالوں میں برش کرکے ہیئر بینڈ لگاتی اس کے کمرے کے پاس پہنچی تھی کہ وہ لنچ کرتا لاؤنج میں ہی مل گیا تھا۔ اس کی یہ عادت اچھی تھی کہ وہ مجید بابا کی غیر موجودگی میں اس سے زیادہ خود پر انحصار کرتا تھا ناشتہ، کھانا، چائے، کافی جس چیز کی اس کو ضرورت ہوتی وہ خود لے لیا

کرتا تھا۔ عموماً ایسا کم ہی ہوتا تھا کہ وہ کوشش کرتی تھی احد کو اپنی کوئی ضرورت کہنی نہ پڑے مجید بابا کی دی ہوئی ڈیوٹی وہ احسن طریقے سے نبھائے۔

"کیا بات ہے؟" وہ سر سے پھسلتے دوپٹے کو درست کرتی سنجیدگی سے گویا ہوئی احد دائیں طرف رکھے صوفے پر بیٹھ گیا تھا جبکہ رائمہ دروازے کے قریب رکھی چیئر پر بیٹھی تھی ان میں خاصا فاصلہ تھا احد نے اس کے آنے سے قبل تمام کھڑکیاں اور دونوں دروازے کھول دیے تھے مجید بابا کے جانے کے بعد اس نے بے حد محتاط رہنا شروع کردیا تھا وجہ رائمہ کی موجودگی تھی وہ نہیں چاہتا تھا اس کے کردار پر شک کا معمولی سا بھی دھبہ لگے۔ کاجل سے شادی کے انکار پر ڈیڈ نے کیا کیا الزام نہ لگائے وہ بے حد سنجیدگی سے اس سے مخاطب ہوا۔

"بات یہ ہے کہ میرے کولیگ کو عاشق علی نے کال کی تھی اور......!"

اس نے وڈیرے اور مبشر کے درمیان ہونے والی گفتگو اور اپنے اور مبشر کی گفتگو اس کو حرف بہ حرف سنادی اس دوران اس کی نگاہیں گاہے بگاہے اس کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ لیمن کلر کی کرتی اور دوپٹے پر وہائٹ کڑھائی تھی اور وہائٹ ٹراؤزر میں دوپٹے کو سلیقے سے اوڑھے اس کا سادہ چہرہ پاکیزگی کے نور سے چمک رہا تھا۔ وہ گم صم و خاموش تھی۔ چہرے پر عجیب سے رنگ پھیل رہے تھے احد نے طویل خاموشی پر نگاہ اٹھا کر دیکھا اور اس کا دل ان کہی کیفیت کا شکار ہوگیا تھا۔

"کیا یہ لڑکی اس وڈیرے کی منکوحہ ہوسکتی ہے اس کے چہرے پر ایک خاص سادگی اور نکھار ہے جو ان چھوئی کلیوں کی زینت ہوتا ہے۔"

"اس طرح چپ رہنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا مجھے کیا کرنا ہے یہ جواب دو؟" قبل اس کے کہ نگاہ پھسلتی ہی چلی جاتی اس نے نگاہوں کے احترام کو برقرار رکھا۔

"میں کیا جواب دوں اب آپ فیصلہ کرچکے تو میرے انکار و اقرار کی کوئی گنجائش کہاں رہتی ہے۔" اس کی لرزتی آواز میں آنسوؤں کی نمی پنہاں تھی۔

"کیا مقصد ہوا اس بات کا میں سمجھا نہیں۔"

"میں نے یہاں آتے ہی بابا کو ہر بات بتادی تھی اور یقیناً انہوں نے بھی آپ سے کوئی بات نہ چھپائی ہوگی۔ سب جان کر بھی آپ انجان بن رہے ہیں تو پھر میں کس طرح سے آپ کو اس بات کا یقین دلاسکتی ہوں کہ میرا اس خبیث شخص سے کوئی تعلق نہیں تھا وہ جھوٹ کہہ رہا ہے۔" اس کے وجیہہ چہرے پر گہری سنجیدگی تھی وہ اس کی ایک ایک بات بغور سن رہا تھا لیکن چہرہ سپاٹ اور انداز میں بے نیازی و بے پروائی نمایاں تھی۔

"مگر میں تمہاری بات پر کس طرح یقین کروں کیا ثبوت ہے تمہارے پاس۔ جس سے تم ثابت کرسکو کہ جو تم کہہ رہی ہو وہ سچ ہے۔"

"آپ عاشق کی بات پر یقین کرچکے ہیں کیونکہ اس میں آپ کا مفاد ہے آپ کی جاب کی سلامتی کی بات ہے اس لیے آپ میری بات پر یقین کرکے بھی یقین نہیں کریں گے آپ اس کا مطالبہ ماننے کا فیصلہ کرچکے ہیں میں بھی اب آپ سے یقین کی بھیک نہیں مانگوں گی مگر یہ بات میری یاد رکھیے گا وہ جھوٹا اور فریبی شخص ہے میرے حصول کے لیے جو اس نے وعدہ کیا ہے وہ کبھی بھی وعدہ وفا نہیں کرتا یہ اس کی سرشت میں شامل ہے۔" وہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔

اس نے ایزی ہوکر بیٹھتے ہوئے اس کے لہراتے آنچل کو دور تک دیکھا تھا۔

❀......❀......❀

انگیجمنٹ کے انویٹیشن کارڈ دیکھتے ہوئے شاہ رخ صاحب دوسری کرسی پر بیٹھے ان کے لیے چائے بناتے ہوئے مجید بابا سے ان کا حال احوال دریافت کررہے تھے۔ ان کے خوش گوار موڈ کو دیکھتے ہوئے وہ مودبانہ لہجے میں گویا ہوئے۔

"شاہ رخ بیٹے اگر برا نہ مانیں آپ تو کچھ پوچھنے کی جسارت کرسکتا ہوں۔"

"ارے آپ کو کب سے ضرورت پڑنے لگی بابا بات کرنے کے لیے اجازت کی، آپ ملازم نہیں اس گھر کے فرد ہیں جو پوچھنا ہے بلا اجازت پوچھیں۔"

"بہت شکریہ بیٹا آپ لوگوں کی اس بے لوث محبت نے ہی مجھے کبھی یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ میں لاوارث و بے سہارا ہوں اپنوں کی محبتیں بہت قیمتی اور انمول ہوتی ہیں چھوٹا منہ بڑی بات ہوگی بیٹا۔" وہ کہتے ہوئے ہچکچا رہے تھے۔

"آپ دل بڑا کرلیں احد بیٹے کو معاف کردیں آپ تو جانتے ہیں اچھی طرح ان بہن بھائی میں کتنی محبت ہے یہاں میں مونا بیٹی اور بہو بیگم کا چہرہ اترا دیکھ رہا ہوں ادھر احد بیٹے کا بھی یہی حال ہے وہ بھی مضطرب وملول ہیں۔"

"آپ کی بات بالکل درست ہے بابا، جس طرح ان دونوں کو ایک دوسرے سے بے انتہا محبت ہے اس سے کہیں زیادہ مجھے اپنے بھائی سے محبت ہے اسی محبت کو مزید جوڑنے کے لیے میں نے کاجل کو بہو بنانا چاہا تھا کاجل کو اپنانے سے انکار نے ہماری محبتوں کے چمن کو خاک کردیا ہم لوگوں کی جگ ہنسائی کا باعث بنے میرے بھائی کی روح کو تکلیف پہنچی ہوگی میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گا وہ اسی طرح گھر کی خوشیوں کو ترسے گا تا قیامت۔" ان کا پتھر دل نرم نہیں ہوا تھا ان کا قطعیت بھرا لہجہ کہہ رہا تھا وہ کسی صورت احد کو معاف کرنے والے نہیں۔ وہ جائے دے کر وہاں سے اندر کمرے میں آگئے جہاں رابعہ بیگم اور مونا ان کا انتظار کررہی تھیں۔

"کیا ہوا بابا بات نہیں بنی کیا؟" رابعہ نے بجھے لہجے میں پوچھا۔

"اللہ مالک ہے، بہو بیگم، صاحب بچپن سے ہی اپنے منوانے کے عادی رہے ہیں۔ کبھی ان کی بات سے کسی نے انکار کی جرأت نہ کی، پہلی بار ان کے کسی حکم سے انحراف کرنے کی ہمت چھوٹے صاحب نے کر دکھائی ہے وہ ان کی اس گستاخی کو کسی طور معاف کرنے کو تیار نہیں۔"

"ممّا، بھائی کو کس طرح معافی ملے گی، ان کے بغیر ہر خوشی ادھوری ہے۔" مونا رابعہ سے لپٹ کر رونے لگی وہ بھی آنسوؤں پر اپنا اختیار کھو بیٹھی۔

"اللہ سے دعا کرو، اللہ ہی تمہارے پپا کے دل میں رحم ڈالیں گے ورنہ وہ ضد میں بیٹے کو نہ کھودیں۔ احد بھی ضد میں ان کا ثانی ہے۔"

❀......❀......❀

رامین پھولوں کی باڑھ کے پیچھے کھڑی شاہ رخ اور مجید بابا کی تمام گفتگو سن چکی تھیں۔ احد کے مطابق ان کے جذبات نے ان کے انتقام کے جلتے الاؤ میں کچھ ٹھنڈک ڈالی تھی یہ ان کی لگائی ہوئی آگ ہی تھی جوان باپ بیٹے کے تعلق کو جلا رہی تھی یہ آگ سرد نہ پڑ جائے اس خوف سے وہ وقتاً فوقتاً تیل چھڑکتی رہتی تھیں انہوں نے دیکھا بابا کے جانے کے بعد وہ کسی گہری سوچ میں گم ہوگئے ہیں شاید۔ بیٹے کی یاد میں محو تھے۔ وہ خاصی افسردہ سی وہاں آکر گویا ہوئیں۔

"کارڈ لکھ رہے ہیں بھائی صاحب لائیے میں کوئی ہیلپ کرادوں آپ کی؟"

"لکھ لیے ہیں تمام کارڈ صرف یہ چند ایک رہ گئے ہیں، جو نام یاد نہیں ہیں یاد آنے پر لکھ دیے جائیں گے ویسے میں نے تقریباً سب کو ہی یاد رکھا ہے۔" رامین کو دیکھ کر ان کے لہجے میں شفقت در آئی تھی۔

"ارے..... آپ نے سب کو یاد رکھا ہے پھر چاندآپا کا کارڈ کہاں ہے؟" وہ کارڈ دیکھتے ہوئے حیرانی سے کہہ رہی تھیں ان کے چہرے پر سایہ سا لہرایا تھا۔

"مجھے یاد نہیں رہا پھر وہ یہاں رہتی کہاں ہے؟" ان کی آواز بے حد دھیمی تھی۔

"بھائی صاحب مجھ سے مت چھپائیں جن کو دل سے چاہا جائے وہ کب بھلائے جاتے ہیں آپ بھی چاندآپا کو نہیں بھولے ہوں گے یہ میں جانتی ہوں لیجیے یہ کارڈ میں نے لکھ دیا ہے آپ خود جا کر دیجیے گا وہ کراچی آگئی ہیں۔" وہ کارڈ پر نام لکھ کر ان کو پکڑاتی ہوئی مسکرا کر گویا ہوئیں۔

"رامین بیٹا میں عمر کے اس دور سے نکل آیا ہوں جب ایسی باتیں زندگی کا حاصل ہوا کرتی تھیں اب میں بھی دو

جوان بچوں کا باپ ہوں اور وہ بھی میرڈ ہے ہمارے درمیان ایسا کوئی رشتہ نہیں جو کبھی کم عمری میں ہوا کرتا تھا۔"

"میں جانتی ہوں، لیکن بھائی صاحب دل پر کس کا زور چلتا ہے مگر اس میں جو ایک بار قابض ہو گیا وہ پھر قابض ہی رہتا ہے۔ اب کاجل کو ہی دیکھ لیں آپ، خاموشی سے احد سے محبت کرتی آ رہی تھی نا معلوم کب سے، وہ ٹھوکر مار کر اسے بے دردی سے چلا گیا اور وہ کانچ کی طرح ریزہ ریزہ ہو گئی۔" ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے شاہ رخ کے دل میں بیٹے کے لیے از سر نو غصہ امڈنے لگا امین لمحے بھر میں ماضی کی حسین دنیا سے حال کی بدصورت دنیا میں لے آئی تھیں۔

"کئی مرتبہ منیر طعنے دے چکے ہیں کہ کاجل کو کہ گھر میں جوان و خوبرو لڑکے کے ہوتے ہوئے اس کی شادی باہر کیوں کی گئی، ضرور اس میں کوئی عیب ہے۔"

"میں خود سمجھاؤں گا اسے، منیر سمجھدار بچہ ہے کاجل ہیرا ہے ہیرا۔"

"احد کی ٹھوکر نے اسے پتھر بنا دیا ہے بے وقعت ہو کر رہ گئی میری کاجل۔" وہ سسکنے لگی تھیں۔

"غم مت کرو، اسے سزا میں نے دے دی ہے وہ اس گھر میں کبھی نہیں آسکے گا۔ ہمیشہ کے لیے گھر سے اور جائیداد سے بے دخل کر دیا ہے میں نے۔"

"احد کو کیا فرق پڑے گا اس سے آپ سے وہ محبت کرتا نہیں ہے بھابی اور مونا میں جان ہے اس کی تو وہ ان کو وہاں پر بلواتا رہتا ہے اور سچ پوچھیں تو بھائی صاحب احد کے کردار پر مجھے بھروسہ نہیں ہے۔" وہ لہجہ دبا کر گویا ہوئیں۔

"خوبرو جوان ہے پیسے کی کمی اس کو ہرگز نہیں ہے شہر سے دور جنگل میں وہ رہا ہے آزاد خود مختار کسی کا ڈر و خوف نہیں ہے ایسے میں شیطان ورغلاتا ہے میری بات مانیں بھائی صاحب اسے بے لگام مت چھوڑیں نگاہ رکھیں اس پر۔"

"میں نے کہا نہ میری بلا سے وہ کہیں بھی منہ کالا کرتا پھرے مجھے پروا نہیں ہے۔" وہ کارڈ سمیٹتے ہوئے بے پروا لہجے میں کہہ رہے تھے۔

"کیسی باتیں کرتے ہیں آپ بھی، وہ منہ کالا کرے گا تو سیاہی ہمارے چہروں پر آئے گی۔ آپ لاکھ بے دخل کر دیں گے احد کو مگر ہمارے خاندان کا وارث وہ ہی رہے گا اکلوتا وارث سمجھ رہے ہیں ناں آپ۔"

❀.....❀.....❀

وڈیرے عاشق علی سے بات ہوئی تو اس نے ملاقات کے لیے اسے تنہا ہی بلایا تھا مبشر اور دیگر ساتھیوں نے اس کے تنہا جانے پر خاصی مخالفت کی تھی وڈیرے کے مطابق ان کے پاس مکمل معلومات تھیں۔ اس کے ظلم و عیاشیوں کے چرچے دور دور تک پھیلے ہوئے تھے یہاں معاملہ بھی ایک ایسی لڑکی کا تھا جو شادی کی رات بھاگ گئی تھی پھر اس کو احد کے ساتھ دیکھا گیا تھا۔

"وہ لڑکی سچ کہہ رہی ہو گی کہ ڈیرہ جھوٹ کہہ رہا ہے وہ اس کی منکوحہ نہیں ہے وہ اس کے نشئی باپ کو پیسے دے کر اسے خریدنا چاہتا تھا وہ کسی نہ کسی طرح اس کی گرفت میں آنے سے پہلے ہی نکل گئی تھی اور ایک ڈرامائی انداز میں تم تک پہنچ گئی تھی لیکن وہ تمہیں اپنا رقیب سمجھ بیٹھا ہے۔"

"اچھا پھر میں چوڑیاں پہن کر گھر میں بیٹھ جاؤں۔" اس نے اکھڑے لہجے میں کہا۔

"ہر وقت تمہاری ناک پر غصہ رہتا ہے بات سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے ہو اس جیسے لوگ اپنی زمین اور عورت کسی کو نہیں دیتے ہیں خواہ لاشوں کے ڈھیر کیوں نہ لگانے پڑ جائیں وہ بھی اپنی ضد سے باز نہیں آئے گا۔"

ان کے اتنا سمجھانے کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ وہ تنہا ہی گیا تھا مگر وہ تینوں کولیگ ہی نہیں دوست بھی تھے وہ بھی دوسری گاڑی میں اس کے پیچھے آئے تھے اور باہر ہی رک گئے تھے وڈیرے کی وسیع اوطاق روایتی انداز میں سجی ہوئی تھی جس میں ثقافتی رنگ ہر شے میں نمایاں تھے۔

وڈیرہ اس کے آنے کے چند منٹ بعد آ گیا تھا وائٹ کاٹن کے کڑکڑاتے سوٹ میں گردن اکڑائے متکبرانہ چال چلتا ہوا اندر آیا تھا ساتھ دو ملازم بھی تھے جو ہاتھ جوڑے اس کے پیچھے چل رہے تھے وہ احد کے مقابل بیٹھا تھا ٹانگ پر

ٹانگ رکھ کر اس کی چھوٹی چھوٹی گدلی آنکھوں میں غصہ و کینہ تھا وہ اطمینان سے بیٹھے احد کا جائزہ بڑی گہری نگاہوں سے لے رہا تھا۔

اونچا لمبا قد...... سرخ و سپید رنگت...... روشن پیشانی و پروقار و بارعب سراپا ظاہر کر رہا تھا کہ وہ کسی اعلیٰ فیملی سے تعلق رکھتا ہے وہ دل ہی دل میں اپنا اور اس کا موازنہ کرتا ہوا سوچ رہا تھا۔

''ہوں یہ بھگا کر لے گیا ہے رائمہ کو یہ فاریسٹ آفیسر جو اکثر رات کی تاریکیوں میں جنگل میں ہونے والی چوریوں کے سلسلے میں چھاپے مارنے آتا رہتا تھا۔ مجھے پتا ہی نہ چلا کب اس نے رائمہ سے چکر چلایا اور بھگا کر لے گیا سالہ۔''

''اگر آپ میرا جائزہ لے چکے ہوں تو ہم بات شروع کریں مجھے دیر ہو رہی ہے۔'' احد اس کی نگاہوں کی چبھن شدت سے محسوس کر رہا تھا۔

''ایسی بھی کیا جلدی ہے سائیں ابھی تو آئے ہو آپ، ابھی تو مہمان نوازی بھی نہیں کی ہے۔ بہت سی باتیں کرنی ہے آپ سے۔'' اس کے لہجے میں تحتی و درشتی بے حد نمایاں تھی وہ مسلسل اسے گھور رہا تھا۔

''عاشق علی صاحب آپ ٹو دا پوائنٹ بات کیجیے' میں رائمہ کے بدلے اکبر خان کو مانگ رہا ہوں آپ کی بھی ڈیمانڈ یہی تھی آپ بتائیں کہ چیچ کہاں کرنا ہے؟'' وہ سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھ کر گویا ہوا اس کی شفاف و روشن آنکھوں میں ایسا کچھ تھا کہ وڈیرہ گڑبڑا کر نگاہیں اِدھر اُدھر کرنے لگا۔

''آفیسر صاحب بات کچھ ایسی ہے کہ رائمہ میری بیوی ہے بیوی کا مطلب سمجھتے ہو نا تم آفیسر عزت، شملہ وہ ہمارے شملے میں لگا وہ موتی ہے جس کے بغیر ہر شملہ بے قدر ہو گیا ہے وہ وہاں موجود ملازموں کو جانے کا اشارہ کرتا ہوا کہہ رہا تھا۔

''میں جھوٹا برتن استعمال نہیں کرتا اور نہ کسی کی اترن ... نے پہنی ہے مگر یہاں معاملہ میری عزت کا میری گاؤں کی عزت کا ہے تمہارا جھوٹا مجھے مجبوراً کھانا پڑے گا۔ تمہاری اترن پہننی پڑے گی دل نہ چاہتے ہوئے بھی۔'' اس کی آنکھوں میں نفرت تھی لہجے میں قہر تھا اگر ممکن ہوتا تو احد کو کچا چبا جاتا اس کی وجاہت و کم عمری اور باوقار شخصیت نے اس کی رقابت کو بڑھا دیا تھا وہ چشم تصور میں رائمہ کو اس کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔

''یہ کیا بکواس کر رہے ہیں آپ' میں آپ سے بے ہودہ گفتگو کرنے نہیں آیا۔'' وہ سخت لہجے میں اس سے مخاطب ہوا۔

''سچ بات پر بندہ اسی طرح بھڑک اٹھتا ہے بابا' اس لڑکی کو تم کس نیت سے بھگا کر لے گئے تھے کس رشتے سے تمہارے ساتھ رہ رہی ہے وہ، ایک جوان و خوب صورت لڑکی کو کیا تم نے چھوا نہیں ہوگا کیا تم نے اسے اپنے پاس بہن بنا کر رکھا ہوا ہے سائیں؟'' وہ تابڑتوڑ حملے کر رہا تھا۔

اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا اس طرح اسے بھی کسی کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ بے گناہ و بے خطا ہوتے ہوئے اپنی بے گناہی ثابت کرنی پڑے گی۔

''ہاں بولو اب چپ کیوں ہو بابا ایک چھوکرے اور چھوکری کے بغیر نکاح کے ساتھ رہنے کا مطلب کیا ہوتا ہے؟'' اس کے لفظ انگاروں کی مانند تھے۔

''اس کا مطلب ایک بے بس و مجبور کو سہارا دینا ہوتا ہے کسی مظلوم لڑکی کو ایک شیطان کے شر سے پناہ دینا ہوتا ہے۔'' وہ بھی اسی لہجے میں بولا۔

''اچھا تم فرشتے ہو آدمی نہیں ہو یہ مطلب ہے تمہارا؟''

''میں آدمی ہی ہوں مگر تم جیسی ہوس پرستی پر لعنت بھیجتا ہوں۔ تم جیسے گھٹیا لوگوں کے لیے عورت صرف ایک جنس ہوتی ہے فقط ایک جسم۔ جس کو حاصل کرنے کے لیے تم دم ہلاتے پھرتے ہو جو بدقسمتی سے تمہارے ہاتھ آ جائے تو تم اس کی ہڈیاں تک چبا ڈالتے ہو اور جو نہ ہاتھ آئے تو اسی طرح اپنی شکست اور کمزوری کو چھپاتے ہوئے دوسرے کو الزام دیتے ہو۔''

''اوئے آفیسر زبان سنبھال کر بات کر میری چھت کے نیچے مجھے ہی کتا کہہ رہا ہے تو۔'' وہ ایک دم ہی چیختا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

''تو بھی اپنی زبان کو قابو میں رکھ ورنہ تیری چھت کے نیچے ہی اس زبان کو تیرے گلے میں ٹائی بنا کر لٹکا دوں گا۔'' وہ ذرا بھی مرعوب نہ ہوا تھا۔

''جو لوگ عورت کی عزت نہیں کرتے میں ان کی عزت نہیں کرتا۔ ماں، بہن، بیٹی اور بیوی عورت سے جڑا ہر رشتہ قابل احترام و توقیر ہے مگر تم جیسے نفس کے غلام ان باتوں و جذبوں کو اہمیت کہاں دیتے ہیں۔''

''دیکھو آفیسر یہ کتابی باتیں صرف کتابوں میں ہی اچھی لگتی ہیں اور مجھے کبھی بھی کتابوں سے رغبت نہیں رہی میں نے سوچا تم سیدھے طریقے سے میری بات مان جاؤ گے اور اس لڑکی کو میرے حوالے کردو گے مگر تم میری سوچوں کے برعکس ٹیڑھے ثابت ہوئے ہو، میں ابھی بھی تمہیں آخری موقع دینا چاہتا ہوں یہاں سے جاکر رائمہ کو گیسٹ ہاؤس کے باہر بھیج دو، کہو تو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں میں لے آؤں گا اسے۔'' اس نے لہجہ بدلتے ہوئے بڑے مفاہمت بھرے انداز میں کہا۔

''تم اسے کس رشتے سے لے کر آؤ گے، میری طرح تم بھی اس سے کوئی رشتہ نہیں رکھتے ہو، مجھے معلوم ہے نہ وہ تمہاری منکوحہ ہے اور نہ بیوی۔'' اس کی بات پر اس نے خونخوار نظروں سے احد کو دیکھا اور غرا کر بولا۔

''رات تک وہ لڑکی یہاں نہ پہنچی تو تم دیکھنا کل سارا گاؤں گیسٹ ہاؤس کے باہر ہوگا لوگ تمہاری نہیں میری بات پر یقین کریں گے تمہاری طرح وہ مجھ سے شادی ہونے کا ثبوت نہیں مانگیں گے میرے ایک اشارے پر گیسٹ ہاؤس کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے اور تم دونوں کو کاری کر کے مار ڈالیں گے۔''

''بہت زعم ہے تمہیں اپنی بدمعاشی و طاقت پر۔''

''ہاں ابھی بھی تم سے زیادہ طاقت ہے میرے اندر تم جیسے ہزاروں کو پچھاڑ سکتا ہوں چاہو تو مقابلہ کرلو مجھ سے۔'' وہ بے ضمیر و سطحی سوچ رکھنے والا ادھیڑ عمر شخص تھا۔

''تم جیسے شخص کے ساتھ مقابلہ کر کے مجھے کیا کرنا ہے۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''فیصلہ ہوجائے گا جو جیتے گا رائمہ اس کی ہوگی۔'' پھر ہنس کو گویا ہوا۔

''جیت ہار کیا معنی رکھتی ہے وہ ہے ہی میری اس کے لیے مقابلے کی ضرورت نہیں ہے تم جاؤ اور اسے لے کر آؤ ورنہ وہ تو میرے پاس ہوگی مگر تم زندہ نہیں رہو گے زندہ رہنا چاہتے ہو تو وہ کرو جو کہہ رہا ہوں۔''

''تم کچھ بھی کرلو رائمہ کی تم پرچھائیں بھی حاصل نہ کرسکو گے یہ میرا وعدہ ہے ایک مرد کا وعدہ کیونکہ بات اب مردانگی کی آگئی ہے۔'' ایک لاحاصل بحث کو سمیٹتے ہوئے وہ وڈیرے کی غیض و غضب سے باہر نکلی ہوئی آنکھوں میں دیکھتا ہوا چیلنج کرتا گویا ہوا۔

''مجھ سے دشمنی تم کو بڑی مہنگی پڑے گی احد سائیں! شاید تم مجھ سے ابھی اچھی طرح واقف نہیں ہوا گر میں چاہوں تو میرے آدمی میرے ایک اشارے پر تمہیں مار کر حویلی میں کہیں بھی دفن کردیں گے یا یہاں سے جانے کی آرزو لیے زندہ درگور کردیے جاؤ گے۔'' اس کے لہجے میں رعونت تھی۔

''تم مجھے موت سے نہیں ڈرا سکتے یہ میرا ایمان ہے جو رات قبر کے اندر آنی ہے وہ زمین کے اوپر نہیں آسکتی ہے تم یا تمہارا کوئی غلام میرا راستہ نہیں روک سکتا۔'' وہ اطمینان سے کہہ کر آگے بڑھ گیا اور وڈیرہ مٹھیاں بھینچ کر اسے گھورتا رہا کیونکہ وہ جانتا تھا باہر اس کے ساتھی موجود ہیں۔

''میری بات یاد رکھنا آفیسر تمہارے پاس فیصلہ کرنے کے لیے وقت بہت کم ہے میں تمہیں صبح تک مہلت دے رہا ہوں رائمہ یہاں نہ آئی تو۔۔۔۔'' وہ بولتا رہا احد بے نیازی سے وہاں سے نکل گیا۔

❁ ❁ ❁

رات سوتے جاگتے خوف و تفکرات میں ہی گزر رہی تھی جب بھی آنکھ لگتی وڈیرہ کا مکروہ چہرہ نگاہوں میں گھومنے لگ

تھا وہ اسے اپنے اردگرد ہی کسی سانپ کی مانند پھنکارتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

احد سے وہ کسی خیر کی امید نہیں رکھتی تھی کہ کل رات تک اس کا رویہ بڑا روڈ تھا کوئی نرمی ودرگزر وہ کرنا جانتا نہیں تھا یا صرف اس کے لیے ہی دل میں گداز پن نہ تھا وہ پہلے دن سے اس سے بدمزاجی اکھڑپن وسرد مہری سے پیش آتا تھا، اس کی پہلی کوشش یہ ہی تھی کہ وہ کسی طرح یہاں سے چلی جائے اور اب قدرت اسے موقع فراہم کررہی تھی بہت بہترین موقع تھا اس سے جان چھڑانے کا جو اس کے لیے گنوانا مشکل تھا۔ وہ صبح ہی چلا گیا تھا بغیر ناشتہ کیے اور ناشتہ وہ بھی نہ کرسکی تھی فقط آدھا کپ چائے پی تھی وقت گزارنے کے ساتھ ساتھ بے کلی ووحشت بڑھتی جارہی تھی وہ سوچ رہی تھی اس کی بھی کیا قسمت ہے کل اس کا باپ اس کا سودا کرچکا تھا پیسہ حاصل کرنے کے لیے اور آج احد اپنی جاب کی خاطر اسے عاشق علی کو سونپنے کو تیار تھا۔ کل ماں نے اپنی جان دے کر اس کی آبرو بچالی تھی۔ آج کون اسے بچائے گا؟ ان سوچوں میں الجھی دوپہر ہوگئی تھی اور جب وہ ظہر کی نماز ادا کرنے اٹھی تو فیصلہ دل میں کرچکی تھی آبرو سے زیادہ زندگی قیمتی نہ تھی۔

شام تک وہ آیا تو ہاتھوں میں کھانے کے کئی شاپر تھے وہ اس کو دے کر بولا۔

"مجھے اندازہ ہے تم نے رات سے اب تک کچھ نہیں کھایا ہے کھانا لگاؤ میں فریش ہوکر آتا ہوں سخت بھوک لگی ہے۔" وہ اس کی سوالیہ نگاہوں کو نظر انداز کرکے گویا ہوا پھر تیز تیز قدموں سے اپنے روم کی طرف بڑھ گیا۔

وہ کئی لمحوں تک شاپر ہاتھوں میں تھامے گم صم سی کھڑی رہی مگر احد کے چہرے پر غیر معمولی سنجیدگی تھی اس کا سہا ہوا دل مزید سہم کر رہ گیا۔ اسے لگا کچھ گڑبڑ ہونے والی ہے اس کا انداز بہت عجیب سا لگا تھا اسے پندرہ منٹ بعد نکھرا نکھرا وہ کھانے کے لیے بیٹھ رہا تھا چکن بریانی، کباب، مٹن اسٹو، سلاد، رائتہ، نان اور چپاتی ٹیبل پر سجی ہوئی تھی وہ پلیٹ اٹھاتا کچھ فاصلے پر کھڑی اضطرابی انداز میں ہاتھوں کو مسلتی رائمہ کو دیکھ کر بولا۔

"وہاں کیوں کھڑی ہو کھانا کھاؤ آکر ٹھنڈا ہو رہا ہے۔"

"میں آپ کے ساتھ نہیں کھاؤں گی آپ کھالیں میں بعد میں کھالوں گی۔"

"میرے ساتھ کیوں نہیں کھاؤ گی میں کسی دائمی بیماری میں مبتلا ہوں؟" حسب عادت وہ سرد وخشک لہجے میں استفسار کرنے لگا۔

"میرا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے میں اپنی اوقات جانتی ہوں پلیز آپ کھائیں میں آپ کے لیے کافی بنا کر لاتی ہوں تب تک۔" وہ ہوا کے جھونکے کی مانند سرعت سے وہاں سے نکل گئی تھی وہ بھی اس وقت کئی الجھنوں کا شکار تھا کئی فیصلے اس کو جلدی اور سوچ سمجھ کر کرنے تھے عاشق علی اور اس کے مابین زبردست جنگ چھڑ گئی تھی کل تک وہ جس لڑکی سے چڑتا رہا تھا آج وہ ہی اس کی مردانہ وقار کا مسئلہ بن گئی تھی اب عاشق علی اس کی پرچھائیں بھی نہیں دیکھ سکتا تھا کہ وہ اس کی خودداری وعزت نفس کا سوال تھا۔ رائمہ کافی بنا کر لائی تو وہ کھانا کھا چکا تھا سب کھانا جوں کا توں رکھا تھا بھوک شاید اسے بھی نہ تھی چند لقمے لے کر اٹھ گیا تھا۔

ابھی رائمہ کافی لے کر اس تک بڑھی تھی فضا فائرنگ سے گونج اٹھی فائرنگ اتنی شدید اور اچانک ہوئی تھی کہ در و دیوار لرز اٹھے تھے۔

......☆☆☆......

منگنی کی تقریب بہت دھوم دھام سے جاری تھی شہر کے اعلیٰ ہوٹل میں رنگوں، خوشبوؤں اور قہقہوں کے طوفان امڈ آئے تھے۔ شاہ رخ صاحب کا شمار ملک کے بڑے صنعت کاروں میں ہوتا تھا وہ سماجی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور اعلیٰ کارکردگی کی بنا پر الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا تک ان کی رسائی تھی وہ شہر میں مشہور ومعروف تھے۔ تقریب میں اعلیٰ طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگ نمایاں تھے۔ حماد بزنس مین تھا جاذب نظر خوش اخلاق وسلجھا ہوا نوجوان تھا اس وقت بلیک تھری پیس سوٹ میں وہ اور مونا سب کی نگاہوں کا مرکز تھے باٹل گرین اور پرپل کلرز کنٹراسٹ جھلملاتے سوٹ میں

وہ میک اپ وجیولری میں حسین لگ رہی تھی مجید بابا کئی بار اس کی بلائیں لے چکے تھے وہ دیکھ رہے تھے اس خوشی کے موقع پر بھی مونا کی آنکھوں میں ایک نمی تھی اور ایسی ہی نمی رابعہ بیگم کی آنکھوں میں بھی تھی مہمانوں سے علیک سلیک کرتے ہوئے ان کی نگاہیں گاہے بگاہے داخلی دروازے کی طرف اٹھتی تھیں کہ شاید احد آ کر سرپرائز دے اس پر گھر کے دروازے بند کیے گئے تھے وہ یہاں آ سکتا تھا یہ گھر کی دہلیز نہیں ہوٹل تھا۔ کھانا شروع ہوا تو سب کھانے میں مشغول ہوگئے تھے رابعہ موقع غنیمت جان کر مجید بابا کے قریب آ کر رنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"وہ اتنا کٹھور بن گیا ہے کہ لاڈلی بہن کے آگے اس نے اپنی "انا" کو فوقیت دی۔ میں سوچ رہی تھی وہ چند لمحوں کے لیے مگر آئے گا ضرور۔"

"میں بھی انتظار کررہا ہوں بہو بیگم یقین تو مجھے بھی تھا احد میاں کے آنے کا لیکن اب ٹائم کہاں رہا ہے ان کے آنے کا پھر نا معلوم کیا بات ہے وہ فون بھی نہیں اٹھا رہے وہ بار بار صبح سے فون کرکے تقریب کے متعلق پوچھ رہے تھے۔" بات کرتے ہوئے ان کے لہجے میں فکرمندی عود کر آئی تھی۔

"یہ بات تو آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں مجید بابا دوپہر تک میرے اور مونا کے موبائل پر بھی وہ رابطے میں تھے اب موبائل آف جارہا ہے احد کا نہ معلوم کیا ہوا ہے؟ خدا کرے وہ خیریت سے ہو؟" وہ ایک دم بے چین ہو کر گویا ہوئیں۔

"خود کو سنبھالیے بہو بیگم ایسی کوئی بات نہیں ہوگی، وہ ٹھیک ہوں گے دراصل احد میاں کو فون چارج کرنے کی عادت نہیں ہے میں ہی یہ کام کرتا تھا اب بھی یقیناً بیٹری ختم ہوگئی ہوگی اس لیے فون نہیں کررہے ہیں۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو مجید بابا میرا دل تو آج صبح سے ہی گھبرا رہا ہے آپ دیکھ رہے ہیں لوگ کس طرح بن بن کر احد کی غیر موجودگی کے متعلق پوچھ رہے ہیں حالانکہ رشتے دار تو سب ہی کچھ جانتے ہیں پھر بھی کیا کریں کہ لوگوں کو دوسروں کے زخموں پر نمک چھڑکنے میں مزا آتا ہے۔"

"بابا کولڈ ڈرنک لا کر دو مجھے۔" رامین جو رشتے داروں میں بیٹھی باتیں کرتے ہوئے ان کو گفتگو کرتے دیکھ رہی تھیں وہاں آتے ہوئے ان سے حکمیہ لہجے میں مخاطب ہونے کے بعد رابعہ سے تنقیدی لہجے میں کہنے لگیں۔

"بھابی! اس دو ٹکے کے ملازم کو آپ اتنی اہمیت کیوں دیتی ہیں اس وقت مونا کے سسرال والوں کے پاس ہونا چاہیے تھا آپ کو اور آپ اس سے باتوں میں لگی ہیں جب ہی وہ اتنا سر چڑھ گیا ہے کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔"

"رامین وہ ملازم ہی سہی مگر بزرگ ہیں ان کے بارے میں بولتے وقت لہجے کو احترام کے دائرے میں رکھا کرو مونا کے سسرالیوں کی فکر مت کرو وہ کم ظرف نہیں ہیں جو ذرا ذرا سی بات کو ایشو بنا کر تماشا کھڑا کریں۔"

"میں تو ملازم کو ملازم ہی سمجھتی ہوں بھابی خواہ آپ کچھ بھی کہیں خیر میں یہ کہہ رہی تھی ادھر دیکھیں بھائی جان کس طرح چاند آپا پر لٹو ہورہے ہیں۔" انہوں نے اسٹیج کی طرف اشارہ کیا جہاں بلو سلک کی ساڑھی میں ملبوس خوش شکل پروقار خاتون کا تعارف وہ اپنے داماد سے کرارہے تھے۔ شاہ رخ صاحب کا انداز بے حد نارمل و عام سا تھا مگر وہ جانتی تھی وہ دلربا سی عورت ان کی چاہت تھی کسی زمانے میں وہ ان سے شادی کے آرزومند تھے۔

"چاند آپا کی جگہ ان کے پہلو میں آپ کو موجود ہونا چاہیے تھا اور آپ ہیں کہ ان سے بے خبر مجید بابا کے ساتھ گپ شپ میں لگی ہیں۔" انہوں نے گہری نظر رابعہ پر ڈالتے ہوئے ان کے چہرے سے حسد جاننے کی سعی کی تھی۔ جس میں ان کو شدید ناکامی ہوئی تھی وہ ایسی ہی نظر آرہی تھیں پرسکون و بے فکر حسد و جلن کی رمق تک چہرے پر نہ آئی تھی۔

"چاند سے کئی بار مل چکی ہوں اور آج بھی وہ سب سے پہلے مجھ سے ملی ہیں وہ بے حد نفیس و بے ضرر عورت ہیں اور رہا سوال شاہ رخ کا تو میرے لیے یہی اطمینان کافی ہے چاند ان کا ماضی تھیں اور میں ان کا حال ہوں۔"

❀....❀....❀

فائرنگ اتنی شدید تھی کہ کھڑکیوں کے شیشے تڑتڑ کی آواز

کے ساتھ ٹوٹ کر گر رہے تھے کافی کا مگ اس کے ہاتھ سے گر گیا تھا وہ سراسیمہ سی وہیں کھڑی تھی۔ لاؤنج اور ڈائننگ روم کا داخلی دروازہ اندر کی طرف سے آتا تھا جبکہ اندر کی دیواریں عقبی طرف تھیں جو حصہ جنگل کی طرف تھا اور ان دیواروں میں قدآور کھڑکیاں تھیں ان کھڑکیوں اور دیواروں کو نشانہ بنایا گیا تھا۔ احد نے اڑتے شیشوں اور گولیوں سے بچنے کے لیے صوفے کی سمت جست لگائی تھی دشمن اس کی سوچ سے بھی آگے کی چال چلنے والا تھا۔

''اسٹوپڈ اس طرح کھڑی کیوں ہوں، سٹ ڈاؤن، سٹ......!'' ابھی وہ اسے نیچے بیٹھنے کا کہہ ہی رہا تھا کہ کھڑکی سے ایک انگارہ اڑتا ہوا عین اس کی طرف بڑھا تھا اور احد نے جھکتے جھکتے ہی آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا تھا وہ چیختی ہوئی گری تھی گولی اسی لمحے اس کے سر سے گزر کر دروازے میں پیوست ہوئی تھی وہ بے اوسان گری تھی کلائیوں میں پڑی چوڑیاں ٹوٹ کر بکھر گئی تھیں احد نے اس کا ہاتھ چھوڑا اور غصے سے بولا۔

''میری سوچوں سے بھی زیادہ تم اسٹوپڈ ہو ابھی وہ بلٹ ڈور کی جگہ تمہارے اس بھوسے بھرے سر میں پیوست ہو چکی ہوتی عجیب لڑکی ہو تم۔'' وہ جھنجلاہٹ بھرے لہجے میں اس سے مخاطب ہوا تھا وہ آہستگی سے اٹھ کر صوفے کے پیچھے بیٹھ گئی تھی وہ بے حد ہراساں و متوحش تھی۔ فائرنگ متواتر ہو رہی تھی اور ان کو جگہ سے اٹھنے کا موقع نہیں مل رہا تھا لیکن دیکھ رہی تھی وہ بالکل بھی خوف زدہ و فکر مند نہ تھا۔ کئی کالز اس نے کی تھیں مگر دوسری طرف سے ایک بھی اٹینڈ نہ کی گئی۔

''ہوں مجھے معلوم تھا پولیس نام قانون کا لیتی ہے مگر کام مجرموں کا کرتی ہے کوئی کال ریسیو نہیں کر رہا ہے از خود اگنور کر رہے ہیں میری کال کو۔'' وہ موبائل نیچے پھینک کر غصے سے بڑبڑایا اور پھر چند سیکنڈ بعد فائرنگ بند ہو گئی تھی۔

''یہیں بیٹھی رہو اٹھنا نہیں ابھی۔'' وہ تیزی سے اٹھتا ہوا اس سے کہہ رہا تھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا دل کی حالت ابھی بھی بے قابو تھی فائرنگ کا دورانیہ صرف پانچ منٹ تھا مگر شدید تھی کہ ابھی بھی کانوں میں جھنجناہٹ و بدن میں سنسناہٹ کم نہ ہوئی تھی۔ وہ کھڑا ہو کر در و دیوار کا جائزہ لے رہا تھا معاً اس کے فون کی گھنٹی بجی تھی۔

''ابھی جو تم نے دیکھا وہ بے حد معمولی سا ٹریلر تھا فلم ابھی باقی ہے اگر زندہ اس جگہ سے نکلنا چاہتے ہو بابا تو رائمہ کو ابھی اسی وقت یہاں چھوڑ جاؤ۔'' دوسری طرف عاشق علی کی پھنکارتی ہوئی آواز آئی تھی اس نے ایک نگاہ سہمی ہوئی رائمہ پر ڈالی تھی پھر موبائل کان سے لگائے باہر نکل گیا۔

''اور اسی وقت میں اسے لینے آ رہا ہوں میری عزت کسی غیر مرد کے پاس ہو اور معلوم ہونے کے بعد میں سو جاؤں یہ ناممکن بات ہے۔'' حاکمیت و سفاکی بھرا لہجہ وہ بہت جذباتی و بے چین لگ رہا تھا محسوس کی جانے والی کھلبلی تھی۔

''میں نے کہا تھا نا تم سے کہ رائمہ اب میری انا میری غیرت کا مسئلہ ہے تم اس کی پرچھائی بھی نہیں دیکھ سکو گے ابھی جو تم نے تماشہ دکھایا ہے میں اس سے مرعوب ہونے والا بھی ہرگز نہیں ہوں۔'' وہ لان میں نکل آیا تھا رائمہ کے سامنے اس کے ہی متعلق بات کرنا اسے معیوب لگ رہا تھا۔

''آفیسر تم اپنی موت کو آواز دے رہے ہو شیر کے منہ سے شکار چھیننا کیا اتنا آسان سمجھا ہے تو نے؟'' وہ پوری طاقت سے چیخا۔

''شیر کے منہ سے شکار چھیننا بالکل آسان ہے میرے لیے تم رائمہ کو بھول جاؤ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے نہ وہ تمہاری تھی نہ ہے اور نہ ہوگی۔''

''اگر وہ میری نہیں ہے تو تیری بھی نہیں رہے گی آفیسر تجھے ابھی میری طاقت کا اندازہ نہیں ہے تو یہاں سے زندہ نہیں جا سکتا ہے یہاں دور تک کوئی تیری مدد کو نہیں آئے گا سمجھا ابھی بھی وقت ہے رائمہ کو چھوڑ دے۔'' دوسری طرف وہ شاید غصہ و بے بسی سے اپنے بال نوچنے لگا تھا۔

''ہمت ہے تو چھڑوا لے میں چیلنج کر رہا ہوں۔'' کہہ کر اس نے لائن ڈسکنیکٹ کر دی اور مڑا تو رائمہ کو اپنے قریب کھڑے دیکھ کر اس نے گہری سانس لی تھی وہ نامعلوم کب سے اس کی پشت کے پیچھے کھڑی تھی اور فق چہرہ بتا رہا تھا کہ

وہ سب سن چکی ہے اور اس نے بھی ٹائم ضائع کیے بنا عاشق علی سے کی گئی گفتگو کے کچھ حصے سنا دیے تھے۔

”اب کیا ہوگا، وڈیرہ چھوڑے گا نہیں، وہ کاری کرا دے گا۔“ وہ ایک دم ہی خوف زدہ ہوکر رونے لگی۔

”پلیز، ٹیک اٹ ایزی آنسو ہر مسئلے کو حل نہیں کرتے وہ کس قدر شاطر و مکار آدمی ہے یہ آئیڈیا مجھے ہو چکا ہے ہمیں ابھی یہاں سے نکلنا ہوگا یہ جگہ بالکل بھی سیف نہیں رہی۔ وہ گاؤں کے لوگوں کو رات کی تاریکی میں لانے سے بھی گریز نہیں کرے گا کیونکہ وہ پہلی بار کسی کو حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے۔ ایسے لوگ زخمی سانپ کی مانند ہوتے ہیں جو ہر وقت اپنے دشمن کو ہلاک کرنے کی سعی میں مبتلا رہتے ہیں جاکر فٹافٹ اپنا سامان پیک کرو، ہمیں ابھی نکلنا ہوگا یہاں سے۔“ وہ اس کو کہہ کر کسی کو کال کرنے لگا تھا۔

بے گناہ و بے خطا ہونے کے باوجود کاری ہوکر مرنے کے لیے وہ تیار نہ تھی۔ جس عزت کو بچانے کے لیے اس کی ماں کو قتل ہونا پڑا تھا گھر چھوڑنا پڑا تھا اور یہاں اس سر پھرے بدمزاج شخص کی جلی کٹی سن رہی تھی۔ وہ بدلحاظ، بدمزاج، کٹھور مگر اس نے کبھی بھی اس کی بے بسی و تنہائی سے فائدہ اٹھانے کی سعی نہ کی تھی اور جب سے بابا گئے تھے اس کی کوشش یہی ہوتی تھی کہ اس سے کم سے کم سامنا ہو۔

”اتنی دیر لگادی معمولی سا سامان پیک کرنے میں۔“ وہ دستک دیتا اندر آتا ہوا بولا اس نے جلدی سے چھوٹا سا بیگ اٹھایا اور کھڑی ہوگئی۔ احد کے ہاتھ میں ایک بڑا بیگ تھا اس نے بنا کچھ کہے رائمہ کے ہاتھ سے بھی بیگ لے لیا اور تیز تیز چلتا ہوا باہر نکل گیا اس کی تقلید اسے بھی کرنی پڑی۔ گیٹ کے باہر کار کھڑی تھی اور ساتھ ہی بندوقیں تانے دو ملازم ٹائپ آدمی کھڑے تھے احد نے سامان ڈگی میں منتقل کرنے کے بعد اسے کار میں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود ان دونوں کو کچھ ہدایات دے رہا تھا۔

وہ دونوں چوکیدار تھے جو مودبانہ انداز میں اثبات میں سر ہلا رہے تھے۔ وقت نو دس بجے کے درمیان کا تھا مگر باہر پھیلی سناٹا و ویرانی ماحول کو پرہول بنا رہی تھی رات کی گہری تاریکی فضا میں رچ بس چکی تھی۔ ان کو ہدایات دینے کے بعد اس نے ڈرائیونگ ڈور کھول کر دو پستول فرنٹ سیٹ پر رکھی تھیں اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر دروازہ بند کرتے ہوئے نگاہ مرر پر گئی تو رائمہ کی پیشانی پسینے و خوف سے تر دیکھ کر نرمی سے بولا۔

”ڈرو نہیں، ان ریوالورز کو چلانا پڑتا ہے از خود نہیں چلتی۔“

وڈیرے عاشق علی کی حالت بن جل مچھلی کی مانند تھی رائمہ کی ملنے کی خبر نے اسے۔ جس قدر پرجوش و پر مسرت کیا تھا اس قدر ہی احد کو دیکھنے اور ملنے کے بعد اس کے اندر رقابت کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ اپنی گھٹیا سوچ اور ذہنیت کے مطابق وہ رائمہ کو احد کے ساتھ اپنی تھرڈ کلاس سوچوں کے عکس میں دیکھ چکا تھا اور اپنی ہی سوچوں کے عکس کے ہر منظر پر وہ بے بسی و جلن کے الاؤ میں جل رہا تھا۔

فون پر احد سے ہونے والی گفتگو نے اس کے اوسان خطا کردیے تھے غیض و غضب سے اس کا چہرہ بگڑ کر رہ گیا تھا۔ سانس بری طرح پھولنے لگا تھا۔

”ارے اس چھوکرے کی بات کو دل سے کیوں لگاتے ہو سائیں وہ کل کا چھوکرا آپ کی برابری نہیں کرپائے گا میں ابھی گاؤں کے لوگوں کو جمع کرتا ہوں اور ہم جاکر اس چھوکری کو زندہ اور اس آفیسر کی لاش لے کر آئیں گے۔“ بخشو نے ہمت کرکے اس کو سمجھانے کی سعی کی۔

”تو کہہ رہا تھا وہ کانپڑی بتارہی تھی رائمہ کو میڈم نے شہر بھیجا ہے پھر وہ اس آفیسر کے ساتھ جنگل والے گیسٹ ہاؤس کس طرح پہنچی ہے اور وہ آفیسر اس پر اتنے کم دنوں میں کس طرح ایسا فدا ہوا کہ وہ مجھ سے مقابلہ کررہا ہے؟“

”سائیں یہ کیا چکر ہے میں بھی سمجھ نہیں پایا ہوں مگر کانپڑی نے جو بھی کہا وہ درست ہے وہ میڈم کی خاص ملازمہ تھی اسکول اور گھر میں ساتھ ہی رہتی تھی۔ اس نے خود اس رات میڈم کو فون پر بات کرتے ہوئے سنا تھا وہ چھوکری سے کہہ رہی تھی وہ بھاگ کر اس کے گھر پہنچ جائے اس کے رشتے دار کراچی سے آئے ہوئے ہیں وہ ان کے ساتھ اسے بھی بھیج دے گی۔ مگر کانپڑی کہتی ہے اس نے

چھپ کر دیکھا تھا وہ گاڑی میں نہیں تھی۔" بخشو نے مہ جبین میڈم کی ملازمہ کا نپڑی کو چند روپے دے کر ساری معلومات حاصل کرلی تھیں اور عاشق علی کو بتا دیا تھا۔

عاشق علی نے جب رائمہ کو گھر میں نہ پایا اور ڈھونڈنے کے باوجود بھی وہ نہ ملی تو اس نے پہلے اسلام الدین عرف سلامو کو خوب مار لگوائی تھی اور یہ ہی پوچھا تھا کہ اس کی بیٹی کس طرح اور کس کے ساتھ بھاگی ہے اس کی دوستی کس لڑکے کے ساتھ تھی، سلامو نے ٹوٹی ہڈیوں کے ساتھ درد سے کراہتے ہوئے قسم کھائی تھی کہ رائمہ ایسی لڑکی نہ تھی اس کی دوستی صرف اپنی ماں اور اسکول میڈم کے ساتھ تھی اور اس نے یہ بتایا کہ وہ آج رات تک اس کے ساتھ تھی اس کی حسرتوں کے پھولوں میں آگ لگ گئی تو اس نے سلامو کو بھی زندہ نہ رہنے دیا تھا۔ آخری سانسیں لیتے سلامو کو وہ گھر سمیت زندہ جلتا چھوڑ آیا تھا سلامو کی کرب ناک چیخوں پر اس نے مڑ کر بھی نہ دیکھا تھا دوسرا نمبر اسکول کا تھا وہاں بھی وہ آگ لگا چکا تھا میڈم مہ جبین پراسرار طور پر وہاں سے غائب ہوگئی تھیں۔

"جاؤ جلدی گاؤں والوں کو تیار کرو اور چلنے کی تیاری کرو، میں آرہا ہوں۔" وہ اس کے حکم پر ہوا کی مانند روانہ ہوگئے تھے اور وہ دیوار گیر قدآور آئینے کے سامنے کھڑا مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا سوچ رہا تھا بہت بڑی غلطی کردی سلامو کو مار کر آج وہ زندہ ہوتا تو رائمہ کو بہلا پھسلا کر الٹے قدموں واپس لے آتا بیٹی کتنی ہی باپ سے خفا ہو مگر باپ کو اپنے آگے ہاتھ جوڑے دیکھ کر ساری خفگی بھول جاتی ہے سلامو کی موت کا اسے سخت رنج ہو رہا تھا اپنی جلد بازی و غصے پر اسے رنج تھا۔

باہر گاؤں کے لوگ اس کے حکم پر جمع ہو رہے تھے۔ لاٹھی، ڈنڈے، کلہاڑی، اسلحہ سب میں تقسیم ہو رہا تھا۔ غریب و بے قصور لوگ وڈیرے کا حکم ماننے پر مجبور تھے۔

❁.......❁.......❁

مونا کی منگنی کا فنکشن بہت بہترین رہا تھا شاہ رخ صاحب اس رشتے پر بے حد خوش تھے خوش رابعہ بیگم بھی تھیں مگر بیٹے کی غیر موجودگی کا ملال ان کی آنکھوں میں نمی بن کر چمکتا رہا تھا۔ چاند بھی ان کی رنجیدگی کو محسوس کر رہی تھیں مہمانوں کی اکثریت جانے کے بعد جب چند قریبی عزیز و اقارب اور گھر والے رہ گئے تو وہ اپنی سوچوں میں گم ایک طرف تنہا بیٹھی رابعہ کے پاس چلی آئی تھیں ان کو دیکھ کر وہ سوچوں سے نکلی تھیں۔

"اس طرف دوبارہ ڈنر چل رہا ہے اور آپ یہاں تنہا بیٹھی ہیں آپ نے پہلے بھی کچھ نہیں کھایا تھا اب کچھ لے لیجیے۔" انہوں نے دوسری طرف اشارہ کیا جہاں رامین، کاجل اور دیگر مہمان مزے سے کھانے پینے میں مصروف تھے ان میں شاہ رخ بھی نمایاں تھے مونا اپنی فرینڈز اور کزنز کے ساتھ دوسری ٹیبل پر بیٹھی تھی مجید بابا ان کو آئس کریم اور میٹھے پان سرو کر رہے تھے۔

"شکریہ چاند! میرا دل ہی نہیں چاہ رہا کھانے کو بھوک ہی ختم ہوگئی ہے۔"

"احد کی جدائی کو دل کا روگ بنالیا ہے آپ نے رابعہ۔"

"روگ خود بخود لگ جاتے ہیں انہیں لگانے کی ضرورت کہاں پڑتی ہے آپ نے دیکھا پورا شہر گویا اُمڈ آیا تھا اس تقریب میں شاہ رخ نے چپڑاسی سے لے کر منسٹر تک کو انوائٹ کیا تھا اگر ایک کال وہ احد کو بھی کردیتے تو کیا کمی آجاتی، ہماری پہلی خوشی سے ہمارا بیٹا محروم رہا وہ بیٹا جو ہمیشہ ان کی ہر بات مانتا آیا تھا ایک بار اس نے اپنے حق کی بات کردی تو انہوں نے گویا احد کو اپنے دل سے نکال پھینکا۔" وہ کوشش کے باوجود آنسوؤں پر قابو نہ پاسکی تھیں۔

"مجھے آپ کے دکھ کا اندازہ ہے رابعہ ایک ماں کے لیے ہر خوشی ادھوری ہوگی لیکن میں شاہ رخ کی سنگ دلی و ہٹ دھرمی سے بھی واقف ہوں جب تک اس کے دل پر احد کی طرف سے جمی بدگمانی و غصے کی گرد صاف نہیں ہوگی وہ اس کا نام سننا بھی پسند نہیں کرے گا۔" وہ ان کا ہاتھ تھام کر محبت سے سمجھانے لگی تھیں۔

"چاند آپ ہی سمجھائیں شاہ رخ کو وہ آپ کی بات رد نہیں کریں گے۔" وہ ٹشو پیپر سے آنکھیں صاف کر کے

ان سے لجاجت بھرے لہجے میں گویا ہوئیں۔
"پہلے بھی کئی بار ایسا ہوا ہے انہوں نے آپ کی بات کی لاج رکھی ہے۔"
"میں جانتی ہوں رابعہ رامین نے نامعلوم کس کس انداز میں میری اور شاہ رخ کی محبت کی داستان سنائی ہوں گی لیکن ڈیئر ایسا کچھ نہیں تھا ہم کلاس فیلو تھے کالج سے یونیورسٹی تک ہم نے سفر ساتھ طے کیا اور اس دوران وہ نا جانے کب یک طرفہ محبت کے سفر پر گامزن ہوگیا یک طرفہ محبت کی کوئی منزل نہیں ہوتی ہے یہ سفر خواری کے کچھ نہیں دیتا ہے میری محبت کاشف تھے جو ایک مڈل کلاس فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔"
"جی، رامین نے بتایا تھا مجھے وہ آپ کو پسند کرتے تھے اور آپ کسی اور کو لیکن جانئے کچھ لوگ صرف ایک بار محبت کرتے ہیں وہ محبت ان کی پہلی اور آخری ہوتی ہے شاہ رخ نے آپ سے ویسے ہی محبت کی ہے بدلے کی توقع نہ رکھتے ہوئے وہ آج بھی آپ کا بے حد احترام کرتے ہیں۔" رابعہ کا لہجہ بالکل سادہ و پروقار تھا۔
"شکر ہے آپ کا دل میری طرف سے صاف ہے۔ میں پوری کوشش کروں گی احد اور شاہ رخ کے درمیان جو دوری ہے اسے ملن میں بدلنے کی۔"

❀......❀......❀

سارا راستہ وہ زیر لب دعاؤں کا ورد کرتی رہی تھی احد نے یہاں سے نکلنے کے لیے شارٹ کٹ کا انتخاب کیا تھا یہ راستہ دشوار گزار و کٹھن تھا مگر یہاں سے وہ محفوظ طریقہ سے باہر نکل سکتے تھے اور کم سے کم وقت میں بھی۔
آج سارا دن ان الجھنوں میں گزرا تھا وہ جو مونا کی وجہ سے یہ سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہا تھا کہ اس خوشی کے موقع پر وہ کس طرح لاڈلی و چہیتی بہن سے دوری کو برداشت کرے گا۔ خصوصاً ممی کی بے حد فکر تھی وہ جانتا تھا اس کی غیر موجودگی کو وہ کس دل سے برداشت کریں گی۔ مگر آج کا دن بے حد بھاگ دوڑ و پریشانی میں گزرا تھا اور اب بھی وہ محو سفر تھا۔
تنہائی میسر آتے ہی گھر والوں کی یاد ستانے لگی تھی وہ سوچ رہا تھا مونا کیسی لگ رہی ہوگی۔ وہ اور ممی اس کو بے حد مس کر رہی ہوں گی اور بار بار کالز بھی کر رہی ہوں گی کیونکہ مجید بابا نے بھانڈا پھوڑ دیا تھا کہ وہ یہیں موجود ہے باہر نہیں گیا گڑبڑ حالات کی وجہ سے اس نے وہ نمبر آف کر رکھا تھا اور اس کو یہ فکر ستا رہی تھی کہ وہ لوگ وہاں پریشان ہو رہے ہوں گے۔ گیئر بدلتے ہوئے اس پر نگاہ پڑی تھی وہ بے خبر سو رہی تھی۔
"ہونہہ مجھے مصیبت میں مبتلا کرکے خود آرام سے سو رہی ہے ایڈیٹ بابا سے میں نے پہلے کہا تھا اس طرح آنے والی لڑکیاں اپنے پیچھے کئی پریشانیاں اور ہنگامے لے کر آتی ہیں میرا خدشہ سچ ثابت ہوا وہ عاشق صاحب مجنوں کے نقش قدم پر چلنے کی سعی میں یہ بھی بھول بیٹھے ہیں کہ یہ لڑکی ان سے عمر میں کئی گنا کم ہے۔" اس کے ذہن میں سب خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے جب اس کی کار مبشر کے چھوٹے سے بنگلے کے سامنے رکی تو رات کا آخری پہر تھا چند گھنٹوں بعد ہی صبح روشن ہونے کو تھی۔
"ہم گاؤں سے باہر آگئے ہیں؟" کار رکنے کے ساتھ ہی اس کی آنکھ کھلی تھی۔ وہ باہر دیکھتی ہوئی خوابیدہ لہجے میں استفسار کرنے لگی تھی۔
"جی ہاں یہ کراچی کا ایک علاقہ ہے گلشن۔" اس نے اپنے مخصوص لٹھ مار انداز میں جواب دیا اور ساتھ ہی دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔
"تھینکس گاڈ تم بخیر و عافیت یہاں پہنچ گئے ہو میں رات بھر ایک پل کے لیے نہیں سو سکا۔" مبشر کار دیکھتے ہی باہر نکل آیا تھا اس سے لپٹ کر بولا۔
"سونے والے سولی پر بھی سو جاتے ہیں یار تمہیں نیند کیوں نہیں آئی؟" اس نے اس سے علیحدہ ہوکر رائمہ کے لیے گیٹ کھولتے ہوئے کہا تھا رائمہ کو لگا وہ اس پر طنز کر رہا ہے خود پر اسے حیرت تھی پے در پے بدلتے حالات پھر فرنٹ سیٹ پر اسلحہ دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہوگئے تھے وہ جانتی تھی اسلحہ نمائش کے لیے نہیں رکھا گیا تھا احد اسے بخوبی استعمال کرنا جانتا تھا اور راستے میں کسی سے مڈبھیڑ

ہوگئی تو وہ کسی کو مارنے سے بھی گریز نہیں کرے گا اور یہی وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی خاطر کسی کا خون بہے وہ شخص جو اس کی وجہ سے پہلے ہی پریشانیوں میں مبتلا ہے خون خرابہ کرکے کسی بڑی مشکل میں گرفتار ہو وہ دعا کرتی ہوئی نیند کی آغوش میں چلی گئی تھی اور اب آنکھ کھلتے ہی اس کے طنز کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ بہت عجیب مہرباں تھا وہ طنز و دل آزاری کا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا۔

"اب باہر نکلنے کے لیے بھی دعوت دینا پڑے گی؟" اس کی سرد آواز پر وہ گھبرا کر باہر نکلی تو مبشر نے ایک چوری نگاہ اس پر ڈالی اور احد کے ہمراہ آگے بڑھ گیا۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھے بنا ان کے پیچھے چل رہی تھی۔

"آیئے بیٹھیے نا یہ آپ کا اپنا گھر ہے۔" وہ ایک لاؤنج میں داخل ہوئے تھے۔

اے سی کی کولنگ سے ٹھنڈے اور خوب صورت ڈیکوریٹڈ لاؤنج میں احد آتے ہی صوفے پر نیم دراز ہو چکا تھا جبکہ وہ کھڑی تھی۔

"بھابی گھر پر نہیں ہیں کیا؟" احد نے پوچھا۔

"کل ہی اپنی مما کے گھر گئی ہے وہ۔" وہ اطمینان سے گویا ہوا۔

"ہوں تب ہی تو ایسی باتیں کررہا ہے۔" اس کے سنجیدہ لہجے میں شوخی تھی۔

"یہ میرے باس ایسی ہی باتیں کرنے کے عادی ہیں آپ کو بھی معلوم ہوگیا ہوگا آپ آیئے میرے ساتھ میں آپ کو روم دکھا دوں آپ فریش ہوجائیں۔" وہ چپ چاپ اس کے ساتھ اس کمرے میں آگئی یہ بیڈ روم تھا سنگل بیڈ، ڈریسنگ ٹیبل، مہرون پردے کارپٹ سے آراستہ کمرہ خاصا نفیس وسادہ تھا۔

"یہ میری اماں کا روم ہے اماں ان دنوں میری بڑی سسٹر کے گھر گئی ہوئی ہیں آپ ایزی ہوجائیں یہاں آپ ہر خطرے سے محفوظ ہیں۔" وہ دروازے میں کھڑا کہہ رہا تھا پھر اپنی بات مکمل کرکے وہ چلا گیا' رائمہ سست قدموں سے اٹیچڈ باتھ کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"تمہارے ریسٹ ہاؤس سے نکلنے کے چند گھنٹے بعد ہی وہاں حملہ ہوا تھا پرویز کی کال آئی تھی اس وقت قاسم بھی بے حد فکرمند تھا تمہارے لیے میں نے بتادیا تھا تم وہاں سے نکل چکے ہو اور یہاں آرہے ہو۔" وہ اس کے سامنے بیٹھ کر فکرمندی سے گویا ہوا جبکہ احد نارمل انداز میں کہنے لگا۔

"یہ مجھے معلوم تھا وہ ایسا کرے گا اور جلدی کرے گا وہاں موجود چوکیداروں کے بارے میں معلوم ہوا وہ بخیریت ہیں؟" وہ ان کے لیے فکرمند نظر آرہا تھا۔

"وہ ٹھیک ہیں تم ان کو سمجھا آئے تھے اس لیے وہ چوکنا تھے لوگوں کو دور سے دیکھ کر ہی وہ لائٹس آف کرکے اور گیٹ پر تالا لگا کر چھپ گئے تھے ان میں سے کسی ایک نے پرویز کو کال کرکے صورت حال بتائی تھی وہ وہاں سے چلے گئے تھے۔"

"ڈیٹس گڈ وہ پاگل ہوگیا ہوگا اپنی ناکامی پر بہت سیلفش آدمی ہے وہ۔"

"احد بی سیریس یار یہ سب تم کیوں کررہے ہو ایک لڑکی کی خاطر تم نے ایک بہت نامعقول شخص سے دشمنی مول لی ہے میں کہتا ہوں جو وہ کہہ رہا ہے وہ مان جاؤ لڑکی ان کے حوالے کردو اور اپنی جان چھڑاؤ پرائے جھگڑے سے۔"

"لڑکی اس کے حوالے کردوں امپاسبل' اس کی اصلیت جاننے کے بعد میں کبھی ایسا نہیں کروں گا تم جانتے ہو میں گھٹیا لوگوں سے کمپرومائز نہیں کرتا۔" وہ دو ٹوک و اٹل لہجے میں بولا کچھ توقف کے بعد مبشر نے آہستگی سے کہا۔

"تمہارے ارادے کیا ہیں، رائمہ کو سہارا تم دو گے؟"

"وہاٹ یو مین سہارا میں ایک وحشی و بے ضمیر انسان سے محفوظ کرنا چاہ رہا ہوں یہ سہارا نہیں تو اور کیا ہے تم کس قسم کے سہارے کی امید کررہے ہو؟"

"میرے خیال میں تم پہلے فریش ہوجاؤ میں اتنے میں کافی بنا کر لاتا ہوں۔" وہ کچھ تھکا تھکا الجھا الجھا محسوس ہورہا تھا مبشر نے اپنے لفظوں کو زبان پر آنے سے روک لیا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ تینوں بیٹھے تھے مبشر نے میکرونی پاستا،

تو مبشر نے پرخلوص لہجے میں کہا۔
"ان کو کتنا عرصہ بھی رہنا پڑے موسٹ ویلکم میرے نزدیک مہمان رحمت ہوتے ہیں وبال جان نہیں تم اپنی منطق اپنے پاس ہی رکھا کرو۔" وہ کہہ کر برتن اٹھانے میں اس کی مدد کرنے لگا۔
"سنو......" وہ کچن سے باہر نکل رہی تھی جب وہ وہاں آ کر گویا ہوا۔
"تم یہاں بالکل محفوظ ہو کسی بھی قسم کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ریلیکس ہو کر رہو، یہاں ضرورت کی ہر چیز موجود ہے اگر کچھ چاہیے تو بتا دو؟" لائٹ بلو پینٹ و ڈارک بلو شرٹ میں ملبوس خوشبوئیں بکھیرتا وہ کچھ فاصلے پر کھڑا پوچھ رہا تھا اس نے نفی میں سر ہلا دیا زبان سے کچھ بولا ہی نہ گیا کہ آنسوؤں کا گولہ حلق میں پھنس کر رہ گیا تھا۔
"مبشر لاہور میں جا رہے ہیں وہ اپنی وائف کے پاس جائے گا اور میں آج کا دن اپنی فیملی کے ساتھ رہوں گا۔" وہ بولتے بولتے رکا تھا رائمہ کے بے ساختہ آنسو گرنے لگے تھے اس نے بے اختیار اس کی طرف نگاہ ڈالی تھی وہ اپنے چہرے کو آنچل کی اوٹ میں رکھتی تھی اب بھی وہ حصار قائم تھا۔
"ہمیں کل آفس جوائن کرنا ہے رات کو ہم روانہ ہو جائیں گے معاملہ جب تک کلیئر نہ ہو جائے تمہیں یہاں رہنا ہوگا، میں فون کرتا رہوں گا تمہیں گھبرانا نہیں۔" اس کی گھٹی گھٹی سسکیاں و بے ساختہ آنسو اس کے اندر کہیں نامانوس دستک ہونے لگی تھی وہ کچھ دیر اسے تکتا رہا پھر شانے اچکا کر وہاں سے چلا گیا۔
"وہ تنہا یہاں کس طرح رہ سکتی ہے یار، پھر یہ معاملہ اتنی جلدی حل ہونے والا نہیں ہے نامعلوم کیا کیا فیس کرنا پڑے گا ابھی۔" مبشر کی آواز اس کی سماعتوں میں گونجی تھی۔
"آئی نو، بٹ میں کہاں لے کر جاؤں گا اسے؟ ریسٹ ہاؤس لے جانے کی حماقت نہیں کر سکتا مجید بابا اس وقت تک گھر نہیں آ سکتے جب تک پپا ان کو خود وہاں سے آنے کا نہ کہیں میرے پاس جو بنگلوز ہے وہ تم جانتے ہو ساحل سمندر پر ہے وہاں میں اسے چھوڑ نہیں سکتا وہ رات کو سنسان ہو جاتا ہے یہ تمہارا گھر آبادی کے درمیان ہے۔"
اس کا لہجہ دھیما و متفکر سا تھا جیسے کہہ رہا ہو وہ کیا کرے؟
"ریسٹ ہاؤس میں تم رہ رہے تھے رات میں یہاں آ جایا کرو۔"
"یہ پاسبل نہیں ہے میں رات دن سفر نہیں کر سکتا پھر بھی ٹرائی کروں گا کہ مجید بابا کسی طرح پپا سے اجازت لے لیں تو ان کی یہاں موجودگی بہتر ہوگی۔"
"بات ساری تنہائی کی ہے امی اور عمامہ ایک ڈیڑھ سال سے پہلے آنے والی نہیں ہیں۔"
"اصل فساد کی جڑ وہ خود ہے اب اتنا تو اسے برداشت کرنا پڑے گا میں اس کی خاطر جاب لیس ہو کر بیٹھنے سے رہا ایک تو بے سبب بلا گلے پڑ گئی ہے پھر......!"
"پلیز پلیز یار کیا کہہ رہے ہو ذرا سوچو تو سہی آواز باہر جا رہی ہے وہ سن رہی ہوگی کیا سوچے گی اتنی انسلٹ مت کرو اس کی۔" مبشر نے گھبرا کر کہا۔
"کم آن نکلو، ممی اور مومنہ ویٹ کر رہی ہوں گی میرا۔" اس کے لہجے میں بے نیازی تھی۔

❀......❀......❀

شاہ رخ مسز چاند کو اپنے آفس میں دیکھ کر خوش گوار حیرت کا شکار ہوئے تھے۔
"اتنے حیران ہونے کی کیا بات ہے کیا میں تمہارے آفس نہیں آ سکتی۔" وہ ان کے سامنے بیٹھتی ہوئیں مسکرا کر گویا ہوئیں وہ بھی خوش دلی سے بولے۔
"شیور شیور وائے ناٹ میں نے توقع نہ رکھی تھی تم سے کبھی کہ تم اس طرح بھی مجھ سے ملنے آ سکتی ہو، میرے لیے یہ گڈ سرپرائز ہے اینی وے یہ بتاؤ کیا لوگی شوگر کین ابھی بھی تمہارا فیورٹ ہے یا بدلتی زندگی کے ساتھ شوق بھی بدل گیا ہے؟" وہ انٹر کام کا ریسور اٹھاتے ہوئے شوخی سے استفسار کرنے لگے۔
"زندگی بدلتی ہے تو شوق بھی بدل جاتے ہیں میرے لیے بلیو بیری منگوالو۔" ان کے انداز میں سنجیدگی در آئی تھی شاہ رخ بلیو بیری ڈرنک لانے کا کہہ کر سنجیدگی

سے مخاطب ہوئے۔
"میں جانتا ہوں میری محبت میں تم یہاں نہیں آئی ہو کیونکہ محبت تم نے مجھ سے کبھی کی نہیں تھی پھر کیا وجہ ہے جو تم یہاں تک چلی آئیں؟"
"محبت کا صرف وہ ہی رشتہ پائیدار نہیں ہوتا ہے شاہ رخ جو ایک عورت و مرد کے درمیان قائم ہو بلکہ محبت تو احترام و خلوص کے رشتوں میں جکڑ کر اور بھی مضبوط ہوجاتی ہے اور میرا تم سے یہ رشتہ تاحیات رہے گا ایک بے حد محترم و پرخلوص دوست کا میں تمہیں پسند کرتی ہوں دل سے قدر کرتی ہوں۔"
"بائی گاڈ! تم نے کوئی رشتہ تو قائم کیا مجھ سے ورنہ تازیست میں نارسائی کے الاؤ میں جھلستا آرہا ہوں تم نے دوست کہا ہے تو مجھ سے بڑھ کر کوئی دوست پاؤ گی بھی نہیں۔"
"میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنے آئی ہوں احد کے حوالے سے مجھے امید ہے تم مائنڈ کیے بنا میری بات سمجھنے کی سعی ضرور کرو گے۔"
"سوری ڈیئر میں احد کے حوالے سے کچھ سننا بالکل بھی پسند نہیں کرتا وہ......!"
"پلیز اتنے سنگ دل نہ بنو ایک ذرا سی بات پر کوئی اولاد کو خود سے جدا نہیں کیا کرتا تم نے ظلم کی انتہا کردی ہے مونا کی انگیجمنٹ پارٹی سے بھی تم نے اسے محروم رکھا حد ہوتی ہے زیادتیوں کی بھی شاہ رخ تم ایسے کٹھور نہ تھے۔"
"جس کو تم ذرا سی بات کہہ رہی ہو وہ بہت بڑی بات ہے اس نے کاجل سے شادی کرنے سے انکار کرکے پورے خاندان کی توہین کی ہے چاند۔"
"نہ تم نے کبھی اسے یہ بتایا کہ تم کاجل کو بہو بنانا چاہتے ہو؟"
"نہیں مجھے یہ پسند نہ تھا کہ وہ اپنی پڑھائی چھوڑ کر ایسے بے مصرف باتوں میں لگ کر اپنا اور تعلیم کا حرج کرے میں نے سوچا تھا وقت آنے پر بتاؤں گا اور جب بتایا تو وہ باغی بن گیا اور باغیوں کو معافی دینا میری سرشت میں نہیں۔"
"اپنی پسند ناپسند کا اظہار کرنا بغاوت نہیں کہلاتا تم اپنے دل کو وسعت دو اور اس کی جگہ خود کو رکھ کر سوچو کیا تم ایسا فیصلہ قبول کرلیتے شادی تاحیات قائم ہونے والا بندھن ہے اگر شریک سفر من پسند نہ ہو تو یہ بندھن جڑے نہیں رہتے۔"
"میں جوڑے ہوئے ہوں نہ اس بندھن کو رابعہ آج تک میرے دل سے دور ہے۔" ان کے لہجے میں عجیب سی سوگواری تھی۔
"پھر تم احد سے بھی یہی توقع کررہے تھے کہ دل میں کسی اور کو بسائے وہ کاجل سے شادی کرلیتا اور پھر تمہاری طرح کسی اور کے سامنے یہی سب کہہ رہا ہوتا جو تم کہہ رہے ہو۔"
"مجھے معلوم تھا وہ کسی کے ساتھ انوالو نہیں۔" وہ خجل سے ہوکر گویا ہوئے۔
"اب تم کچھ بھی ریزن دو میں ماننے والی نہیں، میں نے ایک دوست کی حیثیت سے جو سمجھانا تھا وہ سمجھا دیا ہے رابعہ اور بچوں کی قدر کرو ہر بات رامین کے کانوں سے سننا چھوڑ دو، اور یہ دیکھو کاجل کئی ماہ سے میکے میں کیوں بیٹھی ہے۔"

❀......❀......❀

ممی اور مونا کے تمام شکوے شکایات فون تک ہی محدود رہے تھے اس کی شکل دیکھتے ہی ان کو یہ احساس ہوا انہوں نے اسے ہر موقع پر مس کیا تھا تو اور وہ ان کی ہر خوشی سے ہی محروم رہا تھا۔
سینڈز پٹ کے ساحل پر اس کا خوب صورت بنگلہ تھا جو اس نے حال ہی میں تعمیر کرایا تھا ممی اپنے ساتھ مجید بابا کے علاوہ دو ملازماؤں کو لے کر آئی تھیں اور ساتھ کئی طرح کی ڈشیں بنا کرلائی تھیں کئی ماہ بعد وہ لوگ ساتھ کھانا کھا رہے تھے چکن چاؤمن، کباب، مٹر پلاؤ، بیخ بوٹی کباب، کڑھائی گوشت اور قیمہ فرائی، پراٹھوں اور چپاتی کے ساتھ کئی قسم کے میٹھے، سلاد، رائتے اور چٹنیاں بھی مینو میں شامل تھیں۔ دستر خوان بھرا ہوا تھا۔
"ممی، اتنا سارا کھانا کون کھائے گا؟" وہ مسکرا کر پوچھنے لگا۔

"ہم کھائیں گے کتنے عرصے کے بعد مجھے اپنے بیٹے کے ساتھ کھانا نصیب ہو رہا ہے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے پیار سے گویا ہوئیں۔

"بھائی آپ آجائیں واپس ممی آپ کے جانے کے بعد ہنسنا مسکرانا ہی بھول گئی ہیں آج دیکھیں آپ کے ساتھ ہیں تو بات بے بات مسکرا رہی ہیں اور کتنی اچھی لگ رہی ہیں۔" مونا نے اس کا بازو پکڑ کر کہا۔

"تھوڑا ویٹ کرو میں کسی اچھے سے لوکیشن والے گھر کی تلاش میں ہوں جیسے ہی کوئی گھر پسند آیا تو میں ممی اور بابا وہاں رہیں گے۔" اس نے مونا کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا وہ چونک کر گویا ہوئی۔

"ارے ممی بابا اور آپ اس گھر میں رہیں گے تو میں کہاں ہوں؟"

"تم اپنے گھر میں رہو گی حماد کے ساتھ۔" وہ بے ساختہ گویا ہوا تو مونا شرما گئی ممی اور مجید بابا کے علاوہ وہاں موجود ملازمائیں بھی ہنس پڑی تھیں۔

کھانا کھانے کے بعد مونا، ممی اور ملازمائیں باہر ساحل پر چلی گئی تھیں وہ چائے کا مگ تھامے ٹیرس پر آگیا تھا جہاں سامنے تاحد نگاہ نیلا سمندر پھیلا ہوا تھا۔ یہ پرائیویٹ زون تھا یہاں عام لوگوں کی آمد و رفت نہ تھی۔

"رامین نے بہت کوشش کی یہ کھوج لگانے کی کہ بہو بیگم اتنی تیاریاں کس کے لیے کر رہی ہیں مگر میں نے انہیں کانوں کان خبر نہ ہونے دی اور خدا کا کرنا بھی ایسا ہوا کہ وہ رات کو ہی اپنی بہن کے ہاں چلی گئیں اب آئیں گی تو معلوم ہونے پر دونوں ماں بیٹی کا برا حال ہوگا۔" وہ تنہائی ملتے ہی احد کے پاس آ کر گویا ہوئے تھے وہ خاموش رہا تھا۔

"آپ یہاں ہیں بیٹا وہ رائمہ بیٹا کہاں ہیں کیا وہیں ہیں؟"

"وہ بھی یہیں ہیں مبشر کے گھر پر آپ کے آنے کے بعد حالات گڑبڑ ہو گئے تھے اور مجھے یہاں رائمہ کو لے کر آنا پڑا میں آپ کو تفصیل بتانا چاہتا ہوں۔"

"اللہ خیر کرے بیٹا آپ نے کل فون نہیں اٹھایا تب ہی مجھے کچھ ڈر سا محسوس ہوا تھا۔" اس نے ان کو چیدہ چیدہ باتیں بتا دی تھیں جنہیں سن کر وہ بے حد فکرمند و رنجیدہ ہو گئے تھے وہ ان کی محبت سے خاص متاثر ہوا تھا۔

"بیٹا ایسے لوگ اسی طرح عورت کو اپنی مردانگی کا مسئلہ بنا لیتے ہیں اصل مردانگی عورت کو زیر کرنا نہیں ہوتا اصل مردانگی یہ ہے کہ غیر محرم عورتوں کی موجودگی میں اپنی حیا اور نفس کو زیر کرو ورنہ جانور اور انسان کے نفس میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔"

"جو لوگ نفس کو بے لگام چھوڑ دیتے ہیں پھر انہیں اسی طرح نفس کی غلامی کرنا پڑتی ہے پھر وہ جانور کے ہی مشابہ ہو جاتے ہیں۔ آپ پپا سے بات کریں اور انہیں اس بات کا ذرا بھی پتا نہیں چلنا چاہیے آپ کسی طرح بھی وہاں سے آئیں اور مبشر کے گھر میں رائمہ کے ساتھ رہیں۔"

"وہ ہر وقت غصے میں رہتے ہیں میں ان کی مرضی کے خلاف بات کرتے ہوئے ڈرتا ہوں بیٹا۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہیں بابا آپ' میرا نام سن کر تو وہ بھیجتے ہوئے بھی نہ بھیجیں گے اب اس کا نصیب اگر اسے تمہارا ہونا ہے تو تمہارا رہے گی وہ۔" وہ چائے پیتے ہوئے شانے اچکا کر گویا ہوا۔

"بیٹا میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں وڈیرے سے بچانے کے لیے آپ کو جو بھی کرنا پڑے آپ کیجیے گا۔ آپ کو مونا کا واسطہ ہے بیٹا۔" وہ ہاتھ جوڑ کر رو پڑے تھے وہ مگ ٹیبل پر رکھ کر ان کے جڑے ہاتھ تھام کر گویا ہوا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ کیا آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں ہے..... اس اجنبی لڑکی سے اتنے کم عرصے میں اتنی محبت ہو گئی ہے آپ کو بابا؟"

"وہ بہت مظلوم و پیار کرنے والی لڑکی ہے اتنے کم عرصے میں اس نے میرا اتنا خیال رکھا کہ میں سوچتا تھا اس کا باپ بڑا بدبخت آدمی تھا۔"

"آپ جیسے لوگوں کی وجہ سے ہی یہ دنیا قائم ہے بابا ورنہ یہاں تو معمولی سی بات پر خون کے رشتوں کو ٹھوکر مار دی جاتی ہے۔" اس کی نگاہوں میں اپنے باپ کا چہرہ تھا۔

مونا ریت پر بیٹھی گھروندے بنارہی تھی ممی چینج کر کے اس کے پاس آ گئی تھیں وہ لیونگ روم میں تھا دونوں سائیڈ بڑی بڑی کھڑکیوں سے سمندر کی لہریں دکھائی دے رہی تھیں۔ شام تیزی سے پھیل رہی تھیں موسم خاص سہانا لگ رہا تھا ملازمہ کافی دے کر گئی تھی۔

"حماد کئی مرتبہ پوچھ چکے تھے تمہارے متعلق میں نے کہہ دیا آپ لندن میں ہو اب میں ہونے والے داماد کو کیا بتاؤں، دامادوں سے ایسی باتیں شیئر نہیں کی جاتی ہیں کل کو اس نے آپ کا نمبر مانگ لیا تو کیا جواز پیش کروں گی؟" موقع ملتے ہی انہوں نے اپنی پریشانیاں بتانا شروع کی۔

"آپ اس کو میرا نمبر دے دیجیے گا میں خود بات کلیئر کرلوں گا حماد سے۔"

"احد بیٹا کوئی بات ہے بے حد الجھے الجھے لگ رہے ہو کیا پرابلم ہے؟" وہ اسے بغور دیکھتی ہوئی گویا ہوئی تھیں وہ چونک کر مسکراتے ہوئے بولا۔

"اس سے بڑی پرابلم کیا ہوگی ممی میں آپ سے اور مونا سے دور ہوں، پھر کبھی کبھی پپا کو بھی مس کرنے لگتا ہوں۔" وہ سنبھل کر بولا۔

"پھر توڑ دو نا انا کی دیوار کو تم پہل کرلو گھر آ جاؤ میرے بچے شاہ رخ بھی تمہاری جدائی کو محسوس کررہے ہیں مگر مجھے معلوم ہے وہ خود دکھ و تکلیف برداشت کرلیں گے جدائی کے کرب کو سہہ لیں گے مگر پہل نہیں کریں گے، تم ہی اس انا کے بُت کے چکنا چور کردو احد!" ان کی آواز بھرا گئی تھی وہ ان کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر گویا ہوا۔

"بات انا کی نہیں ہے ممی! نہ ہی میری یہ خواہش ہے پپا پہل کریں۔ اپنوں کے لگائے زخم جلدی نہیں بھرتے ہیں' جس دن یہ زخم ٹھیک ہوگئے میں اسی دن گھر آ جاؤں گا پلیز' جب تک آپ مجھے گھر آنے کا نہ کہیں۔" رابعہ ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئیں وہ اس کے درد سے آشنا تھیں۔

شام ڈھل رہی تھی' لہروں نے تیزی اختیار کرلی تھی' چائے کے ساتھ لوازمات سجائے وہ ریت پر بیٹھ گئے تھے۔ مونا بے حد خوش تھی' ہر گھنٹے بعد اس کو کچھ نہ کچھ کھانے کے لیے چاہیے تھا' ابھی بھی وہ پلیٹ بھرے دہی بڑے چھولے اور دوسری پلیٹ میں چپس و نمکو لیے کھانے میں مگن تھی اور احد سے مخاطب ہوئی۔

"میں ایسی خوب صورت جگہ چھوڑ کر کہیں جانے والی نہیں ہوں۔"

"ٹھیک ہے' ہم تو اب جائیں گے' تم یہیں رہنا' تنہا اور دیکھنا رات کو یہ خوب صورت سمندر کیسا دکھائی دیتا ہے۔" وہ شوخی سے بولا۔

"اوہو بھائی میں کس طرح تنہا یہاں رہ پاؤں گی' اتنے بڑے گھر میں؟"

"کیا ہوا بیٹا! لڑکیاں گھروں میں رہتی نہیں ہیں کیا؟" اس سے بات کرتے ہوئے یکایک ذہن کی اسکرین پر ایک چہرہ نمودار ہوا تھا' سیاہ دوپٹے کی اوٹ میں آنسو برساتا چہرہ' وہ بے کل سا ہوگیا۔

"نہیں' کوئی لڑکی گھر میں تنہا نہیں رہ سکتی بھائی! تنہائی میں بھوت آ جاتے ہیں' سب سے پہلے ہمارے اندر کا خوف ہمیں بھوت بن کر ڈراتا ہے آپ کو یاد ہے ایک بار واش روم کا لاک خراب ہوگیا تھا اور ایک گھنٹہ مجھے لاکڈ رہنا پڑا تھا۔ کتنے عرصے تک میں اسی خوف میں مبتلا رہی تھی۔" وہ خوف زدہ سے انداز میں کہہ رہی تھی اور وہ آتی جاتی لہروں کو دیکھتے ہوئے کہیں گم ہوگیا تھا' اس کے ذہن میں گھٹی گھٹی سسکیاں گونجنے لگی تھیں۔

"مجھے تو لگ رہا ہے تم ابھی تک اس خوف سے باہر نہیں آ سکی ہو' خیر احد نے یہ بات مذاق میں کہی ہے' کوئی تمہیں اس طرح تنہا چھوڑ کر جانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ تم سیریس مت ہو میری جان!" رابعہ نے مونا سے ہنس کر کہا تو وہ مسکرادی تھی مگر احد کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھا گئی تھی۔ اندھیرا پھیلنے سے قبل وہ گھر کے لیے روانہ ہوگئے تھے۔

❁......❁......❁

وہاں سے واپسی پر ممی وغیرہ کو ڈراپ کر کے وہ آیا تو کچھ دوست مل گئے تھے' ان کے ساتھ گپ شپ میں ٹائم

گزرنے کا احساس نہیں ہوا تھا۔ ڈنر کرکے باہر نکلا تو احساس ہوا بارہ سے اوپر ٹائم ہو چکا تھا وہ فاسٹ ڈرائیونگ کرتا وہاں پہنچا تو پورا بنگلہ خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا۔ گاڑی پارک کرکے وہ تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا لاک کھول کر اندر آیا اور ایک پُرسکون سانس لیا۔ وہ سامنے ہی بیٹھی تھی' قرآن پاک کو سینے سے لگائے بے ساختہ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا' اس کی گرے آنکھیں گریہ وزاری سے سرخ ہو رہی تھی۔ ابھی بھی پلکیں بھیگی ہوئی تھیں' وہ نظر چرا گیا۔

''تمہیں تنہائی میں خوف محسوس تو نہیں ہو رہا تھا؟ موٹا کہہ رہی تھی لڑکیاں تنہا گھر میں نہیں رہ سکتی ہیں' بھوت ڈرانے لگتے ہیں۔'' رائمہ جو اس کے جانے کے بعد سے خوف وتنہائی کے آسیبوں سے سہمی ہوئی تھی اس کو دیکھ کر کسی حد تک خوف سے نکلی تھی مگر اس کی جاتے وقت کی جانے والی سنگ دلانہ باتوں کی کڑواہٹ بھولی نہ تھی سو سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

''میرا مقدر یہی ہے کوئی کب تک ترس کے سکے میرے خوف کے برتن میں ڈالتا رہے گا۔'' اس نے چونک کر اسے دیکھا' وہاں موجود ریک میں وہ قرآن پاک رکھ رہی تھی' موڈ خاصا آف تھا۔ وہ کچن میں چلا گیا' پیزا ٹرے میں رکھ کر لاؤنج میں آیا تو وہ وہاں نہیں تھی' وہ چند لمحے ٹرے ہاتھ میں پکڑے بند دروازے کو دیکھنے لگا پھر بالآخر دستک اسے دینی پڑی تھی' اپنے آنچل کی مخصوص اوٹ کے ساتھ...... ابھی چند لمحوں قبل وہ چہرہ بادلوں سے نکلے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔

''یہ کھالو مجھے یقین ہے تم نے کچھ نہیں کھایا ہوگا اس معاملے میں بہت بے پروا ہو۔'' اس نے وہیں کھڑے کھڑے ٹرے اس کی طرف بڑھائی تھی۔

''مجھے بھوک نہیں ہے آپ خود کھالیں۔'' اس نے غصے سے کہہ کر دروازہ بند کرنا چاہا تھا' احد نے ہاتھ بڑھا کر دروازہ بند ہونے سے روک دیا اور اکھڑپن سے بولا۔

''میں یہاں تمہارے ایٹی ٹیوڈ دیکھنے نہیں آیا ہوں' موٹا کی بات سن کر مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں تم بھی اس نئی جگہ پر تنہائی میں خوف سے مر نہ جاؤ اور میرے لیے مزید پرابلم کری ایٹ نہ ہو جائیں یہ سوچ کر چلا آیا تھا اور تم نہ جانے کیا سمجھ رہی ہو' پکڑو یہ!'' وہ ٹرے اسے تھما کر چلا گیا تھا۔

پھر ڈور لاک کرکے ٹرے لے کر بیڈ پر آ گئی تھی۔

ہر بار وہ اپنے رویے اور تلخ جملوں کی مار لگاتا جاتا تھا۔ اس کو پناہ دے کر احسان کیا تھا' اس کی جان و آبرو بچا کر اور ان احسانوں کا بدلہ وہ اسی طرح آتے جاتے جوتے مار کر لیا کرتا تھا' زبان کی مار ہر مار پر حاوی ہوتی ہے۔ لیکن احد کی غیر متوقع آمد نے اندر ہی اندر اسے بے حد ڈھارس دی تھی۔

وہ سنگ دل تھا...... بے رحم تھا...... مگر اس کا کردار اعلیٰ رفعتوں کو چھوتا تھا' وہ اب بے فکری سے سو سکتی تھی۔

❀......❀......❀

''زہے نصیب...... آپ تو رات کو ہی واپس آ رہے تھے گلے پڑی بلا کا آپ کو بالکل بھی خیال نہ تھا وغیرہ وغیرہ پھر اب صبح آنے کا مقصد کیا ہوا؟'' آفس میں داخل ہوتے ہی مبشر شوخ لہجے میں کہتا ہوا اس کے پیچھے چلا آیا۔

''تم کو معلوم ہے نا بولتے وقت میں سوچنے کا عادی نہیں ہوں بعد میں فیل ہوتا ہے کہ مجھ سے کچھ غلط ہوا ہے اور اس غلط کو صحیح کرنے میں مجھ کو کوئی عارضہ لاحق نہیں ہوتا۔ مجھے احساس ہوا اسے تنہا چھوڑنا نئی جگہ پر اچھا عمل نہیں ہے سو میں چلا گیا۔'' اس نے بیٹھتے ہوئے اپنی کوتاہی کا اعتراف کھلے دل سے کیا تھا۔

''تم اس معاملے میں خاصے دل سے انوالو ہو رہے ہو' خیر تو ہے نا میرے بھائی؟'' وہ کچھ جھک کر اس کی طرف دیکھتا ہوا شرارتی لہجے میں بولا۔

''پلیز اسٹاپ اٹ یار! معاملے کی نزاکت کو سمجھنے کی کوشش کرو میں کس الجھن میں ہوں اور وہ ایک بڑی مشکل میں گرفتار ہے ویسے بھی وہ ان لڑکیوں سے مختلف ہے۔ بہت ایٹی ٹیوڈ ہیں اس میں' بہت باحیا و مضبوط کردار کی لڑکی ہے وہ۔'' احد کا لہجہ عام سا تھا۔

"گڈ...... وری گڈ! شکر ہے تمہارے دل میں بھی گداز پن پیدا تو ہوا ورنہ آج سے قبل تو یہ زمین بنجر ہی پڑی تھی۔ لگتا ہے بہار آنے کو ہے۔" وہ شوخ ہوا۔

"بی سیریس مبشر! میں اس لڑکی کو پروٹیکٹ کرنا چاہتا ہوں' اس کے ساتھ ٹائم پاس نہیں کر رہا' میں ان میں سے نہیں ہوں جو ان بے ہودہ باتوں کو انجوائے کرتے ہیں۔ عورت اور مرد کا رشتہ صرف یہ نہیں ہے کہ مل کر عشق و عاشقی کی جائے۔" سنجیدگی سے اس نے اسے لتاڑا تھا وہ گردن ہلا کر رہ گیا تب ہی باہر سے وڈیرے عاشق علی کے کچھ خاص لوگوں کی آمد کی خبر ملی تھی۔

"تم یہاں سے باہر نہیں آؤ گے' ان لوگوں سے ہم خود نبٹ لیں گے۔ تمہارے آنے سے بات بگڑ جائے گی' وہ تمہیں دیکھ کر مشتعل ہوں گے اور لڑکی کا مطالبہ کریں گے۔" قاسم اور پرویز بھی آفس میں اسے سمجھا رہے تھے جو تنہا۔

"وہ تمہاری بات ماننے والے نہیں ہیں' ان کا معاملہ مجھ سے ہے۔"

"ہم جانتے ہیں وہ تمہارے پاس ہی آئے ہیں لیکن ان کے ارادے اچھے ہرگز نہ ہوں گے' ان کے گاؤں کی لڑکی کا معاملہ ہے اس لیے وہ ہماری توقع سے زیادہ بپھرے ہوں گے۔"

قاسم نے بھی رسانیت سے سمجھایا تھا وہ مان گیا تھا وہ تینوں چلے گئے۔ وہ چھ لوگ تھے اونچے قد' فربہ جسم وادھیڑ عمر چہروں والے جن سے سفاکیت عیاں تھی۔ اسلحہ جنہوں نے زیور کی مانند سجایا ہوا تھا' آتے ہی انہوں نے رائمہ اور احد کو رات ہونے والے جرگے میں پیش ہونے کا حکم نامہ جاری کیا تھا اور پیش نہ ہونے کی صورت میں بھیانک انجام کی دھمکیاں دے کر چلے گئے تھے۔ احد دوسرے روم میں سب سن رہا تھا' وہاں آ کر ان کے پریشان چہرے دیکھ کر مسکرا کر بولا۔

"وہ ڈرانے آئے تھے اور ڈر گئے تم لوگ؟ اسے بزدلی کہوں یا بہادری؟"

"بات سمجھنے کی کوشش کرو احد! بات ہماری حدوں سے آگے نکل چکی ہے اب تمہیں انکل سے مدد لینی ہوگی۔"

"تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے' میں پپا سے مدد لوں بھلا اتنا کمزور نہیں ہوں میں۔"

"دیکھو! انکل کی عزت ہے اونچا مقام ہے سوسائٹی میں اور وہ یہ سب جان چکا ہوگا اور وہ یہاں بلیک میل کرے گا' بہت اسٹرونگ کلیو اس کے ہاتھ لگا ہے۔ یہ میڈیا کی سنوائی کا دور ہے' اگر وہ جھوٹا نکاح نامہ بنا کر میڈیا میں پیش کردے تو سوچو پل بھر میں خاندان کی عزت کو چونا لگ جائے گا پھر نہ خاندانی عزت رہے گی اور نہ رائمہ!"

"اسے اپنے کالے دھندوں کی خبر ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس کے خلاف آدھے سے زیادہ ثبوت میرے پاس موجود ہیں' میڈیا کا وہ سوچے گا بھی نہیں۔"

"اس وقت وہ پاگل ہوگیا ہے اور پاگل پن میں کچھ بھی کرسکتا ہے۔" پرویز بھی اسے سمجھانے کی سعی میں تھا مگر وہ ان سے تعاون کرنے کو تیار نہ تھا۔

"جرگے میں جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور جب تم جرگے میں نہیں جاؤ گے تو وہ تمہارے اریسٹ وارنٹ نکلوا دے گا اور سب سے پہلے پولیس تمہارے گھر جائے گی اور پھر ہماری طرف بھی چھاپے مارے جائیں گے۔ تم جانتے ہو ہماری پولیس اگر اعتراف کروانا چاہے تو گونگے بھی بولنا شروع کردیتے ہیں۔ رائمہ تمہارے ساتھ غیر قانونی طریقے سے رہ رہی ہے' یہ ہم جانتے ہیں تمہارے تعلقات کی نوعیت بے حد پاکیزہ وشفاف ہے مگر یہ بات کوئی تسلیم نہیں کرے گا۔ ہمارا معاشرہ اور ہمارا مذہب دونوں ایسے رشتوں کو قبول نہیں کرتا ہے۔"

"تم لوگ کہنا کیا چاہتے ہو کلیئر بات کرو مجھ سے؟" حالات کی سنگینی کو وہ بھی بھانپ گیا تھا اور جو وہ لوگ کہہ رہے تھے' وہ بھی غلط نہ تھا' اس نے ریلیکس انداز میں استفسار کیا۔

"ہماری رائے یہ ہے تم کوئی وقت ضائع کیے بنا رائمہ سے نکاح کرلو۔"

"وہاٹ......" وہ مارے حیرانگی کے اٹھ کھڑا ہوا اور پاٹ دار آواز گونج کر رہ گئی۔

"اتنا حیران کیوں ہو رہے ہو؟ ایک یہی طریقہ ہے تمہارے پاس اپنی عزت بچانے اور اس وڈیرے کو شکست دینے کا۔" مبشر نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"میں اس لڑکی سے کیسے نکاح کرسکتا ہوں' جس کے بارے میں' میں جانتا نہیں اور یہ...... یہ کوئی آسان کام نہیں ہے میں اس لڑکی سے نکاح نہیں کرسکتا۔" وہ ایک دم سے اضطراب و وحشت کا شکار ہوگیا۔

"کول ڈاؤن' نکاح کرنا بہت آسان ہے مگر خود پر ناجائز تعلقات کا الزام برداشت کرنا آسان نہیں ہے۔ نکاح کرکے تم گھر والوں کی خفگی و ناراضگی کا اور چند لوگوں کا سامنا کرو گے اور جلد ہی سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا...... مگر رسوائی کے بعد دوسروں خصوصاً اپنوں کے آگے سرخروئی پانا بہت مشکل کام ہے۔ یہ طعنے تمہاری آنے والی نسلوں کو بھی کو برداشت کرنے پڑیں گے۔" آگے کنواں اور پیچھے کھائی وہ سچ مچ سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا اس معاشرے میں کسی لڑکی کی مدد کرنا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ اگر کوئی مرتا ہے مرجانے دو' کسی کی عزت لٹتی ہے لٹ جانے دو' لوگ غلط دستور رائج کرنے والوں کا ساتھ دیتے ہیں اور درست کام کرنے والوں کی اچھائیوں کو بھی برباد کرڈالتے ہیں آہ......!

"وہ بے چاری گاؤں کی ایک غریب ولاچار لڑکی ہے جو حسن کی دولت سے مالا مال ہے مگر تمہاری جیسی ویل آف فیملی سے تعلق نہیں رکھتی ہے۔ اس کا شجرہ نسب غربتوں سے پُر ہے اس لیے تم اس سے رشتہ جوڑنے کی خواہش نہیں رکھتے؟"

"اسٹاپ اٹ...... لعنت بھیجتا ہوں میں دولت اور اسٹیٹس پر۔" وہ جھنجلایا گیا۔

"کال آرہی ہے تمہارے فون پر۔" قاسم نے ٹیبل پر رکھا فون اٹھا کر دیا اور دوسری طرف مجید بابا تھے' بہت گھبرائے ہوئے لہجے میں کہہ رہے تھے۔

"بیٹا! مجھے معاف کردیجیے گا کل جو کچھ آپ نے مجھے بتایا تھا وہ سن کر میں ساری رات سو نہ سکا تھا۔ یہی خوف رہا کہ وہ موذی آپ کو اور رائمہ بیٹی کو نقصان نہ پہنچادے یہاں سب سے زیادہ سوال آپ کی زندگی کا ہے۔ میں نے کچھ دیر قبل ہی بڑے صاحب کو رائمہ بیٹی کے بارے میں پہلی ملاقات سے لے کر کل تک کا سب بتادیا ہے۔" اس کی پیشانی پر یک دم سلوٹیں در آئی تھیں' وہ متحیر ہوا۔

"یہ آپ نے کیا کیا بابا!" وہ شدید اضطراب میں مبتلا ہوگیا۔

"مجھے یہی مناسب لگا بیٹا! آپ کی زندگی سب سے زیادہ قیمتی ہے' اب جلدی سے رائمہ بیٹی کو کہیں روپوش کردیں' صاحب بہت غصے میں گئے ہیں وہ رائمہ بی بی کو وڈیرے کے حوالے کرنے گئے ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے کسی غیر لڑکی کی خاطر وہ اپنی عزت پر داغ نہیں لگنے دیں گے۔" وہ ہچکیوں سے رو رہے تھے۔

"رائمہ کو بچالیں بیٹا! اس کو بچالیں' وڈیرہ بہت برا حشر کرے گا اس کا۔" پھر بہت خاموشی سے اس نے دوستوں کے سامنے سرینڈر کردیا تھا۔ اپنے باپ کی ہٹ دھرمی اور سنگ دلی سے بھی واقف تھا' وہ اپنی عزت و نام کی نگہبانی کی خاطر رائمہ کو لمحہ ضائع کیے بنا وڈیرے کے حوالے کریں گے اور وہ اس شخص سے شکست کھانے کو تیار نہ تھا' ایک اور قابل بھروسہ دوست کو کال کرکے بلوالیا گیا تھا۔ وہ مبشر کے بنگلے پر پہنچے تو دوپہر ڈھل رہی تھی' رائمہ اس افتاد پر ہکا بکا تھی۔

"یہ پیپر میرج ہوگی' میں تم سے کچھ ڈیمانڈ نہیں کروں گا اور تم بھی جب چاہو حالات معمول پر آتے ہی طلاق لے سکتی ہو' میں پیپر سائن کردوں گا۔" وہ اس کو سمجھا رہا تھا وقت بے حد کم تھا۔ شاہ رخ صاحب کسی بھی ٹائم وہاں پہنچ سکتے تھے وڈیرے کا نام سن کر اس کی رنگت بھی زرد پڑ گئی تھی۔

"ہم میں سپریشن ہوجائے گی نہ' میں نے کبھی شادی نہ کرنے کا عہد کیا تھا آپ بعد میں اپنے وعدے سے مکر تو نہیں جائیں گے؟" اس نے آہستگی سے پوچھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟ تمہارے عشق میں بے حال

ہو کر میں نے یہ فیصلہ کیا ہے؟'' احد کو پٹڑی سے اترنے میں دیر نہ لگی تھی سواس وقت بھی وہ رسٹ واچ دیکھتا ہوا سرد مہری سے گویا ہوا تو وہ چپ رہ گئی۔

''میں ان فضول چکروں میں نہیں پڑتا' اگر بابا اپنی زبان بند رکھتے تو مجھے یہ سب کرنے کی ضرورت بھی نہ تھی۔'' لاؤنج میں ان چاروں کے علاوہ ایک باریش نکاح خواں موجود تھے وہ دونوں صوفے پر بیٹھے تھے۔

وہ عام سے کاٹن کے لیمن ایڈی سوٹ میں ملبوس تھی' نکاح سے قبل مبشر نے اپنی بیوی کا سرخ دوپٹہ لاکر اس کے سر پر ڈال دیا تھا۔ نکاح ہوا تھا' ان چاروں نے گلے مل کر مبارک باد دی تھی' خوب بھینچ بھینچ کر اسے گلے سے لگایا تھا' وہ کہہ رہا تھا۔

''ارے کیا مصیبت ہے چھوڑو' یہ کوئی خوشی کا موقع نہیں ہے کمپرومائز ہے۔''

''ہمارے لیے خوشی کا ہی موقع ہے میری جان! ادھورے ہی سہی کم ازکم ہماری لائن میں تو آئے' تم چھڑے چھانڈ گھومتے ایک آنکھ نہ بھاتے تھے...... ہاہاہا۔'' وہ تینوں مٹھائی کھاتے ہوئے اس سے شوخیاں کررہے تھے' رائمہ وہاں سے جاچکی تھی۔ وہ جانتا تھا وہ کمرہ لاکڈ کیے اپنے من پسند مشغلے میں مصروف ہوگی۔

''انکل یہاں پہنچنے والے ہوں گے' ہمیں بہت تحمل سے یہ سب ہینڈل کرنا ہوگا۔''

''نہیں فرینڈز! تم لوگوں نے یہاں تک میرا ساتھ دیا' میں تم لوگوں کا شکر گزار ہوں بس اب یہاں سے یہ میرا پرسنل میٹر شروع ہوچکا ہے یہاں سے مجھے تنہا ہی اسٹینڈ لینا پڑے گا۔'' ان لوگوں کو سمجھا بجھا کر زبردستی بھیجا تھا' پپا کسی بھی لمحے کیا کہہ دیں اس بات کا احساس ان کو خود بھی نہیں تھا۔ یہ بات صرف وہ جانتا تھا اور اپنے دوستوں کی بے عزتی اسے ہرگز قبول نہ تھی۔ ان کے جانے کے بعد اس نے رائمہ کے کمرے کے دروازے پر دستک دی اور مسلسل کئی دستک کے بعد دروازہ کھلا تھا۔

''جی...... کیا بات ہے؟'' آنسوؤں سے بھیگی آواز پر خوف بھی غالب تھا۔

''اب مجھ سے اتنا چھپنے کی کیا ضرورت ہے' میں تمہیں کھا تو نہیں جاؤں گا باہر آؤ۔'' وہ جھجکتی ہوئی باہر آئی تو وہ گویا ہوا۔

''پپا آئیں گے ابھی غصے میں شاید بہت ہی برہم ہوں' شور شرابا کریں لیکن تم نے روم میں ہی رہنا ہے اور جب تک میں نہ کہوں باہر نہیں نکلنا انڈرسٹینڈ؟''

''جی...... ایسا ہی کروں گی۔'' آواز میں خاصی تابعداری تھی۔

''جاؤ۔'' وہ اپنے مخصوص سرد وسپاٹ لہجے میں گویا ہوا اور اسی لمحے باہر کار رکنے کی آواز آئی تھی کیونکہ گیٹ پر چوکیدار موجود تھا اور مبشر جاتے ہوئے اسے ان کی آمد کی اطلاع دے کر گیا تھا۔ رائمہ کمرے میں چلی گئی تھی' پانچ منٹ بعد وہ اس کے روبرو تھے۔ وہ سلام کا جواب گول کرکے اسے خفگی سے دیکھتے ہوئے بولے۔

''مجید بابا نے جو کچھ بتایا وہ کہاں تک درست ہے؟''

''بابا نے جو کچھ بتایا وہ حرف بہ حرف درست ہے' کوئی مبالغہ آرائی نہیں ہے۔''

''پہلے دن ہی آپ کو اس لڑکی کو دھکے دے کر ریسٹ ہاؤس سے نکال دینا چاہیے تھا' ضرورت کیا پڑ گئی تھی ایک اجنبی وکمتر لڑکی کی خاطر یہ سب ہنگامہ کھڑا کرنے کی؟'' وہ شدید غصے میں کہہ رہے تھے۔

''وہ بے حد مجبور و بے قصور لڑکی ہے' وڈیرہ اس کے باپ سے اس کا سودا کرنا چاہتا تھا۔''

''سو وہاٹ...... اس لڑکی سے ہمارا کچھ لینا دینا نہیں ہے' کسی غیر لڑکی کی خاطر میں بلاوجہ دشمنیاں افورڈ نہیں کرسکتا۔ کچھ دیر بعد آئی جی اور دوسرے اشخاص بھی آرہے ہیں تاکہ لڑکی اس کے حوالے کرکے معاملہ رفع دفع کرکے آئیں۔'' وہ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے عجلت بھرے انداز میں گویا ہوئے۔

''وہ لڑکی عاشق علی کو اب کبھی نہیں ملے گی۔'' اس کا لہجہ ٹھوس تھا۔

''کیا مطلب ہے اس اسٹوپڈ بات کا؟ کسی اجنبی کو رکھ کر اپنے منہ پر ناجائز تعلقات کی کالک لگواؤ گے؟'' وہ ناگواری بھرے انداز میں گویا ہوئے۔

''بلاؤ اس لڑکی کو کہاں ہے وہ؟ میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔''

''وہ لڑکی اب میری بیوی ہے پپا! وہ کہیں نہیں جائے گی۔''

''وہاٹ...... یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تمہیں احساس ہے اپنی بات کا' یہ کس طرح سے ہوسکتا ہے؟'' بے یقینی و حیرت ان کے بارعب چہرے سے عیاں تھی۔

''میں نے آج ہی نکاح کیا ہے رائمہ سے' وہ اب میری عزت ہے۔'' اس کے لہجے میں مضبوطی وہٹ دھرمی تھی' چٹانوں کی مانند۔ شاہ رخ نے بیٹے کے وجیہہ چہرے پر ایک عزم واستقامت دیکھا تھا' وہ شاکڈ رہ گئے تھے۔

''آپ جائیں اور اپنے دوستوں کو بھی واپس لے جائیں' یہ میرا میٹر ہے اور میں بخوبی حل کروں گا اسے۔ آپ کو زحمت کرنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔''

''شٹ اپ! بکواس بند کرو اپنی۔'' وہ بھرے بادلوں کی طرح گرجے تھے۔ ''ایک دو کوڑی کی لڑکی سے نکاح کر کے تم نے ہماری عزت ووقار مٹی میں ملادیا ہے۔ میں کہتا ہوں ابھی اور اسی وقت طلاق دو' ہمارے گھر میں ملازم بھی خاندان دیکھ کر رکھے جاتے ہیں اور تم ایک ایسی لڑکی کو ہماری بہو بنانا چاہتے ہو جس کا باپ شرابی وجواری آدمی تھا اور ماں ایک غریب عورت جو لوگوں کی سلائی وکڑھائی کر کے گھر چلاتی تھی۔''

''میرے لیے یہ باتیں کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔''

''تمہارے نزدیک یہ باتیں اہمیت رکھ بھی کیسے سکتی ہیں برخوردار! عزت' دولت و نیک نامی تمہیں پلیٹ میں رکھ کر جو مل گئی ہے۔ کبھی باپ کا نام ہٹا کر دیکھو اپنے نام سے پھر پتا چلے گا کہ کس کھیت کی مولی ہو تم؟'' وہ ہونٹ بھینچے خاموش ہی رہا تھا' جبکہ وہ بے چینی سے ٹہل رہے تھے۔

''تمہارا اسٹینڈرڈ اتنا لو ہوگا مجھے یقین نہیں آرہا اور تم اس تھرڈ کلاس لڑکی کو نہیں چھوڑو گے یہ بھی میں جان گیا ہوں۔ تم نے جو حماقت کی ہے اس کا کسی کو پتا نہیں چلنا چاہیے اور ان چاروں کو جو تمہارے گواہ بنے ہوں گے اپنے چیلوں کو بھی کہہ دینا اپنی زبان بند رکھیں۔ پہلے اس عاشق علی سے نبٹ لوں پھر تم سے بھی نبٹوں گا تم نے اتنا بڑا قدم کیسے اٹھایا ہے' وہ اس کی آنکھوں میں چھائی نفرت کو دیکھ کر پُرسوچ لہجے میں گویا ہوئے۔

''بلاؤ' اس لڑکی کو اور چلو میرے ساتھ' یہاں رکنا سراسر حماقت ہے۔''

''پپا......'' وہ کچھ چاہتا تھا تب ہی وہ ہاتھ اٹھا کر گویا ہوئے۔

''میں کوئی فضول بات نہیں سنوں گا' لے کر آؤ اسے میں انتظار کررہا ہوں۔'' وہ کہہ کر چلے گئے' احد کے بلانے پر وہ باہر آئی تھی۔

''پپا کی باتیں تم نے سن لی ہوں گی یقیناً وہ اسی طرح کھری وسیدھی بات کرتے ہیں۔ ہم گھر جارہے ہیں وہاں ہمارے نکاح کی خبر کسی کو بھی نہیں' مجید بابا کو بھی نہیں۔'' وہ اسے سمجھا کر کپڑوں کا بیگ اٹھا کر چل پڑا وہ بھی اس کے پیچھے چلنے لگی تھی۔

''اس گھونگھٹ کی اب کیا ضرورت رہتی ہے' ہٹاؤ اسے۔'' اس نے مڑ کر کہا۔ وہ اسی طرح ملٹی کلر ریشم اور شیشوں کی کڑھائی والی سیاہ شال کی اوٹ میں چہرہ چھپائے بے جان قدموں سے پیچھے آرہی تھی۔ اس نے طنزیہ لہجے میں کہا تھا' اس نے گھبرا کر شال کو پیشانی تک کھینچا تھا' وہ اس شخص کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں کر پارہی تھی' جس کی پاٹ دار آواز بند دروازوں کے پیچھے بھی واضح سنائی دے رہی تھی۔ اپنی ماں اور باپ کے متعلق ان کے لفظوں نے اسے گویا پاتال میں پھینک دیا تھا' آج سے پہلے اسے اپنی غربت و افلاس پر کبھی شرمندگی نہ ہوئی تھی۔ شاہ رخ صاحب نے احد کے پیچھے آتی لڑکی کو دیکھا' سیاہ بادلوں کی اوٹ میں چمکتے چاند کی مانند تھا وہ چہرہ۔

"ہوں..... احد کے پھسلنے کی وجہ اس لڑکی کا بے تحاشہ حسن ہے عجیب فتنہ گر حسن کی مالک ہے یہ لڑکی! میرے پتھر دل بیٹے کو موم بنا ڈالا۔" وہ سوچ رہے تھے ان کے چہرے پر سختی و رعب اس قدر تھا کہ وہ سلام کرنے کی جرأت بھی نہ کرسکی تھی۔ وہ کار کے پاس کھڑے تھے موبائل ہاتھ میں لیے ہوئے احد سامان ڈگی میں رکھ کر پلٹا تو رائمہ کو دیکھا جو بے حد گھبرائی و سہمی کھڑی تھی۔

"ٹیک اٹ ایزی!" وہ قریب آ کر اس سے سرگوشی میں گویا ہوا تھا شاہ رخ صاحب جو کچھ فاصلے پر کھڑے تھے ان کے قریب چلے آئے اور رائمہ بے ساختہ احد کے پیچھے ہو کر اس کا بازو تھام چکی تھی۔ اس کے ہاتھ کی لرزش وہ اپنے شانے پر محسوس کررہا تھا۔

"چاند ہری پور گئی ہوئی ہیں کچھ عرصے کے لیے میں نے سوچا تھا اس لڑکی کو چاند کے پاس چھوڑ دیتا لیکن اب گھر ہی لے کر جانا ہوگا۔ وہاں سب کو یہی بتاؤں گا یہ میرے مرحوم دوست کی بیٹی ہے اور کچھ عرصے کے لیے ہماری مہمان رہے گی۔"

"جی..... جیسا آپ کہیں گے ویسا ہی ہوگا۔" اس نے نرمی سے اس کا ہاتھ اپنے شانے پر سے ہٹایا تھا پھر پہلے پپا کے لیے فرنٹ ڈور کھولا رائمہ کو بیک سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔

جنہوں نے گھر بدر کیا تھا وہ ہی اب گھر لے کر جارہے تھے مگر وہ ذہنی طور پر اتنا الجھا ہوا تھا کہ کئی ماہ بعد گھر واپسی کی خوشی بھی نہ محسوس کررہا تھا۔

❀.....❀.....❀

رامین مسکراتی ہوئی رابعہ کے پاس آئی تھیں جو مونا کے ساتھ بیٹھیں لسٹ بنا رہی تھیں وہ ان کے قریب بیٹھ کر شکوے بھرے لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔

"بھابی آپ کل احد سے ملنے گئی تھیں اور ہمیں بتایا بھی نہیں؟ کتنا عرصہ ہوگیا ہے احد سے ملے ہوئے میں اور کاجل بھی مل کر آ جاتے آپ کے ساتھ ہی۔"

"تم کل گھر پر نہیں تھیں پھر تم نے پہلے کبھی احد سے ملنے کی خواہش بھی نہ کی تھی۔"

"میرا دل تو بہت چاہ رہا تھا ویسے بھی اب اس بے چارے بچے سے اسی طرح باہر ہی ملنا ہوگا بھائی صاحب تو اب اسے کبھی گھر میں قدم رکھنے نہیں دیں گے۔"

"اللہ نہ کرے جو کبھی ایسا ہو رامین! تم کیسی باتیں کرتی ہو؟ میرا احد اس گھر میں آئے گا اور جلد آئے گا ان شاء اللہ۔ میں نے اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعائیں مانگی تھیں احد کے اس گھر میں خوشیوں کے ساتھ آنے کی بلکہ میں نے یہ دعا کی تھی کہ شاہ رخ نے احد کو گھر سے نکالا ہے وہ ہی لے کر بھی آئیں۔" رامین کی بات پر وہ ناخوش گوار لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔

"بھائی صاحب کی ضدی طبیعت کو جانتے ہوئے بھی آپ نے ایسی دعا کی ہے۔"

"دعاؤں سے تو پہاڑ بھی ریزہ ہوجاتے ہیں تمہارے بھائی کیا چیز ہیں۔"

"اللہ آپ کی دعا قبول کرے بھابی! یہ آپ ابھی سے رمضان المبارک کی آمد کی تیاریوں میں لگ گئی ہیں پورا ایک ہفتہ پڑا ہے رمضان شروع ہونے میں۔"

"ایک ہفتہ کہاں پتا چلتا ہے رامین! اس وقت دنیا میں سب سے برق رفتاری سے گزرنے والی شے کا نام وقت ہے۔ یہ ایک ہفتہ بھی پلک جھپکتے گزر جائے گا میں نے کچن کے تمام سامان کی لسٹ تیار کردی ہے۔ مجید بابا کے ساتھ جا کر گروسری کر آتی ہوں پھر غرباء و مساکین میں راشن کپڑے اور رقوم بھی تقسیم کرنی ہے۔" وہ لسٹیں مونا سے لیتی ہوئی کہہ رہی تھیں۔

"مجید بابا تو آج صبح سے اپنے کوارٹر میں بند ہیں کسی کام کا ہوش نہیں ہے انہیں یہ سب آپ کی وجہ سے ہے جو اس کی آنکھوں پر چربی چڑھ گئی ہے۔"

"ارے ان کا بڑھاپا ہے رامین! اب اس عمر میں ان سے کام لینا اچھا نہیں لگتا۔"

"مفت کی روٹیاں توڑنے کے لیے کیوں رکھا ہوا ہے نکال باہر کریں جب وہ کسی کام کے نہیں رہے ہیں آپ

بھی ہر کسی پر ترس کھانے لگتی ہیں۔"

"کہاں جائیں گے وہ؟ ساری عمر انہوں نے یہاں گزاری ہے ویسے بھی وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے والے نہیں ہیں منع کرنے کے باوجود کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔" ملازمہ کی زبانی ان کو پتا چلا تھا ان کی احد سے ملاقات کا۔ وہ غصہ سے تلملا کر رہ گئی تھیں۔ وہ دیکھنا چاہتی تھیں کہ وہ کس طرح ایک دوسرے سے ملتے ہیں ان کی تڑپ سے وہ لطف لینا چاہتی تھیں مگر ان کو پتا نہ چل سکا تھا اور یہ کارستانی مجید بابا کی تھی اس لیے وہ ان کی مزید دشمن بن گئی تھیں اور یہی تہیہ کرکے بیٹھی تھیں کسی نہ کسی طرح ان کو یہاں سے نکال پھینکا جائے۔

"مونا! جاکر مجید بابا کو بلا کر لاؤ' رامین! تم بھی چلی چلو میرے ساتھ گروسری کے لیے۔" مونا کے بعد ان سے مخاطب ہوئی تھیں۔

"بھابی! عید کی شاپنگ کے لیے ساتھ چلیں گے یہ شاپنگ تو بور کردیتی ہے۔" وہ ناک چڑھا کر گویا ہوئی تھیں معاً باہر کار رکنے کی آواز آئی تھی اور پھر مونا وہاں بھاگتی ہوئی آئی تھی خوشی سے گلنار ہوتے چہرے کے ساتھ۔

"ممی...... ممی...... بھائی آ گئے۔" وہ مارے خوشی کے ان سے لپٹ گئی۔

"یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔" مونا دوبارہ باہر بھاگ گئی تھی جبکہ رامین ایک دم شاکڈ رہ گئی تھیں ان کے وہم و گمان میں نہ تھا کہ وہ واپس آجائے گا اس گھر میں۔

چند لمحوں بعد وہ ماں و بہن کی چاہتوں کی بارش میں بھیگ رہا تھا' مونا اور ممی کتنی دیر تک اس سے لپٹی آنسو بہاتی رہی تھیں۔ وہ انہیں بازوؤں کے حصار میں کتنی دیر تک لیے کھڑا ان کے آنسو صاف کرتا رہا' کبھی واپس نہ جانے کا یقین دلاتا رہا۔ رامین اور کاجل بھی آگئی تھیں ظاہری محبت کا اظہار انہوں نے بھی کیا تھا۔

"ساری رات یہیں گزارنے کا ارادہ ہے تم لوگوں کا؟ میرے ساتھ مہمان ہے اس کو بھی اندر آنے کا موقع دو۔" شاہ رخ صاحب نے سرد لہجے میں اپنی موجودگی کا احساس دلایا تو وہ چونک کر گویا ہوئیں۔

"کہاں ہے مہمان اور کون ہے؟" رابعہ نے چونک کر کہا۔

"میرے دوست کی حال ہی میں ڈیتھ ہوئی ہے اس کے دشمن اس بچی کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں اس کی زندگی خطرے میں ہے اسے تحفظ ملے اس وجہ سے میں اسے لے کر یہاں آ گیا ہوں۔" انہوں نے خوب صورتی سے بات بنائی تھی۔

"مونا! وہ کار میں ہے لے کر آئیں اسے...... وہ کیا نام ہے؟" انہوں نے احد کی طرف دیکھا۔

"رائمہ!" اس نے نام بتایا اور اندر کی طرف بڑھ گیا۔

"دوست کی بیٹی آپ کی ہے اور نام احد بتا رہے ہیں۔" رامین نے مسکرا کر کہا تو وہ ان کے لطیف سے طنز کو سنی ان سنی کرکے سنجیدگی سے گویا ہوئے۔

"رائمہ کو ملنے جلنے والوں سے دور رکھے گا' میں نہیں چاہتا کسی کے بھی علم میں ان کی یہاں موجودگی آئے۔ مونا کے روم میں ان کو ٹھہرانے کا بندوبست کرو۔"

"مونا کے روم میں کیوں؟ گیسٹ روم کے علاوہ اور بھی کئی رومز ہیں۔"

"جو میں نے کہا ہے وہ ہی کرو بس۔" وہ اپنی بات پر زور دے کر گویا ہوئے تھے۔ مونا ہرنی جیسی ڈری' سہمی گھبرائی گھبرائی رائمہ کا ہاتھ تھامے وہاں آئی تھی۔

"السلام علیکم!" لرزش زدہ آواز میں لفظ بھی اِدھر اُدھر بکھر رہے تھے وہ تینوں متحیر سی اسے دیکھ رہی تھیں۔ انہیں معلوم نہ تھا آنے والی مہمان لڑکی اتنی خوب صورت اور کم عمر ہوگی۔ بحر حیرت سے پہلے رابعہ نے نکل کر اسے گلے لگاتے ہوئے خوش آمدید کہا تھا' رامین اور کاجل نے بھی سرسری طور پر ہاتھ ملائے تھے وہ اس عالی شان و ذی حیثیت بلند و بالا محل نما عمارت کو دیکھ کر شدید احساس کمتری و کم مائیگی کا شکار ہوگئی تھی۔ احد کی سادہ و بے نیاز طبیعت میں دولت و امارت کا غرور بالکل نہ تھا' باہر سے نظر آنے والی خوب صورتی اندر سے زیادہ نمایاں تھی۔ فرنیچر' کارپٹ'

پردے ہر شے اعلیٰ ترین تھی۔ اس کی نگاہ میں اپنے دو چھوٹے کمروں اور سرخ اینٹوں والا چھوٹا سا صحن گھومنے لگا تھا۔ وہ یہاں آکر اس قدر مرعوب ہوئی تھی کہ زبان بالکل تالو سے چپک کر رہ گئی تھی۔

گھر میں عید کا سماں تھا' احد کی گھر آمد نے خوشیوں کے پھول کھلا دیئے تھے' مونا اس کا ہاتھ تھامے اس سے چپک کر بیٹھی تھی۔ وہ پہلی نظر میں اسے فرینڈ بنا چکی تھی' رابعہ ملازماؤں کو کھانا لگانے کا کہہ چکی تھیں۔

احد اور شاہ رخ دوسرے کمرے میں اہم میٹنگ میں مصروف تھے' رامین اور کاجل خاموش بیٹھی تھیں جیسے احد کی اچانک آمد اور اس لڑکی کا اس طرح آنا کسی راز سے پردہ ہلکا ہلکا سرک رہا تھا' لیکن مبہم تھا۔ مونا اس سے کئی عام سے چھوٹے چھوٹے سوالات کررہی تھی مگر وہ خاموش تھی کہ ایک جواب بھی اس کے اسرار کھولنے کے لیے کافی تھا اور اسے سختی سے منہ بند کرکے رکھنے کی تاکید بار بار کی جاتی رہی تھی۔

''مونا! کیوں پریشان کررہی ہو؟ لگتا ہے یہ ابھی بھی ڈری ہوئی ہیں۔ آپ انہیں اپنے روم میں لے جائیں میں کھانا وہیں بھیج دوں گی۔'' رابعہ نے کہا۔

''یہاں کیسا ڈر بھابی جان! ہم کوئی ان کے دشمن تھوڑی ہیں۔ مجھے تو لگتا ہے ان کو ہم سے بات کرنے سے منع کیا گیا ہے یا یہ خود ہم سے بات نہیں کرنا چاہتی ہیں۔'' رامین اپنے کاٹ دار لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔

''ارے ہم کیوں دشمن ہونے لگے ان کے' جاؤ بیٹی ریسٹ کرو بے فکر ہوکر۔'' رابعہ نے محبت سے کہا اور مونا اس کا ہاتھ پکڑ کر لے آئی۔

''چلیے بھابی! آپ کی دعا قبول ہوئی نہ صرف احد گھر میں آئے بلکہ ایک لڑکی بھی ساتھ لائے ہیں۔ آپ کو ایک ساتھ دہری خوشیاں مل گئی ہیں۔''

''مجھے تو بچی کی صورت دیکھ کر ترس آرہا ہے کس قدر ڈری سہمی ہوئی ہے نہ معلوم کون ایسے ظالم لوگ ہیں جو ایسی پیاری بچی کو مارنا چاہتے ہیں وگرنہ اس کی صورت دیکھتے ہی پیار آنے لگتا ہے۔'' وہ سادگی سے گویا ہوئیں۔

''آنٹی! کہیں آپ احد کے دل کی بات تو نہیں کررہی؟''

''احد کے دل کی بات...... کیا کہنا چاہ رہی ہو کاجل؟'' وہ اس کے طنز کو سمجھ رہی تھیں' رامین نے بیٹی کو آنکھیں دکھا کر چاپلوسی سے کہا۔

''ارے کچھ نہیں بھابی! آپ کو تو معلوم ہے اسے یوں ہی بھونڈے مذاق کی عادت ہے۔'' شاہ رخ صاحب نے اس پیچیدہ مسئلے کو سلجھانے کے لیے اپنے قانونی طریقے سے اپنے ان دوستوں سے صلاح ومشورے لینے شروع کردیئے تھے جو قانون کے اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے وہ احد سے لاکھ شاکی تھے' بہت ناراض تھے مگر خطرے کی اس گھڑی میں وہ اسے تنہا چھوڑنے کو تیار نہ تھے۔

احد کو وہ سختی سے گھر سے قدم باہر نہ نکالنے کا پابند کرچکے تھے' اس کے تینوں سیل فونز ان کے پاس تھے۔ اس کے فرینڈز کو بھی وہ وارن کرچکے تھے کہ معاملہ نبٹنے تک وہ لوگ آفس نہ جائیں کیونکہ کل رات جرگے میں شرکت نہ کرنے کے باعث عاشق علی پر پاگل پن سوار ہوچکا تھا۔ وہ دیوانہ بنا ان لوگوں کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔ احد کے موبائل پر بالآخر اس کی کال آگئی۔

''بزدل...... کیا چوہے کی طرح بل میں چھپ کر بیٹھ گیا ہے' اگر مرد ہے تو باہر نکل کر آ ورنہ اس بل کو تیری قبر بنادوں گا۔''

''سنو! شیر کی کھال پہن کر گیدڑ شیر نہیں بن جاتا گیدڑ ہی رہتا ہے۔ میرا بیٹا شیر ہے وہ تم سے شیر کی طرح ہی مقابلہ کرنے کی تیاری کرچکا ہے۔''

''اچھا تو تم ہو اس کے باپ' دیکھنا سامنے ہی کیسی ہڈیاں چباتا ہوں اس کی؟''

''ہونہہ...... ہڈیاں کیا چباؤ گے تم...... غریبوں کا لہو پینے والے کھٹمل! تم جیسے چور ڈاکو اسمگلر کے ہاتھوں میں اتنی طاقت کہاں جو میرے شیر بیٹے سے مقابلہ کرسکو۔'' ان کے دبنگ لہجے سے وہ کمزور پڑ گیا تھا۔

"ارے بابا! میں کوئی فالتو کچہری نہیں چاہتا' مجھے میری لڑکی دو اور میرا پیچھا چھوڑ دو۔ میں کوئی پاگل تھوڑی ہوں جو تمہارے پیچھے بھاگتا رہوں گا' تمہارا بیٹا جو میری بیوی کو بھگا لے گیا ہے۔ وہ واپس کردو مجھے سائیں......"

"تمہاری بیوی ہے وہ...... نکاح نامہ کہاں ہے تمہارا؟"

"بابا! تمہیں اس سے کیا مطلب کہ نکاح ہوا نہیں ہوا' وہ میری بیوی نہیں ہے اگر بیٹے کی طرح تمہارے دل میں بھی کھوٹ آ گیا ہے تو بتا دو۔"

"بکواس مت کرو وہ لڑکی اب میرے بیٹے کی بیوی اور میری بہو ہے۔" ایک کراہ گونجی تھی گویا کوئی کند چھری سے ذبح ہو رہا ہو۔

"یہ کیا ہو رہا ہے بابا! رائمہ کو وہ مجھ سے جیت نہیں سکتا' میں تم لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا' پورے شہر میں رسوا کردوں گا۔ ایک ایک کو بتاؤں گا میری لڑکی کو بھگا کر لے گیا ہے وہ لڑکا! اس کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہا ہے اور کہتا ہے نکاح کرلیا۔ جھوٹا' مکار میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" وہ غصے و اشتعال انگیزی کی حدوں سے باہر نکل چکا تھا۔

"جو ہوسکتا ہے کرلو تم' میں رات کو آرہا ہوں اپنے بیٹے کا نکاح نامہ اور تمہارے تمام غیر قانونی دھندوں کے قانونی ثبوت لے کر اور ہتھکڑی بھی۔" انہوں نے کہہ کر رابطہ منقطع کردیا۔

دوسری طرف اس کی عجیب حالت تھی موبائل اس نے زمین پر دے مارا تھا۔ چہرہ غم و غصے سے سرخ ہوگیا تھا' آنکھیں باہر کو ابل رہی تھیں۔

"بخشو...... رحمو...... پیرو!" وہ کف اڑاتا چیخ رہا تھا' وہ تینوں ہاتھ جوڑے ڈرتے کانپتے حاضر ہوگئے تھے۔

"سارے گاؤں والوں کو جمع کرو' شہر میں بھی فون کرو وکیلوں اور پولیس کو کہو ہم آرہے ہیں تیار رہیں۔ ان باپ بیٹے کا ایسا عبرت ناک انجام کروں گا کہ لوگ مدتوں یاد رکھیں گے اور اس رائمہ کو کسی حال میں نہیں چھوڑوں گا۔" اس نے پُرطیش لہجے میں کہتے ہوئے پستول لوڈ کی تھی معاً ایک آواز گونجی تھی۔

❀......❀......❀

"واہ ماما! آپ تو کہتی تھیں احد کا پتہ اس گھر سے کٹ گیا وہ کبھی یہاں آنے والا نہیں۔ انکل تو احد کے ساتھ ساتھ اس سفید ناگن کو بھی لے آئے ہیں۔" موقع ملتے ہی کاجل نے ماں سے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"ارے میں تو خود حیران ہوں' بھائی جان کی کایا پلٹ کیسے گئی؟ کل تک وہ احد پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتے تھے اب بنا کچھ کہے ساتھ لے کر آ گئے اور ساتھ وہ لڑکی بھی ہے کل سے آج تک میں نے دونوں پر گہری نگاہ رکھی ہے لیکن وہ دونوں اس طرح بے پروا اجنبی بنے ہوئے ہیں گویا ایک دوسرے کو جانتے تک نہیں۔"

"آپ نے دیکھا تھا مما! انکل کو اس کا نام تک یاد نہ تھا وہ بھی احد نے ہی بتایا تھا۔ ضرور کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہے' دال میں کچھ کالا ہے۔" وہ گہری سوچ میں ڈوبی کہہ رہی تھی۔

"شبہ تو مجھے بھی ہو رہا ہے بھائی صاحب اب کے مجھ سے بھی کوئی بات شیئر نہیں کررہے اور دیکھو آج صبح ہی صبح کہیں چلے گئے ہیں آفس کا بہانہ بنا کر۔"

"تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟" انہوں نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے استفسار کیا۔

"آپ مجھ سے روز یہ کیوں پوچھتی ہیں؟ میں آپ کو بتا چکی ہوں مجھے منیر کے ساتھ نہیں رہنا' اس کے اور میرے مزاج میں بے حد تضاد ہے وہ بے حد سطحی مرد ہے جو عورت کو پردے میں قید رکھنا پسند کرتا ہے اور وہ مہرین آنٹی آج بھی سو سالہ پرانی سوچ رکھتی ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کولہو کی بیل کی طرح میں گھر میں کام کرتی رہوں۔"

"میں نے تمہیں پہلے ہی کہا تھا' مہرین آپا بیک ورڈ ہیں اور منیر مزاج میں ماں کی کاپی ہے' تم وہاں ایڈجسٹ نہ ہوگی مگر احد کو نیچا دکھانے کے لیے تم نے میری ایک نہ سنی تھی۔ احد نے کوئی پروانہ کی اور الٹا اب تم خود پچھتا رہی ہو۔"

''ممما! انسان غلطیوں سے ہی سیکھتا ہے۔'' وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

''کچھ غلطیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی معافی نہیں ملتی۔ منیر سے شادی بھی تمہاری ایسی ہی غلطی ہے۔ بھائی جان کئی بار تمہارے یہاں قدم جما کر بیٹھنے کی وجہ پوچھ چکے ہیں اور ہر بار میں کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے ٹال دیتی ہوں مگر کب تک...... کب تک میں بہانے بناؤں گی؟ اگر منیر ان کے پاس شکایت لے کر پہنچ گیا پھر کیا ہوگا؟ ان کے غصے سے واقف ہونا تم، وہ کوئی لمحہ ضائع کیے بنا تمہیں سسرال روانہ کردیں گے۔'' وہ کہہ رہی تھیں اور کاجل بے پروائی سے کروٹ بدل گئی تھی۔

......☆☆☆......

عاشق علی نے ایک دم سے پُر اسرار خاموشی اختیار کرلی تھی پھر کچھ دنوں بعد معلوم ہوا پستول لوڈ کرتے ہوئے اس کے ہاتھ سے ٹریگر دب گیا تھا اور گولی اس کے سر میں گھس گئی تھی۔ گولی نے دماغ کو بُری طرح گھائل کیا تھا، وہ کومے کی حالت میں کسی ہسپتال میں زندگی اور موت کے درمیان تھا۔ جب اللہ کی لاٹھی پڑتی ہے تو آواز نہیں آتی۔ اس کا وقت آ گیا تھا وہ انجام سے بے خبر دولت و طاقت کے نشے میں چُور زمین پر اکڑ کر چل رہا تھا۔ جس زمین کی کوکھ میں مٹی ہوجانا ہے وہ مٹی بڑے تکبر بھرے انداز میں اس کی ٹھوکروں میں رہتی تھی۔ عیش و عشرت کے لیے جو اس نے کالا دھن جمع کیا تھا، وہ اب غیروں کے پیٹ کا ایندھن بننے والا تھا۔ اس نے شادی نہ کی تھی، رنگ برنگی عورتوں کے چکروں میں اسے کبھی گھر گرہستی کا خیال نہ آیا تھا۔

''مجھے ذرا بھی اندازہ نہ تھا جنگل کی آگ کی طرح تیزی سے پھیلنے والی یہ دشمنی اتنی آسانی سے سرد پڑ جائے گی؟ ایک دم سب ختم ہوجائے گا۔'' گاؤں سے آئے چوکیداروں کی زبانی سب معلوم ہونے کے بعد وہ گہرا سانس لے کر گویا ہوا۔

''اس کو ختم ہونا تھا کہ ظلم مٹنے کے لیے ہے، نامعلوم کتنے گھر اجاڑے ہوں گے؟ کتنی ہی بچیوں کی عزت کو خاک میں ملایا ہوگا؟ مظلوموں کی آہوں میں بڑا اثر ہوتا ہے۔ اس کی زندگی کا باب ایسی ہی زیادتیوں سے بھرا پڑا ہے، اب وہ ہے اور اس کے اعمال..... آخری سانسوں میں اس کا دم اٹکا ہوا ہے، اگر بچ بھی گیا تو ہوش و حواس کھو چکا ہوگا، لوگوں کے لیے عبرت کا نشان بن جائے گا۔'' شاہ رخ صاحب کہہ رہے تھے وہ چہرہ جھکائے ایسے تھکن زدہ انداز میں بیٹھا تھا گویا لمبی مسافت طے کر کے آیا ہو۔ بڑی اعصاب شکن جنگ لڑی تھی اس نے اور آخر بدی کو نیکی سے شکست کھانی ہی پڑی تھی۔

❀......❀......❀

رمضان المبارک کے چاند کا اعلان ہوگیا تھا، گھر میں ملازموں کی فوج ہونے کے باوجود بھی رابعہ بیگم کسی نہ کسی کام میں مصروف دکھائی دیتی تھیں۔ رمضان کے اعلان کے بعد گھر میں ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی، شاہ رخ اور احد نے بھی گھر میں آ کر مبارک باد دی تھی۔ شاہ رخ نے مونا، کاجل اور رامین کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھ کر دعائیں دی تھیں۔ وہ رائمہ کو بنا دیکھے ہی چلے گئے تھے، دنیا دکھاوے کے لیے وہ اس کو برداشت کر رہے تھے ورنہ دل سے وہ اسے قبول نہ کر سکے تھے۔ اپنی حیثیت جاننے کے باوجود اس کے دل کو ایک ٹھیس لگی تھی، ان سب لوگوں میں وہ تنہا تھی اور عظیم تہوار کے موقع پر اسے اپنی ماں بے تحاشہ یاد آ رہی تھیں۔ مونا سے ملتے ہوئے اس کی نگاہ رائمہ پر پڑی تھی آج پہلی بار وہ غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

گھر میں آنے کے بعد اس نے اس کی پلٹ کر خبر نہ لی تھی، ایک تو وہ اپنی الجھنوں میں تھا اور دوسرا وہ جانتا تھا رامین اور کاجل ضرور ان کی طرف سے تجسس کا شکار ہوں گی اور اپنے تجسس کو تقویت پہنچانے کے لیے وہ نگرانی کر رہی ہوں گی اور اس نے کئی مرتبہ ان کی اس چوری کو پکڑا بھی تھا پھر مزید محتاط ہوگیا تھا۔ مجید بابا کو بھی سختی سے ہدایت کردی تھی کہ وہ رائمہ سے ذرا بھی شناسائی ظاہر نہ کریں۔ اب سرخ شرٹ سفید دوپٹے اور ٹراؤزر میں ملبوس وہ بے حد اپنی اپنی سی لگی تھی۔

"ارے بیٹی! تم کہاں جارہی ہو؟ ادھر آؤ" مبارک باد نہیں لو گی۔" رابعہ نے اسے سب سے الگ تھلگ روہانسے انداز میں دیکھا تو آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چومتے ہوئے سینے سے لگالیا تھا' وہ اپنے آنسوؤں پر ضبط نہ رکھ سکی تھی۔

"خوشی کے موقع پر اپنوں کی یاد ضرور آتی ہے بیٹی! ابھی جتنا چاہے آنسو بہالو پھر کبھی میں رونے نہیں دوں گی' آج سے مجھے ہی اپنی ماں سمجھنا۔" رابعہ اسے سینے سے لگائے محبت سے دلاسے دے رہی تھیں' مونا پانی لینے گئی تھی۔ کاجل جھلستی نگاہوں سے احد کو دیکھ رہی تھی جو اردگرد سے بے خبر یک ٹک رائمہ کے چہرے کو دیکھ رہا تھا' عجب بے خودی کا عالم تھا۔

"دیکھو بھئی! ہر وقت کا رونا نحوست لے کر آتا ہے' آٹھ دن تمہیں یہاں آئے ہوگئے اور اس دوران تم آٹھ ہزار بار تو رو ہی چکی ہوگی۔" رامین منہ بناتی ہوئی گویا تھیں۔ رائمہ ایک دم چپ ہوگئیں' وہ ان ماں اور بیٹی سے بے حد خوف زدہ رہتی تھی جن کی نگاہوں میں انگارے اور لہجے میں کاٹ ہوتی تھی۔ ان کی آواز پر وہ بھی حواسوں میں آیا اور اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔

❁ ❁ ❁

رمضان کا پاک و مقدس مہینہ تیزی سے گزر رہا تھا' زبیدہ کے ساتھ وہ عبادت پہلے بھی کرتی تھی اور اب تو گویا اپنی تنہائی کی ساتھی اس نے عبادت کو بنالیا تھا اور اس کے اندر ایک روحانی سکون و تراوٹ اتر گئی تھی۔ مونا تو گویا اس پر عاشق تھی' رابعہ بھی اسے بے حد اہمیت دینے لگی تھیں کہ پسند تو وہ پہلے بھی اسے کرتی تھیں اور اب اس نے کچن کی زیادہ تر ذمہ داریاں خود پر لے لی تھیں کیونکہ مونا عین ٹائم پر مشکل سے اٹھتی تھی۔ رامین اور کاجل ٹیبل لگنے کے بعد مہمانوں کی طرح آتی تھیں اور کھا کر چلی جاتی تھیں۔ گھر کے کاموں سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا' رابعہ اسے اپنی ماں زبیدہ جیسی ہی لگی تھیں۔ صابر و شاکر' درگزر و برداشت سے کام لینے والی پُرخلوص عورت! سحری و افطاری کی ذمہ داری اس نے لے لی تھی اور ایسی ذائقہ دار چٹ پٹی بہترین چیزیں بناتی تھی کہ اسے ناپسند کرنے والے شاہ رخ بھی بے ساختہ تعریف کرجاتے تھے جن کا ساتھ مونا اور رابعہ بھی دیا کرتی تھیں۔

احد دانستہ اسے نظر انداز کیے سر جھکائے کھانے میں مگن رہتا تھا' سب کی موجودگی میں وہ اسی طرح بے نیازی برتتا تھا' آج کل وہ محسوس کررہی تھی وہ اس کی نظروں کے حصار میں رہتی ہے۔ بہت تیزی سے اس کی نگاہوں کے زاویے بدل رہے تھے وہ اتنی ہی خوف زدہ رہنے لگی تھی۔

نصف رمضان گزر گیا تھا' آج مونا کی ساس' دادی ساس اور نندیں اس کی عیدی لے کر آئی تھیں۔ نوکروں کی فوج الرٹ تھی' اہتمام روز ہی ہوتا تھا مگر آج کچھ زیادہ تھا' وہ افطاری کی تمام چیزیں تیار کرکے ٹیبل لگا کر مونا اور اپنے مشترکہ کمرے میں آگئی تھی۔ اسے حکم نہ تھا کسی کے سامنے آنے کا اور ہوتا بھی تو وہ نہیں جانتی کہ کیا بتاتی اپنے بارے میں؟ کیا کہہ کر تعارف کرواتی کسی سے کہ وہ کون ہے؟ وہ وہاں سے نکل کر مجید بابا کے کوارٹر میں آگئی تھی۔ وہ آج کل بیماری کے باعث اپنے کوارٹر تک محدود ہوکر رہ گئے تھے۔ اسے دیکھ کر بڑی خوشی سے مسکرائے تھے۔

"مہمانوں کی وجہ سے تمہیں یہاں آنا پڑا ہوگا بیٹی!" وہ تسبیح پڑھتے ہوئے بولے۔

"جی بابا! ویسے بھی مجھے ان لوگوں کے ساتھ کھانا کھانا اچھا نہیں لگتا اگر رابعہ آنٹی اور مونا نہ ہوں تو میں ان کے ساتھ بیٹھوں بھی نہیں' میں بے حد کمزور لڑکی ہوں۔" اس نے کارپٹ پر دسترخوان بچھا کر لوازمات رکھ دیے تھے۔

"بڑے صاحب اور احد میاں بھی اخلاق کے اچھے ہیں' بس آج کل ذرا غصے میں ہیں تو بات نہیں کررہے ہیں۔ اس گھر میں دو فتنے ہیں ایک رامین بیگم اور دوسری ان کی بیٹی کاجل ان سے سنبھل کر رہنا' وہ کب کیا کرگزریں کچھ پتا نہیں ہوتا۔" بابا کی بات پر اسے یاد آیا وہ کاجل کو عموماً احد کے پیچھے پیچھے دیکھتی تھی اور وہ اس سے خوامخواہ اتنا خار کھاتی تھی کہ بات تک کرنا گوارا نہ کرتی۔

"اس نے احد میاں سے شادی کرنا چاہی مگر احد میاں اسے بالکل پسند نہیں کرتے تھے انہوں نے گھر چھوڑنا گوارا کرلیا مگر..... اس سے شادی نہ کی۔" ان کے ترش رویوں کے باعث ملازم بھی ان کی عزت نہیں کرتے تھے۔

"ارے بٹیا! تم کو احد میاں نے بتایا کہ عاشق علی مرگیا ہے جان چھوٹ گئی تمہاری اس سے اب تم بالکل آزاد ہو۔" بابا کہہ رہے تھے اور وہ شاکڈ تھی۔

......☆☆☆......

"احد! کیا ہوگیا آج تم صرف کھجور کھا کر اٹھ گئے ہو روز تم دیر تک بیٹھتے ہو؟" وہ نماز مغرب ادا کرکے آیا تو وہ اسے لان میں ہی مل گئی تھی۔

"آج طبیعت نہیں تھی کچھ بھی کھانے کو۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"طبیعت نہیں تھی یا رائمہ کی خالی کرسی دیکھ کر تمہاری بھوک اڑگئی تھی؟" یہ حقیقت تھی وہ بہت خوش گوار موڈ میں روزہ افطار کرنے آیا تھا مگر جب بیٹھتے ہی نظر رائمہ کی خالی کرسی کی طرف گئی تو دل کو ایک دھچکا لگا تھا۔ وہ ابھی تک پابندی کی زد میں تھی ادھر دل اس کی طرف مائل بہ کرم تھا وہ اسے دیکھنے کی چاہ میں مبتلا رہتا تھا۔ آج اس کی غیر موجودگی اسے فیصلے کی طرف لے گئی تھی۔

"ہاں ایسا ہی ہے۔" اس نے پُراعتماد لہجے میں اعتراف کیا۔

"اوہ..... ایسا کیا رشتہ ہے تمہارا اس سے؟" وہ گویا انگاروں پرلوٹنے لگی تھی۔

"معلوم ہوگا تو سہہ نہیں پاؤ گی۔" اس کے اندر امڈتا غبار باہر نکلنے لگا تھا۔

"ایسا کیا ہے اس لڑکی میں احد! جو مجھ میں نہیں ایک غیر لڑکی کی خاطر تم دیوانگی کو چھو رہے ہو۔ وہ لڑکی تم کو ایک نگاہ نہیں دیکھتی اور تم پروانوں کی طرح اس پر نثار دکھائی دیتے ہو۔ میں نے کیا کچھ نہیں کیا تھا تمہارے لیے ہر طرح سے تمہارے قریب ہونے کی کوشش کی خود اظہار محبت کیا اور تم ہر بار مجھ کو دھتکارتے رہے۔ ایک بار بھی تم نے مجھے قابل توجہ نہ سمجھا۔"

"اس گھر کی بیٹی ہونے کے باوجود تم نے کبھی اپنی حرمت کا خیال نہیں رکھا..... پکے پھل کی مانند میری جھولی میں گرنا چاہا تھا۔ خود کو پیش کرنے والی لڑکیاں کبھی بھی عزت نہیں پاتی تمہارے ان بے ہودہ رویوں نے تمہاری وقعت میری نگاہ میں بالکل صفر کردی تھی۔ اس لیے میں نے پپا کی بات نہیں مانی تھی کہ میری نظروں سے تم گر گئی تھی۔ پپا کی نظروں میں تمہارا مقام بلند ہی دیکھنا چاہتا تھا اور اس لیے میں اپنے گھر سے دور رہا اور یہ جدائی کا عرصہ میری زندگی کا اذیت بھرا وقت تھا جو میں کبھی بھولنا بھی چاہوں تو نہ بھول پاؤں گا۔" وہ بولا تو کاجل کی تمام تیزی وطراری ہوا ہوگئی تھی۔ وہ اس کو آئینہ دکھا چکا تھا آئینہ میں اپنا مکرہ چہرہ اس سے شناخت نہیں ہورہا تھا اس کی عزت ووقار کی خاطر اس نے بن باس لیا تھا اگر تایا جان کو وہ ان اوچھے ہتھکنڈوں کے متعلق بتا دیتا جو اس نے اسے حاصل کرنے کے لیے اختیار کیے تھا پھر کیا عزت رہ جاتی؟ اس پر گھڑوں پانی پڑگیا پہلی بار اس کے ضمیر نے اسے جھنجھوڑا تھا۔

وہاں ان کے علاوہ دو نفوس اور بھی کھڑے تھے کاجل کو بلانے آتی رامین اور اس کے پیچھے آتے شاہ رخ جو نماز کی ادائیگی کے بعد آرہے تھے۔ ان کو جارحانہ انداز میں گفتگو کرتے دیکھ کر ناریل کے درخت کی اوٹ میں چھپ گئے تھے۔ احد جاچکا تھا رامین اس سے آ کر گویا ہوئیں۔

"ہم تو آج تک اس کی راہ میں کانٹے ہی بچھاتے آرہے تھے اور دیکھو وہ کس خاموشی سے ہماری پردہ پوشی کرتا رہا ہے شاید اسی کو تربیت کہتے ہیں۔ رابعہ بھابی کی لوگ تعریف یونہی تو نہیں کرتے نا کچھ ایسا ہی وصف ہے ان میں۔" رامین شرمندہ لہجے میں گویا ہوئی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئی تھیں۔

شاہ رخ دنگ رہ گئے تھے ان کے لیے بھی یہ انکشاف کسی اذیت سے کم نہ تھا۔ شادی سے انکار پر کیا کچھ انہوں نے احد کو سنا ڈالا تھا کس قدر بے عزتی وتذلیل کی تھی۔ گھر

سے بھی رکھے دیئے سے انداز میں نکلا تھا پھر بھی وہ خاموش رہا تھا۔

"عورت کہا ہے اسد تم نے خود سے مرد کے گلے کا ہار بننے والی عورت مرد کے پاؤں کی وفا کی زنجیر نہیں بن سکتی، عورت کا مفہوم ہی حیا ہے۔" اسد پر کی جانے والی زیادتیاں ان کو شدت سے یاد آ رہی تھیں۔ وہ خود کو ملامت کرتے ہوئے اندر کی جانب بڑھ گئے جہاں مہمانوں کے ہنسنے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

❀......❀......❀

"سنئے، مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔" موقع ملتے ہی وہ اس سے مخاطب ہوئی۔

"شیور...... جی فرمایئے، آج آپ کو میری یاد کیسے آ گئی؟" وہ سینے پر ہاتھ باندھے اس کے مقابل آن کھڑا ہوا، اس کا لہجہ ہر قسم کے طنز و تنفر سے پاک تھا، جگمگاتی نگاہیں اس کے روشن چہرے پر مرکوز تھیں۔

"بھول تو آپ مجھے گئے ہیں کوئی فالتو کاٹھ کباڑ سمجھ کر، میں روز انتظار کرتی ہوں شاید آج آپ مجھے بتائیں گے عاشق علی کے بارے میں...... اور کوئی جواب نہ پا کر اندر ہی اندر گھٹ رہی تھی۔ ڈر رہی تھی کہ خدا جانے کیا ہو رہا ہے؟ کیا ہونے والا ہے؟ اور آپ مزے سے گھوم رہے ہیں یہ تک بتانے کی زحمت گوارا نہ کی کہ عاشق علی کا قصہ ختم ہو گیا ہے چھٹکارا مل گیا ہے اس سے؟" مارے غصے و رنج کے اس کی آواز پھٹ گئی، اسد خجل سا ہو کر رہ گیا تھا۔

"مجید بابا اگر مجھے نہ بتاتے تو میں اسی اذیت میں مبتلا رہتی۔" وہ روہانسی ہوئی مگر آنسوؤں کو بہنے نہ دیا۔

"اوہ...... آئم ریئلی سوری! دراصل وہ تمام معاملہ ایسے حل ہوا کہ کئی دن تک میں بھی یقین نہیں کر پایا کہ ایسا بھی ہو سکتا تھا۔" وہ اتنی نرمی و حلاوت سے بات کر رہا تھا جیسے کڑواہٹ لہجے میں آئی نہ ہو، تندی و ترشی سے چھو کر بھی نہ گزری ہو۔

"اب میرا یہاں رہنا بے جواز ہے، ہمارے درمیان جو میرج ہوئی تھی آپ مجھے خلاصی دیں، میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔" وہ مضبوط لہجے میں گویا ہوئی۔

"کہاں جاؤ گی؟" اس نے اپنے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے پوچھا۔

"واپس اپنے گاؤں، وہاں میرے بابا ہیں۔ وہ اپنی غلطیوں پر نادم ہوں گے، تنہائی کا روگ بُرے بُرے لوگوں کو راہ راست پر لے آتا ہے۔ مجھے امید ہے وہ برائی کا راستہ چھوڑ چکے ہوں گے۔" وہ خوش گمانی کے سمندر میں تیر رہی تھی اس نے چاہا وہ اسے یہ بتائے کہ اس کے بابا اب اس دنیا میں نہیں رہے مگر پھر یہ سوچ کر چپ رہا کہ وہ اس خبر پر ابھی رونا پیٹنا شروع ہو جائے گی اور گھر میں نئی صورت حال پیدا ہو گی۔ یہ خبر وہ اسے کبھی موقع دیکھ کر بتانے پر موقوف کر چکا تھا۔

وہ ٹیرس پر کھڑے تھے آسمان ابر آلود تھا۔ تیز ہوا کے جھونکوں میں خوش گوار ٹھنڈک تھی۔ رائمہ نماز وتراویح پڑھ کر ابھی فارغ ہوئی تھی، سیاہ و گلابی پرنٹڈ دوپٹہ اس نے نماز کے اسٹائل میں باندھا ہوا تھا، اس کا چہرہ نور سے چمک رہا تھا۔ اس نے نگاہیں چرائی تھیں اور وہ آسمان کی طرف دیکھتا ہوا سپاٹ لہجے میں بولا۔

"میں سپریشن نہیں چاہتا، تمہیں ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔" اس نے اچانک دھماکہ کیا۔

"تم نہیں چاہتیں میرے ساتھ رہنا؟" وہ اس کے چہرے پر پھیلتے رنگوں کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"میری اور آپ کی حیثیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ آپ کا اور میرا کوئی جوڑ نہیں، میری حیثیت اس گھر کی ملازمہ بننے کی بھی نہیں۔" وہ رکھائی سے گویا ہوئی۔

"پپا نے جو پہلی ملاقات میں بات کی تھی وہ تم بھولی نہیں ابھی تک؟"

"وہ باتیں بالکل درست تھیں، انہوں نے کچھ بھی غلط نہیں کہا تھا۔ سب والدین اپنے بچوں کے بہتر مستقبل کے لیے کوشاں رہتے ہیں پھر آپ تو ان کی اکلوتی اولاد ہیں۔ آپ کے لیے انہوں نے نامعلوم کیسی شاندار پلاننگ کی ہوگی۔ مجھے آپ طلاق دیں، میں آپ کے مقدر

کا ستارہ نہیں ہوں۔'' اس نے اصرار کیا۔

''میں تمہیں طلاق نہیں دوں گا نہ تم اب یہاں سے جاسکتی ہو۔ تمہیں یہیں رہنا ہے اور رہی حیثیت کی بات تو میں اسٹیٹس کو ٹھوکر مارتا ہوں۔ مجھے نہ معاشرے کی پروا ہے اور نہ اس معاشرے میں رہنے والے خودغرض لوگوں کی۔ اگر اب بھی تمہیں کسی کا خوف ہے تو میرا نام تمہارے ساتھ جڑ گیا ہے' تم بھی اب مسز رائمہ احد بن چکی ہو۔ میری پراپرٹی کی مالکہ ہو تم' تم حیثیت نہیں ہو۔'' وہ اعتماد و محبت بھرے لہجے میں سمجھا رہا تھا' وہ حیران تھی کل تک وہ اسے بُرا بھلا کہتا رہا تھا۔ نکاح بھی صرف اپنی رسوائی کے خیال سے کرنے پر راضی ہوا تھا' البتہ کچھ دنوں سے اس کے تیور بدلے بدلے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ اکثر اس کی نگاہوں کی تپش اپنے چہرے پر محسوس کرنے لگی تھی۔ اسے سامنے پاکر وہ خاصا مطمئن ہوجاتا تھا۔

''میں رات کو پپا سے بات کرتا ہوں' ان کو تمہیں تسلیم کرنا ہوگا۔'' رائمہ کی اس نے ایک نہیں سنی تھی وہ اس کی محبت میں دل و جان وار چکا تھا' اسے معلوم نہ ہوا تھا کب اور کس لمحے وہ اس کو اپنا چکا تھا اب اس کے بغیر زندگی ادھوری تھی۔

رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوچکا تھا' مونا' کاجل اور رامین شاپنگ پر گئی تھیں۔ وہ اسے ساتھ لے جانے پر بضد تھیں' اس نے بمشکل جان چھڑائی تھی رابعہ بیگم کے سر میں درد تھا۔ وہ نماز پڑھ کر سوگئی تھیں' شاہ رخ اپنے کمرے میں تھے وہ موقع غنیمت جان کر اس کے پیچھے ٹیرس پر آ گئی تھی تاکہ اس سے طلاق لے کر گاؤں واپس جائے مگر اس نے اسے تذبذب میں ڈال دیا تھا۔ کل تک اس سے چڑنے و بے زار رہنے والا کس طرح آج اس کا طلب گار بن گیا تھا؟ وہ اس کی محبت پر یقین کرنے کو تیار نہ تھی۔

آفس ورک کرتے شاہ رخ نے اسے اندر آنے کی اجازت دی اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے گلاسز آنکھوں سے ہٹا کر گویا ہوئے۔

''میں ابھی آپ کو بلوانے والا تھا' اب ہر معاملہ کلیئر ہوگیا ہے۔ عید کے بعد آپ اس لڑکی کو طلاق دے کر جان چھڑائیں اور اسے ایک خطیر رقم آپ دے دیں تاکہ وہ کوئی ہلکا پھلکا بزنس کرکے آرام سے زندگی بسر کرسکے۔''

''میں آپ سے رائمہ کے متعلق ہی بات کرنے آیا تھا پپا!'' وہ بیٹھا نہیں تھا۔ ''میں اس کو طلاق نہیں دوں گا' یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔'' اس کا لہجہ ٹھوس و بے لچک تھا' انہوں نے غور سے اس کے وجیہہ چہرے کو دیکھا پھر کچھ توقف کے بعد مسکرا کر گویا ہوئے۔

''مجھے آئیڈیا تھا تم اس کو ایسے کیسے چھوڑ سکتے ہو' وہ جوان حسین و بھرپور لڑکی ہے۔ چلیں آپ اس کے ساتھ کچھ وقت گزار لیں ہنی مون پیریڈ...... ایک ڈیڑھ ماہ کے لیے چلے جائیں سوئٹزرلینڈ' ملائیشیا' سنگاپور یا جہاں جانا چاہیں میں ٹکٹ کنفرم کروا دیتا ہوں لیکن واپسی میں تمہیں اسے چھوڑنا ہوگا۔ وہ میرے خاندان کے قابل نہیں ہے کسی کمتر لڑکی کی کوکھ سے میرا خاندان آگے نہیں بڑھ سکتا۔'' وہ دوٹوک لہجے میں کہہ رہے تھے اور احد کے پیچھے رائمہ آئی تھی جو پردے کے پیچھے ہی چھپ گئی تھی۔ وہ احد کی دیوانگی اور شاہ رخ صاحب کی نفرت کی انتہا دیکھنا چاہتی تھی اور ان کا پلان سن کر اس کے پیروں سے زمین نکل گئی تھی' وہ جیسے آئی تھی ویسے ہی خاموشی سے واپس چلی گئی۔

کمرے میں آکر اس نے خاموشی سے اپنا پرس اور شال نکالی اور پرس چیک کیا جس میں دو ڈھائی ہزار کی رقم موجود تھی۔ وہ گاؤں آرام سے جاسکتی تھی' احد کی اچانک بیدار ہونے والی محبت پر اسے اعتبار ابھی آیا بھی کہاں تھا اور اندر ہونے والی گفتگو نے دل بالکل ہی اس کے خلاف کردیا تھا۔ وہ اس سے علیحدگی چاہتی تھی مگر عزت و آبرو کے ساتھ جس کی ان امیر زادوں کی نگاہوں میں کوئی وقعت نہ تھی اور اس کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ بن گئی تھی۔

رابعہ سو رہی تھیں' ملازم کوارٹرز میں تھے۔ قسمت ساتھ دے رہی تھی' چوکیدار بھی گیٹ پر موجود نہ تھا' وہ تیزی سے باہر نکل گئی تھی۔ وہاں ان باپ بیٹے میں جنگ چھڑ گئی تھی احد ان کی باتوں سے راضی نہ تھا اور وہ اس کی محبت کو وقتی جذبہ

قرار دے رہے تھے، سمجھا رہے تھے۔
"سوری پپا! میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا آپ کی سوچیں اتنی پست و گھٹیا ہوں گی! اگر مجھے یہی سب کرنا ہوتا تو میرے آگے ایک دنیا پڑی ہے پھر مجھے نکاح کی کیا ضرورت تھی۔ رائمہ ایک عرصے میرے ساتھ بنا کسی تعلق کے تنہا رہی ہے اور آپ اس کی خوب صورتی کی بات کرتے ہیں؛ میں پوری دنیا گھوم چکا ہوں اس سے زیادہ حسین چہرے دیکھے ہیں میں نے تب کوئی حسن مجھے متاثر نہ کرسکا۔"
"پھر اس عام و معمولی سی لڑکی کے ساتھ رہنے پر کیوں اصرار کررہے ہو؟" ان کے لہجے میں گھن گرج نہ تھی وہ بے حد نرم لہجے میں گفتگو کررہے تھے۔
"وہ عام و معمولی لڑکی نہیں ہے پپا! وہ شرم و حیاء، شرافت و اعلیٰ انداز کی حامل لڑکی ہے۔ مرد جتنا پاک باز ہو دوسری طرف سے بہکایا جائے تو سب گریز و پاک بازی دھری رہ جاتی ہے۔ رائمہ کی اسی ادا نے مجھے اسیر کرلیا ہے، نکاح سے قبل وہ کبھی بغیر حجاب میرے سامنے نہیں آئی تھی، اب بھی وہ فاصلہ رکھے ہوئے ہے۔"
"اپنے اس فیصلے پر کبھی پچھتاؤ گے تو نہیں برخوردار!" وہ بھرپور انداز میں مسکرائے۔
"پپا...... پپا! آپ مسکرا رہے ہیں...... اس کا مقصد کیا ہوا؟ میرا مطلب...... آپ راضی ہیں...... آپ مذاق کررہے تھے؟" وہ اس کی طرف بڑھے تھے اور احد ان سے لپٹ گیا۔
"ہاں...... میں دیکھنا چاہتا تھا رائمہ سے آپ وقتی طور پر متاثر تو نہیں ہیں؟"
"پھر آپ نے کیا دیکھا پپا! میرے جذبات سچے ہیں نا؟" وہ علیحدہ ہوکر گویا ہوا۔
"سچے اور مضبوط، یہ بات حقیقت ہے احد! میں نے دل میں اس لڑکی کو جگہ نہ دی تھی، میں دولت سے زیادہ خاندانی نام و عزت کو اہمیت دیتا آیا ہوں مگر جب میں نے چانک آپ کی اور کاجل کی باتیں سنیں تو مجھے احساس ہوا اچھا اور بُرا ہونا اپنے اپنے ظرف کی بات ہوتی ہے۔ رائمہ نکاح کے بعد بھی آپ سے پردہ کرتی رہی اگر وہ لالچی و معمولی ذہنیت کی لڑکی ہوتی تو دولت حاصل کرنے کے لیے بہت کچھ کرسکتی تھی جس طرح کاجل اس گھر کی بیٹی ہوکر اپنے وقار سے گرتی رہی تھی۔"
"یہ ساری غلطی رامین آنٹی کی ہے، جو ہوا سو ہوا پپا! پلیز آپ کبھی بھی ان پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیجیے گا کہ آپ سب جان چکے ہیں۔ میں کسی کو گلٹی فیل کرتے نہیں دیکھ سکتا ویسے بھی اس دن سے کاجل خاصی بدلی بدلی لگ رہی ہے شاید اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا ہے۔" اس کا انداز عاجزانہ تھا۔
"بچوں کی بہترین تربیت کرنا ماؤں کا حق ہے خیر کاجل میری بیٹی ہے میں اسے شرمندہ کس طرح دیکھ سکتا ہوں۔ منیر اور اس کی ماں مہرین سے بات کی ہے میں نے سمجھایا ہے اپنے رویوں میں نرمی لے کر آئیں وہ لوگ، رفتہ رفتہ ہی وہ ان لوگوں کے مزاج کو سمجھیں گی۔"

❀......❀......❀

وہ تیز تیز چلتے ہوئے اس علاقے سے نکل آئی تھی، سڑکوں پر ٹریفک رواں دواں تھا کیونکہ آخری عشرہ شروع ہوا تھا۔ عید کی تیاریوں کی گہما گہمی شروع ہوچکی تھی، لوگوں کی خاصی بھیڑ تھی۔ بارہ بجے کا عمل تھا مگر دن کا سماں لگ رہا تھا، کراچی کی راتیں بھی دن کی طرح روشن اور زندگی سے پُر ہوتی ہیں۔ بھاگتی دوڑتی گاڑیاں ہنستے مسکراتے چہرے چمکتے بازار اور پُر رونق راستے ایک ہلچل سی تھی ہر سو۔ وہ اتنے ہجوم میں نم آنکھوں و سلگتے دل کے ساتھ اسٹاپ پر کھڑی تھی معاً گرے کار آگے سے گزری اور کچھ دیر بعد ہی ریورس میں سامنے آ کر رکی تھی۔
"رائمہ......" مسز مہ جبین حیران و پریشان کار سے نکلی، وہ اتنی عجلت میں تھیں کہ ڈرائیور کے دروازہ کھولنے کا انتظار کیے بغیر ہی خود باہر نکل کر اس کی طرف بڑھی۔ وہ بھی غیر متوقع طور پر ان کو سامنے دیکھ کر ہکا بکا رہ گئی تھی، مہ جبین نے اسے سینے سے لگالیا اور اردگرد کی پروا کیے بنا اس کے ساتھ

خود بھی رو پڑی تھیں۔
"کہاں چلی گئی تھیں رائمہ! میں آپ کی سلامتی کی دعائیں مانگتی رہتی تھی۔" وہ اسے ساتھ ہی لے آئیں' ڈرائیور نے کار اسٹارٹ کردی تھی خاصی دیر تک وہ کچھ بولنے کے قابل نہیں تھی' آنسوؤں کی بارش ٹوٹ کر برسی تھی۔
کار ایک لگژری بیچ اپارٹمنٹ کے بیسمنٹ میں رکی تھی' وہ اس کا ہاتھ تھامے شاندار اپارٹمنٹ میں داخل ہوئی پھر ایک گلاس بھر کر پانی لے آئیں۔
"جلدی جلدی بتاؤ مجھے آپ کہاں چلی گئی تھیں کیونکہ آپ کار میں نہیں تھیں وہ رات میں نے پریشانی میں گزاری تھی پھر مجھے وہاں سے اپنی جان بچا کر بھاگنا پڑا تھا پھر میں دو تین بار چھپ کر وہاں گئی تاکہ آپ کے بارے میں کچھ پتا چل سکے مگر ہر بار یہی خبر ملتی تھی۔ وڈیرا! آپ کو ڈھونڈ رہا ہے' ابھی ہری پور سے واپسی پر بھی گاؤں سے ہوتی ہوئی آئی ہوں وہاں معلوم ہوا وڈیرا دنیا چھوڑ چکا ہے اور آپ کا کچھ پتا نہیں۔" وہ بے حد متجسس تھیں۔ رائمہ نے بھی چائے کے دوران ان کو ساری بپتا سناڈالی تھی۔ وہ سن کر متحیر رہ گئی تھیں۔
"کتنے کم عرصے میں کتنے دکھ دیکھ لیے آپ نے رائمہ! اور یہ پیپر میرج کی بھی فکر مت کریں میں خود سارا مسئلہ حل کروں گی' شاہ رخ اس طرح کیسے کرسکتے ہیں۔"
"آپ جانتی ہیں ان کو؟" اس نے چونک کر پوچھا تھا اسی ٹائم ڈور بیل ہوئی تھی۔
وہ گیٹ کھولنے گئی تھیں اور گیٹ کے باہر ایستادہ شخص کو دیکھ کر رائمہ بوکھلا کر کھڑی ہوگئی تھی اس کی نگاہیں بھی اس کے چہرے پر مرکوز تھیں۔
"وعلیکم السلام! اب اندر آؤ گے یا اسی جگہ کھڑے رہو گے۔" وہ خاصی بے رخی سے سلام کا جواب دیتی ہوئی بولیں۔ وہ گہرا سانس لے کر اندر آگیا اور سیدھا اس کے قریب آکر سخت لہجے میں گویا ہوا۔
"تم نے جرأت کیسے کی بنا اطلاع دیئے گھر سے

لگنے لگی؟
"رائمہ نے تمہاری اور شاہ رخ کی باتیں سن لی تھیں پھر اس کا وہاں رکنے کا کیا جواز تھا؟"
"جو مذموم عزائم عاشق علی کے تھے' وہ تمہیں نکاح کی آڑ میں کرنے کی ترغیب دی جارہی تھی پھر اس کے بعد وہ ہی ٹھوکر اسے لگادی جاتی جو کسی پیشہ ور عورت کو لگادی جاتی ہے۔" مہ جبین مکمل طور پر رائمہ کی سائیڈ لے رہی تھیں' ان کی بات پر اس کا چہرہ تیزی سے سرخ ہوا تھا' وہ اس کی طرف درشتگی سے دیکھتا گویا ہوا۔
"جب لوگوں کو چھپ کر بات سننے کا شوق ہے تو پھر پوری بات بھی سننا چاہیے۔"
"کیا شاہ رخ نے تم سے کہا نہیں کہ کچھ ٹائم گزار کے رائمہ کو طلاق دو؟"
"آف کورس کہا لیکن......" وہ اس کی بات کاٹ کر غصے سے بولیں۔
"لیکن ویکن چھوڑو...... رائمہ تنہا نہیں ہے میری بیٹی ہے یہ' میں اس حرکت پر شاہ رخ اور تم کو لوہے کے چنے چبانے پر مجبور کردوں گی۔ اسد بھی عید پر انگلینڈ سے آرہے ہیں ہمیشہ کے لیے پھر تم دیکھنا ذرا۔" وہ آگ بگولہ ہورہی تھیں۔
"چاند آنٹی پلیز آپ میری پوری بات تو سن لیں آپ نے ان محترمہ کی باتیں سنی ہیں اور فیصلہ کرلیا...... اب میری بھی سن لیں۔" ان کی باتوں سے لگ رہا تھا ان کا رشتہ بہت پائیدار ہے' بے تکلفی سے ان میں گفتگو ہورہی تھی وہ نگاہیں جھکائے کھڑی تھی۔
"پپا نے اتنی لغو باتیں صرف اس لیے کی تھیں کہ وہ میرا امتحان لے رہے تھے یقین کرنا چاہتے تھے کہ میں ساری زندگی اس بندھن کو نبھا بھی پاؤں گا یا نہیں؟ کیونکہ ان سے نکاح میں نے مجبوری میں کیا تھا' وہ مجھے پرکھ رہے تھے اور محترمہ بدک کر بھاگ گئیں۔ چند لمحوں میں ہی پورے گھر میں کھلبلی مچ گئی' پورا بنگلہ' لان' سرونٹ کوارٹرز دیکھے جاچکے تھے مگر ان کا سراغ نہ ملا تو میں اور پپا الگ الگ ان کو

ڈھونڈنے نکل گئے۔ ان کا اس طرح گھر سے جانا ہمیں احساس دلا گیا کہ یہ ہماری ادھوری باتیں سن کر جاچکی ہیں۔ پپا اس عمل پر بے حد شرمندہ ہیں۔" اس کی باتیں سچائی اور حقیقت سے لبریز تھیں، مہ جبین مسکرا کر خجالت آمیز لہجے میں گویا ہوئیں۔

"یہ بتایئے آپ کو رائمہ کی یہاں موجودگی کا کس نے بتایا؟"

"مونا آنٹی اور کاجل شاپنگ کرنے گئی ہوئی تھیں، وہاں سے گزرتے ہوئے انہوں نے آپ کو دیکھا تھا' میں جو گاؤں ان کو ڈھونڈنے کے لیے نکلنے ہی والا تھا مونا کے بتانے پر یہاں چلا آیا۔" ایزی ہو کر بیٹھتے ہوئے اس نے آنکھیں بند کرلی تھیں۔

اس کی غیر موجودگی نے اس کے اندر جو طوفان برپا کردیا تھا' وہ اسے دیکھ کر آسودگی میں بدل گیا تھا لیکن وہ اس کی بے اعتباری پر سخت خفا تھا' اس سے جدائی کے تصور سے ہی اس کی جان پر بن آئی تھی۔

"آنٹی! آپ کا نام چاند بھی ہے آپ نے کبھی بتایا نہیں۔"

"نام تو میرا مہ جبین ہے مگر نک نیم چاند ہے' جو میرے قریبی لوگ مجھے پیار سے چاند اور چاند آنٹی کہہ کر پکارتے ہیں۔" وہ خاصی پرخوش تھیں۔

"پیار کی باتیں ایسے لوگ کہاں جانیں گے جو عقل سے پیدل ہوتے ہیں۔" وہ آنکھیں بند کیے طنزیہ بولا پھر آنکھیں کھول کر مخاطب ہوا۔

"آپ کیسے جانتی ہیں ان کو؟ خاصی گہری دوستی لگ رہی ہے آپ کی۔"

"یہ میڈم مہ جبین ہیں ان کے اسکول میں ٹیچنگ کرتی تھی میری امی نے ان کو بہن بنایا ہوا تھا۔" وہ اس بار خاصے اعتماد سے گویا ہوئی۔

"آپ سے میں بات نہیں کررہا پھر آپ کیوں بول رہی ہیں؟" وہ اپنے مخصوص سرد وا کھڑ لہجے میں بولا' رائمہ اپنا سامنہ لے کر رہ گئی۔

"اب یہ تمہاری بیوی ہے' تمہیں اس سے اس طرح بات نہیں کرنی چاہیے۔"

"یہ آپ کہہ رہی ہیں نا' اس سے پوچھیں اس کو یہ رشتہ قبول ہے؟"

"میں چائے بنانے جارہی ہوں' تم خود ہی پوچھتے رہو ۔آپ اور سحری میں کیا کھاؤ گے؟ بس اب سحری کا ٹائم بھی ہونے کو ہے۔" وہ بہانے سے وہاں سے اٹھی تھیں۔

"آپ بیٹھیں میں چائے لاتی ہوں۔" وہ گھبرا کر اٹھی تھی۔

"نہیں نہیں...... تم دونوں اپنے جھگڑے نبٹاؤ' احد! میری ہاتھ کی چائے پسند کرتا ہے۔ اس وقت اسے چائے کی شدید طلب ہورہی ہوگی۔ آپ کے پیچھے اتنا خوار ہو کر آیا ہے میرا بچہ!" وہ کہتی ہوئی چلی گئیں اس نے ان کے پیچھے جانا چاہا تھا معاً اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"اتنے ایٹی ٹیوڈ کیوں دکھاتی ہو؟" اس نے کھینچ کر اسے قریب بٹھالیا۔

"آپ اتنا غصہ کیوں دکھاتے ہیں؟ ایک لمحے میں سامنے والے کی عزت دو کوڑی کی کر کے رکھ دیتے ہیں۔" وہ دور ہوتی سنجیدگی سے گویا ہوئی۔ مہ جبین کی محبت نے اسے ایک دم سے بہت معتبر کردیا تھا اس کا اعتماد لوٹ آیا تھا۔

"غلط بات میں تمہاری بہت عزت کرتا ہوں۔" وہ سادگی سے بولا۔

"میں بھی آپ کی بے حد عزت کرتی ہوں۔" وہ جز بز ہوئی۔

"اور محبت......؟" وہ اس کا ہاتھ اپنے میں ہاتھ دبا کر آہستگی سے گویا ہوا۔ اس کی گرفت میں عجیب سی حدت تھی اس کی پلکیں رخساروں پر لرزنے لگی تھیں۔

"بتاؤ نہ صرف عزت سے کام نہیں چلے گا' محبت بھی چاہیے۔"

"اب کیا جواب دوں اس بات کا؟" وہ حواس

باختہ ہوئی۔

"مجھ سے محبت کرتی ہو یا نہیں یہ بتاؤ؟" وہ بضد ہوا۔

"مجھے نہیں پتا؟" وہ اس کے اصرار پر سراسیمہ تھی اُلگ بات تھی کہ دل کے تمام ساز ایک ساتھ بج اٹھے تھے جن کی جھنکار نے دل کی گہرائی میں مسرت وانبساط کی لہریں دوڑا دی تھیں۔ دھڑکنیں کچھ اس طرح بے ترتیب ہوئی تھیں کہ سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھیں۔

"تمہیں میں پسند نہیں ہوں، تم مجھ سے محبت نہیں کرتی ہو ٹھیک ہے پھر......"

"آہ......! آپ تو ناراض ہو گئے، میرا یہ مقصد نہیں تھا۔" وہ بے ساختہ بولی۔

"پھر کیا مقصد ہے تمہارا؟ تم جبراً میرے سنگ زندگی گزارو گی؟" وہ خشک و بیگانہ انداز میں کہہ رہا تھا پل پل رویہ بدلنے والا بندہ تھا وہ۔

"میں اس خیال سے گھر سے نکلی تھی کہ آپ کا نام مجھ سے چھین نہ لیا جائے۔ میں ساری زندگی آپ کے نام کے ساتھ گزارنے کا ارادہ کر چکی تھی۔"

"پھر کہو نہ......مجھ سے محبت کرتی ہو؟"

"میں یہ کیسے کہہ سکتی ہوں؟ عورت اقرار محبت کرتی اچھی نہیں لگتی۔" وہ نا چاہتے ہوئے بھی اقرار کر چکی تھی، احد قہقہہ لگا بیٹھا۔

"صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں، واہ کیا اقرار محبت ہے۔" اس کی شرارت پر وہ جھینپ کر مسکرا دی، وہ مبہوت سا رہ گیا تھا کیسی چاند کی کرنوں جیسی مسکراہٹ تھی روشن و پُر کشش۔

"بس...... اب کبھی ان پلکوں کو بھیگنے مت دینا، تمہاری مسکراہٹ بے حد اجلی ہے۔ آنسوؤں کے ساگر میں چھپانے کی سعی بالکل بھی نہ کرنا۔" وہ اس کے چہرے کو چھو کر کہہ رہا تھا تبھی مہ جبین چائے لے آئی تھیں۔

"بتایا نہیں تم نے سحری میں کیا کھانا پسند کرو گے؟" انہوں نے کپ تھماتے ہوئے کہا۔

"سحری ہم گھر جا کر کریں گے۔ میں رائمہ کو لے کر جا رہا ہوں۔" وہ از حد خوش تھا۔

"ارے اب رائمہ کو بھول جاؤ، رائمہ میرے پاس رہے گی۔ میں شاہ رخ اور رابعہ سے بات کر رہی تھی ابھی رابعہ بہت نرم دل ہے وہ تم سے خفا ہونے کے بجائے خوشی خوشی رائمہ کے لیے رنگ اور کپڑے خرید رہی ہیں۔ مونا کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے، شاپنگ سینٹر سے سب یہیں آ رہے ہیں۔ تم رائمہ کو رنگ پہناؤ گے اور عید کے چوتھے دن وہ تمہاری دلہن بن کر جائے گی۔ رائمہ آج کے بعد تم اس سے نہیں ملو گی۔" انہوں نے ہنستے ہوئے تفصیل بتائی۔

"یہ فاؤل ہے آنٹی! اس سے محبت نہیں تھی تو یہ میرے ساتھ تھی اب محبت ہو گئی ہے تو ظالم سماج درمیان میں آ رہا ہے۔" اس نے منہ بنایا۔

"جدائی محبت کو مزید مستحکم کرتی ہے پھر تم تو ایک ساتھ دو عیدیں مناؤ گے۔" وہ چائے پیتے ہوئے اسے چھیڑ رہی تھیں۔

"اب میری عید میری ان کی دید سے مشروط ہو گئی ہے، ان کی دید کے بغیر عید کہاں عید لگے گی۔" وہ رائمہ کو محبت بھری نظروں سے دیکھ کر کہہ رہا تھا۔ دو آنسو چپکے سے اس کے آنچل میں جذب ہوئے تھے، آج اس کی ماں کی دعا قبول ہوئی تھی۔ وہ محل جیسے گھر کی ہی نہیں ایک شہزادے کے دل کی رانی بن گئی تھی۔ پہلی بار عید اس کے لیے خوشیاں لے کر آ رہی تھی اور اس کے دل سے صدا اٹھی تھی عید مبارک۔

موم کی محبت
راحت وفا

قسط نمبر 13

جو پھول بن نہیں سکتے وہ خار ہوتے ہیں
جفائے یار کے سانچے ہزار ہوتے ہیں
میرے خلوص کا جب کوئی ذکر کرتا ہے
میرے حریف بڑے شرمسار ہوتے ہیں

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

بزنس کمیونٹی ڈنر میں سنجنا اپنا برتھ ڈے کیک لے کر عارض کے پاس آتی ہے عارض اس پر برہم ہوتا ہے جس پر سنجنا اس کو مذہب کا طعنہ دے کر کیک پھینک دیتی ہے اس حرکت پر عارض اس کو تھپڑ مار دیتا ہے سنجنا کے جانے کے بعد عارض کو دکھ ہوتا ہے معید صاحب (منیجر) عارض کو سمجھاتے ہیں اور سنجنا سے دور رہنے کو کہتے ہیں معید صاحب کے خیال میں سنجنا انہیں اپنے کسی مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتی ہے۔ عارض گھر آتا ہے تو اسے دروازے پر دو چٹس ملتی ہیں جو صبیح احمد اس کا انتظار کرنے کے بعد لگا کر گئے تھے صبیح احمد کی فلائٹ تھی وہ اب کہاں گئے اس سے عارض بے خبر ہے مگر ان سے نا ملنے کا دکھ اسے چین نہیں لینے دیتا۔ نمی زیبا کو اپنے ساتھ لے جانے کے لیے آتی ہے اور اپنی باتوں سے جہاں آرا کو سمجھانے کی کوشش کرتی ہے لیکن زیبا منع کر دیتی ہے اور جانے سے بھی انکار کر دیتی ہے۔ صفدر زیبا کو بھیجنے پر بضد ہے اور خود ہی زبردستی اسے میکے چھوڑ آتا ہے جس پر نمی اسے احساس دلا کر گھر کے اندر لے آتی ہے۔ حاجرہ (زیبا کی ماں) داماد کے آنے پر خوش ہوتی ہے۔ بوبی کی ضد کے آگے شرمین تھک ہار کر شکست تسلیم کر لیتی ہے اور اپنی سادگی کو ایک طرف رکھتے ہوئے بوبی کے ساتھ منگنی کی شاپنگ کے لیے جاتی ہے بوبی اپنے ساتھ بھولی کو بھی ساتھ لے لیتا ہے۔ شاپنگ مال میں شرمین کی ملاقات آغا صاحب سے ہو جاتی ہے اور وہ شرمین کو ڈنر پر بلاتے ہیں جس پر بوبی چراغ پا ہو کر سختی سے منع کر دیتا ہے شرمین کو یہ بات بری لگتی ہے اور وہ آغا صاحب سے معذرت کرتی ان کے ساتھ چلی جاتی ہے بوبی غصہ سے پیچ و تاب کھا کر رہ جاتا ہے۔ سنجنا کی حقیقت بھی اب عارض کے سامنے آ گئی ہے وہ پہلے سے شادی شدہ ہے اس کا شوہر شراب کے نشے میں اس پر تشدد کرتا ہے جس پر وہاں کی پولیس اسے پکڑ کر لے جاتی ہے اور سنجنا کو اسپتال میں داخل کرا دیتی ہے لیکن سنجنا وہاں سے نکل کر عارض سے ملنے آتی ہے اور اسے اپنی محبت کے جال میں پھانسنے کی کوشش کرتے ہوئے پاکستان لے جانے کی بات کرتی ہے جس پر عارض اسے غصہ میں گھر سے باہر نکال دیتا ہے اب عارض کو بھی لگ رہا ہے کہ وہ شرمین کا دل دکھا کر کسی مشکل میں پھنستا جا رہا ہے۔ بوبی شرمین سے بے انتہا محبت کرنے کے باوجود اب اس پر شک کرنے لگتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁...... ❁❁❁ ......❁

فجر کی نماز کے بعد وہ اپنے رات بھر کے فیصلے پر عمل درآمد کے لیے پوری طرح تیار تھی۔ اپنا بیگ دیکھا، ہینڈ بیگ کندھے پر ڈالا، اپنی گاڑی کی چابی دراز سے نکالی اور کمرے سے باہر نکل آئی۔ ٹی وی لاؤنج سے گزرتے ہوئے آپا

کے کمرے پر نظریں ڈالی لیکن پھر ضبط کر کے باہر نکل آئی اس کی اپنی گاڑی پر سیاہ کور چڑھا تھا چوکیدار سے وہ اتروایا ہلکی سی ونڈ اسکرین کی صفائی کروائی اور ڈگی میں بیگ رکھوا کر خود گاڑی اسٹارٹ کی ایک دو منٹ کے سلف مارنے پر بھی گاڑی اسٹارٹ نہیں ہوئی تو چوکیدار سے ٹیکسی لانے کو کہا اور اس میں بیٹھتے ہوئے چوکیدار سے فقط اتنا بولی۔

''بیگم صاحبہ کو بتا دینا آفس کی چابی سیدھے ہاتھ والی ٹیبل پر رکھی ہے۔'' پھر اطمینان سے باہر بھاگتی دوڑتی گاڑیوں کو دیکھنے لگی۔ ابھی ٹریفک کم تھا اجالا بکھرتا جارہا تھا اتنا بڑا فیصلہ کر کے وہ یوں چپ چاپ نکل آئی تھی یوبی سے دور رہنا ہی بہتر ہے یہ سوچ کر اس نے اتنا بڑا فیصلہ رات بھر میں کیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ صبح اس فیصلے پر زینت آپا کو سب سے زیادہ دکھ ہوگا یوبی بھی دیوانہ وار بھاگ کر آئے گا ہزار معافیاں مانگے گا منتیں کرے گا مگر نہیں اس پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا اس کی محبت معصوم بچے کے ہاتھ میں پکڑے نازک کھلونے سے زیادہ کچھ نہیں، ایک بار کا صدمہ بار بار اس نادان سے ٹکریں مارنے سے بہتر ہے۔'' وہ اس خیال پر نکلی تھی۔

جونہی اسے اپنی گلی نظر آئی ٹیکسی کی رفتار کم کرائی گھر کے گیٹ تک کا سفر اس نے ڈبڈباتی آنکھوں کے ساتھ طے کیا۔ اسے سب کچھ یاد آنے لگے گیٹ پر ٹیکسی رکی اس نے بیگ اتروایا۔ ٹیکسی ڈرائیور کو پیسے دیے اور پھر ڈور بیل کا بٹن دبایا۔ چند منٹ بعد گیٹ کھلا اس کے کرائے دار شفاعت صاحب باہر آئے اس نے سلام کیا اور بتایا۔

''آج سے میں اپنے روم میں یعنی اپنے بند حصے میں رہوں گی۔''

''اوہ اچھا آپ نے پہلے سے کہا ہوتا تو میں صفائی کروا دیتا۔''

''کوئی بات نہیں، اب ذرا اپنی ملازمہ کو بھیج دیجیے پلیز۔'' اس نے کہا۔

''ضرور...... آپ کی کل ڈاک بھی آئی ہے آج میں نے پہنچائی تھی خیر میں آپ کی بھابی کو بھیجتا ہوں۔'' شفاعت صاحب یہ کہہ کر اندر اپنے حصے کی طرف چلے گئے اور وہ یہ سوچتے ہوئے کہ ڈاک کس کی آگئی؟ اپنے بند کیے ہوئے پورشن کی طرف آ گئی۔

ایک کمرہ، اٹیچ باتھ اور باہر تھوڑا سا برآمدہ اس کے پاس تھا ایک کمرے میں سامان بند تھا اس نے لاک کھولا، ڈھیر ساری یادوں نے اس کا گرم جوشی سے استقبال کیا ابھی وہ ساکت سی کھڑی کمرے کو تک رہی تھی کہ بیگم شفاعت آ گئیں تپاک سے ملیں۔

''آپ یہاں رہو گی؟''

''جی۔''

''خیریت۔'' انہیں کچھ حیرت سی ہوئی۔

''بس دل چاہا۔'' وہ ٹال گئی۔

''اچھی بات ہے لیکن ابھی آپ ہماری طرف چلو ماسی آتی ہوگی صفائی کروا دیتی ہوں پھر آ جایئے گا۔'' وہ بہت اخلاق سے بولیں تو بات اس کے دل کو لگی۔

''شکریہ، میں آپ کی ماسی کے ساتھ خود مدد کرا دوں گی۔''

''اس کی ضرورت نہیں اس کا کام ہے وہ بہترین صاف ستھرا کر کے سب سامان سیٹ کر دے گی آ جائیں چلیں۔'' وہ اسے لیے باہر آ گئیں۔

''آپ کا نام۔'' اس نے پوچھا۔

''بہار۔'' وہ بولیں۔

"مجھے شرمین کہتے ہیں۔"

"جانتی ہوں کہ ایہ نامہ پر آپ کا نام ہے۔"

"آپ کو میری وجہ سے زحمت ہوئی۔"

"کیسی زحمت؟" بہار نے الگ کمرے میں اسے بٹھایا اور ناشتہ تیار کرنے کا کہہ کر چلی گئیں۔

✿...... ✿✿✿ ......✿

زینت بیگم کا غصہ عروج پر تھا۔

بوبی مجرموں کی طرح ان کے سامنے کھڑا تھا۔ شرمین کا صبح سویرے چپ چاپ مع بیگ کے جانا انہیں واضح کر رہا تھا کہ وہ ناراض ہو کر گئی ہے۔ کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور ہوئی ہے کہ وہ چلی گئی۔

"بوبی منہ لٹکا کر کھڑے نہ رہو مجھے بتاؤ کیا، کیا ہے آپ نے؟" انہوں نے پوچھا۔

"ماما، روٹین کی بات تھی وہ میری وجہ سے گئی ہے یہ ضروری تو نہیں۔"

"آپ کی وجہ سے ہی گئی ہے آپ جسے روٹین کی بات کہہ رہے ہو وہ کوئی فضول بات ہوگی۔" وہ بولیں۔

"کیا فضول ہوگا؟" وہ بولا۔

"یہ تو آپ سوچو، کیا کہا ہے؟"

"مما، عارض اور اس کے باپ سے تعلق نہ رکھو یہی کہا تھا۔" اس نے بتایا۔

"یعنی اتنی بڑی اور فضول بات کہہ دی یہ سوچ بنا کہ اب وہ آپ سے رشتہ جوڑ رہی ہے۔ اس پر آرڈر چلایا میں سمجھ گئی کہ آپ نے غیر اخلاقی گفتگو کی ہوگی یا میرے خدا، میں کیا کروں؟" وہ سر تھام کر رہ گئیں تو وہ منمنایا۔

"سوری ماما اب اسے بلائیں پلیز میرا دل بیٹھ رہا ہے۔"

"کہاں سے بلاؤں، نہیں آئے گی وہ۔"

"پلیز ماما میں معافی مانگ لوں گا۔"

"بوبی کتنا سمجھایا تھا میں نے وہ بہت سلجھی ہوئی سنجیدہ مزاج ہے، سمجھدار ہے۔ فضول الزامات لگائے ہوں گے اسی لیے وہ آپ سے نئے رشتے کے لیے راضی نہیں تھی۔"

"ماما مجھے عارض اور اس کے بابا سے شرمین کا ملنا پسند نہیں۔"

"آپ کیسے یہ بات کر سکتے ہو، وہ آپ کے احکامات کی پابند نہیں، عارض سے اس کی منگنی رہی ہے اور پھر عارض ہو یا کوئی اور اب تو آپ سے تعلق بن رہا تھا نا۔" وہ برہمی سے بولیں۔

"او کے...... اب پلیز ماما اسے لائیں۔" وہ گڑگڑایا۔

"کہاں سے، کیسے؟"

"پلیز آپ کو پتا ہے وہ کہاں گئی ہے؟"

"نہیں مجھے نہیں پتا، اب تم جانو اور تمہارا کام۔"

"ماما م سوری...... ماما۔" وہ ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

"بوبی آپ کو اب تو سمجھداری سے کام لینا چاہیے سچ کہتی تھی شرمین کہ بوبی نادان ہے...... بچہ ہے۔"

"ماما میں بچہ نہیں ہوں۔" وہ چلا اٹھا۔

"مت چلاؤ۔" وہ غصے سے بولیں۔

''آپ بات کریں شرمین سے۔''

''فون آف ہے کیسے بات کروں۔''

''وہ انہی انکل کے پاس گئی ہوگی۔''

''نہیں......شاید اپنے گھر گئی ہوگی۔''

''پرانے گھر۔''

''ہمہم، جاکر دیکھو منا سکو تو منالاؤ۔''

''ماما آپ بھی چلیں۔''

''نہیں میں تو پہلے ہی اس سے بہت شرمسار ہوں۔''

''وہ میری بات نہیں مانے گی۔''

''تو پھر دیکھوں گی فی الحال جاؤ جاکر اسے یقین دلاؤ گھر واپس لاؤ۔'' زینت نے کچھ نرمی اختیار کی۔ بیٹے کی خوشی کا معاملہ تھا وہ حد درجہ پریشان ہوگئی تھیں۔ شرمین کا مزاج جانتی تھیں انہیں یہ بھی اندازہ تھا کہ چھوٹی سی بات پر وہ گھر چھوڑ کر نہیں گئی یقیناً کوئی بڑی وجہ ہوگی۔

✿......✿✿✿......✿

''جب انسان اپنی غلطیوں کا وکیل اور دوسروں کی غلطیوں کا جج بن جائے تو فیصلے فاصلوں کو جنم دیتے ہیں۔'' اس کی انتہائی کڑوی کسیلی باتیں سن کر زیبا کو جواب دینا پڑا۔ جس پر وہ مزید بھنا گیا۔

''مطلب میں غلط ہوں تمہارا گناہ تمہاری غلطی میں نے کی اور یہ کس نے کہا کہ میں فاصلوں سے تمہیں منع کر رہا ہوں۔''

''میں اپنا گناہ اپنا جرم تسلیم کرچکی ہوں۔'' وہ چلانا چاہتی تھی لیکن پھر ضبط کرگئی۔

''فاصلوں کو ختم کرنے کی ایک اور کوشش آج پھر اتنی جلد تمہیں میرے گھر لے آئی سامان دیکھ رہی ہو ہم گھر ہی بدل رہے ہیں۔'' وہ سفاکی سے مسکرایا۔

''میں صرف عبدالصمد کا ڈاکٹری نسخہ لینے آئی ہوں اسے رات سے بہت کف اور بخار ہے۔'' اس نے جل کر کہا تو ایک دم ہی وہ جیسے چونکا اور پھر خود کو نارمل کرتے ہوئے بولا۔

''تمہاری جیسی ماں بچے کا خاک خیال رکھے گی۔''

''کیا......!'' وہ تڑپی۔

''جی وہ تو تمہیں غلطی سے مل گیا اور بس۔'' اس کے اس کاٹ دار جملے میں بھی کچھ عجیب سا احساس موجود تھا۔

''چلیں مل تو گیا میں مکمل تو ہوں اور آپ۔'' اس نے کمان ایسے ابرو اس طرح چڑھائے کہ وہ کچھ بے چین سا ہوگیا۔

''ہے نا ایسا ہی کہ آپ کے پاس آپ کی اولاد بھی نہیں۔'' اس نے پھر تاک کر تیر چھوڑا اور دراز سے نسخہ نکال کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

وہ جیسے اس کے جملے کی زد میں ہچکولے کھانے لگا۔ وہ تو واقعی نامکمل تھا۔ تنہا، ویران، تلخ اور سرد جملوں کے سوا کچھ نہیں تھا اس کے پاس۔ خالی کمرے میں ان کے جانے کے بعد وہ انہیں اکثر مس کرتا تھا جانے کیوں خالی بیڈ پر نظریں عبدالصمد کو تلاش کرتی تھیں۔ اس کا معصومانہ مسکرانا یاد آرہا تھا اس کی آواز جیسے اسے کمرے میں نظریں دوڑانے پر مجبور

کرتی تھی اور وہ کئی بار سر جھٹک کر شیلف میں رکھی اپنی اور زیبا کی شادی کی تصویر دیکھ کر غم و غصے کی آگ میں جلنے لگتا۔ مگر ہار ماننے کو راضی نہ ہوتا امی تو جیسے اداسی کی تصویر بن گئی تھیں ان کی بوڑھی آنکھیں مسلسل بھیگی رہتی تھیں۔ اس کے سامنے وہ رقت بھری آواز میں بہو اور پوتے کا ذکر کرتیں مگر وہ پہلو بدل کر کوئی اور بات شروع کر دیتا۔ آج اس کی اچانک آمد پر دل بے قرار کو کچھ اچھا بھی لگا اور تھوڑا سا خوشی کا احساس بھی ہوا مگر جانے کیوں تند و تلخ جملوں سے اسے کچوکے لگانے پر مجبور ہو گیا وہ اکیلی آئی تھی اور وہ شاید بیٹے کو دیکھنا چاہتا تھا دل مچلا تیزی سے کمرے سے باہر نکلا مگر وہ جا چکی تھی۔ بس اطراف میں اس کے احساس کی خوشبو باقی تھی جہاں آرا کی پلکیں نم تھیں اسے دیکھ کر پھٹ پڑیں۔

''کیسے سنگ دل باپ ہو، بیٹے کی طبیعت خرابی کا سن کر بھی دیکھنے نہیں آگئے بیوی کو چھوڑ کر بے فکر ہو گئے۔''

''مجھے اس نے بتایا ہی نہیں۔'' وہ جھوٹ بول گیا۔

''ارے کیوں میری آنکھوں میں دھول جھونکتے ہو وہ نسخہ لینے آئی اور تمہیں بنا بتائے چلی گئی' کیوں اتنے بے حس ہو گئے صفدر؟'' جہاں آرا نے خوب لتاڑا وہ چپ رہا دل میں تو بیٹے کے لیے احساس تڑپ رہا تھا۔

''مجھے چھوڑ کر آؤ۔''

''کہاں؟''

''زیبا کی طرف میں عبدالصمد کو دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''امی میں جلدی میں ہوں کچھ نہیں ہوا آپ بے فکر رہیں۔'' وہ یہ کہہ کر پلٹنے لگا تو ان کے دل میں چھپی بات زبان پر آ گئی۔

''جس کالے منہ والی کی خاطر اپنے بچے کو نظر انداز کر رہے ہو وہ تمہیں برباد کرنا چاہتی ہے۔''

''کون...... کون امی ایسا کچھ نہیں ہے۔'' وہ ان کو یقین دلانے کے لیے بہت نرمی سے بولا۔

✿...... ✿✿✿ ......✿

دروازے پر مسلسل دستک ہو رہی تھی۔ وہ واش روم سے نہا کر باہر نکلی دوپٹہ شانوں پر پھیلایا اور دروازہ کھولا جونہی یوبی اندر داخل ہوا تو اس نے کسی قسم کی حیرت کا اظہار نہیں کیا۔ بڑے بے تابانہ انداز میں وہ آگے بڑھا بڑے صبر و تحمل کے ساتھ اس نے روکا۔

''یوبی کرسی پر بیٹھ جاؤ۔''

''ثمرین مجھے معاف کر دو۔''

''کر دیا۔'' اس نے بال تولیے سے صاف کرتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

''تو خفا خفا سی کیوں ہو؟''

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔''

''تو پھر گھر چلو۔'' وہ جلدی سے بولا۔

''میں اپنے گھر میں ہوں۔''

''ثمرین ہمارا وہ گھر ہے۔''

''یوبی میں آپ کے گھر اب اور نہیں رہ سکتی یہ میرا گھر ہے' دیکھو یہاں میری ضرورت کے لیے سب کچھ ہے۔'' وہ انتہائی متانت سے بولی۔

''ہماری منگنی......''

''اب نہیں ہوگی۔''

''وہاٹ؟'' وہ چلا اٹھا۔

''جی..... سب چیزیں اپنے مقام کی طرف لوٹ چکی ہیں۔''

''پلیز معاف کردو۔''

''کردیا ہے اگر نہ کیا ہوتا تو تم یہاں نہ ہوتے۔'' وہ بال سلجھانے لگی۔

''شرمین ہماری منگنی کے کارڈ تقسیم ہوگئے ہیں میں مرجاؤں گا۔'' وہ بہت بے چین ہوکر بولا۔

''تو......''

''تو پلیز گھر چلو ایسی سزا نہ دو۔'' وہ رونے کے قریب تھا۔

''بوبی میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتی ہزار بار یہاں آؤ، لیکن یہ بھول جاؤ کہ اب ہمارا کوئی رشتہ بنے گا۔'' اس نے صاف صاف کہہ دیا۔

''شرمین، میں مرجاؤں گا۔''

''کوئی نہیں مرتا۔''

''یا آزمائش ہے؟''

''چلو یونہی سہی میں بھی تو دیکھوں کہ محبت کے نام پر میرے لیے بھی کوئی مرسکتا ہے ورنہ مجھے ہی مارتے آئے ہیں سب۔'' وہ طنزیہ ہنسی۔

''شرمین مجھ سے بھول ہوگئی پلیز۔''

''نہیں بھول مجھ سے ہوئی تھی بات ہی غلط تھی اپنے انجام کو پہنچی۔''

''میں جیلس ہوگیا تھا۔''

''مجھے کچھ وضاحت نہیں چاہیے میں تمہیں چھوڑ آئی ہوں بس۔'' وہ بڑی تیزی سے بولی۔

''شرمین۔'' وہ چلایا تو اس نے خشمگیں نگاہوں سے دیکھا۔

''پلیز اب جاؤ۔''

''نہیں، تمہارے بغیر ہرگز نہیں۔''

''بوبی یہ طے ہے کہ اب ہم وہ رشتہ قائم نہیں کرسکتے۔''

''کیوں...... آخر کیوں؟''

''اپنے آپ سے پوچھو میرے اور تمہارے درمیان فاصلے تھے اور ہیں۔''

''شرمین آئندہ خیال رکھوں گا۔''

''بوبی جاؤ میں نے فیصلہ کرکے واپسی کا ارادہ کیا تھا۔''

''میں جان دے دوں گا۔'' اس نے دھمکی دی مگر اس پر ذرا سا اثر نہیں ہوا۔

''مجھے کچھ کام کرنا ہے پلیز۔'' اس نے اس طرح کہا کہ جس کا مطلب تھا اب جاؤ مگر وہ ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوگیا۔

''شرمین پلیز چلو میرے ساتھ۔''

''بوبی پلیز جاؤ میں زینت آپا کو بتادوں گی۔''

''کیا؟''

''اپنے فیصلے سے آگاہ کردوں گی کہ میں بوبی کے لیے کیا گیا فیصلہ واپس لے چکی ہوں۔'' اس نے بہت نرمی سے کہا اور اپنے بیگ سے کپڑے نکال کر الماری میں رکھنے لگی بوبی کچھ دیر رکا رہا پھر شکستہ قدموں سے چلا گیا۔

✿......✿✿✿......✿

ائرپورٹ پر گاڑی پارک ہوئی۔

عارض نے معید صاحب کی طرف دیکھا کچھ فکرمندی سے اور کچھ تاسف سے معید صاحب سمجھ گئے۔

''سر آپ بالکل ٹینشن نہ لیں وہ ان دونوں میاں بیوی کا معاملہ ہے آپ تو شکر کریں کہ اس لڑکی نے آپ کا نام نہیں لیا اور اسے آپ نے گرفتار نہیں کرایا اس کے ایکس ہزبینڈ نے کرایا ہے کہ وہ اس کا روپیہ پیسہ لے کر بھاگی ہے۔''

''تو کیا نکلا اس کے پاس سے؟''

''تفتیش ہورہی ہے آپ چھوڑیں۔''

''لیکن اس کا یہاں کوئی نہیں ہے کون ہیلپ کرے گا کون وکیل کا بندوبست کرے گا۔''

''سر ہماری فلائٹ کا ٹائم ہے آپ جلدی سے اندر چلیں۔'' معید صاحب ٹال گئے ڈگی سے اس کا سوٹ کیس نکالا۔

''مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔''

''کیا؟''

''وہ کیا سوچے گی ہم پاکستانی ایسے ہوتے ہیں؟''

''سر پلیز آپ پرابلم کری ایٹ نہ کریں۔''

''منیجر صاحب آپ تو خیال رکھ سکتے ہیں میرا مطلب وکیل وغیرہ کا بندوبست......!'' گاڑی سے باہر نکلتے ہوئے اس نے کہا۔

''نہیں سر میں دو چار روز میں نیوجرسی چلا جاؤں گا اور ویسے بھی میں یہ بلا اپنے گلے قطعاً نہیں ڈال سکتا۔''

''آپ صرف ایک بار جیل جا کر مل تو لیں۔''

''لیکن کیوں؟''

''انسانی ہمدردی کے تحت۔''

''سر! یہاں کے قوانین بہت سخت ہیں میں کیوں حصہ دار بنوں۔''

''تو ٹھیک ہے میری سیٹ کینسل کرادیں۔''

''جی......؟'' وہ چلا اٹھے۔

''منیجر صاحب انسانی ہمدردی بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔''

''سر آپ مجھے مشکل میں ڈال رہے ہیں میں آغا صاحب سے پوچھتا ہوں۔''

''ہرگز نہیں بہت خاموشی سے ملنا ہے مالی مدد کردیجیے گا۔''

''اچھا چلیں اب آپ جائیں۔''

''اوکے آفس کے لیے جس طرح آغا صاحب کہیں ویسا کرنا ہے۔''

''جی انہوں نے اپارٹمنٹ سیل کرنے کو کہا ہے صرف بزنس پوائنٹ رکھنے کو کہا ہے۔''

''جی ٹھیک' دیکھو سنجنا کی مدد ضرور کرنا اشوک بھیڑیا ہے تو اس کو چھڑا کر اس کے چنگل سے نکال کر شک انڈیا بھجوانا۔''

"اوہو..... آپ بالکل عقل سے کام نہیں لے رہے ہیں۔"

"وہ ہمارے گلے کا ہار بن جائے گی۔"

"نہیں پاکستان کا تو رخ بھی نہ کرے ویسے بھی اتنی آسانی سے اس کو اشوک سے نجات نہیں ملے گی۔"

"او کے اللہ حافظ۔" معید صاحب اس کی بات ٹال گئے وہ گلے ملا اور پھر اندر لاؤنج کی طرف بڑھ گیا معید صاحب نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ حسب وعدہ اسے بخیر و عافیت پاکستان بھیجنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

"ہمنہہ سنجنا سے ہمارا کیا واسطہ میں خود مصیبت کو دعوت کیوں دوں؟" انہوں نے سر جھٹک کر خود سے کہا اور گاڑی پارکنگ سے نکال کر باہر لے گئے۔ وہ تو دو روز سے شدید پریشانی کا شکار تھے سنجنا والے معاملے کے باعث عارض کا سایہ بن گئے تھے آج صبح اس کی شوہر کے الزامات کے باعث گرفتاری کی خبر مع تصویر دیکھ کر انہوں نے عارض کو فون پر مطلع کر دیا تھا اور حیران وہ اس بات پر تھے کہ پولیس نے سنجنا کو جب گرفتار کیا اس وقت وہ عارض کی جیکٹ ہی پہنے ہوئے تھی معید صاحب کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ عارض کی جیکٹ ہے اب الجھن یہ تھی کہ اس مردانہ جیکٹ کے متعلق پولیس سوال نہ کرلے اور عارض کسی مصیبت میں نہ آ جائے مگر اب کچھ تسلی انہیں ملی تھی۔

✿...... ✿✿✿ ......✿
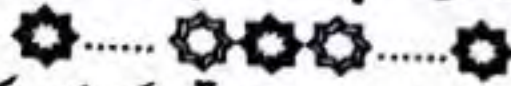
"صفدر بھائی میں نے آپ کے کہنے کے مطابق بوبی والا تجربہ کر کے دیکھا نتیجہ میں یہاں اپنے گھر میں ہوں۔" صفدر نے ملنے کے لیے فون کیا تو اس نے اپنے پاس بلا لیا اور پھر اس کے استفسار پر کہا۔

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ بوبی کے اور میرے مزاج میں ہمیشہ سے ایک واضح فاصلہ رہا ہے فاصلے مٹانے کی کوشش کی تھی مگر رزلٹ خراب نکلا۔" وہ چائے کا کپ صفدر بھائی کو پیش کرتے ہوئے بولی۔

"شرمین بہن فرق اور فاصلے اتنی جلدی تو ختم نہیں ہوتے بوبی کو کچھ وقت تو دینا چاہیے۔" صفدر نے کہا۔

"کتنا وقت صبیح احمد والا یا عارض والا؟" وہ طنزیہ مسکرائی۔

"نہیں اتنا جس میں بوبی آپ کے مزاج کو سمجھ سکے۔"

"صفدر بھائی میں نے بہت سوچ سمجھ کر واپسی کا فیصلہ کیا ہے بعد کی خرابی سے بہتر ہے کہ پہلے ہی ہوشیار ہو جاؤں۔"

"عارض بھی تو آ رہا ہے۔" صفدر نے کہا۔

"جانتی ہوں۔"

"کیسے، رابطہ کیا اس نے۔"

"نہیں آغا جی مارکیٹ میں ملے تھے پھر انہوں نے گھر بلایا تب بتایا تھا۔"

"پھر......"

"پھر کچھ نہیں بوبی کو آغا جی اور عارض کے حوالے سے پرابلم ہوئی تو میں جان گئی کہ نادان کی دوستی سے دانا کی دشمنی بہتر ہے۔"

"مگر زینت آپا اور ساری منگنی کی تیاری؟"

"سب مینج ہو جاتا ہے میں بہت امتحانات دے چکی ہوں مزید نہیں۔" اس نے بہت افسردگی سے کہا تو صفدر چپ ہو گیا۔

"پھر بھی شرمین بہن ایک بار پھر سوچ لیں۔"
"چھوڑیں یہ بتائیں کہ بھابی عبدالصمد اور خالہ جان کیسے ہیں؟"
"ٹھیک ہی ہوں گے۔"
"ہوں گے......؟"
"اپنی ماں کی طرف گئی ہیں اور ہاں اس ویک اینڈ پر ہم نئے گھر میں شفٹ ہوجائیں گے بڑا گھر ہے۔آپ ہمارے ساتھ چل کر رہو۔"
"ارے نہیں بھائی شکریہ میں یہاں ٹھیک ہوں آفس تو میں جاتی رہوں گی۔"
"اچھی بات ہے۔"
"بھابی کو لائیں میرے پاس۔"
"شرمین بہن، وہ اپنے گھر ہمیشہ کے لیے چلی گئی ہیں۔"
"وہاٹ......؟"
"ہاں پہلے دن سے ہمارے درمیان اختلافات تھے اب علیحدہ ہونا بہتر تھا۔"
"مگر صفدر بھائی کیوں آپ اپنا گھر توڑ رہے ہیں۔" وہ حیرت اور تعجب سے بولی۔
"گھر تھا ہی نہیں۔" وہ ہنسا۔
"اور بچہ۔"
"بچہ بھی اسی کو دے دیا۔"
"اور خالہ جان وہ تو یہ برداشت نہیں کرسکتیں تو پھر۔"
"کرلیں گی۔"
"مطلب طلاق؟"
"فی الحال علیحدگی پھر دیکھیں۔"
"صفدر بھائی پلیز غور کریں۔"
"غور کیا ہے وہ ایسا ہی چاہتی ہے۔"
"میں بات کروں بھابی سے۔"
"چھوڑیں۔"
"صفدر بھائی میرا دل دکھ سے بھر گیا ہے بچہ یہ جدائی کیسے برداشت کرے گا اس پر غور کریں۔"
"بچہ اپنی ماں کی سزا بھگتے گا۔" وہ کچھ اضطراب کے ساتھ بولا۔
"بہرکیف آپ اچھی طرح سمجھائیں۔"
"خیر میں چلتا ہوں پھر آؤں گا اور یوبی والے معاملے میں ٹھنڈے دل سے کام لیں۔" صفدر اٹھ کھڑا ہوا۔
"اللہ حافظ۔" اس نے یہ کہہ کر صفدر کو رخصت کیا۔

✿......✿✿✿......✿

زینت آپا بستر سے جاگی تھیں۔
یوبی ان کے سرہانے بیٹھا منت سماجت کررہا تھا۔ جمعہ سر پر آچکا تھا۔ منگنی کے دعوت نامے تقسیم ہوچکے تھے

زینت کی عزت داؤ پر لگی تھی مگر کر کیا سکتی تھیں شرمین حق بجانب تھی اس سے نظریں ملانے کی ہمت نہیں تھی۔ صدمے کے باعث محسوس ہو رہا تھا کہ شوگر بڑھ چکی ہے بوبی پر غصہ بھی آ رہا تھا اور ترس بھی بابا ان کے لیے فروٹ کاٹ کر لائے تو حوصلہ کر کے بولے۔

"بیگم صاحبہ آپ خود شرمین بیٹی کے پاس جائیں وہ آپ کی بات مان لیں گی۔"

"بابا کس منہ سے، بوبی نے جو کیا ہے اسے کیسے سمجھاؤں؟"

"ماما پلیز۔"

"چپ رہو آپ۔"

"باجی بڑی ہیں آن کی بات ماننی چاہیے۔" بھولی اچانک اندر آئی اور اپنی دانست میں بڑے پتے کی بات کی۔

"تو چپ رہ۔" بابا نے بھولی کو کہا۔

"بابا میں جانتی ہوں وہ اب نہیں مانے گی۔"

"آپ ہمت نہ ہاریں جائیں سمجھائیں۔" بابا نے کہا۔

"بابا بوبی کو کتنا سمجھایا تھا میں نے وہ سلجھی ہوئی سنجیدہ مزاج لڑکی ہے یہ اس سے اوٹ پٹانگ باتیں کرتا ہے۔"

"ماما صرف ان انکل کی بات کی تھی۔"

"کیوں کی تھی؟"

"بیگم صاحبہ آپ چھوٹے صاحب کو بھی ساتھ لے جائیں۔"

"بابا میں فون پر بات کروں گی مجھے معلوم ہے کسی معمولی سی وجہ سے اس نے گھر نہیں چھوڑا آپ کام دیکھیں۔"

"بیگم صاحبہ میں نے چھوٹے صاب کو کہا ہے مجھے لے چلیں۔" بھولی بولی۔

"نہیں، جا کر کچن میں کام کرو۔" وہ فوراً چلی گئی بابا بھی چلے گئے بوبی نے جلدی سے فون اٹھا کر انہیں دیا اور کہا۔

"ماما پلیز فون ابھی کر لیں۔"

"بوبی جلد بازی اچھی نہیں ہوتی۔"

"ماما وہ کوئی اور فیصلہ کر لے گی۔"

"وہ آپ کی طرح احمق نہیں ہے۔"

"ماما وہ عارض کے آنے کا کہہ رہے تھے۔"

"تو آنے دو عارض کو۔"

"ماما......وہ......!" وہ رونے قریب ہو گیا تھا۔

"بوبی فار گاڈ سیک مجھے خود کوئی حل نکالنے دو۔" زینت زچ آ گئی۔

"او کے لیکن یاد رکھیے گا کہ میں شرمین سے بہت محبت کرتا ہوں۔"

"اسی لیے اس کو پریشان کرتے ہو۔"

"ماما جی۔" وہ ٹھنکا۔

"چلو اب جاؤ۔"

"پلیز فون کر لیجیے گا۔"

"او کے۔" وہ چلا گیا مگر زینت سوچ بچار میں گرفتار ہو گئی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے؟ شرمین حق بجانب

freedom to live happily!
Freedom
STICK ON
Safe Soft and Comfortable
Freedom®

تھی انہیں اندازہ تھا کہ وہ غلط نہیں ہوسکتی۔ یقیناً بوبی کی احمقانہ حرکت ہوگی' کوئی بہت ہی سطحی بات کی ہوگی جس پر اتنا شدید ردعمل شرمین نے ظاہر کیا ہے۔

''کیا فون کرنا چاہیے، کیا شرمین بات مان لے گی؟'' یہ دونوں سوالات بڑی دیر ان کے ذہن میں اودھم مچاتے رہے لیکن جواب کوئی نہیں تھا کارڈ تقسیم ہوگئے ہال بک ہوگیا خریداری مکمل ہوگئی اور ایک دم حالات نے یہ رخ اختیار کرلیا۔

''یا اللہ میری عزت رکھ لے لوگ کیا کہیں گے؟'' ان کے دل سے دعا نکلی اور پلکوں سے اشک ٹوٹ کر تکیے میں جذب ہوگئے۔

❁...... ❁❁❁ ......❁

سو کر اٹھی تو کمرے میں گھپ اندھیرا تھا۔

شام گہری ہوچکی تھی وہ ہڑبڑا کر اٹھی مغرب کی نماز قضا ہوگئی تھی جلدی سے اٹھ کر کمرے کی لائٹ آن کی واش روم کا رخ کیا۔ وضو کیا جائے نماز بچھائی تھی کہ شفاعت صاحب کی تیرہ سالہ بیٹی جویریہ چائے کا کپ اور ایک سفید بند لفافہ لیے کمرے میں آ گئی وہ نیت باندھ چکی تھی جونہی سلام پھیرا تو جویریہ بولی۔

''آنٹی چائے پی لیں اور ابو کہہ رہے ہیں یہ آپ کی ڈاک آئی تھی وہ دینا بھول گئے۔'' اس نے گردن کے اشارے سے اسے اچھا کہا تو وہ چلی گئی۔

اس نے تسلی سے دعا مانگی معمول کے مطابق سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کی تسبیح پڑھی اور چائے دیکھی تو وہ ٹھنڈی ہوچکی تھی لفافہ اٹھا کر دیکھا اس پر اسلام آباد لکھا تھا بھیجنے والے کا نام صبیح احمد درج تھا۔ وہ حیران رہ گئی صبیح احمد اور اسلام آباد یہ کیسا لفافہ ہے، وہ دھڑکتے دل کے ساتھ بیڈ کی پٹی پر ٹک گئی۔ لفافہ کھولنے کی ہمت نہیں ہورہی تھی حیرت کا نا ختم ہونے والا لمحہ تھا اس کے لیے اتنے طویل عرصے کے بعد صبیح احمد کا خط دیکھنا ہی تعجب کی بات تھی۔ کیوں صبیح احمد کو خط لکھنے کی ضرورت پڑی اور وہ بھی اسلام آباد بیٹھ کر ان کا خط لکھنا کیا وہ اسلام آباد آئے تھے یا وہیں قیام پزیر ہیں جو بھی ہے آخر رابطہ کیوں کیا؟

''مجھے صبیح احمد آپ سے کوئی رابطہ نہیں رکھنا پھر کیوں آپ کو میرا خیال آ گیا کیوں یہ خط بھیج کر پھر میری زندگی میں یادوں کا طوفان برپا کرنا چاہا؟ کیوں یہ احساس دلانا چاہا کہ میں نے کبھی تم سے شدید محبت بھی کی تھی محبت کے بدلے میں تم نے بے وفائی بھی کی تھی اور بہت بڑی سزا دی تھی اپنی دنیا آباد کرکے میری دنیا کو مٹا دیا تھا پھر یہ تماشہ کیا ہے۔'' اس نے شدت جذبات سے بڑبڑایا اور بڑی تیزی سے لفافہ چاک کرکے اندر سے تہہ شدہ سفید صفحہ نکال کر کھولا وہی مانوس سی لکھائی۔ وہی مانوس سا لب لہجہ جس سے کبھی بھی شہد تو نہیں ٹپکا تھا البتہ اپنائیت کا احساس ضرور ملتا تھا سیدھے سپاٹ لہجے میں مخاطب کرنا ان کی عادت تھی آج بھی وہی انداز تھا۔

''شرمین!

یہ خط تمہیں ٹھیک ایک دن بعد مل جائے گا۔ مگر مجھے معلوم ہے کہ تمہیں یہ خط چند دنوں، چند ہفتوں یا پھر بہت سے دنوں کے بعد ملے اس وقت تک میں نا صرف اسلام آباد سے بلکہ اس دنیا سے بھی رخصت ہوچکا ہوں گا اور پھر تمہارے کسی بھی رسپانس پر کسی بھی قسم کا ردعمل ظاہر نہیں کرسکوں گا۔ میں یہی ڈیز رو کرتا ہوں دل پر اب میرا کوئی اختیار نہیں بائے پاس کے بعد بھی دل میرا نہ ہوسکا بند ہونے کے قریب ہے' خیر بند ہونے سے پہلے تم سے ہی ایک ایثار و قربانی کی درخواست کررہا ہوں جانے کیوں قدرت نے بھری دنیا میں تمہارا ہی محتاج کردیا لیکن یہ

بھی میں جانتا ہوں کہ تم میرا کہا نہیں ٹالوگی۔ میرا کچھ نہیں بچا نہ میں اور نہ میرا گھرانہ صرف میرا قیمتی سرمایہ ٹیپو یعنی اذان احمد میرا بیٹا ہی بچا ہے اسے حالات کے پیش نظر اسلام آباد کے شالیمار ہاسٹل میں داخل کرادیا ہے اس کے داخلہ فارم میں اپنے بعد تمہارا نام سرپرست اعلیٰ کے طور پر لکھا ہے اذان کا اکاؤنٹ نو سال بعد میچور ہوگا میں نے صرف دولت جمع کی تھی وہ اس کے اکاؤنٹ میں جمع کرادی ہے جو اس کے بنا کمائے بھی کافی رہے گی اس کی دیکھ بھال جیسے تم مناسب سمجھو کرنا، اس کا کوئی معاوضہ میرے پاس ہے ہی نہیں، اذان کو ماں اور باپ کی محبت درکار ہے میری بے وفائی کا احساس اسے نہ دینا سزا تو میں کاٹ کر جاؤں گا۔ مجھے نہیں یقین کہ ہم کبھی مل سکیں گے اذان کے پاس میرا فون نمبر ہے کچھ پوچھنا یا کہنا ہو تو نمبر ملا کر دیکھ لینا اگر جواب نہ ملے تو سمجھ لینا کہ اذان تمہارا ہی بیٹا ہے ہوسکے تو اسے ہاسٹل کے سرد ماحول سے نکال کر اپنے پاس رکھ لینا ورنہ ہاسٹل تو ہے ہی‘ میں نے پہلے بھی تمہیں آزمایا اور اب بھی آزمائش ہے جس کے لیے معافی چاہتا ہوں، اللہ حافظ۔

والسلام

دعا گو تمہارا

صبیح احمد

27 دسمبر 2014ء

اخاہ!

”تم مجھے کس رشتے سے یہ خط لکھ بیٹھے، تمہارا آخری خط تو کئی برس پہلے مل گیا تھا۔ ترے خط، تمہاری خوشبو سب خواب وخیال تھے متاعِ جاں سمجھا تھا‘ جنہیں تمہارے قول وقرار کی طرح گزشتہ سال میں نے وہ سب خط پھاڑ دیے تھے۔

تمہیں تو احساس تک نہیں ہوا۔

وہ جو ہاتھ بھر کا تھا فاصلہ کئی موسموں میں بدل گیا

اسے ناپتے اسے کاٹتے میرا سارا وقت گزر گیا

میری یاد آئی تو اس لیے کہ اب تمہارا بیٹا تنہا ہوکر پاکستان آگیا ہے دیارِ غیر میں رہنے والوں کے لیے پاکستان کی اہمیت برقرار تھی مجھے آزمانے کے لیے تمہارے پاس اذان تھا تو تم نے قلم کا سہارا لے لیا جب میں خط لکھتی تھی تو تم شاید کہیں رکھ کے بھول جاتے تھے وہ ایک خط جس میں میرے لیے زندگی کی کوئی کرن ہوتی وہ تو تم نے کبھی لکھا ہی نہیں‘ یہ تو خط کسی اور کے لیے کسی اور کے نام لکھا ہے یہ اذان کے لیے اذان کے سرپرست کے نام لکھا ہے اور اذان کے خودغرض باپ کا نام صبیح احمد ہے دولت مند صبیح احمد جس نے دولت کے پلڑے میں خود کو رکھ کر میری عمر بھر کی خوشیوں کا سودا کیا اور خود کو بے قصور ظاہر کیا جس نے جھوٹ بولے قدم قدم پر کہ وہ مجبوری کی شادی کو ختم کرچکا ہے‘ پھر اذان کہاں سے آگیا؟“ درد کی شدت نے اتنا بے کل کیا کہ وہ دل مٹھی میں دبا کر اٹھ بیٹھی۔

شام سے رات ہوگئی تھی بھوک کی شدت سے براحال تھا نقاہت محسوس ہورہی تھی خط اس کے تہہ لگانے کا محفوظ کرنے کا منتظر تھا مگر اس نے وہیں بیڈ پر چھوڑ کر خود کو یکجا کیا۔

یادیں کتنی طاقت ور ہوتی ہیں، دیوقامت پہاڑوں کی مانند جن سے خوف بھی آتا ہے اور جن کی اہمیت کم بھی نہیں ہوتی سالوں پہلے اس نے صبیح احمد کو دل سے نکال کر پھینکا تھا‘ آج وہ پھر سے اس کے اندر طوفان لے آیا۔ وہ تو ان کے بعد عارض کی محبت پر ایمان لے آئی تھی پھر عارض کی توہین محبت نے بوبی کے لیے دل نرم کردیا تھا اور اب بوبی سے کنارا

کر کے وہ خود کو توانائی کا انجکشن لگا چکی تھی تو صبیح احمد کے خط نے انجکشن کی ساری قوت جیسے سلب کر لی تھی۔ اسے صبیح احمد کی بے وفائی اور اذان کی بے بسی چاروں اطراف دکھائی دے رہی تھی۔ مگر کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرے؟

''صبیح احمد تم نے تو مجھ سے معافی بھی اگر مانگی تو خود غرض بن کر اپنے بیٹے کے لیے میری وفا کو آزماتے ہی رہے اگر میں تمہارا خط پرزے پرزے کر کے ہوا کی نذر کر دوں تو میرے دل پر لگے زخم کچھ مندمل ہوں تم نے خود غرضی کی انتہا کر دی محبت کے نام پر بار بار مجھے ہی دار پر چڑھایا' تمہیں کبھی بھی محبت تھی ہی نہیں' محبت ہوتی کیا ہے یہ تم کیا جانتے' اب جبکہ دل نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا تو تمہیں میرا نام یاد آ گیا' کاش کہ تم دل کی اہمیت کو سمجھ سکتے دیکھو اللہ نے تمہارے لیے دل کی بیماری کو حقیقت بنا دیا۔ جانتے تو ایسا نہ کرتے صبیح احمد' دل محبتوں کی حرارت سے توانا رہتے ہیں۔ محبت کو لفظوں کا جامہ پہنا کر دلوں میں پناہ نہیں ملتی۔''

وہ مسلسل سوچے ہی جا رہی تھی شاید سالوں کا غبار تھا جو صبیح احمد کو کہنا نہیں چاہتی تھی وہ خود کلامی کی صورت میں کہے چلی گئی جبکہ سوچنا تو یہ تھا کہ اذان کے لیے کیا کرنا ہے؟ کیا صبیح احمد کو معاف کرنا ہے کیونکہ اذان کی سرپرستی کا دوسرا مطلب یہی تھا کہ صبیح احمد کی بے وفائی اور خود غرضی کو معاف کر دیا۔

✿......✿✿✿......✿
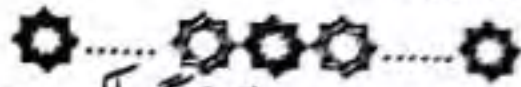
''زینت آپا آپ کیوں آنسو بہا رہی ہیں؟'' اس نے ان کی بھیگی پلکیں اپنی انگلیوں کی پور سے صاف کیں' مگر ان کی آنکھوں سے تو سیلاب جاری تھا۔ وہ ان سے ملنے صبح ہوتے ہی آ گئی تھی۔ آئی تو وہ گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیں بوبی کو تیز بخار تھا۔ اس کی اپنی آنکھیں بھی شب بیداری کی غمازی کر رہی تھیں۔ رات بھر سو نہیں سکی تھی' کس قدر مشکل اور دشوار تھا صبیح احمد کے خط کے مطابق فیصلہ کرنا...... شاید فجر کی نماز پڑھ کر اس کا دل اطمینان کی لذت سے مسرور سا ہو گیا تھا۔

''آنسو تو بوبی کی وجہ سے عمر بھر بہانے ہیں۔''

''ایسا کچھ نہیں ہے آپ بس قبول نہیں کر پا رہی ہیں۔''

''کیا، پرسوں جمعہ ہے منگنی کا دن اور......؟'' زینت سخت بے بس ہو کر بولیں۔

''تو اب نہیں ہوگی' آپ نے کل سے منع نہیں کیا۔''

''شرمین' بوبی بہت شرمندہ ہے معافی چاہتا ہے کل رات سے بخار میں پھنک رہا ہے ایسا مت کہو۔''

''آپا میں بوبی کو شرمندہ کرنا ہی نہیں چاہتی بس اب ایسا ممکن نہیں رہا۔'' وہ کافی سنجیدگی سے بولی۔

''اس نے اچھا نہیں کیا بس کم عقل ہے۔'' زینت بیٹے کی صفائی ہی دے سکتی تھیں۔

''پہلے تو عقل والا مسئلہ تھا مگر اب نہیں رہا میں گئی تو بوبی کی وجہ سے تھی مگر اس فیصلے میں کچھ قدرت کا فیصلہ بھی شامل تھا۔''

''مطلب؟''

''زینت آپا میری اب اپنی بھی مجبوری ہے بوبی کے ساتھ نبھا نہیں ہو سکتا۔''

''مگر بوبی تو مر جائے گا، کیا عارضہ آ گیا ہے؟''

''پتا نہیں، اور شرمندہ نہ کریں بوبی کو اچھی طرح سمجھا دیں میں کسی سے بھی منگنی اور شادی نہیں کر سکتی۔''

''شرمین پلیز میری خاطر معاف کر دو۔''

''آپا آپ کا کیا قصور؟''

"بوبی کی تربیت میں نے ہی تو کی ہے۔" وہ رودیں۔

"ٹھیک ہوجائے گا۔"

"اسے معاف کردو، گھر لوٹ آؤ۔"

"آپا سمجھیں کہ کچھ میری مجبوری بھی آڑے آ گئی ہے۔" وہ غیر معمولی سنجیدہ سی ہوکر بولی۔

"مجھے بتاؤ، بھروسہ کرو مجھ پر ورنہ میرا دل پھٹ جائے گا۔"

"اللہ نہ کرے بتادوں گی مگر فوراً نہیں۔"

"آغا جی نے......؟" زینت کے لبوں پر مختصر سا جملہ اٹکا۔

"نہیں، بس غیر متوقع آزمائش اور مجبوری ہے۔"

"بتاؤ پلیز! بوبی ہر مجبوری میں تمہارا ساتھ دے گا۔"

"نہیں آپا! بوبی تو ابھی مجھے سمجھا ہی نہیں جبکہ میری مجبوری تو اس کے تصور سے بھی بڑی ہے بہرکیف آپ آرام کریں میں چلتی ہوں۔"

"نہیں......نہیں پلیز مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ آفس میں بھی تمہاری ضرورت ہے اور میرا ایک ہی بیٹا ہے۔" زینت تقریباً اس کا ہاتھ تھام کر منت پر اتر آئیں۔

"اچھا میں ضروری کام سے اسلام آباد جارہی ہوں پھر جیسا ہوگا دیکھ لیں گے۔ ضرورت پڑی تو آپ کی بات مانی جاسکتی ہے۔"

"اسلام آباد۔"

"ہوں۔"

"اور منگنی، ہال کی بکنگ، انتظامات۔"

"فی الحال تو سب کچھ ختم سمجھیں اگر کوئی گفتگو سے گنجائش نکلی تو ضرور اس پر بات ہوگی۔" اس نے جواب دیا۔

"شرمین پلیز یہاں سے نہ جاؤ میری منت ہے۔"

"اچھا، اچھا واپسی پر دیکھتی ہوں آپ اپنا خیال رکھیں۔"

"اور بوبی۔"

"بوبی سے میں کوئی بات کرنا نہیں چاہ رہی۔"

"پلیز، اسے معاف کردو۔"

"کردیا ہے آپ پریشان نہ ہوں۔"

"منگنی کے بعد کوئی شکایت ہوئی تو میں خود بوبی کو سزا دوں گی۔"

"آپا پلیز! اس موضوع پر بات نہ کریں مجھے آپ کا احساس ہے مگر یہ بھی تو سوچیں کہ بوبی نے آخری حد تک مجھے پہنچا کر دم لیا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

"تو پھر......میرے فیصلے کا خیر مقدم کریں جگ ہنسائی سے تو بہتر ہے اس کے اور میرے مزاج میں بہت نمایاں فرق ہے۔" اس نے دھیرے دھیرے کہا۔

"اچھا رک جاؤ۔"

”میں بھولی سے، بابا سے آپ کے بارے میں کچھ بات کرلوں آپ نے اپنا خیال رکھنا ہے۔“
”اچھا، بوبی سے مل لو۔“
”نہیں۔“
”پلیز۔“
”آپا کل اسے سمجھا دیا تھا۔“ وہ بولی مگر بھولی فروٹ لے کر کمرے میں آ گئی اور بولی۔
”باجی آپ تو بڑی ہیں چھوٹے صاحب کو معاف کردیں۔“ شرمین بھولی کی بات سن کر سلگ اٹھی۔
”کبھی بڑے معاف نہیں بھی کرتے۔“
”بھولی تم جا کر حمیدہ سے کہو کہ یخنی بنائے بوبی کے لیے۔“ زینت نے کافی ڈپٹ کر کہا بھولی تو برا سا منہ بنا کر چلی گئی جبکہ شرمین نے زینت کو احساس دلایا۔
”دیکھا یہ فرق ہوتا ہے عمروں کا۔“
”بھولی کی بے وقوفی کو سنجیدگی سے نہ لو۔“
”بھولی اتنی بھولی نہیں ہے آپا۔“
”اچھا چھوڑو درگزر سے کام لو بوبی سے مل لو۔“
”نہیں آپا پلیز! اسے احساس ہونے دیجیے میں کل مل چکی ہوں۔“ اس نے بہت نرمی سے کہا اور ان کی پیشانی چوم کر باہر نکل آئی زینت کی آنکھیں چھلک اٹھیں مگر روک نہیں سکیں۔

✿......✿✿✿......✿

عارض کی آمد نے آغا صاحب کی زندگی لوٹا دی تھی۔ وہ پھولے نہ سما رہے تھے اسے گلے لگا کر چوما بلائیں لیں کہ وہ خود بھی متحیر رہ گیا محبت تو وہ ہمیشہ ہی اتنی کرتے تھے لیکن اب وہ صحت یابی کے بعد ایک طویل عرصے کی جدائی کے بعد لوٹا تھا صدقے کے بکرے یتیم خانوں کو بھجوائے گئے، کھانا تقسیم کیا گیا آغا جی مسلسل حرکت میں تھے تھک کر ٹی وی لاؤنج میں پہنچے تو عارض کو کچھ مضطرب اور کھویا کھویا پایا۔
”بابا مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔“ وہ انہیں دیکھتے ہی جلدی سے بولا۔
”مجھے معلوم ہے جو بات ہے، فوراً جاؤ اور جا کر شرمین کو مناؤ ورنہ جمعہ کے دن اس کی منگنی ہوجائے گی۔“ انہوں نے صاف سپاٹ لہجے میں کہہ دیا وہ کہنا تو کچھ اور چاہتا تھا مگر شرمین کی منگنی کی خبر نے اس کے دل پر زوردار گھونسا مارا وہ بے قرار ہوکر پوچھ بیٹھا۔
”کس سے......!“
”وہ نوجوان ہے نا بوبی...... بوبی سے۔“ وہ بولے۔
”بو...... بوبی...... مگر......“ اس کے لیے اب حیرت کا مقام تھا۔
”ہاں دیر ہوگئی ہے مزید دیر نہ کرو اسے منا لو وہ بہت اچھی ہے اور تم نے اس کو چاہا بھی ہے۔“ آغا جی نے اپنی طرف سے سمجھایا۔
”وہ خوش ہے میں بھی اسی میں خوش ہوں۔“ وہ بڑبڑایا۔
”عارض۔“
”جی۔“

"بیٹا اسے منالو، پلیز۔"
"بابا یہ باب بند ہوچکا ہے مگر مجھے حیرت ہے کہ صبیح احمد کے بجائے بوبی۔" وہ تذبذب میں گرفتار بولا۔
"کیا کہہ رہے ہو۔"
"کچھ نہیں۔"
"تو پھر شرمین کے پاس جاؤ۔"
"بابا یہ مشکل ہے میں نے اسے خود چھوڑا ہے۔"
"پر کیوں؟"
"چھوڑیں فی الحال ایک ضروری بات کرنی ہے۔"
"بولو۔"
"معید صاحب کو کہیں کہ اس لڑکی سنجنا کی ضمانت کرادیں۔"
"کیا......؟" وہ چلا اٹھے۔
"جی بابا معید صاحب نے بتایا ہے کہ اس کی کسی نے ضمانت نہیں کروائی۔"
"کیوں، کیوں عارض اس سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں۔"
"بابا وہ ہم پاکستانیوں کو، مسلمانوں کو اچھا سمجھتی ہے ہمیں اس کے کام آنا چاہیے۔"
"اس کے اچھا یا برا سمجھنے سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا میں اب اس کا ذکر بھی نہ سنوں۔"
"بابا ذکر والی کوئی بات نہیں ہے میرا کوئی تعلق نہیں ہے وہ مظلوم ہے معید صاحب آپ کی اجازت کے بغیر ضمانت نہیں کرائیں گے۔" اس نے سمجھانا چاہا مگر وہ بہت برہم ہوگئے۔
"عارض اپنی من مانیاں بہت کرلیں، اس لڑکی کی میں بات نہ سنوں۔"
"آپ صرف ضمانت کا کہہ دیں باقی ذکر تک نہیں سنیں گے۔" اس نے پھر کہا۔
"اوکے، لیکن آپ شرمین سے ملو۔" وہ یہ کہہ کر چلے گئے تو اس نے دکھتے سر کو تھام کر شرمین کے بارے میں سوچا۔

✿...... ✿✿✿ ......✿

گاڑی سے باہر نکل کر اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔
"کون؟" اندر سے بلاشبہ آواز زیبا کی ہی تھی وہ ایک دم کچھ سوچ کر بولا۔
"صفدر۔" دروازہ وا ہوگیا۔ گلابی لباس میں وہ روبرو تھی وہ دیکھ کر نظریں چرا گیا حالانکہ شام کے ملگجے سے اجالے میں وہ مدہوش کردینے کی حد تک خوب صورت لگ رہی تھی۔
"راستہ چھوڑو گی یا جاؤں۔" وہ خود پر لاتعلقی کا ماسک چڑھاتے ہوئے بولا۔
"جی......جی۔" وہ گھبرا کر ایک طرف ہوگئی۔
"بلکہ امی کو بھیج دو مجھے اندر نہیں آنا۔" صفدر خود پر کنٹرول کر کے بولا حالانکہ دل عبدالصمد کو دیکھنے کو مچل رہا تھا دل تو نے کیوں زیبا کو دیکھنے کے لیے اسے ستا رہا تھا مگر کوئی کمزوری ظاہر کرنا گویا اس کی شان کے خلاف تھا۔
"دنیاداری ہی نبھالیں میرا بھرم رہ جائے گا۔" اس نے نرمی سے کہا۔
"کیسی دنیاداری ہمارا رشتہ ہی کیا ہے؟" وہ رخ موڑے موڑے بولا۔
"شاید کچھ نہیں یا پھر بہت کچھ۔" وہ اس کے جواب پر چونکا۔

''میری امی تمہاری باتوں میں آسکتی ہیں میں نہیں آج بھی وہ ضد کر کے آئی ہیں۔''
''او آپ..... آپ کیوں آئے ہیں؟'' اس نے بھی بھاری ضرب لگائی تو وہ ششدر گیا۔
''ہمارے درمیان نہ کچھ تھا نہ ہے اور نہ ہوگا۔'' پلٹ کر بولا۔
''ہمارے درمیان عبدالصمد ہے جسے دیکھے بنا آپ کی امی نہیں رہ سکتیں او آپ بھی اسے نظر انداز نہیں کر سکتے۔'' وہ یہ کہہ کر تیز قدموں سے اندر چلی گئی اور وہ اپنی ہستی کا سب غرور اپنے ہی کندھوں پر لیے اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا صحن میں اس طرف آ گیا جہاں سب موجود تھے۔
''السلام علیکم!'' اس کو دیکھ کر حاجرہ بیگم نہال ہو گئیں۔
''وعلیکم السلام! جیتے رہو آؤ بیٹھو۔''
''جی بس ذرا جلدی میں ہوں دوست کی طرف جانا ہے۔''
''دو گھڑی بیٹھ جاؤ یہ کون سا طریقہ ہے؟'' جہاں آرا نے تنبیہ کی تو وہ تخت پر ٹک گیا۔
''دیکھو عبدالصمد کیسے ہمک ہمک کر تمہیں دیکھ رہا ہے۔'' حاجرہ بیگم نے ٹکڑا لگایا تو بے اختیار ہی وہ بیٹے کو دیکھنے لگا وہ گول مٹول سا بچہ اس کا بیٹا تھا دل چاہا کہ اسے اٹھا کر چوم لے مگر ایسا کر نہیں سکتا تھا۔
''صفدر بھائی عبدالصمد کو اٹھا لیں۔'' منمی چائے لیے آ گئی اور اسے بیٹے کو دیکھتا پا کر بولی۔
''ہاں گود میں لو بیٹے کو ہم چل رہے ہیں۔'' وہ امی کی بات پر چونکا۔
''ہم۔''
''ہاں میں نے زیبا کو کہا ہے کہ بہت رہ لیں اب گھر چلو۔''
''مگر میں نہیں جاؤں گی۔'' زیبا عبدالصمد کا فیڈر بنا کر لائی تو ان کی بات کا جواب دیا۔
''ہیں؟''
''نہیں بیٹا بدتمیزی نہیں۔'' ہاجرہ نے بیٹی کو سرزنش کی۔
''اماں صفدر کے ساتھ جب......''
''ارے تو میں لینے ہی آیا ہوں۔'' صفدر نے جلدی سے بات سنبھالی۔ زیبا حیران رہ گئی منمی کے لبوں پر ذومعنی مسکراہٹ آ گئی جبکہ وہ ہاجرہ بیگم اور جہاں آرا خوش ہو گئیں۔
''مگر میں نہیں جا رہی۔''
''زیبا......'' ہاجرہ بیگم نے کچھ سختی سے پکارا۔
''پھر آ جانا۔'' صفدر نے جھنجلا کر کہا۔
''آپ بتاتے کیوں نہیں؟'' زیبا نے براہ راست صفدر کی آنکھوں میں جھانکا۔
''تم بتاتی رہو مجھے جلدی ہے عارض کو ملنا ہے۔'' وہ چائے کا کپ رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔
''ارے یہ کیا ہو رہا ہے۔'' جہاں آرا بگڑیں۔
''اپنی لاڈلی سے پوچھیں جو یہ چاہیں ویسا کر لیجیے گا۔ میں واپسی پر لے لوں گا یا ٹیکسی پر چلی جائے گا۔'' وہ اپنی بات مکمل کر کے نکل آ گیا پلٹ کر نہیں دیکھا۔

☆☆☆

''یا الٰہی یہ کیسی خلش ہے کیسی بے تابی ہے میں جس کو دیکھنا نہیں چاہتا وہی میرے قدم متزلزل کرنے پر تلا ہے میں

کیسے گرداب میں پھنس گیا ہوں کہ زیبا کی بانہوں کا خمار آنے لگا ہے۔ وہ آنا نہیں چاہتی اور میں کھلے لفظوں میں اسے منع کرنہ سکا میں اس کو بے عزت کرکے آ سکتا تھا' آخر کیوں میں نے دانستہ ٹال مٹول سے کام لیا مجھے گلابی لباس میں ملبوس زیبا پر غصہ کیوں نہیں آیا؟

"کیونکہ تم صفدر! اپنے آپ کو بہلا رہے تھے حقیقت تو یہ ہے کہ تم ان دونوں کو مس کر رہے تھے عبدالصمد کی مہک تمہیں بستر پر بے چین رکھتی ہے اور تکیے پر سے زیبا کا دھانی آنچل اب تک اٹھایا نہ تھا کیونکہ اس سے گیلے بالوں کی مہک آتی ہے زیبا کی مہک تمہیں رات کی تنہائی میں خود سے لپٹنے پر مجبور کرتی ہے کئی بار تو وہ آنچل تم نے لبوں سے لگایا اس میں چہرہ چھپایا۔"

"نہیں، میں زیبا کے لیے ایسے کیسے سوچ سکتا ہوں؟" اسٹیئرنگ پر زور سے مکا مار کر وہ بولا تو چونکا وہ تو عارض سے ملنے جارہا تھا پھر سارا راستہ زیبا کی یاد میں کیوں کٹ گیا؟" گاڑی پورچ میں چھوڑ کر اس نے لمبے لمبے سانس بھرے پھر اندر آ گیا۔

عارض اسے دیکھ کر دیوانہ وار دوڑا اور لپٹ گیا تقریباً دونوں ہی آبدیدہ ہوگئے طویل مدت کے بعد مل رہے تھے۔

"کیسے ہو میرے یار اور بھابی میرا بھتیجا۔" عارض نے پوچھا تو اس کا حلق تک کڑوا ہوگیا۔ حالانکہ وہ خود سارے راستے ان کے بارے میں سوچتا آیا تھا مگر اس وقت پھر دورہ سا پڑ گیا۔

"مجھے نہیں معلوم ٹھیک ہوں گے' تم اپنی سناؤ۔"

"میں تمہارے سامنے ہوں مجھے زندہ سمجھو۔" کچھ عجیب سا کرب تھا اس کی آواز میں صفدر نے واضح محسوس کیا۔

"دیکھ رہا ہوں تمہاری وجہ سے دوسرے مرتے ہیں۔"

"یہ ایک دوست کہہ رہا ہے۔"

"ہاں' خیر یہ بتاؤ اسے بھی ساتھ لائے ہو۔" صفدر نے طنز کیا۔

"کسے؟"

"اسے جس کی وجہ سے شرمین بہن کو چھوڑا۔"

"وہ کوئی نہیں ہے شرمین کو تو خود اس کے لیے چھوڑا۔"

"کوئی نہ ہوتی تو......؟" وہ بولتے بولتے رکا۔

"تمہیں کیسے یقین دلاؤں؟"

"ضرورت نہیں میں جانتا ہوں مگر تم نے اچھا نہیں کیا۔"

"ہاں شاید مگر بوبی والی کہانی کیا ہے؟"

"کچھ نہیں بوبی سے کل جمعہ کو منگنی تھی مگر شرمین بہن نے میسج کرکے منع کردیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"پتا نہیں' فی الحال ملتوی کا میسج تھا کہیں تم نے تو......"

"یہ تو تم شرمین سے توقع ہی نہیں رکھ سکتے وہ اب جس کے ساتھ رہے بس خوش رہے۔"

"مطلب تم کو فرق نہیں پڑتا۔"

"فرق پڑتا بھی ہو تو کیا فائدہ اب شرمین مجھ پر لعنت ملامت بھیج کر فیصلہ کرچکی ہے مگر مجھے تعجب یہ ہے کہ بوبی کہاں سے آ گیا اور شرمین کی اولین محبت کو کیا ہوا؟" وہ سخت الجھن کا شکار تھا۔

"اولین محبت کہیں ہوتی تو تم کیوں آتے اور پھر بوبی کے لیے فیصلہ کیوں ہوتا؟"

"سب غلط ہوگیا شاید۔"

"جس کے خمار میں ہو اس کو دوش دو۔" صفدر نے پھر اٹیک کیا۔

"صفدر کوئی نہیں ہے۔"

"میں کیسے مان لوں، خیر چلتا ہوں امی اکیلی ہوں گی۔"

"بھابی کہاں ہیں؟"

"جہنم میں۔"

"لاحول ولا...... کیسی فضول باتیں کرتے ہو۔"

"بس ایسا ہی ہے وہ برائے نام سا تعلق نہ ہونے والا تعلق ہے۔" صفدر دھیرے سے کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا لیکن کیوں مجھے بھابی سے ملواؤ تو ان کا گفٹ بھی ڈیو ہے۔" وہ بولا۔

"ہنہہ ...... وہ خود بڑا گفٹ ہیں، چھوڑو۔"

"نہیں میں ملنا چاہتا ہوں۔" وہ بضد ہوگیا۔

"او اچھا بابا اب اجازت دو۔"

"نہیں کھانا میرے ساتھ کھا کر جاؤ۔"

"طلب نہیں ہے بلکہ آغاجی سے ملاقات بھی ادھار رہی۔"

"یار......"

"سمجھا کرو اور ہاں اگر دل رضامند ہو تو شرمین بہن کو فون کرکے تو دیکھو۔" وہ بالکل چپ ہوگیا صفدر نے بھی آغاجی والی بات کہہ دی تھی جبکہ وہ شرمین کے مزاج اور شخصیت سے واقف تھا اور پھر صبیح احمد سے بھی تو وہ مل چکا تھا۔

✿...... ✿✿✿ ......✿

دو قدم پر خوشیاں ہوں اور پھر لمحے میں فاصلے بڑھ جائیں۔ خوشیاں دور چلی جائیں یہ زینت نے سوچا بھی نہیں تھا۔ اب ایسا ہو چکا تھا تو آنکھوں سے اشکوں کا سلسلہ جاری تھا بستر سے لگے بوبی کو دیکھ دیکھ کر ان کا دل ہول رہا تھا منگنی کے کپڑے، دیگر سامان سب ان کو منہ چڑا رہے تھے اپنی طبیعت کی خرابی کا مسئلہ بھی بڑھ گیا تھا، مگر کس قدر بے بس اور بے اختیار تھیں کہ کچھ کر نہیں سکتی تھیں۔

"بوبی بیٹا یہ تھوڑا سا دودھ پی لو۔" انہوں نے اس کو سہارا دے کر دودھ کا گلاس اس کے خشک ہونٹوں سے لگایا مگر اس نے منہ موڑ لیا۔

"ماما۔"

"جی ماما کی جان۔"

"ماما، شرمین۔"

"بیٹا شرمین بہت خفا ہے اور فی الحال اسے منانا مشکل ہے آپ کو سب کچھ بہت سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے تھا۔" انہوں نے کہا تو وہ رو دیا۔

"ماما پلیز۔"

"اب جوان کا یوں رونا مناسب نہیں صبر اور حوصلے سے کام لو۔"

''اور سب کیا کہیں گے؟''

''یہ پہلے سوچنا تھا بچپنا چھوڑ دینا تھا زندگی مذاق نہیں ہوتی۔'' وہ بولیں۔

''آپ نے روکا نہیں وہ مجھے مل کر کیوں نہیں گئی؟''

''مرضی اس کی' لیکن آپ کو کس نے بتایا؟''

''بھولی نے بتایا وہ چلی گئی۔''

''بھولی کی باتوں پر دھیان کیوں دیتے ہوا سے جلدی تھی اور وہ ناراض بھی بہت ہے وقت لگے گا نارمل ہونے میں۔'' انہوں نے کہا۔

''ماما میں شرمین کے بغیر مر جاؤں گا۔''

''اللہ نہ کرے۔'' انہوں نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

''ماما شرمین ایسا نہیں کر سکتی' بتائیں اس نے کیا کہا؟'' وہ مصر ہوگیا۔

''وہ اسلام آباد گئی ہے آئے گی تو بات ہوگی۔''

''کیا، کیا بات ہوگی اور وہ اسلام آباد کیوں گئی؟'' اسے انجانا سا خوف محسوس ہوا۔

''ایسا کچھ نہیں ہے جیسا آپ سوچ رہے ہو اس نے کہا ہے کہ واپسی پر یہاں آ کر بات کرے گی۔

''اچھا اب اٹھو دودھ پیو، شاباش۔'' انہوں نے کہا مگر انہیں معلوم تھا کہ بات بگڑ چکی ہے مشکل سے سنبھلے گی۔ شرمین نے اس قدر شدید ردعمل ظاہر کیا تھا جس کا انہیں تصور بھی نہیں تھا اب شرمین سے ملنے کے بعد وہ ذہنی طور پر تیار تھیں کہ شرمین شاید بوبی کو اب قبول نہ کرے اگر ایسا ہوگا تو بوبی سچ مچ مر جائے گا۔

''یا اللہ میرے گھر کی خوشیاں لوٹا دے میرے بچے کے دل کو دکھ سے بچالے شرمین کا دل نرم کر دے' وہ بوبی کو معاف کر دے ورنہ سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔'' وہ دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگیں بوبی نے بمشکل تمام دودھ ختم کیا اور پھر زینت کی گود میں سر رکھ کر آنکھیں موند لیں زینت بڑی دیر تک اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی رہیں اور اللہ سے اس کی خوشیوں کے لیے دعائیں کرتی رہیں۔

اولاد کی خوشی اور خواہش ماں کے لیے کتنی اہم ہوتی ہے یہ ایک ماں سے بڑھ کر کون جان سکتا ہے جبکہ بوبی تو ان کی اکلوتی اولاد تھی بڑی مشکلوں سے تنہا اسے پالا تھا اس کی خوشی انہیں ہر چیز سے مقدم تھی۔

......☆☆☆......

وہ دل ہی کیا ترے ملنے کی جو دعا نہ کرے
میں تجھ کو بھول کر زندہ رہوں خدا نہ کرے
رہے گا ساتھ ترا پیار زندگی بن کر
یہ اور بات میری زندگی وفا نہ کرے
بجھا دیا ہے نصیبوں نے مرے پیار کا چاند
کوئی دیا مری پلکوں پر اب جلا نہ کرے

بالکنی سے شکست خوردہ قدموں سے کمرے میں آ کر بھی کسی طور پر قرار نہ آیا تو بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں مگر شرمین کا احساس تو پوری طرح تعاقب میں تھا وہ چھم سے سامنے آ گئی تو پٹ سے اس نے آنکھیں کھول دیں صفدر کے جانے کے بعد سے وہ مسلسل اسی کربناک کیفیت سے دوچار تھا۔ جس کی خاطر گماں بدگمانی میں بدل

گیا۔ شرمین اس کو چھوڑ کر بوبی کے لیے زندگی کا اہم فیصلہ کررہی ہے۔ صبیح احمد سے زیادہ محبوب بوبی کیسے ہوگیا یہی دو باتیں اس کے لیے تکلیف دہ تھی دل پشیماں تھا ذہن شرمسار تھا صفدر اور آغا جی شرمین کو آواز دینے کی بات کرتے ہیں لیکن وہ کس منہ سے ایسا کرسکتا تھا۔ وہ یہ اختیار کھو چکا تھا اب کچھ باقی نہیں رہا تھا صبیح احمد تو بعد میں آئے وہ تو معمولی سی بات پر شرمین کو آزمائش میں ڈال کر چھوڑنے کا رستہ دکھا چکا تھا کاش یہ معمولی سی بھول سرزد نہ ہوئی ہوتی' اب جبکہ وہ زندگی بسر کرنے کا ارادہ کرچکی ہے تو سب باتیں بے سود ہیں وہ بہتر سمجھتی ہے کہ زندگی کا شریک سفر کسے بنانا ہے وہ فیصلوں میں خود مختار اور مضبوط قوت ارادی کی مالک ہے اس نے ایک بار بھی نہ آنسو بہا کر وضاحت مانگی نہ رو کر بد دعائیں دیں نہ بے وفائی کا طعنہ دیا اور نہ کوئی شکوہ کیا کس قدر رہمت اور حوصلے سے وہ سب کچھ سہہ گئی تھی اب اس میں تو بات کرنے کا حوصلہ ہی نہیں تھا۔

''نہیں عارض تم یہ اختیار کھو چکے ہو اسے بنا جرم بتائے سزا سنا کر تم اپنی مرضی کر چکے ہو وہ اب کسی کی ہونے جارہی ہے تمہیں ملال نہیں ہونا چاہیے۔

لیکن......لیکن کیوں......؟

کیوں نہ پوچھوں کہ...... صبیح احمد کہاں گئے اور ان کی جگہ بوبی کیوں؟ میں نے بوبی کے لیے تو شرمین کو آزاد نہیں کیا تھا میں نے تو اپنی زندگی صرف شرمین کی خوشی کے لیے قربان کی تھی۔''

وہ بے قرار ہوکر سر کے بال مٹھیوں میں جکڑ کر بیٹھ گیا ہاتھ بڑھا کر فون اٹھایا دل نے قوت فراہم کی تو شرمین کا نمبر سرچ کرنے لگا ایک طویل مدت کے بعد نمبر ملاتے ہوئے حوصلہ نہیں ہورہا تھا۔ پھر بڑی جرأت کے ساتھ نمبر ملایا تو فون آف تھا۔

''اوگاڈ اس نے سر پٹخا اور پھر صفدر کا نمبر ملایا تیسری بیل پر صفدر نے فون اٹینڈ کیا۔

''ہاں بولو۔''

''کہاں ہو۔''

''بس گھر پہنچنے ہی والا ہوں۔''

''شرمین کا فون آف ہے۔'' اس نے بتایا۔

''تو پھر ملالینا اتنی بے تابی کیا ہے؟''

''بس، میں فوری بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''مت گھبراؤ منگنی تو فی الحال ملتوی ہوگئی ہے۔''

''پھر بھی۔''

''سکون سے نمبر ٹرائی کرتے رہو میں بھی گھر جاکر ملاتا ہوں۔''

''میری سفارش پلیز۔''

''کوشش، مگر وعدہ نہیں۔''

''اوکے۔''

''اوکے۔'' صفدر نے اس کی بے تابی پر مزہ لیتے ہوئے فون بند کردیا۔

❁......❁❁❁......❁
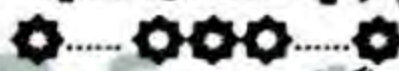
گھر پہنچتے ہوئے اسے کافی دیر ہوگئی تھی۔ لیکن گیٹ پر ہی اسے اندر سے عبدالصمد کے رونے کی آواز آئی تو وہ سمجھ گیا

کہ زیبا آ گئی ہے مگر اسے یہ سوچنا برا نہ لگا۔ گاڑی اندر لایا تو آواز اور بڑھ گئی عبدالصمد کی آواز میں امی کی تسلی محبت بھری آواز بھی شامل تھی اس کے کمرے کی لائٹس آن تھیں امی کے کمرے سے ہی روشنی آرہی تھی وہ بھی اسی طرف آ گیا کمرے میں صرف امی اور عبدالصمد ہی موجود تھے عبدالصمد پوری شدت سے رو رہا تھا اور امی اسے سنبھالنے میں مصروف تھیں ہانپ رہی تھیں اسے دیکھ کر وہ جلدی سے بولیں۔

''صفدر شکر ہے تم آ گئے ذرا اسے کندھے سے لگا کر سلاؤ تو۔''

''میں......!'' اس نے تعجب سے پوچھا۔

''تو اور کیا ماں تو ضد میں گھر بیٹھ گئیں۔'' انہوں نے اچھے خاصے تند لہجے میں جواب دیا۔

''مطلب آپ عبدالصمد کو تنہا لے آئیں۔'' وہ جھلایا۔

''اور کیا کرتی بہت سمجھایا ماں نے بھی بہت ڈانٹا ڈپٹا مگر بھئی جانے کون کون سی کدورت دل میں رکھے ہوئے تھی صاف انکار کر دیا' بس ایک لفافہ دیا ہے تمہارے لیے وہ اندر میز پر رکھ دیا ہے میں نے۔'' وہ پہلی بار زیبا کی طرف سے خفا تھیں۔

''آپ گئی کیوں تھیں اور اب یقین آ گیا کہ وہ یہاں رہنا ہی نہیں چاہتی۔'' صفدر کو موقع ہاتھ آ گیا۔

''بہت ضدی ہے جانے کیا کیا بولتی رہی۔ خیر تم بس میرے بچے کو سلا دو۔'' انہوں نے عبدالصمد کی خاطر کہا۔

''آپ لے کر کیوں آئیں اس کی اولاد ہے وہ سنبھالے میں اسے فارغ کر دوں گا۔'' اسے عبدالصمد کو کندھے سے لگا کر چپ کرانے کی کوشش ناکام لگ رہی تھی اس لیے بہت غصے سے بولا۔

''ایسی بات نہ کرو وقتی غصہ ہے ٹھنڈا ہو جائے گا۔'' جہاں آرا نے نرمی اختیار کی۔

''نہیں یہ تو اس کی ڈیمانڈ ہے مگر عبدالصمد سمیت۔''

''باؤلے ہو گئے ہو' ہم اپنا لخت جگر چھوڑ دیں۔'' وہ تڑپ اٹھیں۔

''فی الحال یہ سوچیں یہ ماں کے بغیر سوئے گا کیسے؟'' وہ عبدالصمد کے مسلسل رونے پر فکر مند ہو کر بولا۔

''فون کرو اسے بیٹے کی آواز سنواؤ۔''

''امی کچھ حاصل نہیں' یہ طے ہے کہ اسے جانا تھا اس گھر سے۔'' وہ عبدالصمد کو تھپکیاں دیتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا کیونکہ اب کچھ اس کے رونے میں کمی آئی تھی مگر گاہے بگاہے وہ سسکیاں بھر رہا تھا صفدر کا دل بیٹے کے رونے پر کٹ رہا تھا پہلی بار اسے کندھے سے لگائے اپنے اندر کی پوری شفقت محسوس کر رہا تھا زیبا پر غصہ آ رہا تھا اور بیٹے کے لیے محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا اسے تھپکیاں دیتے دیتے بالآخر سلانے میں کامیاب ہو گیا تھا اپنے کمرے میں لا کر بیڈ پر لیٹا کر مطمئن ہوا۔

❁......❁❁❁......❁
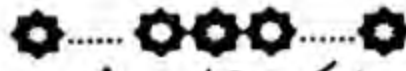
عبدالصمد کو پرسکون سویا دیکھ کر اسے بھی دلی سکون حاصل ہوا واش روم سے فریش ہو کر کچھ دیر کو محبت پاش نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بیڈ کے برابر پڑی کرسی پر ٹک گیا ایک دم اچٹتی سی نگاہ سینٹر ٹیبل پر پڑی تو ٹھٹکا، بند لفافہ دیکھ کر یاد آیا کہ یہ وہی لفافہ ہے' جس کا امی نے کچھ دیر پہلے ذکر کیا تھا اس نے ہاتھ بڑھا کر لفافہ اٹھایا تو وہ کچھ وزنی سا تھا باہر سے ہی محسوس ہو رہا تھا کہ اندر تصویریں ہیں' لفافہ چاک کیا تو سچ مچ چار فوٹو اس کے ہاتھ میں آ گئیں اس کی اور عارض کی دریائے نیلم کے کنارے پر لی گئی تصویریں تھیں اسے حیرت سی ہوئی کہ زیبا نے یہ تصویریں کیوں بھیجیں؟ یہ تو کہیں الماری میں پڑی تھیں۔ اس نے الٹ پلٹ کر لفافہ دیکھا تو چونکا ایک جملہ درج تھا۔

"دیکھ لو میرے گناہ گار کو اسے تم نے چھپا کر رکھا تھا۔"
اس نے کچھ نہ سمجھا بار بار کوئی تین سے چار مرتبہ یہ جملہ پڑھا پھر تصویریں بھی بار بار دیکھیں۔ کچھ پلے نہ پڑا تو سخت پریشانی کے عالم میں کمرے میں چہل قدمی کرنے لگا۔ جتنا سوچ رہا تھا اتنا دماغ الجھ رہا تھا۔
"کیا مقصد ہے اس جملے کا ان تصویروں کے ساتھ۔" وہ بڑبڑایا۔
پھر جیسے کسی نے دماغ کو کرنٹ لگا دیا یا پھر اسے الیکٹرک چیئر پر بٹھا دیا۔
"یہ...... عارض...... عارض کو کہا ہے۔ کیا، کیا عارض زیبا کا......؟ نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔" وہ چلا اٹھا عبدالصمد اس کی چیخ پر کسمسایا اور پھر وہ رونے لگا وہ اس کی طرف بڑھا گود میں اٹھایا اور پھر سلانے کی کوشش کرنے لگا۔
"صفدر...... صفدر۔" جہاں آرا اسے پکارتی ہوئی وہیں آ گئیں۔
"جی امی۔"
"میں سمجھی کہ تم سو گئے عبدالصمد کے رونے کی آواز آئی تو۔"
"نہیں میں جاگ رہا تھا۔"
"لاؤ مجھے دو۔" وہ بیڈ پر بیٹھ گئیں۔
"امی آپ سو جائیں۔"
"واہ، میرا بچہ روئے اور میں سوؤں اور تم بھی کچھ کھا لو پھر سو جاؤ۔" انہوں نے کہا۔
"مجھے بھوک نہیں ہے۔"
"تو پھر سو جاؤ صبح دفتر جانا ہے۔"
"جی ابھی سوتا ہوں۔"
"زیبا سے کب بات کرو گے؟"
"کیسی بات؟"
"کل صبح، بہت ضروری ہے۔"
"ہاں، کیونکہ بچہ ماں سے جدا نہیں کر سکتے۔"
"امی سب الٹ پلٹ ہو گیا ہے اب۔" وہ بولا اور تصویریں لفافے میں واپس رکھ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔
"بیٹا اس کے لیے فیڈر بنا کے لاتی ہوں۔"
"آپ بیٹھیں میں لاتا ہوں۔" وہ اٹھا۔
"تم ٹھیک تو ہونا۔" انہیں اس کا کھویا کھویا انداز بہت عجیب سا لگا۔
"جی بس ویسے ہی۔"
"پھر بھی۔"
"آپ نے بات مانی ہی نہیں، گھر بدلنے کے حوالے سے سوچ رہا تھا۔" وہ چلا گیا تو جہاں آرا دکھی سی ہو گئیں انہیں پوری شدت سے احساس ہوا کہ صفدر کو سکھ اور خوشی ملنی چاہیے گھر بدلنے میں اس کی مجبوری اور خوشی ہے تو ٹھیک ہے ویسے بھی زیبا نے ان کی نظر میں صفدر کے لیے احساس محبت بڑھا دیا تھا۔

✿...... ✿✿✿ ......✿

ساری رات جس طرح تڑپ تڑپ کر اس نے عبدالصمد کو یاد کیا تھا اس کی جدائی میں آنسو بہائے تھے یہ وہی جانتی

تھی اماں نے تو خوب جلی کٹی سنائی تھیں منمی نے کسی حد تک اس کی بات سے اتفاق کیا تھا وہ پہلے یہی کہتی رہی کہ اسے ساتھ جانا چاہیے تھا مگر جب تصویریں بیگ کی اندرونی جیب سے نکلیں تو پھر منمی کے نزدیک اس کی جیت یقینی تھی۔ اسے امید تھی کہ اب جبکہ زیبا کا مجرم سامنے آ گیا تھا تو کوئی گنجائش نہیں رہی تھی کہ اب صفدر اسے معاف نہ کرے مگر اسے زیبا کی حیرت پر خود بھی حد درجہ حیرت تھی کہ صفدر کے ساتھ اس کی تصویریں کیوں، مگر اس بات پر سوچتے صبح ہوگئی تھی۔

وہ دونوں فجر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھیں کہ دروازے پر دستک ہوئی منمی نے چونک کر زیبا کو دیکھا اور آنکھوں، آنکھوں میں اشارہ کرکے خود کچن کا رخ کیا اور زیبا کو دروازے تک آنا پڑا اس کا اور منمی کا اندازہ بالکل درست تھا۔
عبدالصمد کے بنا تنہا وہ خونخوار نگاہوں کے ساتھ گھورتا ہوا اسے پرے دھکیل کر اندر آیا دروازہ بند کیا تو اس نے پہلی بار خوب چسکا لیتے ہوئے کہا۔
”مجھے اندازہ تھا کہ آپ رات مشکل سے گزاریں گے۔“
”یہ کیا نیا تماشا لگایا ہے؟“ اس نے اپنے ہاتھ سے اس کو ایسے گھمایا کہ اس کا تن نازک پورا چکرا گیا۔
”تماشہ نہیں آپ کو آئینہ دکھایا ہے‘ منصف کی چھتری تلے میرا مجرم پناہ لیے ہوئے تھا اور میں رات دن کند چھری سے ذبح ہوتی رہی۔“ وہ بڑے تن تنے کے ساتھ بولی وہ کچھ سمجھ نہ پایا۔
”تصویریں میری ہیں اور میرے سب سے پیارے دوست کے ساتھ تمہارا مقصد کیا ہے؟ بولو جواب دو۔“ اس نے ایک بار پھر اسے جھنجوڑ کر رکھ دیا۔
”اندر چل کر بات کریں باہر لوگ سنیں گے۔“ اس کی آنکھوں سے غم وغصے کی چنگاریاں اڑتی دیکھ کر وہ سہم گئی۔
”پروا نہیں‘ تمہاری اتنی جرأت کہ تم میرے جگر کو اپنا گناہ گار کہو ہماری فوٹو اٹھا کر اتنا گھناؤنا الزام وہ بھی میرے دوست پر لگاؤ۔“ وہ دیوار سے لگ گئی اور وہ اس پر جھک کر کف اڑانے لگا۔
”صفدر یہ تصویریں آپ کے بیگ کی جیب میں تھیں اور آپ اپنے جگری دوست کے گناہ کو کیا جانیں؟“
”میں اس کے گناہ اور ثواب کو بخوبی جانتا ہوں تمہیں تو یہ بتانا ہے کہ اتنا گھٹیا الزام لگانے کی کوشش کیوں کی کیا بگاڑا ہے عارض نے تمہارا؟“ وہ چبا چبا کر بولا۔
”میں نہیں جانتی مگر آپ کا یہ دوست میرے اصل گناہ گار کا شریک ہے یہ سچ ہے صفدر اسی لیے میں نے عبدالصمد کو تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ تمہاری اپنا دوست سے نفرت میں وہ کمی کرنے کا سبب بنے۔“
”گویا یہ تمہاری بکواس سچ ہے میں اسے تمہارے سامنے لا کھڑا کروں گا۔ لیکن یاد رکھنا میں تمہارا قتل کردوں گا۔“ وہ بولا۔
”صفدر اور اگر تمہارا دوست ہی مجرم نکلا تو اس کے ساتھ کیا کرو گے؟“ اس نے روبرو آ کر پوچھا۔
”شٹ اپ‘ وہ تمہارے عاشق کی طرح گھٹیا نہیں۔“ وہ جذباتی ہو کر اس زور سے چیخا کہ اس نے کانوں پر ہتھیلیاں رکھ لیں۔
”اور یہ بہت گھٹیا طریقہ ہے میرے گھر میں رہنے کا۔“
”مجھے کوئی شوق نہیں‘ آپ کی نظروں میں اصل مجرم آ جائیں اور بس‘ عبدالصمد کو تو میں نے چند دن کے لیے بھیجا ہے۔“ وہ یہ کہہ کر اندر بڑھ گئی اور وہ سرتاپا گویا اس کا مقروض ہو گیا سن سن بھاری قدم اٹھانے مشکل ہو گئے۔

❁.....❁❁❁.....❁

کبھی کبھی آگ لگانے کے لیے ضروری نہیں ہوتا کہ ماچس کی تیلی رگڑی جائے انسان کے اندر آگ کا الاؤ خود بخود جلتا ہے اور سرتاپا اسے بھسم کردیتا ہے اچانک اور غیر متوقع دہکنے والی بھٹی کی صورت جب نہ جلنے کا سبب معلوم ہوتا ہے اور نہ بھڑک اٹھنے پر کوئی کنٹرول باقی رہتا ہے۔ اس وقت وہ بھی بنا ماچس، بنا تیل کے جل رہا تھا بدن سے اٹھنے والے شعلے آسمان سے باتیں کررہے تھے۔ یہ اچانک کیا سے کیا ہوگیا تھا شہر سے دس کلومیٹر دور ویران جگہ پر گاڑی میں بیٹھا جل رہا تھا زیبا نے عزیز دوست کے بارے میں اگر کہانی گھڑی تو سزا سنگین ہوگی اور اگر عارض سچ مچ اس میں ملوث نکلا تو......تو کیا کرو گے صفدر......"

"نہیں، عارض ایسا نہیں کرسکتا یہ زیبا کی چال ہے میرے گھر میں رہنے کا ایک گھناؤنا منصوبہ تاکہ میرا سر جھکا سکے میں اسے معاف کردوں دوست کی خاطر ضبط کرجاؤں، لیکن یہ ممکن نہیں۔ زیبا تمہارا گناہ گار اگر عارض بھی نکلا تب بھی تم یہ کیسے سوچ سکتی ہو اور عارض کو تو کبھی معاف نہیں کرسکتا عبدالصمد کے لیے ایسی خطا درگزر کرنے کا مجھ میں حوصلہ نہیں۔"

"اے خدا یہ کیسا کڑا امتحان آپڑا ہے ایک طرف بیوی کا الزام اور دوسری طرف عزیز از جان دوست وہ کیسے اور کیونکر گناہ میں شریک بن گیا، میں کیسے پوچھوں اس سے کیا کہہ کر مجرم قرار دوں۔" سوچ سوچ کر سر درد سے پھٹنے کے قریب تھا مگر کوئی سرا ہاتھ نہیں آرہا تھا ڈیڑھ گھنٹہ گزر چکا تھا مگر اسے دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہیں تھی گھر میں امی پریشان ہورہی ہوں گی یا پھر عبدالصمد رو رو کر ہلکان ہورہا ہوگا اسے ان دونوں باتوں کا ہوش نہیں تھا وہ تو درد دل کا علاج چاہتا تھا زیبا نے غم و غصے کی جو بھٹی جلائی تھی وہ تو اسے بجھانا چاہتا تھا مگر کیسے؟

کس قدر حیران کن انکشاف تھا کتنا غیر متوقع حملہ تھا سچ تھا یا جھوٹ یہ فیصلہ ہونا دشوار تھا اب جبکہ عارض طویل عرصے کے بعد لوٹا تھا اس نے تو بھابی، بھابی کی رٹ لگا رکھی تھی اس سے یہ پوچھنا آسان نہیں تھا بچپن کا دوست گنوانے کا احتمال پیش نظر تھا۔ دوستی دشمنی میں بدلنے کا خوف تھا زیبا کا کیا ہے اسے کیا فرق پڑتا؟" وہ پھر یہ سوچ کر اپنے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن چبانے لگا۔

جوں جوں وقت گزر رہا تھا اس کے اندر کڑواہٹ بڑھتی جارہی تھی زیبا کا ایک ایک جملہ برچھی بن کر سینے میں پیوست ہورہا تھا کس قدر طنز اور غصہ تھا اس کی آنکھوں میں کئی سالوں سے جو بیگ اس نے نہ استعمال کیا اور نہ کبھی ان تصویروں پر اس کی توجہ گئی تھی وہ زیبا کی سچائی کا ذریعہ بن گئیں۔

"ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا' زیبا میں تمہاری بات پر اعتبار کرکے اپنے دوست پر شک نہیں کرسکتا تم جھوٹی ہو دھوکہ باز ہو۔" وہ زیبا کو مخاطب کرکے چلایا مگر وہاں تو دور دور کوئی نہیں تھا۔

"میں کیا کروں کیسے اس جہنم سے نکلوں؟" وہ پھر چلایا لیکن کوئی جواب نہ ملا۔

"صفدر میاں پوچھنا تو پڑے گا عارض سے کسی ترکیب کے ساتھ کسی بہانے سے عارض اب تک زیبا سے نہیں ملا اسے زیبا سے ملا دینا چاہیے اگر وہ اس کا مجرم ہے تو فوراً بولے گا سچ جھوٹ سامنے آجائے گا یہی بہتر ہے کہ کسی بھی طرح عارض زیبا کو دیکھ لے، کیوں نہ کوئی تصویر دکھادی جائے؟" اس نے کافی جدوجہد کے بعد کچھ نہ کچھ نتیجہ نکال لیا کوئی حل ڈھونڈ لیا، وہ مزید کچھ اور سوچتا کہ آفس کے نمبر سے کال آنے لگی وہ ہوش و حواس کی دنیا میں آیا ٹائم بہت ہوگیا تھا شاید اسی لیے آفس سے فون آرہا تھا اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور واپسی کے لیے موڑ دی۔

✿......✿✿✿......✿

آغا جی فیکٹری جاچکے تھے۔

عارض شب بھر مضطرب اور بے قرار اختر شماری کرنے کے بعد صبح کے قریب سویا تھا آغا جی نے دانستہ سونے دیا

غزل

تارے اترے آسمان سے جب پھیلایا دامن کو
عید کے چاند میں ہم نے دیکھا ساجن کو
مہندی چوڑی اور تمہارا ساتھ ساجن
اس سے بڑھ کر کیا اک دیوانی کو
پیلے جوڑے اور گلابی آنچل نے
کتنے پیارے رنگ دیے ہیں ساون کو
چاند کو دیکھا پھر تم سامنے آئے تھے
عید کی خوشیاں بھر گئیں میرے دامن کو
چاند رات کی مہندی مجھ سے کہتی ہے
تم بھی اک پیغام لکھو ناں ساجن کو

نرگس بانو

اکیلے ہی ناشتہ کرکے چلے گئے تھے ان کے ملازم خاص اسلم نے صفدر کو بتایا کہ چھوٹے صاحب سوئے ہوئے ہیں میں جگادوں تب اس نے منع کرکے خود اس کے کمرے کا رخ کیا کمرے میں گھپ اندھیرا تھا اس نے پردے سرکائے تو صبح کی روشنی نے کمرہ روشن کردیا۔

"عارض۔" صفدر نے اس کو پکارا۔

"اوں ہنہہ تم خیر...... خیریت۔" نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھ کر وہ متعجب سا ہو کر بولا۔

"خیر ہے اب تک سو رہے ہو۔"

"بس رات بھر جاگتا رہا۔"

"کیوں؟"

"شرمین کی یادوں نے سونے نہیں دیا یہاں آ کر تو وہ خود کو بھولنے نہیں دے رہی۔" وہ اٹھ بیٹھا۔

"دو چیزیں بھولتی نہیں ہیں ایک گناہ اور ایک سزا۔" صفدر نے کچھ ذو معنی سا انداز اختیار کیا مگر وہ سمجھا نہیں۔

"ٹھیک کہتے ہو شرمین فون کاٹتی رہی پھر اس نے فون بند کردیا یہ سزا ہی تو ہے میرا خیال ہے مجھے اس سے رابطہ نہیں کرنا چاہیے۔" عارض رنجیدہ خاطر سا بولا۔

"نہیں امید تو رکھنی چاہیے ایک شرمین سے ہی تو تم نے محبت کی یا پھر نیویارک میں وہ لڑکی جس کی خاطر شرمین کو مسترد کردیا۔"

"ایسا کچھ نہیں ہے یار شرمین کا معاملہ بالکل خالص کھرا ہے۔"

"اور جو بے شمار بے ایمانیاں کیں وہ......"

"اللہ معاف کرے مگر لڑکیوں کی مرضی کے بغیر میں نے فلرٹ نہیں کیے۔" وہ سادگی سے کہہ گیا۔

"خیر...... یہ دیکھو۔" صفدر نے جیب سے ایک تصویر نکال کر اس کی طرف بڑھائی۔

"آں ہاں بھابی اور تم واہ ماشاء اللہ۔" تصویر دیکھ کر اس نے انتہائی مسرت اور خوشی کے ساتھ کہا صفدر اس کے چہرے پر حیرت خوف کے آثار ڈھونڈتا رہا مگر ایسا تو کچھ بھی نہیں تھا۔

"یو آر لکی بھائی ماشاء اللہ بہت خوب صورت ہیں کسی روز لاؤ بھا ان کی منہ دکھائی بھی ادھار ہے۔" تصویر اسے واپس کرتے ہوئے عارض روانی میں بولتا چلا گیا صفدر ورطۂ حیرت میں ڈبکیاں کھاتا رہا۔ خود سے کچھ پوچھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

"زیبا نے تمہیں دیکھا ہوا ہے شادی سے پہلے بتا رہی تھی۔" اس نے دوسرا طریقہ اختیار کیا۔

"ہو سکتا ہے مگر کہاں مجھے تو یاد نہیں پڑتا۔"

"خیر آ جائے تو بتانا۔"

"ہاں ناشتہ کریں۔"

"نہیں، میں چلتا ہوں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"بتاؤ نہیں خیریت سے اس وقت آئے۔"

"بس کچھ کنفیوژن ہے۔"

"بتاؤ کیا؟"

"جب پتا چل جائے گا تو بتاؤں گا۔"

"اوکے ٹیک کیئر۔" عارض نے کہا تو وہ الجھا الجھا سا باہر نکل آیا چاہتے ہوئے بھی وہ عارض سے کچھ نہیں پوچھ سکا کیونکہ اسے یہ یقین ہی نہیں آیا تھا۔

⚙......⚙⚙⚙......⚙

زیبا نے ایسی ذہنی الجھن دی تھی کہ نہ وہ آفس میں ٹھیک سے کام کر سکا اور نہ گھر آ کر کسی طور دل بہل سکا۔ عبدالصمد تو بڑے سکون سے دادی کے کمرے میں سویا ہوا تھا مگر وہ بے کل سا باہر برآمدے میں تخت پر کروٹیں لے رہا تھا جہاں آرا نے اتنا متفکر اور بے چین اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اب دیکھ کر دکھی ہو رہی تھیں انہیں زیبا پر سخت غصہ آ رہا تھا کہ چھوٹے سے معصوم بچے کو چھوڑ کر وہ کیسے سکون سے رہ رہی ہے اور صفدر ٹھیک کہتا ہے کہ اس کی موہنی صورت پر نہ جاؤ اندر سے وہ اس گھر میں رہنے پر راضی ہی نہیں۔

"اگر وہ رہنا نہیں چاہتی تو دو ٹوک بات کرو اور فارغ کرو۔" اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے انہوں نے کہا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"فارغ ہی سمجھیں۔"

"اسے بالشت بھر اپنے بچے کا احساس نہیں ہوا؟ اکیلی عیش کرنا چاہتی ہے۔" وہ کافی برہم تھیں وہ بھی پہلی بار۔

"تو کرنے دیں عبدالصمد کو واپس بھیج دیں۔"

"ہیں پاگل ہوئے ہو میں عبدالصمد کو کیسے بھیج دوں؟"

"جب اسے چھوڑنا ہے تو پھر اس کی اولاد ہم کیوں رکھیں۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو؟ ارے بچہ تو ہمارا ہے۔" وہ بھڑک اٹھیں۔

"آپ کو کچھ نہیں معلوم میں کس عذاب سے دوچار ہوں؟" وہ بڑبڑایا۔

"تو بتاؤ میں تمہاری ماں ہوں۔" انہوں نے سن لیا۔

"کچھ سننے اور بتانے سے حاصل نہیں، ایک جھلسا دینے والی آگ ہے جس میں جل رہا ہوں۔"

"صفدر میرے لعل اپنی ماں کو بتاؤ۔" وہ تڑپ اٹھیں۔

غزل

کبھی تھک کے سوگئے ہم، کبھی رات بھر نہ سوئے
کبھی ہنس کے غم چھپایا، کبھی غم چھپا کے روئے
تیری داستاں حسرت سنا سنا کے روئے
شب غم کی آپ بیتی جو سنائی انجمن میں
کوئی سن کے مسکرائے کوئی مسکرا کے روئے
میرے پاس سے گزرے میرا حال تک نہ پوچھا
میں کیسے مان جاؤں کہ مجھے یاد کرکے روئے
میرے سامنے کردیئے میری تصویر کے ٹکڑے
میں کیسے مان جاؤں کہ میرے پیچھے جوڑ کے روئے
میں ہوں بے نام مسافر میرا نام ہے بے وفا
میرا کوئی نہیں اپنا جو مجھے گلے لگا کے روئے
جو ملے راستے میں تو کہنا ضرور اس کو
میں ہوں اکیلا میرے پاس آ کے روئے

ایس ایم بھٹی...... جڑانوالہ

"کیا...... کیا بتاؤں، کوئی ایک بات نہیں۔"

"زیبا سے میں جا کر بات کرتی ہوں۔"

"اس نے جو کہنا تھا کہہ لیا آپ چھوڑیں اسے۔"

"ایسے کیسے چھوڑ دیں؟"

"مجھے سلجھانے دیں یہ مسئلہ میں سلجھا کر ہی دم لوں گا۔"

"میں کس قدر معصوم اور بھولی بھٹی تھی مگر اس نے تو ماتھے پہ آنکھیں رکھ کر عبدالصمد میری گود میں ڈالا اور کہہ دیا کہ میں اب اس گھر میں نہیں جاؤں گی۔"

"ٹھیک کہا اس نے، مجھے بھی وہ اس گھر میں نہیں چاہیے۔"

"یا خدا! سمجھداری سے کام لو۔"

"سمجھداری سے ہی تو کوئی فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"اس سے ملو۔"

"ہاں، ملوں گا۔"

"اور خود کو ہلکان نہ کرو۔"

"آپ کو کیا پتا کہ میں کس درد میں مبتلا ہوں؟"

"ماں صدقے میرے بچے اللہ سب ٹھیک کرے گا۔"

"جو غلط نکلا وہ میری جان جلا رہا ہے۔"

"کیا...... کیا غلط؟"

"آپ چھوڑیں یہ بتائیں کہ نئے گھر میں شفٹ ہونا ہے یا نہیں۔"
اس نے گفتگو کا موضوع بدلا۔
"جیسا تم چاہو۔"
"میرا تو دل چاہتا ہے یہاں سے دور بھاگ جاؤں۔"
"ہم نئے گھر میں شفٹ ہوں گے ڈھیروں خوشیوں کے ساتھ۔" وہ اسے خوش کرنے کے لیے مسکرا کر بولیں تو وہ دکھی سی ہنسی ہنس دیا۔
"تو پھر کل سے شفٹنگ کا کام شروع ہوجائے گا۔"
"پہلے زیبا سے تو بات کرلو، عبدالصمد ماں کے بنا بے کل ہے۔"
"اسے بھیج دیں بلکہ میں ابھی چھوڑ آتا ہوں۔" وہ بولا تو جہاں آرا آب دیدہ ہوگئیں۔

✿...... ✿✿✿ ......✿

اسلام آباد میں ہلکی ہلکی بارش ہورہی تھی۔
"ٹھنڈی ہوا کے باعث جس کا موسم نہیں تھا وہ اپنی زندگی میں تیسری بار اسلام آباد آئی تھی۔ شالیمار ہاسٹل کے مین گیٹ کے باہر ٹیکسی سے اتر کر بلڈنگ کا جائزہ لیا کافی بڑا اور خوب صورت ہاسٹل تھا سبز دھلے اور نکھرے درختوں میں گھری عمارت کی راہ داری سے گزر کر ایڈمن بلاک میں پہنچ کر اس نے وہاں موجود ایک صاحب سے ہاسٹل کی اتھارٹی کے بارے میں پوچھا وقفہ برائے نماز کے باعث آفس خالی تھا وہ ایڈمن بلاک کے ایک دفتر میں بیٹھ گئی۔ بیگ کی جیب سے صبیح احمد کا خط نکالا اور پھر ایک بار اسے لفظ لفظ حرف حرف پڑھا پورا خط گویا ننھے اذان کا چہرہ بن گیا اس نے دیکھا نہیں تھا پھر بھی وہ جانے کیسے اپنے دل کی آنکھوں سے اس کے نقش و نگار بنا کر دیکھنے لگی۔
"اخاہ! صبیح احمد میں نے تو تمہیں معاف کرکے بھلا دیا تھا مگر تم نے اپنی سزا جاری رکھنے کے لیے یہ ذمہ داری مجھے سونپ کر اپنے حق میں برا کیا کیسے چکاؤ گے اپنا حسن سلوک اور میرے احسان کا بدلہ، اللہ کے دربار میں تمہارا دھوکا خود غرضی پیش ہوں گے کیا صفائی دو گے کہ کیسے میری زندگی برباد کی اور پھر یہ اتنی بڑی ذمہ داری جو مجھے دی ہے اس کے صلے میں کیسے قرض چکاؤ گے؟ میری زندگی کا نئے سرے سے امتحان لینے کیوں پھر سے چلے آئے کیسے نبھاپاؤں گی میں، میری محبت کا ڈھیر بوجھ کیسے اٹھاپاؤ گے تم نے محبت کا مذاق کیا تھا محبت کو ریت پر لکھا تھا یا پانی پر مگر میرے دامن میں صرف حسرتیں ڈال کر تم بے گانے بن گئے تھے کبھی سوچا بھی نہیں کہ میں نے تم سے سچی محبت کی تھی اس کا صلہ کیا ہونا چاہیے، میں نے تو اپنی محبت کا حق ادا کیا ہے صبیح احمد تا کہ روز محشر سرخرو ہوسکوں افسوس تو یہ ہے کہ تم میرے سامنے سر نہیں اٹھاپاؤ گے میں اذان کی انگلی تھام کر تمہارے روبرو آؤں گی۔" وہ سوچ رہی تھی کہ کسی نے کہا۔
"آپ کو کس سے ملنا ہے؟" اور وہ چونک کر کھڑی ہوگئی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

نزہت جبیں ضیاء
عید کی چاند
ستاروں کی
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

وہ روز ہوتا گیا پاس میرے
لیکن پھر بھی دوری ذرا سی تھی
محبت بانٹ دی اس نے زمانے میں لیکن
جو میرے حصے میں آئی وہ محبت ذرا سی تھی

"وہاں....؟ تو مما یہ ممکن نہیں ہے۔ آپ پاپا سے کہہ دیں مجھے کہیں نہیں جانا' آپ لوگوں کو جانا ہے تو چلے جائیں مگر میں...... میں وہاں جا کر اپنی عید خراب نہیں کر سکتی۔" افرحہ نازش کی بات پر بُری طرح جھنجلا کر حتمی انداز میں بولی۔

"کیا...... پاگل ہوگئی ہو تم میں وہاں جاؤں گی مائی فٹ۔ جہاں سے میں بے عزت کر کے نکالی گئی اور تمہارے پاپا کی ہمت بھی نہیں کہ مجھے جانے کے لیے کہیں۔" نازش کے لہجے میں حقارت تھی۔

"کچھ بھی ہو مما! مجھے نہیں جانا' اچانک سے اتنی محبت جاگ گئی ہماری دادی محترمہ کے دل میں۔" اس بار افرحہ کے لہجے میں طنز نمایاں تھا۔

"ارے بیٹا! تمہاری دادی کی طبیعت خراب ہے اور شاید بس نکلنے والی ہیں۔" نازش نے مضحکہ انداز اپنایا۔

"بس دو چار دنوں کی بات ہے اور تمہیں تو کم از کم ان کی دولت میں سے کچھ نہ کچھ ملنا چاہیے۔"

"اُف وہ مما......؟" افرحہ جھنجلا گئی۔ "کچھ نہیں چاہیے مجھے' ہمارے پاس کمی ہے کیا؟" وہ بدستور انکار کیے جا رہی تھی۔

"ارے بی بی! چلو تم ایک دو دن میں ہی بیماری کا بہانہ کر کے لوٹ آنا' تمہارے پاپا نے بیس سال میں پہلی بار ایسی بات کی ہے اور بقول ان کے دادی تم سے ملنا' تم کو دیکھنا چاہتی ہیں اس لیے تم چلی جاؤ۔" نازش کے اصرار پر افرحہ بس منہ بنا کر رہ گئی' مما کی بات ٹالنا بھی اس کے لیے ممکن نہ تھا۔

بچپن سے لے کر آج تک افرحہ نے نازش کی زبانی اپنے ددھیال کی صرف اور صرف برائیاں ہی سنی تھیں۔ دقیانوسی بیک ورڈ' جاہل لوگ اور اس کے ساتھ سسرال والوں کا ظالمانہ سلوک جیسے کہ افرحہ ڈراموں اور موویز میں دیکھا کرتی تھی۔ اس لیے افرحہ کو اپنے ددھیال سے شدید نفرت تھی' ذرہ برابر بھی وہ لگاؤ نہ تھا جو عموماً خونی رشتوں میں ہوتا ہے اس نے تو کبھی دادو' پھوپو' تایا' تائی کی فوٹو تک نہ دیکھی تھی اور نہ ہی دیکھنے کی خواہش تھی تو اب بھلا اچانک سے وہ وہاں کیسے چلی جاتی وہ بھی اکیلی رہنے کے لیے عید کے موقع پر اور سب سے بڑی بات کہ گاؤں دیہات کا ماحول اور پھر عید پر اپنے فرینڈز کے بغیر کیسے مزا آتا' اسے تو عادت تھی عید پر فرینڈز کے ساتھ مل کر خوب اُدھم بازی کرنے' شاپنگ اور چاند رات کو بازاروں میں گھومنے کی بھلا یہ سب وہاں کہاں ہوتا۔ اس لیے اسے جب سے معلوم ہوا تھا اس پر شدید قسم کی جھنجلاہٹ سوار تھی' مما کے اصرار پر اسے بادل نخواستہ جانے کی تیاری کرنی پڑی کیونکہ مما کی بات پاپا نے کبھی نہ ٹالی تھی وہ تو پھر اولاد تھی۔

❁......❁......❁

صغیر احمد' بصیر احمد اور نویدہ تینوں بہن بھائی حلیمہ بیگم کے ساتھ بڑے سے حویلی نما مکان میں رہتے تھے۔ مختار احمد کا انتقال ہو چکا تھا' یہ لوگ پنجاب کے دیہی علاقے میں رہتے تھے جو مختار احمد کے آباؤ اجداد کی زمینیں تھیں'

یہاں پر ان کے کھیت تھے زمینیں تھیں آم سنگترے اور چیکو کے باغات تھے اس کے علاوہ سبزیاں بھی اُگائی جاتی تھیں اچھا خاصا متمول گھرانہ تھا۔ اس کے باوجود مختار احمد اور حلیمہ بیگم انتہائی سادہ مزاج، پرخلوص اور رحم دل تھے۔ ہاری کسانوں کے ساتھ گاؤں کے لوگوں کے ساتھ ہمیشہ ہمدردانہ رویہ رکھتے ان کا خاص خیال رکھتے۔ گاؤں کے لوگ بھی ان لوگوں کی بہت عزت کرتے تھے۔ حلیمہ بیگم گو کہ ان پڑھ خاتون تھیں مگر سمجھ دار اور دینی معاملات میں کافی معلومات رکھتی تھیں۔ ان کے ہاں شادیاں خاندان میں ہی کی جاتی تھیں اس لیے حلیمہ بیگم نے صغیر احمد کے لیے اپنے سسرال میں رقیہ بیگم کو دلہن بنا کر لانے کا سوچا تھا جب کہ نویدہ اور بصیر احمد کا رشتہ اپنے بھائی کے گھر وٹہ سٹے میں طے کر رکھا تھا یہ رشتے بچپن سے طے تھے۔ صغیر احمد نے تو میٹرک تک پڑھائی کی پھر اپنی زمینیں اور کھیتوں کا کام سنبھال لیا تھا مگر بصیر احمد کو پڑھنے کا شوق تھا اس لیے وہ میٹرک کرنے کے بعد شہر کے کالج میں ایڈمیشن لے کر ہوسٹل میں رہنے لگے جب کہ نویدہ نے گاؤں کے اسکول سے بس آٹھویں تک تعلیم حاصل کی پھر امور خانہ داری میں مصروف ہوگئی۔ کھانا پکانا سلائی کڑھائی ان تمام کاموں میں پرفیکٹ تھی اس کو اپنا ماموں زاد فاضل بچپن سے ہی پسند تھا۔ فاضل کی بہن پشمہ تھی جو بصیر احمد کی منگیتر تھی۔

صغیر احمد کی شادی ہوگئی رقیہ بیگم بھی اچھی خاتون تھیں دل سے ساس نند کا احترام کرتی تھیں۔ بصیر احمد امتحانات سے فارغ ہوکر گھر آئے تو حلیمہ بیگم نے گلے لگاتے ہوئے انہیں غور سے دیکھا۔

”ہائے میرا لخت! کتنا کمزور ہوگیا ہے یہ پڑھائی نے تو تیرا خون نچوڑ کے رکھ دیا سارا اور اوپر سے شہر میں کوئی خاص کھانا بھی تو نہیں ملتا ناں سارا اُلٹا سیدھا اور بدمزہ کھانا کھا کھا کر کیسا پیلا ہوگیا ہے۔ بس 14 پڑھ لی ناں..... اب نہیں جانے دوں گی تجھے۔“ حلیمہ بیگم نے فیصلہ سنایا۔

”ارے نہیں اماں جی! ابھی تو میں نے اور پڑھنا ہے یہاں آ کر اپنے گاؤں کے لیے کام کرنا ہے یہاں کے رہنے والوں کے لیے سہولتیں نکالنی ہیں مجھے۔“ بصیر احمد جلدی سے بولے۔

”پھر میری اور گڑیا کی شادی بھی ہوجائے گی خوب دھوم دھام سے۔“ بصیر احمد نے قریب بیٹھی نویدہ کا سر پیار سے ہلاتے ہوئے کہا تو نویدہ شرما گئی۔ حلیمہ بیگم زیرلب مسکرادیں۔

”مگر بیٹا! تیرے ماموں شادی کا کہہ رہے تھے۔“ حلیمہ بیگم نے کہا۔

”اماں! ابھی ہماری نویدہ سولہ سال کی ہوئی ہے بس دو تین سال کی بات ہے اور پشمہ بھی تو صرف پندرہ سال کی ہے۔“ رقیہ بیگم نے بات میں حصہ لیتے ہوئے دیور کی حمایت میں کہا۔

”چلو جیسے تم لوگوں کی مرضی۔“ حلیمہ بیگم نے سر ہلا کر کہا۔ ”بس میری دونوں بہوئیں ایک ساتھ رہیں میری دھی اپنی گھر کی ہوجائے تو مجھے سکون نصیب ہو اور تمہارے بابا کا ارمان بھی پورا ہوجائے۔“ شوہر کا ذکر کرتے ہوئے حلیمہ بیگم آبدیدہ ہوگئیں۔

”ارے اماں سب ہوجائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔“ بصیر احمد نے اماں کو کاندھوں سے تھام کر تسلی دی۔

❁......❁......❁

یونیورسٹی میں ایڈمیشن ہو رہے تھے خاصی گہما گہمی اور افراتفری کا عالم تھا آج فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ تھی۔ بصیر احمد اپنے دوست ابتسام کے ساتھ بنچ پر بیٹھے تھے کہ سامنے سے آتی ہوئی حواس باختہ لڑکی کو دیکھا وہ خاصی پریشان تھی۔

”ایکسکیوزمی! آپ لوگوں کو یہاں کوئی فارم تو نہیں ملا؟“ لڑکی نے قریب آ کر پوچھا اس کی خوب صورت موٹی موٹی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے۔

”پتا نہیں فائل کے اندر سے میرا فارم کہاں گر گیا۔“

”اوہ.....“ بصیر احمد نے پریشانی کا اظہار کیا انہیں

لڑکی پر ترس آ رہا تھا۔

"لو، آج تو لاسٹ ڈیٹ ہے اگر فارم نہ ملا تو میں کیا کروں گی؟" آنسو پلکوں سے چھلکنے لگے۔

"آپ پریشان نہ ہوں' ہم دیکھتے ہیں آپ یہاں بیٹھیں۔" بصیر احمد نے اٹھ کر اس کو بیٹھنے کے لیے کہا۔ بصیر احمد ابھی آگے چل کر تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ سامنے سے ان کو وقار آتا دکھائی دیا اس کے ہاتھ میں فارم تھا۔

"یار کسی لڑکی کا فارم گیٹ پر سے ملا ہے مجھے۔" وہ خود سے بولا۔ "اب تلاش کر رہا ہوں کہ اسے دے دوں۔"

"ارے یار وہ لڑکی تو وہاں بیٹھی ہے بے چاری خاصی پریشان ہے رو رہی ہے لاؤ دو۔" بصیر احمد نے لپک کر فارم اس کے ہاتھ سے لیا اور تیزی سے واپس پلٹے۔

"اوہ تھینک یو سوچ...... تھینک یو سوچ......" لڑکی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بصیر احمد کا شکریہ کیسے ادا کرے۔

"میں آپ کا شکریہ کیسے ادا کروں؟"

"زیادہ نہیں محترمہ بس چار عدد سموسے اور دو پیپسی۔" ابتسام نے شرارتی لہجے میں کہا۔

"میں...... میں نازش ہوں آپ......؟" اس نے اپنا تعارف کروا کر باری باری دونوں پر سوالیہ نظریں ڈالیں۔

"میں ابتسام یہ بصیر احمد......" ابتسام جلدی سے بولا۔

"اوہ گڈ...... او کے ابتسام! آپ لوگ یہاں ٹھہریں میں ابھی آ کر آپ لوگوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔" نازش نے مسکراتے ہوئے کہا اور فارم لے کر آگے بڑھ گئی۔

"یار چیز تو اچھی ہے۔" ابتسام نے حسب عادت آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"چپ کر ہر ایک کو ایک ہی نظر سے مت دیکھا کر' کسی اچھی فیملی کی شریف لڑکی لگتی ہے۔" بصیر احمد نے اسے گھرکا۔

"ہاں شریف کے ساتھ ساتھ خوب صورت بھی۔" ابتسام نے شرارت سے سر کھجاتے ہوئے کہا تو بصیر احمد ہنس دیا۔

دوسرے روز بصیر احمد اور ابتسام گھاس پر بیٹھے تھے کہ نازش آ گئی۔

"السلام علیکم!" آتے ہی سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔" دونوں نے جواب دیا۔

"کل آپ دونوں کہاں چلے گئے تھے؟" سوال کیا۔

"وہ دراصل اس نے کہا آپ خوامخواہ کے لارے دے رہی ہیں' ہم نے خود ہی 125 روپے کی قربانی دے دی کینٹین جا کر۔" ابتسام نے معصومیت سے بصیر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا......" نازش کھلکھلا کر ہنس دی۔ "چلیں مجھ سے لے لیں 125 روپے۔" بصیر احمد نے غور سے اس کے ملیح چہرے کی جانب دیکھا کتنی بھرپور اور دلکش ہنسی تھی اس کی۔ خوب صورت گلابی تراشیدہ ہونٹوں کے پیچھے سے جھانکتے سفید چمک دار موتیوں جیسے دانت اس کی ہنسی نے اسے اوروں سے مختلف بنا دیا تھا۔

"بیٹھ جائیں۔" ابتسام نے آفر کی۔

"شکریہ۔" کہہ کر وہ ساتھ بیٹھ گئی۔

نازش نے بتایا کہ اس کے پاپا شہر کے مشہور بزنس مین شیخ سلیم ہیں' ایک بڑی بہن شادی شدہ ہے جو امریکہ میں رہتی ہے اب گھر میں وہ اور مما پاپا ہیں۔

بصیر احمد اور ابتسام نے اپنی اپنی فیملیز کے بارے میں بتایا وہ بھی ان دونوں کے ڈیپارٹمنٹ میں تھی' یوں ان تینوں کا ٹرائی اینگل بن گیا۔ ابتسام غریب فیملی سے تعلق رکھتا تھا' والد گورنمنٹ ملازم تھے چار بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا فطرتاً جولی اور پڑھائی میں تیز تھا۔ نازش اور بصیر احمد ایک جیسے تھے اس لیے نازش کا جھکاؤ بصیر احمد کی جانب تھا۔ نازش اور بصیر احمد غیر محسوس طریقے سے ایک دوسرے کے قریب آتے گئے۔

نازش بے باک اور ماڈرن فیملی سے تعلق رکھتی تھی اسی لیے وہ بصیر احمد سے بہت کلوز ہو چکی تھی اس کی باتوں سے بصیر احمد نے محسوس کیا کہ جیسے وہ انہیں پسند کرنے لگی ہے۔ ایک لمحے کے لیے ان کو شمہ یاد آئی' دوسرے لمحے

نازش کی موجودگی انہیں حال میں واپس لے آئی۔ اکثر شامیں بھی دونوں کی ساتھ ساتھ گزرنے لگیں۔ ان دونوں کا آپس میں اس طرح فرینک ہونا ابتسام کو اچھا نہیں لگتا تھا کیونکہ اس کو بصیر احمد اور اس کی فیملی کے بارے میں سب کچھ علم تھا۔ ایک دوبار اس نے بصیر احمد کو سمجھانے کی بھی کوشش کی کہ نازش ایک بے باک لڑکی ہے ایسا نہ ہو کہ آگے کوئی پرابلم کھڑی ہوجائے اور تمہارے اور تمہاری فیملی کے لیے مشکلات پیدا ہوجائیں۔

''ارے یار! تو تو پاگل ہے اگر ہم ساتھ گھومیں پھریں' میں اس کے گھر چلا جاؤں یا ہم لنچ' ڈنر یا شاپنگ ساتھ کرلیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم شادی بھی کرلیں۔'' ابتسام کی بات پر بصیر احمد کو غصہ آ گیا تھا۔

''نہیں یار میرا یہ مطلب نہیں ہے' بس میں تو تجھے سمجھانے کی کوشش کررہا تھا۔'' ابتسام نے دھیمے لہجے میں وضاحت دی۔

دن گزرتے رہے' اس دوران صغیر احمد کے یہاں راقب پیدا ہوا' بصیر احمد کو پتا چلا تو جھٹ سے چھٹی لے کر بھاگا بھاگا گھر آ گیا۔ ننھے راقب کو دیکھ کر بہت خوش تھا' اماں نے خوب خوشیاں منائیں' پوتے کی آمد پر بہت خوش تھیں۔ نویدہ بھی بہت خوشی خوشی مٹھائیاں بانٹ رہی تھی۔ اماں نے اسے کہہ دیا تھا کہ جلدی سے پیپر دے کر آجائے تو پھر وہ اس کی اور نویدہ کی شادی کے فرض سے بھی سبکدوش ہوجائیں۔ شادی کے نام پر ہمیشہ کی طرح بصیر احمد کی نگاہوں میں پشمہ کا شرمایا چہرہ نہ آیا بلکہ اچانک سے نازش کا خیال آ گیا کیوں کہ نازش ہر لحاظ سے پرفیکٹ تھی اور اس کے ساتھ ہم قدم ہوکر چل بھی سکتی تھی۔ پہننے اوڑھنے' کھانے پینے اور زندگی گزارنے کے جدید طریقوں سے آشنا تھی۔ بصیر احمد واپس شہر چلا آیا' بس پڑھائی کے آخری مراحل چل رہے تھے۔

نازش دو دن سے یونیورسٹی نہیں آرہی تھی' دو دن بعد آئی تو خاصی چپ چاپ تھی۔

''کیا ہوا..... گھر میں سب خیریت ہے ناں؟'' بصیر احمد نے اس کے بجھے بجھے چہرے کو دیکھ کر پوچھا۔

''نہیں؟'' وہ بولی

''کیوں کیا ہوگیا؟'' بصیر احمد نے پریشان ہوکر سوال کیا۔

''پاپا کے دوست کی فیملی امریکہ سے آئی ہے اور پاپا دوست کے بیٹے سے میری شادی کرنا چاہتے ہیں۔'' اس کا لہجہ بجھا بجھا سا تھا۔

''اچھا.....'' بصیر احمد نے نارمل لہجے میں کہا۔

''تمہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' نازش نے ایک گہری نظر ڈال کر سوال کیا۔

''کیا مطلب؟'' بصیر احمد گڑبڑا گئے' شاید دل میں کہیں نہ کہیں انہیں بھی درد ہوا تھا۔

''بصیر احمد..... میں تمہیں پسند کرنے لگی ہوں اور..... اور میں نے مما سے بات بھی کرلی ہے۔''

''کیا.....؟'' بصیر احمد نے اس کی آنکھوں میں دیکھا' بصیر احمد کا دل عجیب انداز میں دھڑکا تھا۔ ایک خواہش' انجانے جذبے سے جنم لینے لگے تھے۔

''افوہ.....'' بصیر احمد نے سر جھٹکا' پشمہ کہیں دور کھڑی نظر آئی۔ ''ہاں بصیر میں..... میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں اور..... اور..... میں تمہارے بنا نہیں رہ سکتی۔'' بصیر احمد مکمل طور پر گڑبڑا گیا تھا' دل میں کہیں نہ کہیں نازش کو پالینے کی تمنا ضرور تھی۔ خوب صورت' امیر اور ماڈرن نازش کسی بھی لڑکے کی خواہش ہوسکتی تھی۔ تب ایک لمحے میں ہی بصیر احمد نے سابقہ تمام رشتوں پر یہ کچھ عرصے پہلے قائم ہونے والے رشتے کو ترجیح دے ڈالی کیونکہ ان کو اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزارنے کا پورا پورا حق تھا' انہوں نے حلیمہ بیگم سے بات کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

''پاگل ہوگیا ہے بصیر احمد..... دماغ خراب ہوگیا ہے تیرا..... یہ کیا بکواس کررہا ہے..... پتا ہے تجھے پشمہ تیری بچپن کی منگ ہے' وہ اس گھر میں آئے گی تب ہی تیری بہن کی ڈولی اٹھے گی۔ تین تین زندگیاں خراب کرنے کا سوچا بھی کیسے؟'' حلیمہ بیگم کا غصہ عروج پر تھا۔

"اماں یہ کوئی قانونی اور شرعی حیثیت نہیں ہے کہ رشتے بچپن میں طے ہوجائیں یا ہم وٹہ سٹہ کریں۔ یہ سب ہماری اپنی بنائی ہوئی پابندیاں اور رشتے ہیں اور ضروری نہیں کہ جو برسوں سے ہوتا چلا آرہا ہے اب بھی ویسا ہی ہو پشمہ اور نویدہ دونوں ہی کم عمر ہیں' حسین ہیں ان کا کہیں بھی رشتہ ہوسکتا ہے۔"

"بکواس نہ کر' چپ کر جا....." حلیمہ بیگم غصے سے کانپنے لگیں۔ "دو دو لڑکیاں برسوں سے آس لگائے' سپنے سجائے بیٹھی ہیں اور تو کتنی آسانی سے بک بک کیے جارہا ہے۔ شرم نہیں آتی تجھے؟" حلیمہ بیگم کی چیخ وپکار سن کر سب لوگ دوڑے چلے آئے' یہاں کی صورت حال سب کے لیے غیر یقینی اور غیر متوقع تھی۔ نویدہ اگر دیوار کا سہارا نہ لیتی تو یقیناً تیورا کر گر جاتی۔ رقیہ بیگم ننھے راقب کو سینے سے لگائے تھر تھر کانپ رہی تھیں۔ صغیر احمد نے آگے بڑھ کر بھرپور طمانچہ بصیر احمد کے گال پر جڑ دیا۔

"بھ..... بھائی....." بصیر احمد گال پر ہاتھ رکھے بھائی کی شکل دیکھتے رہ گئے۔

"بے غیرت' بے حیا یہ سب کچھ سیکھا ہے تو نے پڑھ لکھ کر آج ماں کے سامنے زبان چل رہی ہے اور وہ..... وہ بھی ایسی بات..... تجھے تیری پڑھائی نے یہ سکھایا ہے۔ اپنے رسم و رواج اور روایات کو پیروں تلے روند ڈالو اسی لیے تجھے خود سے دور بھیجا تھا کہ تو عشق لڑاتا پھرے۔ نکل جا گھر سے ہمارے' تجھے پتا نہیں تیری بہن گھر بیٹھی ہے۔ کوئی معصوم لڑکی تیری آس لگائے برسوں سے تیرا انتظار کررہی ہے۔"

"بھائی..... بھائی....." صغیر کو اس قدر بے قابو دیکھ کر نویدہ تڑپ کر آگے بڑھی۔ "بھائی میرے ویر کو نہ مارو' اگر یہ پسند سے شادی کرنا چاہتا ہے تو کرلے' مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میرے بھائی کو گھر سے نہ نکالو میں مرجاؤں گی....." وہ ہذیانی انداز میں بولی۔

یہ کیسا رشتہ تھا' ایک بہن کا پیار تھا اور وہ..... وہ ایک بھائی کی خواہش..... حلیمہ بیگم صغیر احمد اور رقیہ' نویدہ کی حالت دیکھ کر تڑپ کر اس کی جانب دوڑے اور پھر جیسے سب نے ہتھیار ڈال دیئے مگر ایسا کرتے ہوئے حلیمہ بیگم اور نویدہ جس کرب و تکلیف سے گزری تھیں یہ صرف وہی جانتی تھیں۔ حلیمہ بیگم کے بھائی کو پتا چلا تو انہوں نے سارے رشتے ختم کرڈالے سارے خاندان میں تھوتھو ہوگئی اور سب سے ناطے ختم ہوگئے۔

وہ دن حلیمہ بیگم کے لیے کسی قیامت سے کم نہ تھا کہ جب سارے رشتہ داروں سے ناطہ توڑ کر وہ مختصر سا سامان لے کر بصیر احمد کی شادی کی غرض سے شہر آگئیں۔ نازش کے مما پاپا کو بصیر احمد کی فیملی بالکل پسند نہ آئی تھی مگر وہ بیٹی کی پسند تھا اور پھر بیٹی کو کون سا فیملی سے روابط رکھنے تھے اسے تو بصیر احمد سے مطلب تھا اور کچھ عرصے بعد تو اسے شہر ہی لوٹ آنا تھا۔ نازش کے مما پاپا کی ڈھیر ساری جائیداد سب کچھ نازش کا ہی تو تھا۔

نویدہ جانے کسی مٹی کی بنی ہوئی تھی وہ جس طرح خوشی خوشی بھائی کی شادی کی تیاریاں کررہی تھی کہیں سے بھی ظاہر نہ ہوتا کہ اسے بچپن سے جڑے رشتے کے ٹوٹنے کا کوئی غم ہے اور پھر غضب تو اس بات کا تھا کہ اور کوئی رشتہ نویدہ کے لیے تھا ہی نہیں۔ نازش کے مما پاپا نے خوب دل کھول کر پیسہ خرچ کیا' وہ لوگ کچھ دن ہوٹل میں رہے پھر نازش کو لے کر بصیر احمد اپنی حویلی نما بڑے سے گھر میں آگئے۔ نویدہ اور رقیہ نے خوب اچھی طرح سے گھر میں دلہن کا استقبال کیا' حلیمہ بیگم گو کہ بالکل خوش نہ تھیں مگر بیٹے کی خوشی کے آگے خاموش تھیں اور اپنے رویے سے کسی قسم کی بیزارگی کا اظہار نہیں کررہی تھیں۔

نازش بیگم کی پسند کا خیال رکھنے کی کوشش میں گھر کو اور ان کے کمرے کو سیٹ کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ نازش بیگم کی ایک ایک حرکت سے تفاخر نمایاں تھا۔ یہاں پر سب لوگ صبح جلدی فجر کی نماز سے اٹھے ہوتے لیکن نازش بیگم کی صبح گیارہ بجے سے پہلے نہیں ہوتی تھی۔ حلیمہ بیگم کچھ دن تو چپ رہیں پھر انہیں یہ بات اچھی نہیں لگی کیونکہ برآمدے میں نویدہ کی سہیلیاں جمع ہوجاتی تھیں

پھر یہ لوگ مل کر سلائی اور کڑھائی کرتے۔

اس روز بھی صبح ناشتے سے فارغ ہو کر رقیہ بیگم دوپہر کے کھانے کی تیاری میں لگ گئیں۔ راقب حلیمہ بیگم کے پاس تھا' نویدہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ بیٹھ کر کڑھائی کر رہی تھی' ساتھ ساتھ وہ لوگ آپس میں ہنسی مذاق بھی کر رہے تھے۔

''افوہ! کتنا شور کر رہے ہو تم لوگ' مچھلی بازار بنا رکھا ہے۔'' اچانک کمرے کا دروازہ کھلا نازش دروازے میں کھڑی بدتمیزی سے کہہ رہی تھی۔ لڑکیوں کی ہنسی یک دم رک گئی بے ساختہ سب کی نظریں اٹھیں اور فوراً ہی جھک گئیں کیونکہ نازش مہین سلیولیس نائٹی میں نیند سے بوجھل آنکھیں لیے کھڑی تھی۔

''سکون سے سونا بھی نصیب نہیں ہے یہاں تو۔'' کہہ کر بدتمیزی سے دھاڑ سے دروازہ بند کر کے وہ واپس اندر چلی گئی۔ نویدہ منہ پھاڑے بند دروازے کو دیکھتی رہی اور اپنی سہیلیوں کے سامنے شرمندگی محسوس کر رہی تھی' ایسا کیا کر دیا ہم نے وہ معصومیت سے سوچنے لگی۔

حلیمہ بیگم کا غصہ بھی نازش کے سامنے کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا ویسے بھی حلیمہ بیگم زیادہ غصہ کرتی بھی نہیں تھیں کیونکہ وہ دیکھ رہی تھیں کہ بصیر احمد نے اپنے دل' دماغ اپنی سوچ اور اپنی زبان تک نازش بیگم کے پاس رکھ دی تھی۔ لگتا تھا کہ نازش کانچ کی گڑیا ہو لفظ کی چوٹ بھی سہہ نہ پائے گی۔ اسے تو سنبھال کر رکھتے تھے محبت ہی اتنی تھی اپنی حسین و جمیل بیوی سے۔ وہ اچھی لڑکیاں جو اپنا گھر سب کے ساتھ مل کر بسانا چاہتی ہیں' اپنے نئے رشتوں کے بھرم رکھنا جانتی ہیں۔ سسرال میں اپنے شوہر سے وابستہ تمام رشتوں کا تقدس رکھتی ہیں' ان کے سکھ دکھ شیئر کرتی ہیں۔

وہ بجائے یہ کہ اپنی پسند اور ضرورت کے مطابق دوسروں کو ڈھالنے کوشش کریں' وہ خود کو نئے ماحول' نئے گھر اور نئے رسم و رواج میں ڈھل جاتی ہیں' پیار لیتی ہیں' پیار دیتی ہیں۔ اپنے آرام کو دوسروں کے آرام پر قربان کر دیتی ہیں لیکن سب کچھ وہ لڑکیاں کرتی ہیں جو رشتوں کا پاس رکھنا جانتی ہیں۔ وہ اپنا رشتہ صرف شوہر سے نہیں رکھتیں بلکہ شوہر سے تعلق رکھنے والے تمام لوگوں کا' لیکن نازش...... نازش ان لڑکیوں سے قطعی مختلف تھی اسے صرف اور صرف شوہر سے غرض تھی اس کے لیے گھر اور گھر والوں سے کوئی لگاؤ تھا نہ دلچسپی...... نہ یہاں کا ماحول پسند تھا نہ یہاں کے لوگ اس کو تو بصیر احمد کے حسن نے متاثر کیا تھا۔ محبت ہوئی اور شادی کر لی اور مما نے بھی اس شرط پر اس کی شادی کی تھی چند دنوں میں بصیر احمد کو یہاں لے آنا تاکہ تمہارے پاپا کا کاروبار سنبھال لیں گو کہ بصیر احمد کے پاس بھی دولت کی کمی نہ تھی مگر نازش کو یقین تھا کہ وہ اپنا سارا کچھ سمیٹ کر یقیناً شہر چلا جائے گا کیوں کہ بصیر احمد نے بچپن کے دو دو رشتے ختم کر کے اپنے گھرانے کو خاندان بھر سے کٹوا کر جب نازش کو اپنا لیا تھا تو اب وہ نازش کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا۔

پشمہ کا رشتہ تو کہیں اور طے ہو چکا تھا' مگر نویدہ بے چاری کا نہ جوڑ تھا اور نہ رشتے داروں میں کوئی باقی بچا تھا۔ بصیر احمد کبھی کبھی نویدہ کو دیکھ کر شرمندہ سے ہو جاتے مگر نویدہ نے کبھی بھی کسی بھی بات پر کسی بھی حرکت سے کچھ ظاہر نہ ہونے دیا' ہمیشہ ہنستی مسکراتی اور بھائی بھاوج کی آؤ بھگت میں ہی لگی رہتی۔ رقیہ بھی دیورانی کا خاص خیال رکھتیں کہ وہ شہر سے آئی لاڈلی اور بہت بڑے گھر کی ہے اسے کوئی بات بُری نہ لگ جائے۔ رقیہ اس کے لیے نئے نئے کھانے پکاتیں' بصیر احمد نے وقتی طور پر صغیر احمد کے ساتھ مل کر یہاں کی زمینوں اور کھیتوں کا کام سنبھال لیا تھا۔ نازش کو گھر کے کام کاج کی عادت بھی نہیں اس لیے وہ تو ہل کر پانی بھی نہیں پیتی تھی۔

نویدہ کو نازش بہت پیاری لگتی اس کا دل کرتا کہ وہ اپنی بھابی سے ڈھیر ساری باتیں کرے' مگر نازش سوائے بصیر احمد کے کسی کو گھاس ہی نہیں ڈالتی تھی۔ بصیر احمد گھر آتے تو ان کے ساتھ کچھ دیر کے لیے کمرے سے باہر آتی' لان میں گھومتی اور پھر اپنے کمرے میں بند ہو جاتی۔ اپنی مما

سے فون پر باتیں کرتی رہتی یا رسالے پڑھتی رہتی' کچن کی شکل تک دیکھنا گوارا نہ تھا۔

نویدہ کی سہیلی کی شادی تھی' وہ تیار ہوئی جامنی کلر کا ستاروں والا سوٹ پہن کر لمبے بالوں میں پراندہ ڈالا تب اسے یاد آیا کہ دو دن پہلے اسی کلر کی لپ اسٹک نازش نے لگائی تھی۔ نازش اور بصیر احمد باہر چہل قدمی کرنے گئے ہوئے تھے نویدہ لپ اسٹک لگانے نازش کے کمرے میں آ گئی سامنے ہی ڈریسنگ ٹیبل پر لپ اسٹک رکھی تھی نویدہ نے اٹھا کر ہونٹوں پر لگائی۔ اس کے خوب صورت گلابی ہونٹ مزید اچھے لگنے لگے' وہ لپ اسٹک رکھ کر جیسے ہی پلٹی سر پر نازش کھڑی تھی۔

"آ...... آپ......" وہ چونک کر گڑبڑا گئی۔

"یہ کیا کر رہی ہو؟" اس کے بھرے بھرے ہونٹوں پر چمکتی پرپل لپ اسٹک دیکھ کر نازش آپے سے باہر ہو گئی۔

"مجھے شادی پر جانا تھا' تو آپ کی......"

"شٹ اپ......" نازش نے اس کی بات کاٹی۔ "تم کو پتا نہیں ایک دوسرے کی چیزیں استعمال نہیں کرتے۔ تم تو جاہل ہو تم کیا جانو کہ جراثیم لگ جاتے ہیں۔" نازش کے لہجے میں حقارت تھی۔

"وہ...... بھابی......" نویدہ کو رونا آ گیا' وہ سر جھکا کر پلٹی۔

"سنو......" نازش نے بدتمیزی سے کہا اور لپ اسٹک اٹھا کر اس کی ہتھیلی پر پٹخی۔ "یہ لو اب تم ہی رکھ لو' مجھے عادت نہیں کسی کی استعمال کی ہوئی چیز استعمال کرنے کی' سمجھیں تم؟" نویدہ نے بے بسی سے اسے دیکھا اور آبدیدہ ہو کر کمرے سے باہر نکل آئی' توہین کے احساس سے نویدہ کی آنکھیں جلنے لگی تھیں۔ باہر آ کر اس نے لپ اسٹک کو دور پھینک دیا اور تولیہ سے اپنے ہونٹ رگڑ ڈالے' ہونٹوں کی جلن کے ساتھ ساتھ آنکھیں مزید جلنے لگیں۔ کس قدر بدتمیزی کی تھی نازش نے' کیا ہوا اگر لپ اسٹک لگا لی تو وہ کمرے میں آ کر سسک پڑی تب ہی حلیمہ بیگم آ گئیں۔ نویدہ نے جلدی سے آنکھیں رگڑ کر صاف کر ڈالیں' لیکن اس کی لال لال آنکھیں اور ہونٹوں کی بے ترتیب لپ اسٹک دیکھ کر حلیمہ بیگم گھبرا گئیں۔

"کیا ہو گیا......؟"

"وہ...... وہ اماں......" اماں کو دیکھ کر ان کی گود میں منہ چھپا کر سسک پڑی۔ حلیمہ بیگم نازش کے کمرے میں پہنچ گئیں۔

"دلہن! اگر نویدہ نے تمہاری سرخی لگا لی تو ایسا کون سا طوفان آ گیا' میں تمہیں شہر سے اور منگوا دیتی۔" حلیمہ بیگم نے غصے سے کہا۔

"اوہو! مطلب کہ چغلی لگا دی گئی میری اور اگر آپ منگوا سکتی ہیں تو اپنی بیٹی کو منگوا کر دے دیں ناں اور آپ کو پتا ہے کہ ایک دوسرے کی چیز استعمال کرنے سے بیماریاں پھیلتی ہیں۔ مگر...... مگر یہ باتیں آپ لوگوں کو کیا معلوم ہوں گی' گاؤں دیہات کے لوگوں کو ایسی باتوں کا کہاں پتا ہوگا؟" اس کے لہجے میں طنز نمایاں تھا۔

"دلہن...... مت بھولو کہ تم بھی اسی گاؤں اور دیہات کا حصہ ہو۔" حلیمہ بیگم اس کی بدتمیزی پر تلملا کر بولیں۔ حلیمہ بیگم سے وہاں مزید نہ رکا گیا اور وہ غصے سے واپس پلٹ گئیں' اپنے کمرے میں آئیں تو غصے سے کانپ رہی تھیں۔

"بہت بدتمیز لڑکی ہے' نہ بڑوں کا ادب' نہ چھوٹوں کا لحاظ جو منہ میں آئے بولتی چلی جاتی ہے۔"

"چھوڑیں اماں! شہر سے آئی ہے' پڑھی لکھی ہے ناں اس لیے چھوٹی چھوٹی باتوں کی احتیاط کرتی ہے آپ غصہ نہ کرو یہ پانی پی لو۔" رقیہ نے پانی سے بھرا ٹھنڈا گلاس ساس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اللہ تجھے خوش رکھے رقیہ! ایک تو بھی ہے اور ایک وہ۔ کاش اس کی جگہ پشمہ ہوتی۔" حلیمہ بیگم کے لہجے میں یاسیت تھی' وہ پشمہ کے خیال سے آبدیدہ ہو گئیں جو اپنے ننھیال میں بیاہی جا چکی تھی مگر نویدہ حلیمہ بیگم نے دوپٹے سے آنکھیں صاف کیں۔

کچھ دن اور گزرے نازش کا رویہ ہنوز برقرار تھا' روکا

پھینکا' اجنبی اور بدتمیز' صغیر احمد تو اس کی طرف دیکھتے بھی نہیں تھے۔ بصیر احمد کبھی کبھی نویدہ کو دیکھتے تو انہیں اس بات کا احساس ہوتا کہ شاید انہوں نے غلطی کردی۔ ننھا راقب تقریباً چار سال کا ہوگیا تھا اسکول جانے لگا تھا۔ اسے اپنی گوری گوری خوب صورت سی چاچی بہت اچھی لگتی تھی مگر چاچی تو اسے گھاس تک نہ ڈالتی تھی بلکہ اس سے دس گز دور رہتی' اسے ڈر لگتا کہ کہیں کوئی گندگی نہ کردے' پانی نہ گرادے۔

اس روز راقب اسکول سے واپس آیا تو گھر میں پیارا سا سفید روئی جیسا بلی کا بچہ نظر آیا' راقب کو مانو بہت اچھی لگی وہ اس کو پکڑنے اس کے پیچھے دوڑنے لگا' بچہ بھی اِدھر اُدھر بھاگ رہا تھا۔ بھاگتے بھاگتے بلی کا بچہ نازش کے کمرے کی طرف آ گیا' اسی وقت نازش بھی روم سے نکلی۔ بلی کے بچے کو دیکھ کر ڈر کے مارے بُری طرح اچھلی تو اس کا پیر سلپ ہوگیا۔

"ہاہاہاہا......" ننھا راقب اس منظر سے لطف اندوز ہو رہا تھا' بے ساختہ زور زور سے ہنسنے لگا۔

"پاگل...... بے وقوف...... جاہل......" نازش کا پارہ اسے ہنستا دیکھ کر ایک دم ہائی ہوگیا' اس نے آگے بڑھ کر راقب کے نرم ملائم سفید گال پر ایک تھپڑ رسید کردیا۔ راقب اس اچانک تھپڑ سے گھبرا کر زور زور سے رونے لگا۔ سب لوگ بھاگے چلے آئے' راقب دوڑ کر دادی کی گود میں چڑھ گیا۔

"ارے بہو! کیا ہوگیا ہے تمہیں؟ بچہ ہے حد کردی تم نے' ننھے سے بچے کے پھول سے گال کو لال انگارہ بنادیا۔ بلی کا بچہ ہی تھا کوئی شیر تو نہیں تھا ناں۔" حلیمہ بیگم سے ننھے راقب کا بلکنا برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

"حد تو یہاں پر نہیں ہے کسی بات کی' جب چاہے کوئی بھی دوسروں کی چیز بنا پوچھے استعمال کرلیتا ہے۔ انسان تو انسان جانور کے بچے بھی گھر میں دندناتے پھرتے ہیں نہ کوئی پرائیوسی ہے نہ کوئی رول اور طریقہ ہے زندگی میں۔" نازش کہاں چپ رہنے والی تھی۔

"تم حد سے بڑھ رہی ہو۔" حلیمہ بیگم کی برداشت بھی آخری حدوں پر تھی۔

"اماں...... اماں...... چلیں۔" نویدہ نے نازش پر ایک نظر ڈالی اور حلیمہ بیگم کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے لے آئی کیونکہ نازش سے کچھ کہنا تو فضول تھا' وہ بدتمیز اور منہ پھٹ تھی۔ حلیمہ بیگم غصے سے کانپ رہی تھیں' قدم قدم پر نازش تذلیل کرتی' بات بات پر جہالت کا طعنہ دیتی۔ حلیمہ بیگم اس کی زیادتیوں کو ہمیشہ نظر انداز کرتیں کہ گھر کا ماحول خراب نہ ہو۔ خاندانی روایات توڑ کر بیٹے کی خواہش کے آگے سر جھکادیا۔ بیٹی کی زندگی داؤ پر لگادی' نویدہ کو دیکھتیں تو سرد آہ بھر کر رہ جاتیں' نویدہ نے کتنی بڑی قربانی دی تھی بھائی کے لیے اور بھاوج اس سے بات تک کرنا بھی پسند کرتی تھی' اسے یہاں کے لوگوں سے کوئی مطلب نہیں تھا۔ مطلب تھا تو صرف بصیر احمد سے جس سے وہ محبت کرتی تھی۔

اس روز نازش نے بصیر احمد کے سامنے خوب ہنگامہ کیا کہ آج اگر میرا ہاتھ پیر ٹوٹ جاتا تو اس کا ذمہ دار کون ہوتا؟ آج بلی گھر میں آئی ہے کل کتا آجائے گا مجھ سے یہ سب کچھ برداشت نہیں ہوتا' میں یہاں ان کمفرٹیبل ہوں۔ عجیب چڑیا گھر کا ماحول ہے یہاں کا مجھے عادت نہیں ہے ایسے ماحول میں رہنے کی۔ ایڈجسٹ نہیں کر پاؤں گی' مجھے یہاں نہیں رہنا۔ مجھے شہر لے کر چلو۔"

"نازش! تم پاگل ہوگئی ہو میں نے پہلے ہی اپنی روایات کے خلاف سارے خاندان سے ٹکر لے کر تم سے شادی کی ہے۔ میری وجہ سے میرے گھر والے' میری اماں اپنے میکے سے ناطہ توڑ چکی ہیں۔ میری بہن کنواری رہ گئی' ان لوگوں کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی لیکن کبھی بھی ان لوگوں نے اس بات کا احساس نہیں ہونے دیا۔ ہمیشہ تمہارا خیال رکھا......"

"بس کرو بصیر احمد! کچھ بھی سہی مگر میرا یہاں پر رہنا مشکل ہے۔" نازش نے اس کی بات کاٹی۔

"اور میرا یہ گھر چھوڑنا ناممکن ہے۔" بصیر احمد نے بھی

بڑی ہمت سے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ نازش نے آنکھیں پھاڑ کر بصیر احمد کی جانب دیکھا۔

"نازش! میرا گھر، میری ماں، بھائی، بہن ان سب کا تعلق بھی میری ذات سے ہے، جس طرح تم میری زندگی ہو۔ اسی طرح یہ سب بھی میری زندگی کا اہم حصہ ہیں، تم میرے بغیر نہیں رہ سکتی اور میں تم سب کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تم کو میری معصوم بہن پر ترس نہیں آتا، کیا اس کے دل میں کچھ ارمان نہیں ہوں گے، اماں کے چہرے کو دیکھا تم نے کتنے دکھ، کتنی کہانیاں لکھی ہیں ان کے بوڑھے چہرے پر۔ وہ منہ سے کچھ نہ بولیں مگر ان کے دل پر کیا گزرتی ہوگی جب ان کو اپنے سگے بھائی، بہن یاد آتے ہوں گے، ان سب سے جدا کرنے والے ہم ہیں لیکن اماں نے کبھی بھی کسی بات پر کوئی طعنہ دیا، کوئی جملہ کہا۔ نہیں ناں، صرف ہماری محبت میں وہ اپنے سگے رشتوں کو چھوڑ بیٹھی ہیں اب تمہارا بھی فرض بنتا ہے کہ ان کے لیے کچھ نہ کچھ کرو۔ تم نے اب تک صرف اپنی مرضی کی زندگی گزاری ہے۔ کبھی اماں کے ساتھ بیٹھ کر پیار سے بات کی نہ کبھی نویدہ کے ساتھ کوئی بات کی، سب تم سے پیار کرتے ہیں۔ تم بھی ان سے ملنے کی، بات کرنے کی کوشش کرو گی تو سب اچھا لگنے لگا۔" بصیر احمد نے ملائمت سے سمجھایا، نازش نے خلاف توقع خاموشی سے بصیر احمد کی ساری باتیں سنی مگر اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ گھی سیدھی انگلی سے نکل تو جائے گا مگر ٹائم لگے گا تب اس نے فیصلہ کرلیا کہ کوئی نہ کوئی ایسی ترکیب ہو جس سے سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔

دو تین دن گزرے ہوں گے کہ ایک شام جب حلیمہ بیگم ماقب کے ساتھ کھیل رہی تھیں، رقیہ اور نویدہ کچن میں رات کے لیے کھانا تیار کررہی تھیں کہ نازش تنتناتی ہوئی اپنے کمرے سے باہر نکلی۔

"نویدہ..... نویدہ....." آواز میں تیزی تھی۔

"کیا ہوا؟" اس کے چہرے کی کرختگی اور لہجے کی تیزی پر سب لوگ چونک گئے۔

"کیا ہوا بھابی....." نویدہ کچن سے باہر آئی۔

"تم میرے کمرے میں آئی تھیں؟" تند لہجے میں سوال کیا۔

"جی آئی تھی جب بھائی کے کپڑے پریس کرکے لائی تھی تو......" نویدہ نے سادگی سے جواب دیا۔

"ہمنہہ......اور اس وقت میں نہانے گئی ہوئی تھی۔"

"جی......" نویدہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔

"میرے کمرے میں سے ڈائمنڈ کی رنگ غائب ہے۔" اس کی بات پر نویدہ، رقیہ کے ساتھ ساتھ حلیمہ بیگم بھی اچھل پڑیں۔

"دیکھو ہیں کہیں ہوگی، گرگئی ہوگی کہاں جائے گی۔" رقیہ نے جلدی سی کہا۔

"کہیں نہیں ہے پچھلے دو گھنٹے سے میں پاگلوں کی طرح ڈھونڈ رہی ہوں، ایک ایک چیز چیک کرلی ہے میں نے۔" نازش تیز لہجے میں بولی۔

"مطلب کیا ہے تمہارا؟" اس بار حلیمہ بیگم چپ نہ رہ سکیں۔

"مطلب صاف ہے میری انگوٹھی نویدہ نے چرائی ہے۔" نازش کی بات پر نویدہ سفید پڑ گئی۔

"بھا...... بھابی یہ...... آپ یہ کیا بول رہی ہو۔ میں...... میں بھلا ایسا کیوں کروں گی؟ مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں چوری کروں۔" نویدہ کی آواز لڑکھڑائی۔

"نازش......" اماں کی آواز پر نازش بھی قدرے چونکی۔ "تم میری برداشت کا امتحان مت لو میری بیٹی مر کر بھی ایسا نہیں کرسکتی نہ ہی اسے ایسا کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ تم نے ایسی بے ہودہ بات کی بھی کیسے، تمہیں شرم نہیں آئی اتنی گھٹیا بات کرتے ہوئے۔" حلیمہ کی برداشت جواب دے چکی تھی انہیں نازش سے قطعی امید نہیں تھی کہ وہ اس طرح کا گھناؤنا الزام بھی لگا سکتی ہے وہ اس حد تک بھی گر سکتی ہے۔

دکھ، شرمندگی اور ندامت کے احساس سے نویدہ زمین

میں گڑھی جارہی تھی اس کی خوب صورت آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اوراس کا وجود زلزلوں کی زد میں تھا جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہ ہو۔ رقیہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اس معاملے کو کس طرح سنبھالے۔

''اماں! آپ کچھ بھی کہہ لیں میں نے رات کو رکھی تھی اور اب نہیں ہے اور میرے کمرے میں صرف یہی آئی تھی۔ میں کچھ نہیں جانتی مجھے ایک انگوٹھی سے کوئی فرق نہیں پڑتا ایسی ہزاروں انگوٹھیاں خود پر سے صدقہ کرکے پھینک سکتی ہوں مگر...... مگر اب میں خود کو یہاں پر غیر محفوظ سمجھتی ہوں' آج انگوٹھی گم ہوئی' کل کوئی بڑی چیز گم ہوجائے گی۔ آپ لوگ اپنی پارسائی کے ثبوت بھی دیتے رہیں گے۔''

''افوہ...... بس ایک لفظ بھی بولا تو......'' حلیمہ بیگم دکھ اور بے عزتی کے احساس سے سر سے پاؤں تک جلنے لگی تھیں۔ ان کو لگ رہا تھا کہ جیسے دماغ کی نسیں پھٹ جائیں گی تب ہی بصیر احمد گھر میں داخل ہوئے' اندر کی سچوئشن ان کے لیے غیر متوقع اور پریشان کن تھی۔ نوید زاروقطار رو رہی تھی' رقیہ حواس باختہ کھڑی تھی۔ حلیمہ بیگم غصے سے کانپ رہی تھیں اور نازش غضب ناک انداز میں کمر پر ہاتھ رکھے الزام تراشیاں کررہی تھی۔

''بصیر احمد......'' حلیمہ بیگم اتنی زور سے چلائیں کہ بصیر احمد کے ساتھ ساتھ سب لوگ دم بخود رہ گئے۔

''ابھی اور اسی وقت تم اپنی بیوی کو لے کر ہمارے گھر سے نکل جاؤ۔''

''اماں! کیا ہوا...... بتایئے ایسا کیوں کہہ رہی ہیں؟'' بصیر احمد حواس باختہ ہوکر اماں کے قریب آگئے۔

''مجھے ایک لفظ بھی نہ کہنا ہے نہ سننا' بس ابھی اسی وقت نکل جاؤ۔ میں ایک لمحہ بھی اس عورت کو گھر میں برداشت نہیں کرسکتی۔ اس سے زیادہ صبر' برداشت اور حوصلہ نہیں مجھ میں۔'' نوید' رقیہ تھر تھر کانپ رہے تھے ننھا راقب ہونق بنا سب کو دیکھ رہا تھا۔

''ہونہہ مجھے بھی شوق نہیں ہے ایسے لوگوں اور ایسے ماحول میں رہنے کا۔'' نازش نے حقارت سے کہا۔

''نازش......'' بصیر احمد نے غصے سے کہا۔

''بصیر احمد آپ فوراً فیصلہ کرو' تمہاری ماں مجھے گھر سے نکال رہی ہے اور میں...... میں...... بھی ماں بننے والی ہوں۔''

''کیا......'' یہ کیسا وقت تھا سب لوگ عجیب صورت حال کا شکار تھے اور بصیر احمد...... اتنی بڑی خوشی ملی تھی لیکن کس وقت؟ کس موقع پر؟ دلوں میں کدورتیں تھیں' نفرتیں اور شکایتیں...... بصیر احمد سر جھکا کر نازش کے پیچھے پیچھے کمرے میں چل دیئے۔ نازش بیگم اپنی کامیابی پر مسرور تھیں' بات بھی بن گئی تھی اور بصیر احمد بھی راضی ہوچکے تھے کیونکہ نازش کی حالت کی وجہ سے اس کا ساتھ دینا ضروری تھا۔

یوں بصیر احمد لاہور اپنی بیوی کے ذاتی بنگلے میں شفٹ ہوچکے تھے' جانے سے پہلے اماں کے پیر پکڑ کر معافیاں مانگی تھیں۔ نوید کے اور اس چہرے کو دیکھ کر تڑپے تھے۔ بھاوج اور ننھے راقب پر بے بسی سے نگاہ ڈالی' عجیب سی صورت حال سے دوچار تھے۔ یہاں آکر تو نازش بیگم مزید شیر بن گئی تھیں اور پھر پریگنینسی کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی لاڈ اور نخرے ہونے لگے تھے۔ صغیر احمد نے بصیر احمد کا جائیداد کا حصہ بھجوادیا تھا جو بصیر احمد نے نازش کے پاپا کے کاروبار میں لگادیا تھا۔ نازش نے جیسا چاہا تھا جو سوچ تھا' جو اس کا مقصد تھا وہ سب اس نے کچھ ماہ میں ہی پالیا تھا۔

پھر کچھ ماہ بعد ان کی زندگی میں افرحہ آگئی' خوب صورت سرخ وسفید سی افرحہ جو صورت کے ساتھ ساتھ عادات میں بھی نازش کی طرح تھی۔ ضدی' گھمنڈی' مغرور اور زبان دراز...... بصیر احمد عید تہوار پر اماں' بہن بھائی سے ملنے ضرور جاتے۔ افرحہ تھوڑی بڑی ہوئی تو اسے شہر کے بڑے اسکول میں داخلہ دلوادیا تھا۔ افرحہ چھوٹی تھی تب تک رشتوں کے بارے میں کچھ اندازہ نہیں تھا جب چار سال کی ہوچکی تب اپنی کلاس فیلوز کے دادا' دادی وغیرہ کو آتے جاتے دیکھا تب اسے احساس ہوا ایک

روز اس نے نازش سے پوچھ لیا۔

"مما! میرے دادا' دادو' پھوپو' چاچو وغیرہ نہیں ہیں کیا؟" نازش نے نیل پالش لگاتے چونک کر اسے دیکھا۔ یہ بات اچانک اسے کیسے اور کیوں یاد آ گئی پھر قدرے سنبھل کر بولی۔

"تمہاری دادو ہیں بیٹا!"

"دادو مما!" افرحہ نے معصومیت سے آنکھیں پھیلا کر خوشی کا اظہار کیا۔

"مما! آپ نے کبھی بتایا نہیں مجھے۔ مما ہم ویکیشن پر چلیں گے ان کے پاس۔ وہ کہاں ہیں مما؟ میری ساری فرینڈز کے دادا' دادو' چاچو سب لوگ ہیں اور وہ لوگ ان کے پاس جاتے بھی ہیں' ہم چلیں گے ناں مما؟" افرحہ معصومیت سے سوال کررہی تھی۔

"اُفوہ افرحہ....." نازش نے جھنجلا کر کہا۔ "ابھی بند کرو یہ باتیں' میں ابھی پاپا کے ساتھ شاپنگ کرنے جارہی ہوں آ کر بات کروں گی۔ آپ جلدی سے فریش ہوجاؤ' دیکھو آیا اماں نے بڑے مزے کا کھانا پکایا ہے۔" نازش نے اس کی توجہ ہٹانے کی کوشش کی۔ افرحہ بجھ سی گئی۔ نازش افرحہ کے سوالوں سے خاصی پریشان ہوگئی تھی جس بات سے افرحہ کو دور رکھنا چاہتی تھی۔ آج افرحہ نے وہ ذکر چھیڑ دیا تھا اگر وہ بصیر احمد سے کچھ پوچھ لے تو..... قبل اس کے کہ افرحہ بصیر احمد سے کچھ پوچھے میں خود ہی بتادوں گی' اس کو نازش یہ سوچ کر مطمئن ہوگئی اس وقت اور اس عمر میں افرحہ کے ذہن میں جو باتیں ڈالی جائیں وہ ہمیشہ یاد رکھ سکتی تھی۔ دوسرے دن افرحہ نے پھر اس سے پوچھ لیا۔

"مما! پلیز آپ بتائیں ناں میری دادو' پھوپو' چاچو لوگ کہاں ہیں؟ کیا ہم ان کے پاس جائیں گے؟" نازش بنا جواب دیئے سر جھکائے خاموشی سے ناخن فائل کررہی تھی۔

"مما..... مما..... بولیں ناں۔" افرحہ نے آگے بڑھ کر نازش کو کاندھے سے پکڑ کر ہلایا' تو نازش نے سر اٹھایا۔ ٹپ ٹپ آنسو متواتر سے نازش کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

"ارے مما..... مما..... آپ کو کیا ہوگیا؟ پلیز مما بتائیں ناں؟" افرحہ نے پہلی بار مما کی خوب صورت آنکھوں میں آنسو دیکھے تھے اس کا ننھا سا دل تڑپ گیا۔ وہ خود بھی آبدیدہ ہوگئی۔

"سوری مما! کیا میں نے غلط بات کی؟ آئی ایم سوری مما کہ میں نے آپ کو ہرٹ کیا۔" افرحہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس طرح اپنی مما کو چپ کرائے' کس طرح مما کی آنکھوں سے متواتر بہتے آنسوؤں کو روک لے۔

"نہیں میری جان! تم نے کوئی غلط بات نہیں کی۔" نازش نے آگے بڑھ کر افرحہ کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ "سوری بیٹا! کہ آپ مما کے رونے سے پریشان ہوگئیں مگر..... مگر....." نازش کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"مگر کیا مما؟"

"آپ نے دادو' پھوپو وغیرہ کی بات کی تو....." نازش نے رک کر اپنے آنسو پونچھے۔

"تو مما....." افرحہ مما کی بات سمجھ نہیں پارہی تھی۔

"تو یہ کہ آپ کی دادو' پھوپو وغیرہ بہت بُرے' بہت گندے لوگ ہیں' جاہل اور ان پڑھ بھی..... اور انہوں نے آپ کی مما اور پاپا کے ساتھ بہت بُرا برتاؤ کیا۔ ان لوگوں نے آپ کی مما اور پاپا کو اپنے گھر سے نکال دیا' یہ گھر آپ کی نانو نے ہمیں لے کر دیا ورنہ ہم لوگ تو اتنے غریب ہوجاتے جتنے ہمارے گھر جھاڑو لگانے والے لوگ ہیں۔"

"کیا.....؟" افرحہ آنکھیں پھاڑے حیرت سے اپنی مما کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے جھرجھری لی اس کی نگاہوں میں جھاڑو لگانے والی ماسی اور اس کے کالے کالے گندے' میلے کچیلے بچے آ گئے جو ہر وقت بیمار رہتے تھے' جو لوگوں کے گندے کپڑے اور باسی گندا کھانا کھاتے ہیں۔

"اوہ تو مما! مگر ان لوگوں نے ایسا کیوں کیا؟" افرحہ کو بھی رونا آ گیا۔

"آپ ابھی بہت چھوٹی ہو آہستہ آہستہ سب سمجھ میں

آجائے گا اور پلیز آپ اپنے پاپا سے کچھ مت پوچھنا' پاپا کو بھی بہت رونا آجائے گا۔ ابھی آپ اپنے کمرے میں جاؤ میں اکیلی رہنا چاہتی ہوں۔"

"اوہ مما! پلیز آپ پریشان مت ہوں' آیا اماں مما کے لیے جلدی سے جوس بنا کر لائیں۔" افرحہ سے نازش کی حالت دیکھی نہیں جارہی تھی۔ وہ مما کو افسردہ نہیں دیکھ سکتی تھی اسے اپنی مما سے بہت محبت تھی اس وقت وہ بہت پریشان ہوگئی تھی۔

وقت کے ساتھ نازش نے افرحہ کے ذہن میں ددھیال والوں کے لیے اتنی نفرت ڈال دی تھی کہ افرحہ ان لوگوں کا نام تک سننا پسند نہیں کرتی تھی۔ نازش نے بتایا تھا کہ وہ اور بصیر احمد ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے اور بصیر احمد کے گھر والے یہ شادی نہیں کرنا چاہتے تھے' بہت مشکلوں سے وہ شادی پر راضی ہوئے پھر نازش کو ان لوگوں کے ساتھ گاؤں کے عجیب سے گھر میں رہنا پڑا۔ نازش گھر کے سارے کام کرتی پھر بھی افرحہ کی دادی اور پھوپو اس پر رعب چلاتی رہتیں۔ نویدہ کا جب دل چاہتا نازش کے کپڑے' جیولری' چپلیں اور کاسمیٹکس استعمال کرلیتی' ہر چیز استعمال کرکے وہ اِدھر اُدھر پھینک دیتی یا پھر خود رکھ لیتی اور جب افرحہ پیدا ہونے والی تھی تب بھی گھر کے سارے کام وہی کرتی اور جب کام کرکے تھک جاتی تو دادو گالیاں سناتی تھیں۔ نویدہ نے شادی نہیں کی کیونکہ اس کو سارے گھر پر اور بھائیوں کی کمائی پر راج کرنے کی عادت تھی اور پھر نویدہ نے اس کی انگوٹھی چرالی اس نے صرف پوچھا اس پر دادو اور پھوپو نے خوب ہنگامہ کیا اور ہمیں گھر سے نکال دیا۔ میرے کپڑے اور بہت سارا زیور تک رکھ لیا۔

"اب میں تمہیں کیسے بتاتی بیٹا کہ تمہارے پاپا کے رشتے داروں نے ہمارے ساتھ کیسا برتاؤ کیا ہے' میں تم کو دکھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ جتنے دکھ' تکلیفیں اور پریشانیاں ہم نے گزاری ہیں میں نہیں چاہتی تھی کہ تمہیں وہ سب کچھ بتا کر تم کو دکھی کروں۔ تم کو تکلیف دوں۔" نازش نے رو رو کر اپنی رام کہانی بار بار افرحہ کو سنائی اور بڑے ہوتے تک افرحہ اپنے ددھیال سے بالکل متنفر ہوگئی اور وقت کے ساتھ ساتھ نفرت میں شدت آتی گئی۔ نازش نے سختی سے تاکید کی' پاپا سے کبھی کچھ مت کہنا وہ تو جاتے ہیں' ملتے ہیں کیونکہ وہ ان کی فیملی کے لوگ ہیں۔ میں نے بھی تمہارے پاپا کو نہیں روکا' اس لیے کبھی تم بھی انہیں کچھ مت بولنا۔ نازش نے کمال ہوشیاری سے سارا معاملہ اپنی گرفت میں لے لیا تھا اور افرحہ کا بس نہیں چلتا تھا کہ اپنی اتنی پیاری اور مظلوم مما کے پیر دھو دھو کر پیئے جنہوں نے کتنی مظلوم اور مصالحت والی زندگی گزاری تھی اور آج تک اُف نہیں کی تھی۔ افرحہ کو اپنی ماں سے عشق کی حد تک پیار تھا۔

❁ ❁ ❁

وقت گزرتا رہا' بصیر احمد خود گاؤں جاتے اماں' بہن بھائی سے ملتے لیکن نازش سے وہاں کی کوئی بات شیئر نہیں کرتے۔ افرحہ کو بھی نازش کی طرح ددھیال میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اسے بھی جاہل' اَن مینرڈ اور گاؤں کے لوگ سخت ناپسند تھے۔ اونچی سوسائٹی کے ماڈرن دوست' ہلا گلا' پارٹیز' آؤٹنگ یہ سب اس کی زندگی کا حصہ تھا۔ دین سے کوئی اُنسیت کوئی لگاؤ نہ تھا۔ وہ بی ایس سی کررہی تھی اور ابھی ایگزامز سے فارغ ہوئی تھی' نازش کے مما اور پاپا کی ڈیتھ ہوچکی تھی سب کچھ نازش کے حصے میں آچکا تھا۔ بصیر احمد کی کوشش سے افرحہ نے بچپن میں کلام پاک ختم کرلیا تھا مگر ماں بیٹی دونوں نماز روزہ سے دور تھیں جب کہ بصیر احمد کو بچپن سے نماز اور روزہ کی عادت تھی جو آج بھی برقرار تھی۔

❁ ❁ ❁
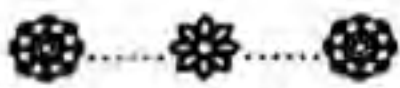
رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ شروع ہوچکا تھا' بصیر احمد رمضان المبارک کی برکتوں سے مکمل طور پر فیض یاب ہورہے تھے۔ پچھلے دنوں گاؤں گئے تو اماں نے افرحہ سے ملنے کی خواہش ظاہر کردی۔ حلیمہ بیگم کافی ضعیف ہوچکی تھیں اور دل کا عارضہ بھی لاحق ہوچکا تھا اس لیے اپنی زندگی سے ناامید سی ہوگئی تھیں۔

نازش کیسی بھی سہی افرحہ تو ان کا خون تھی ناں طبیعت خراب ہوئی تو افرحہ سے ملنے کو دل کیا۔ خلاف توقع نازش نے اس بات پر کوئی ری ایکٹ نہیں کیا بلکہ افرحہ کو راضی کیا کہ جا کر دادو سے مل لے۔ بصیر احمد نازش کے رویے پر حیران تھے کیونکہ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ نازش کے فتنہ ذہن میں اب بھی کوئی پوائنٹ گردش کررہا ہے۔ اتنا سب کچھ ہونے کے بعد بھی نازش کو دولت اور زیور کی ہوس برقرار تھی۔

اپنے دل میں ڈھیر ساری نفرتیں واہمے لے کر افرحہ پاپا کے ساتھ گاؤں چلی آئی' شام ڈھل رہی تھی دونوں جانب ہرے بھرے کھیت تھے۔ ٹھنڈا ٹھنڈا خوش گوار ماحول تھا۔

''یہ سارے کھیت ہمارے ہیں' تمہارے دادا جی کی زمینیں ہیں یہ۔'' بصیر احمد نے بتایا تو اس نے اچٹتی نگاہ آم اور چیکو کے پیڑوں پر ڈالی۔ کھیتوں کے بعد آبادی اسٹارٹ ہوگئی تھی' اچھے خاصے پکے گھر بنے ہوئے تھے گھروں کے آگے چھوٹی چھوٹی کیاریاں اور کیاریوں میں مختلف پھولوں کے پودے لگے تھے۔ بڑے بڑے نیم کے درختوں پر جھولے پڑے ہوئے تھے اور صاف ستھرے بچے جھولا جھول رہے تھے۔ کچھ بچے چھوٹے سے میدان میں کرکٹ کھیل رہے تھے' بچیوں نے اچھی بھلی فراکیں اور جدید فیشن کے کپڑے پہنے تھے جب کہ لڑکے بھی پینٹ شرٹس اور ٹی شرٹس میں تھے۔ مما نے جو گاؤں کا نقشہ کھینچا یہاں کا ماحول اس سے بہت مختلف لگ رہا تھا اور جب گاڑی بڑے سے گھر کے آگے رکی تو افرحہ نے کھڑکی سے سر باہر نکال کر دیکھا بڑا سا گرے آہنی گیٹ موزائیک کی بیرونی دیواریں جن کے ساتھ کیاریاں بنی ہوئی تھیں جن کے آگے لوہے کی گرل لگادی گئی تھی۔ بڑی بڑی کھڑکیاں اور اوپر کمروں میں لگے ڈسپلیٹ' افرحہ نے یہ سب کچھ حیرت سے دیکھا۔

''آجاؤ افرحہ!'' بصیر احمد کی آواز پر وہ چونکی اور بیگ اٹھا کر گاڑی سے اتر آئی۔ گیٹ سے داخل ہوئے ایک جانب خوب صورت سا لان بنا ہوا تھا۔ دوسری جانب گاڑی کی جگہ بنی ہوئی تھی جہاں بہت سی قیمتی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ راہداری عبور کرکے گھر کے اندرونی حصے میں داخل ہوئے تو بڑا سا صحن تھا ساتھ ہی برآمدہ اور برآمدے کے اندر کی طرف بڑے بڑے کمرے دکھائی دیے ایک طرف بڑا سا جدید طرز کا اوپن کچن بنا ہوا تھا۔ برآمدے میں بڑا سا تخت تھا جس پر وائٹ چادر بچھی ہوئی تھی' وائٹ اور ریڈ جھالر نیچے تک لٹک کر چادر کو خوب صورت بنارہی تھی۔ تخت پر سفید براق شلوار قمیص میں سفید ململ کا دوپٹہ سر پر لپیٹے یقیناً دادو بیٹھی تھیں جن کے ہاتھ میں تسبیح تھی۔

''ہائے میری دھی رانی!'' دادو نے اسے دیکھ کر کہا اور اٹھ کر گلے سے لگالیا' دادو کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ افرحہ کا دل چاہ رہا تھا بظاہر ڈیسنٹ نظر آنے والی اس بوڑھی خاتون کو دھکا دے کر خود سے الگ کردے جس نے اس کی ماں کے ساتھ اتنا گندا سلوک کیا تب ہی سامنے کے کمرے سے نویدہ نکلی۔ پنک کلر کے وائٹ ڈوٹس والی لونگ شرٹ کے ساتھ وائٹ ٹراؤزر اور وائٹ دوپٹہ سر سے لیے وہ کافی گریس فل لگ رہی تھی ''میری بچی'' کہہ کر نویدہ بھی دوڑی چلی آئی۔

''نویدہ کیسی ہو؟'' بصیر احمد نے کہا۔

''اوہ تو یہ ہیں نویدہ پھوپو...... فساد کی جڑ' میری مما کی دشمن......'' دل ہی دل میں سوچا۔ نویدہ نے بھی اسے سینے سے لگایا۔ اس کا دل چاہا آگے بڑھ کر پھوپو کو تھپڑ لگادے جس نے مما کی ہر چیز پر قبضہ جمالیا تھا۔

''کیسی ہو گڑیا!'' شہد جیسا لہجہ زہر سے زیادہ کڑوا لگ رہا تھا۔ یہاں تو جہالت نظر نہیں آرہی تھی۔ رقیہ بیگم بھی آگئی تھیں' رقیہ بیگم کو دیکھا۔

''ہائے افرحہ! میں نرل ہوں' تمہاری کزن۔'' خوب صورت سی لڑکی نے آکر اپنا تعارف کروایا تو افرحہ کی ہم عمر ہی تھی۔ سب لوگ پیار سے' اپنائیت سے پیش آرہے تھے مگر افرحہ کے چہرے پر کسی قسم کا کوئی تاثر نہ تھا۔ اسے

سب دکھاوا لگ رہا تھا' اس کا دم گھٹنے لگا۔

"پاپا میں فریش ہونا چاہتی ہوں۔" اس کے سپاٹ چہرے پر بے زاری آ گئی تھی مگر وہ اس گھر سے اور گھر والوں سے امپریس ضرور ہوئی تھی کیونکہ اس کے ذہن میں گھر والوں اور گھر کا جو نقشہ تھا یہاں قطعی مختلف تھا۔ رہن سہن سے لباس سے کہیں سے یہ لوگ بیک ورڈ' جاہل اور ان پڑھ دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

وہ فریش ہو کر باہر آئی تو کچن سے اشتہاء انگیز خوشبوئیں اٹھ رہی تھیں۔ رقیہ اور نویدہ دونوں کچن میں افطاری تیار کر رہے تھے جبکہ نزل باہر تخت پر بیٹھی فروٹس کاٹ رہی تھی۔

"آ جاؤ افرحہ!" نزل نے اس کو آتا دیکھ کر آواز دی تو وہ نزل کے پاس چلی آئی اسے سب لوگوں میں نزل ٹھیک لگی کیونکہ وہ اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئی ہوگی جب مما پاپا یہاں سے گئے تھے۔ یہاں رمضان المبارک کی گہما گہمی تھی' افطار کی تیاری زور و شور سے جاری تھی۔ یہ سب افرحہ کے لیے نیا تھا کیونکہ اس کے گھر میں تو ایسا کچھ اہتمام نہیں ہوتا تھا وہ اور مما تو روزے رکھتے نہیں تھے اور پاپا کے لیے اتنا اہتمام نہیں ہوتا۔ وہی روٹین کا کھانا جو نوکرانی پکا دیتی وہ افطار میں ہوتا اور سحری بھی نوکرانی کب بنا کے دے دیتی اس کی خبر نازش کو ہوتی نہ افرحہ کو۔

"تم روزہ تو رکھتی ہوگی ناں؟" نزل نے اس سے پوچھا۔

"نہیں میں روزے نہیں رکھتی' مجھ سے نہیں رہا جاتا بنا کھائے پیئے۔" اس کے جواب پر نزل نے چونک کر اسے دیکھا' کتنے اطمینان سے وہ جواب دے رہی تھی جیسے کوئی عام سی بات کہہ رہی ہو۔ یہاں پر تو بچپن سے آج تک سخت بیماری میں بھی کسی نے روزہ نہیں چھوڑا تھا۔ نزل کو اس کی بات عجیب سی لگی۔

"تمہارے یہاں لیپ ٹاپ ہے۔" افرحہ نے پوچھ لیا۔

"ہاں بھائی استعمال کرتے ہیں۔"

"ارے واہ۔" اس نے حیرت سے دیکھا۔ "یعنی ساری سہولتیں موجود تھیں۔"

"یہاں پر انٹرنیٹ' موبائل' سب کچھ ہے۔ اسکول اور کالجز بھی بن گئے ہیں' میں نے یہیں کے کالج سے بی ایس سی کیا ہے اور پھوپو نے بھی بی اے کیا تھا۔"

"اچھا اچھا......" افرحہ نے قدرے حیرت سے پوچھا۔ مما نے بتایا تھا کہ پھوپو تو جاہل ہیں اس نے دل میں سوچا۔

"اور میرے بھائی ایم بی اے کر چکے ہیں اور ہماری یہاں کی جو شوگر مل ہے وہ سنبھالتے ہیں۔" افرحہ حیرت سے سن رہی تھی اس کے لیے یہ باتیں بالکل نئی تھیں اس کے ذہن میں تو یہاں کے لوگ جاہل اور ان پڑھ تھے جن کو نہ بات کرنے کا سلیقہ ہوگا نہ پہننے اوڑھنے کا طریقہ مگر یہاں پر ہر چیز شہر کی طرح تھی۔ ساری سہولتیں بھی اور یہاں کے رہن سہن اور بات چیت سے بھی ایسا نہیں لگتا تھا کہ یہ لوگ بہت بیک ورڈ ہیں۔

مغرب سے تھوڑی سی دیر پہلے بڑے سے برآمدے میں تخت پر دسترخوان لگا دیا گیا تھا' اس پر طرح طرح کے لوازمات سجا دیے گئے' چھولے' دہی بڑے' چکن رول' میکرونی' ٹرائفل' پکوڑے......افرحہ حیرت سے دیکھ رہی تھی تب ہی صغیر احمد اور راقب بھی آ گئے۔

"او ہو ہماری بیٹی آئی ہے۔" صغیر احمد نے اسے دیکھ کر بانہیں پھیلائیں وہ اٹھ کر قریب آ گئی' ساتھ ہی سامنے کھڑے راقب کو غور سے دیکھا لائٹ براؤن شلوار قمیص میں سر پر ٹوپی رکھے ہلکے ہلکے شیو کے ساتھ دراز قد اسمارٹ لگ رہا تھا۔

"راقب یہ تمہارے چاچو کی بیٹی ہے افرحہ اور افرحہ یہ ہمارا بیٹا راقب۔" راقب نے ایک چبھتی نظر اس پر ڈالی' بلو جینز اور ریڈ چھوٹی سی کرتی میں چھوٹا سا اسکارف ڈالے وہ اپنی خوب صورتی کے باوجود ذرا بھی اچھی نہیں لگی اور افرحہ کو دیکھ کر راقب کے ذہن میں نازش بھی چلی آئی تھی۔ نازش چاچی اور ان کی ایک ایک حرکت راقب کے ذہن

میں محفوظ تھی۔

''ہائے......'' افرحہ نے کہا۔

''السلام علیکم! ہم الحمدللہ مسلمان ہیں اور سلام کرنا ہماری عادت ہے سلامتی بھیجنے اور سلامتی لینے کی......'' ہائے کے جواب میں سلام کرکے اس نے بھرپور چوٹ بھی کرڈالی افرحہ نے منہ بنایا پہلی ملاقات میں راقب اس کو کھڑوس لگا۔

''چلو آ جاؤ بچو! اذان ہونے والی ہے۔'' رقیہ کی آواز پر سب دستر خوان کی طرف متوجہ ہوگئے۔ خواتین سروں پر دوپٹے لپیٹے اور مرد سر پر ٹوپیاں رکھے سب باوضو آنکھیں موندے نہایت خضوع اور خشوع کے ساتھ ہاتھ باندھے آنکھیں موندے افطار سے چند سیکنڈ پہلے دعا مانگ رہے تھے یہ سب کچھ افرحہ کے لیے نیا تھا۔ اذان کی آواز کے ساتھ ہی سب نے کھجور سے روزہ افطار کیا۔ تھوڑا بہت کھا کر مرد نماز پڑھنے مسجد چلے گئے اور خواتین گھر میں نماز مغرب ادا کرنے کھڑی ہوگئیں۔ افرحہ اٹھ کر لان میں چلی آئی حلیمہ بیگم نے اسے اس طرح جاتا دیکھا تو افسوس سا ہوا اس کا نماز پڑھنے کا کوئی موڈ نہیں تھا۔ دوسری جانب نزل نماز میں مگن تھی' نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو نزل چائے بنا لائی۔

''افرحہ بچی! تم نے نماز نہیں پڑھی؟'' چائے پیتے پیتے حلیمہ بیگم نے قریب بیٹھی افرحہ سے ملائمت سے پوچھا۔

''نہیں۔'' اطمینان سے جواب دیا۔

''کیوں؟'' حلیمہ بیگم کو حیرت ہوئی مگر ملائم لہجے میں دوبارہ سوال کیا۔

''بس دل نہیں کرتا۔'' اسی طرح مطمئن انداز میں برجستہ جواب دیا۔ حلیمہ بیگم اس کی شکل دیکھتی رہ گئیں۔ کس نہج پر تھی یہ لڑکی؟ جوان بچی ہے اور دین سے اتنی دوری؟ حلیمہ بیگم نے چاہتے ہوئے بھی مزید کچھ نہ کہا اور تاسف سے اپنی پوتی کو دیکھتی رہ گئیں جس کے چہرے پر ذرا بھی ندامت یا شرمندگی کا کوئی شائبہ تک نہ تھا۔ وہ اپنا سیل نکال کر مما سے چیٹ کرنے لگی اور حلیمہ بیگم اسے دیکھتی رہ گئیں۔

کچھ دیر بعد وہ اپنے کمرے میں آگئی اس کے بیڈ پر بہت خوب صورت پنک کلر کی چادر بچھی تھی جس پر ملٹی کلر کے دھاگوں سے ہاتھ کی کڑھائی کی گئی تھی بہت نفیس اور عمدہ کام تھا۔

''دیکھو یہ کمرہ تمہارے لیے پھوپو نے سیٹ کیا ہے۔'' نزل نے بیڈ' سائیڈ ٹیبل' ٹیبل چیئر اور ایک چھوٹے سے صوفے سیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''اور یہ بیڈ شیٹ پھپو نے کڑھائی کی ہے اپنے ہاتھ سے۔''

''واؤ گڈ! ظاہر ہے شادی وادی تو کی نہیں انہوں نے ان کاموں میں ہی دل لگاتی ہوں گی ناں۔'' افرحہ نے طنزیہ لہجے میں کہا تو نزل نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ ''کیوں کیا غلط کہا میں نے؟'' الٹا سوال کرڈالا۔

''نہیں۔'' نزل گڑبڑا گئی۔

سحری کے وقت گھر میں خاصی چہل پہل تھی سارے گھر کی لائٹیں جل گئی تھیں۔ رقیہ اور نویدہ کچن میں سحری بنا رہی تھیں۔ حلیمہ بیگم تہجد کی نماز ادا کررہی تھیں' نزل بھی سالن وغیرہ گرم کررہی تھی۔ افرحہ جو دیر رات تک چیٹ کرتی رہی تھی ابھی کچھ دیر پہلے ہی اس کی آنکھ لگی تھی' چہل پہل اور شور ہوا تو اس نے کسمسا کر آنکھ کھولی' چندھی چندھی آنکھوں سے گھڑی دیکھی۔

''اُفوہ اتنا شور......'' پھر یاد آیا سحری ہوگی۔ کھڑکی کھلی رہ گئی تھی جس سے آوازیں اندر آرہی تھیں۔ ''اُفوہ خود تو جاگ رہے ہیں سونے والوں کی نیندیں بھی خراب کررہے ہیں۔'' جھنجلا کر اٹھی اور دھاڑ سے کھڑکی بند کی اس وقت راقب بھی اٹھ کر آیا تھا۔ وہ کھڑکی بند کرکے باہر نہیں نکلی تھی۔

''دادو یہ روزہ نہیں رکھے گی کیا؟'' راقب نے سوال کیا۔

''نہیں اسے عادت نہیں ہے۔'' دادو کے جواب پر راقب اچھل پڑا۔

''عادت نہیں مطلب...... یہ دین کی بات ہے فرض ہے یہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ ہم اپنی مرضی اور پسند کے مطابق طے کریں وہ یہاں آئی ہے تو اسے اس گھر کے اصول طور طریقے سب کچھ بتایئے کہ اسے یہ اپنانا ہوں گے۔'' راقب کو شدید غصہ آ گیا کہ دین کے معاملے میں بھی عادت دیکھی جاتی ہے کیا؟

''ہاں بیٹا! ابھی تو وہ آئی ہے ایک آدھ دن میں سمجھاؤں گی۔ مجھے دلی افسوس ہوا ہے اسے اس طرح نماز روزے سے بے بہرہ دیکھ کر۔'' حلیمہ بیگم آبدیدہ ہو گئیں۔ سحر کا ٹائم ہو گیا سب لوگ سحری کرنے میں مصروف ہو گئے۔

صبح گیارہ بجے کے قریب افرحہ جاگی تو نویدہ نے اس کے لیے ناشتا تیار کر دیا۔ ظہر کی نماز کے بعد خواتین قرآن پاک کی تلاوت کرتیں پھر کچھ دیر بعد افطار کی تیاریوں میں لگ جاتی تھیں۔ افرحہ راقب کا لیپ ٹاپ لے کر بیٹھ گئی عجیب بے تکی سی لڑکی تھی اتنی دور سے آئی تھی جن لوگوں کے پاس جن کے درمیان آئی تھی ان لوگوں کے ساتھ نہ ڈھنگ سے بات کرتی نہ گھلتی ملتی تھی اور نہ ہی کسی کام میں ہاتھ بٹاتی۔ اپنے سیل فون یا لیپ ٹاپ میں لگی رہتی راقب کو تو اس سے چڑ تھی۔ ایک تو افرحہ کی ڈریسنگ راقب کو زہر لگتی تنگ جینز چھوٹی شرٹ اور دوپٹے کی جگہ چھوٹے چھوٹے سے اسکارف۔

دوسرے دن دوپہر میں حلیمہ بیگم اپنے کمرے میں قرآن پڑھ رہی تھیں کہ وہ ٹہلتی ہوئی آ گئی۔

''آؤ بیٹی!'' انہوں نے اپنے پاس جگہ بنائی۔ ''کیسا لگا یہاں آ کر؟'' حلیمہ بیگم کے لہجے میں حلاوت تھی۔

''کیسا لگنا چاہیے؟'' الٹا سوال کیا۔ حلیمہ بیگم ناسمجھی سے آنکھیں جھپک کر رہ گئیں۔ ''آخر کو یہ میری مما کا سسرال ہے جہاں میری مما رہ کر جا چکی ہیں اور بہت خوش بھی رہیں۔'' افرحہ کے لہجے میں کڑواہٹ تھی۔

''ہاں تمہاری ماں یہاں زیادہ نہیں رہی۔'' حلیمہ بیگم نے دھیرے سے کہا۔

''ہاں ظاہر ہے جو حالات اس وقت تھے وہ ان حالات میں کس طرح رہ سکتی تھیں۔'' لہجے میں کڑواہٹ بدستور نمایاں تھی۔ حلیمہ بیگم نے غور سے اپنی چھوٹی سی پوتی کو دیکھا وہ کہنا کیا چاہ رہی تھی کتنا زہر گھلا ہوا تھا اس کی باتوں میں یقیناً اس کے دل میں ددھیال کے حوالے سے کوئی نرم جذبے نہیں تھے۔

''یہ کیسی بات کر رہی ہو تم...... تمہیں یہ کس نے بولا؟''

''ظاہر ہے میری مما نے۔ میری مما مجھ سے نہیں تو کس سے بولیں گی کون ہے ان کا میرے علاوہ۔ مجھے سب پتا ہے آپ کے نویدہ پھوپو اور سب کے بارے میں۔'' بدتمیزی سے کہہ کر وہ اٹھی اور تیزی سے کمرے سے نکلتی چلی گئی۔ اس کے لہجے اس کی باتوں سے بغاوت کی بو آ رہی تھی۔ وہ اپنے دل میں بہت سا انبار جمع کر کے لائی تھی اور یہ ساری آگ نازش کی لگائی ہوئی تھی اس نے معصوم بچی کے ذہن میں نہ جانے کیسا خناس بھر دیا تھا۔ افرحہ دادو کے کمرے سے سیدھا نویدہ کے کمرے میں آئی نویدہ الماری سے کپڑے نکال رہی تھی۔

''آ جاؤ گڑیا!'' آہٹ پر پلٹ کر دیکھا تو دروازے میں افرحہ کو دیکھ کر پیار سے اندر بلایا۔ وہ آہستہ آہستہ چل کر اندر آ گئی۔

''روم تو اچھا سیٹ کیا ہے آپ نے۔'' افرحہ نے کمرے کے چاروں طرف نگاہ ڈال کر کہا۔

''ہنہہ......'' نویدہ مسکرا دی۔

''بیٹھو تم۔'' کرسی کی طرف اشارہ کیا تو افرحہ کرسی پر ٹک گئی۔

''کیا کرتی رہتی ہیں آپ سارا دن؟'' سوال کیا۔

''اسکول کے بعد گھر کے کام اور اماں کی خدمت۔'' نویدہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی کپڑے نکال کر بیڈ پر رکھے۔

''ہاں ظاہر ہے مصروفیت تو چاہیے ناں آپ کو ویسے اچھی بھلی تو ہیں آپ شادی کیوں نہیں کی آپ نے؟'' اچانک سوال پر نویدہ کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔

"بس شاید نصیب میں نہیں تھی شادی۔" نویدہ نے چہرے پر آئی اداسی کو مسکراہٹ میں بدلنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"ویسے اپنی قسمت اور نصیب بنانے میں کچھ انسان کا اپنا ہاتھ بھی ہوتا ہے اور انسان اگر کسی کے لیے برا سوچے تو کہیں نہ کہیں بدلہ تو ملتا ہے ناں۔" نویدہ اس کی بات پر چونکی مگر قدرے سنبھل کر بولی۔

"نہیں گڑیا! ایسا نہیں کہتے، ہمارے بس میں کچھ بھی نہیں ہوتا یہ سب اللہ پاک کا کرم اور اس کی مرضی ہے۔ ہم سب تو اس کے محتاج ہیں وہ جسے چاہے جب چاہے اور جیسا چاہے عطا کرتا ہے۔"

"ہاں مگر پھپو بعض دفعہ جب انسان دوسروں پرے جا سختیاں کرے ان کی خوش حالی چھینے تو سزا تو ملے گی ناں۔" افرحہ نے اس کی بات کاٹ کر چبھتا ہوا جملہ ادا کیا۔ نویدہ نے اس کے ملیح چہرے کی طرف دیکھا نہ جانے کیا مقصد تھا وہ کیا کہنا چاہتی تھی۔

"اوکے چلیں آپ اپنا کام کریں۔" نویدہ کے الجھے چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ اٹھ کر کمرے سے نکل گئی اور نویدہ اس کی بات کی گہرائی جاننے کی کوشش کرنے لگیں۔

عصر کی نماز سے کچھ دیر پہلے رقیہ اور نویدہ کچن میں تھیں، نرل قرآن پاک پڑھ رہی تھی۔ حلیمہ بیگم اپنے کمرے میں سو رہی تھیں۔ افرحہ راقب کا لیپ ٹاپ اٹھا کر لے آئی اور چیٹ کرنے لگی۔ ابھی اسے چیٹ کرتے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ راقب دندناتا ہوا اس کے سر پر پہنچ گیا۔

"یہ تم کس کی اجازت سے لائی ہو؟"

"اجازت مطلب...... نرل نے کہا تھا استعمال کرسکتی ہو تو میں لے آئی۔" اسی لہجے میں جواب دیا۔

"کسی کی چیز لینے سے پہلے اجازت لینی پڑتی ہے۔ بڑی ماڈرن اور ایجوکیٹڈ بنتی ہو تمہیں کچھ ایٹی کیٹس بھی آتے ہیں کہ نہیں۔" راقب نے اس کی تنگ پینٹ اور شرٹ پر طنزیہ نظر ڈال کر تیز لہجے میں کہا۔

"اے مسٹر! مجھے تم سے زیادہ آتے ہیں ایٹی کیٹس، اب تم مجھے سکھاؤ گے۔" افرحہ کا غصہ عروج پر تھا۔

"ہاں کیوں کہ تم میں کوئی ایٹی کیٹس نہیں اچھے لوگوں میں رہنے کے مینرز آتے ہیں تمہیں۔ کہاں، کیسے اور کس طرح رہا جاتا ہے، کس کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا ہے؟ کس وقت کیا کرنا ہے؟ تمہیں کسی بات کا کچھ بھی پتا نہیں ہے۔" راقب بھلا کب چپ رہنے والا تھا۔

"بی ہیو یور سیلف...... تمیز سے بات کرو مجھ سے۔" وہ بپھر پا ہوگئی۔

"تم...... تم جہاں سے آئی ہو ناں وہاں تمیز لفظ کا مطلب بھی نہیں پتا ہوگا۔" راقب سارے بدلے آج ہی نکال لینا چاہ رہا تھا۔

"آپ...... آپ حد سے بڑھ رہے ہیں۔" اس وقت نرل بھاگی چلی آئی۔

"بھائی کیا ہوگیا ہے؟" آتے ہی راقب سے مخاطب ہوئی۔

"نرل بتاؤ اپنے بھائی کو کہ تم نے کہا تھا میں یہ استعمال کرسکتی ہوں۔ لعنت بھیجتی ہوں اس پر۔" لیپ ٹاپ بیڈ پر پٹخا۔

"اوہو...... تمیز سے ذرا محنت کے پیسوں سے خریدا ہے میں نے یہ لفظیاں اور حاتم طائی والی حرکتیں وہاں جاکر کرنا جہاں یہ برداشت کرنے والے ہیں۔ یہ سیدھے سادھے لوگوں کا گھر ہے۔" تیز لہجے میں کہہ کر وہ لیپ ٹاپ اٹھا کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

"افوہ! اتنی تذلیل......" افرحہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ راقب کا منہ نوچ لے۔ شور کی آواز سے سب لوگ آگئے۔

"کیا ہوا...... کیا ہوا......؟" یہی سوال تھا۔

"وہ بھائی کو غصہ آگیا تھا اسے لیپ ٹاپ پر کام کرنا تھا اور افرحہ استعمال کررہی تھی۔" نرل نے بتایا۔ افرحہ شدت جذبات سے رو پڑی تھی۔

"افرحہ پلیز بھائی کا غصہ تھوڑا سا تیز ہے، تم ریلیکس

ہو جاؤ۔" نرل نے افرحہ کو روتے دیکھ کر سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"غصے کے تیز ہیں تو ان پر کریں غصہ جن پر ان کا حق ہے یا جو اُن کا فضول کا غصہ اور طعنے برداشت کرسکیں مجھے کیوں دکھا رہے ہیں؟ کیا جتانا چاہ رہے ہیں وہ؟ میں کیوں کروں برداشت...... میں مما نہیں ہوں' سمجھے آپ لوگ۔" وہ کہتی ہوئی باتھ روم میں گھس گئی۔ مطلب کیا تھا اس بات کا یہ تو کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر افرحہ اپنی باتوں سے کیا جتلانا چاہ رہی تھی۔ حلیمہ بیگم سر پکڑ کر رہ گئیں۔

حلیمہ بیگم کا اردہ تھا افرحہ کو عید کرنے کے بہانے یہاں بلوائیں گی اُس کی یہاں انڈرسٹینڈنگ ہوگئی تو پھر راقب اور افرحہ کا رشتہ طے کردیں گی' مگر یہاں تو سب کچھ الٹ پلٹ ہو رہا تھا۔ افرحہ تو نازش کی کاپی لگ رہی تھی ویسے بھی رمضان المبارک کا آخری عشرہ چل رہا تھا عید کی آمد آمد تھی۔ افرحہ نے اسی وقت کال کرکے بصیر احمد کو بلوالیا کہ پاپا آپ آکر مجھے لے جائیں اور بصیر احمد نے دوسرے دن آنے کا کہہ دیا تھا۔

اسی رات حلیمہ بیگم نے افرحہ کو اپنے کمرے میں بلوایا وہ طریقے سے افرحہ سے بات کرکے اسے سمجھانا چاہتی تھیں کہ شاید اس کی سمجھ میں ان کی بات آجائے۔ تھوڑی دیر بعد افرحہ ان کے کمرے میں تھی۔

"بیٹی افرحہ! تم تو جانتی ہو میری طبیعت کا کوئی بھروسہ نہیں' میں چاہتی تھی کہ اس بار عید ہم سب مل کر ساتھ منائیں' نہ جانے اگلے سال مجھے عید دیکھنی نصیب ہو کہ نہیں۔ میں اپنے سب بچوں کو اپنی زندگی میں ایک ساتھ دیکھنا چاہتی تھی اس لیے میں نے بصیر احمد سے اپنی خواہش کا اظہار کیا اور شکر ہے کہ تم آگئیں۔ دیکھو بیٹی اپنے پھر اپنے ہوتے ہیں میں جانتی ہوں کہ راقب غصے کا تھوڑا تیز ہے زبان بھی چلاتا ہے مگر وہ دل کا بہت نرم ہے۔ محبت کرنے والا' ہمدرد ہے میری دلی تمنا تھی کہ تمہاری اور راقب کی شادی ہوجائے لیکن......"

"ہیں......؟" افرحہ نے چونک کر بے زاری اور طنز سے ان کی جانب دیکھا۔

"لیکن مجھے امید بلکہ اب یقین ہوگیا ہے کہ ایسا ناممکن ہے۔ میں نے تم دونوں کی آنکھوں میں' لہجے میں ایک دوسرے کے لیے شدید نفرت دیکھی ہے اور آج...... آج اس کا واضح ثبوت بھی مل گیا ہے۔" انہوں نے ایک لمحہ رک کر ٹھنڈی سانس بھری۔

"پھر بھی میں اپنی تسلی کے لیے تم سے تمہاری رائے معلوم کرنا چاہتی ہوں۔" حلیمہ بیگم نے بات ختم کرکے سوالیہ نظروں سے افرحہ کی جانب دیکھا۔

"دادو مجھے افسوس ہے کہ آپ بیمار ہو لیکن آپ نے یہ سوچا بھی کیسے کہ میں اس گھر میں آؤں گی ہمیشہ کے لیے جہاں سے میری ماں کو بے عزت کرکے نکالا گیا' ان کو جس گھر میں ان کا مقام ان کی حیثیت نہ دی گئی تو کیا مجھے وہ سب کچھ ملے گا؟ گوکہ میری مما اور پاپا نے پسند کی شادی کی لیکن آپ کی مرضی کے ساتھ لیکن آپ لوگوں نے انہیں اتنی بڑی سزا دی بس اس لیے کہ وہ آپ کے خاندان کی نہیں تھیں اور رقیہ تائی کی طرح آپ کے سسرال یا میکے سے نہیں آئی تھیں۔ ان سے گن گن کے بدلے لیے اور اس وقت جب کہ میں پیدا ہونے والی تھی' ان کو آپ کی ضرورت تھی آپ نے انہیں گھر سے نکال دیا۔ حیرت تو اس بات کی ہے کہ نویدہ پھپو نے اچھے اچھے رشتے ٹھکرادیے صرف اس لیے کہ انہیں بھاوجوں پر حکم چلانے کی عادت تھی۔ میری مما کی ایک ایک چیز اعلیٰ اور قیمتی کپڑے' جیولری اور زیور تک نویدہ پھپو کے استعمال میں ہوتے۔ میری مما اُف تک نہ کریں پھر بھی آپ لوگ قدم قدم پر ان کی تذلیل کرتے رہے۔" حلیمہ بیگم آنکھیں پھاڑے منہ کھولے اس چھوٹی سی بچی کے منہ سے نکلتے الفاظ کے شعلوں میں جل رہی تھیں۔

"یہ...... یہ...... کیا کہہ رہی ہو تم؟" انہوں نے سخت لہجے میں سوال کیا۔ یہ سب نازش کا بھرا ہوا زہر تھا' اس کی لگائی ہوئی آگ تھی جو آج افرحہ کے دل و دماغ سے الفاظ

کی صورت باہر نکل رہی تھی۔

"مجھے نفرت ہے یہاں کے لوگوں سے اور آج جو میں یہاں آئی ہوں آپ کے لیے تو وہ بھی میری مما نے زبردستی مجھے بھیجا ہے لیکن بس بہت ہوگیا میں کل واپس جارہی ہوں۔" وہ یہ کہہ کر کمرے سے نکل گئی۔

"اُف....." حلیمہ بیگم نے اپنا سر تھام لیا' کتنا زہر تھا اس کے اندر ساری کی ساری جھوٹی اور من گھڑت باتیں تھیں اس کے ددھیال کی طرف سے اس کے دل میں کتنی نفرتیں پل رہی تھیں۔ نازش نے اپنے مکارانہ اور عیارانہ ذہن سے ساری کدورتیں اور نفرتیں افرحہ کے ذہن میں بھر دی تھیں۔ نویدہ اماں کے پاس آئی' حلیمہ بیگم کے چہرے پر دکھ' کرب نمایاں تھا ان کی بوڑھی آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے' دو فٹ کی لڑکی نے کیا کچھ کہہ دیا تھا اور وہ صفائی بھی نہ دے سکیں۔

"اماں! یہ سمجھنے والی نہیں ہے' اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں۔ جانے دیں واپس' آپ یہ کیوں بھول رہی ہیں کہ وہ نازش کی بیٹی ہے اور نازش نے ہمارے ساتھ جو کچھ کیا وہ سب آپ کے سامنے ہے ناں اماں....."

"ہاں مگر اس کے ذہن میں جو کچھ بیٹھایا گیا ہے' وہ سب بہت غلط ہے..... میں برداشت نہیں کرسکتی کہ وہ تمہارے بارے میں ایسی سوچ رکھے یہ تمہاری برداشت ہے میری بچی کہ تم اُف نہیں کرتیں مگر میں....." حلیمہ بیگم رونے لگیں۔

"اماں خدا کے لیے....." نویدہ آبدیدہ ہوگئیں۔

"تم آج تک کنواری بیٹھی ہو صرف نازش کی وجہ سے تمہارا رشتہ ختم ہوا اور وہ کہہ رہی ہے کہ تم نے رشتوں سے انکار کیا' کیوں کہ تمہیں بھاوجوں پر حکم چلانے کی عادت تھی۔ ہم نے اس سے کبھی ایک گلاس پانی بھی نہ مانگا اور وہ کہہ رہی ہے کہ وہ سارے گھر کا کام کرتی تھی۔ اس نے تم پر انگوٹھی چوری کا الزام لگایا اور کہتی ہے کہ تم نے زیورات پر قبضہ کرلیا۔ ایک لپ اسٹک لگانے پر اس نے اپنا کاسمیٹکس صحن میں پھینک دیا تھا اور کہا کہ تم اس کی چیزیں استعمال کرتیں تھیں' ایک ایک بات غلط جھوٹ اور بے بنیاد' اتنی نفرت بھر دی ہے اس بچی کے دل میں کہ وہ رشتوں کا احترام بھول گئی۔" حلیمہ بیگم غصے سے تھر تھر کانپ رہی تھیں۔

"اماں بس کریں سب کچھ بھول جائیں' بس اس بات کو یہیں ختم کردیں۔ اسے واپس جانے دیں اور یہ خیال دل سے نکال دیں کہ وہ راقب کی دلہن بن کر اس گھر میں آسکتی ہے۔" نویدہ نے ٹھنڈی سانس بھر کے بڑی ہمتیں جمع کرکے حلیمہ بیگم کو تسلی دی۔ اس وقت راقب جو کسی کام سے آیا تھا اندر دادو اور پھپھو کی ساری گفتگو سن چکا تھا اس کی کنپٹیاں سلگنے لگی تھیں وہ دندناتا ہوا افرحہ کے کمرے میں پہنچ گیا' پوری قوت سے لات مار کر دروازہ کھولا۔

"یہ..... یہ کیا بدتمیزی ہے؟" افرحہ جو ابھی واش روم سے نکلی تھی اسے یوں آتا دیکھ کر غصے سے بولی۔

"بدتمیزی..... بدتمیزی تو ابھی کر کے بتاتا ہوں تمہیں۔" راقب نے دروازہ لاک کردیا۔

"یہ..... یہ کیا حرکت ہے..... کھولو دروازہ....." وہ گھبرا کر چلائی۔

"چپ....." راقب نے آگے بڑھ کر اس کا منہ زور سے دبایا۔

"یہ کیا جہالت ہے؟" وہ تڑپ کے چلائی۔

"جہالت..... ہاں دکھاتا ہوں جہالت..... تمہاری ماں کو بھی ہم لوگ جاہل لگتے تھے ناں آج دیتا ہوں ثبوت جہالت کا۔" وہ بے حد بپھرا ہوا تھا۔

"میں چلاؤں گی..... چلے جاؤں یہاں سے۔" وہ منمنائی۔

"چپ..... خاموش..... ایک لفظ بھی نکالا تو گلا گھونٹ دوں گا۔" اس کے تیور اتنے خطرناک تھے کہ افرحہ کو لگا جیسے وہ پتا نہیں کیا کیا کردے گا شاید جان سے بھی ماردے۔ اب وہ ڈر گئی تھی۔

"کیا بکواس کرکے آئی ہو تم ابھی ابھی دادو سے....."

کیا کیا بولا ہے میری دادو اور پھپھو کے بارے میں؟ میں تمہاری زبان کھینچ لوں گا۔ تمہاری ماں نے پہلے کم فساد ڈالا تھا کہ اب تم آ گئی ہو یہاں پر فساد پھیلانے......"

"راقب! میری مما کے بارے میں کچھ بولا تو مجھ سے بُرا کوئی......"

"ہاہاہا......" راقب زور سے ہنس دیا اور اس کی بات کاٹ کر بولا۔ "تم سے اور تمہاری اماں سے بُرا کوئی ہو بھی نہیں سکتا۔ تمہاری ماں چند ماہ ہمارے گھر میں رہیں اور جتنی آگ لگا سکتی تھی لگا کر چلی گئیں اور تم کو بھیجا ہے...... کوئی نئی چال ہوگی ان کے شاطر ذہن میں......"

"راقب میری مما......" اس نے پھر کچھ کہنا چاہا۔

"چپ کرو اور صرف میری بات سنو۔" راقب گرجا۔

"پتا بھی ہے تمہیں کہ تمہاری ماں نے کیا کیا؟ تمہاری ماں کی وجہ سے آج تک میری پھپھو کنواری بیٹھی ہیں کیونکہ تمہارے پاپا اور پھپھو کی شادی وٹہ سٹہ میں دادو کے بھائی کے ہاں طے ہو چکی تھی۔ تمہاری ماں نے چاچو سے شادی کی تو پھپھو کا رشتہ بھی ختم ہو گیا اور...... پھر ان کے جوڑ کا کوئی رشتہ خاندان میں نہیں ملا اور پھپھو جو بچپن سے ہی فاصل ماموں کو اپنا مان چکی تھیں انہوں نے بھی کسی اور سے شادی کرنے سے صاف انکار کر دیا کیونکہ وہ کسی اور کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھیں۔ رشتہ ختم ہوا تو دادو سے ان کے میکے والوں نے ناطے توڑ لیے۔ میری دادو اپنے ماں باپ، بھائی بہن سے جیتے جی جدا ہو گئیں اور آج تک ان کے لیے تڑپتی ہیں، ان کے ماں باپ مر گئے، بھائی مر گئے مگر میری دادو کو ان کا آخری دیدار تک نصیب نہ ہوا۔ تمہاری ماں کو یہاں کے لوگ یہ گھر سب کچھ دقیانوسی نظر آتا ہے ان کو شہر کے آسائشوں کی عادت تھی، وہ یہاں کیسے ایڈجسٹ کر پاتیں حالانکہ اتنا سب کچھ ہونے کے بعد بھی کبھی نویدہ پھپھو نے یا دادو نے یا میری ماں نے ان کے ساتھ کوئی غلط برتاؤ نہ کیا۔ وہ گیارہ بجے تک سوتی رہتیں، کوئی کام نہ کرتیں مگر کسی نے انہیں کبھی کچھ نہ بولا۔ یہ سب میں نے دیکھا ہے اپنی آنکھوں سے، میں گواہ ہوں۔

ایک بار صرف میری پھوپو نے ان کی لپ اسٹک لگا لی تو انہوں نے ہنگامہ کھڑا کر دیا! اپنی ساری کاسمیٹکس صحن میں پھینک دی۔ ایک بار میری بلی کا بچہ ان کے سامنے آ گیا وہ سلپ ہوئیں تو انہوں نے میرے منہ پر بھرپور طمانچہ مارا تھا جس کی جلن آج تک مجھے محسوس ہوتی ہے۔ میں سب کا لاڈلا تھا کسی نے آج تک مجھے گھور کر بھی نہ دیکھا تھا میرے منہ پر پہلا اور آخری طمانچہ تمہاری ماں نے مارا تھا۔ اس پر بھی انہیں برداشت کیا لیکن......" شدت جذبات سے راقب کی مٹھیاں بھنچ گئیں اور آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ افرحہ دم بخود اس کی باتیں سن رہی تھی۔

"ایک بار تو انہوں نے ذلالت کی حد کر دی جب میری معصوم پھپھو پر ڈائمنڈ رنگ کی چوری کا الزام لگایا جو کہ چاچو نے انہیں منہ دکھائی میں گفٹ کی تھی اور میں نے خود اپنی آنکھوں سے انہیں وہ رنگ پرس میں رکھتے دیکھا تھا۔"

"ڈائمنڈ رنگ منہ دکھائی والی...... وہ تو اب بھی نازش کے پاس تھی۔" اچانک افرحہ کے ذہن میں نازش کی وہ انگوٹھی آ گئی جو افرحہ کو بہت پسند تھی۔

"اور انہوں نے اس وقت تک یہ بات بھی چھپائی ہوئی تھی کہ تم پیدا ہونے والی ہو، بس جب انگوٹھی والی بات ہوئی تب دادو کی ہمت ختم ہو گئی اور انہوں نے چاچو سے کہہ دیا کہ وہ اپنا ٹھکانا الگ کر لیں لیکن اس سے پہلے دادو نے چاچو کا حصہ اور اپنے زیورات کا بھی بٹوارا کر کے چاچو اور تمہاری ماں کے حوالے کر دیا تھا۔ ہمارے یہاں کبھی بھی کسی معاملے میں کوئی جھول یا زیادتی نہ ہوتی، مگر تمہاری ماں کے فطین ذہن میں ابھی تک خناس بھرا ہے کہ تم کو تیار کر کے بھیج دیا۔ مجھے تو شرم آتی ہے تمہیں اپنا کہتے ہوئے اور اب...... اب دادو میری اور تمہاری شادی کا خواب دیکھ رہی ہیں، اتنا سب کچھ ہونے کے بعد وہ تمہیں اس گھر میں لانا چاہتی ہیں ہنہہ...... لعنت بھیجتا ہوں میں تم پر، جسے نہ کپڑے پہننے کا سلیقہ ہے نہ بات کرنے کا ڈھنگ۔" وہ بات ختم کر کے اسے بیڈ پر زور

سے گراتے ہوئے دندناتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ افرحہ منہ کھولے آنکھیں پھاڑے اس کی باتیں سنتی رہی تھی۔

"یہ...... یہ کیا بکواس کرکے گیا ہے؟" جب ذرا سا سنبھلی تو تیزی سے اٹھی کہ جاکے دادو کو بتائے کہ وہ کیا بول کر چلا گیا مگر نویدہ پھپو کے کمرے سے آتی آوازوں نے اس کے قدم روک دیئے۔

"پھپو آپ لوگوں میں حوصلہ صبر اور برداشت ہے، مجھ میں نہیں۔ میں نہیں کرسکتا اس کی بکواس برداشت پہلے اماں تھیں اب بیٹی ہے کہ جو منہ میں آئے بکواس کرتی چلی جاتی ہے اور آپ لوگ اس کو اصل حقائق بھی نہیں بتاتے۔ میں نے اسے تمام سچائی بتادی ہے میں جانتا ہوں پھپو کہ آپ نے ساری زندگی کس طرح گزاری ہے بظاہر ہنسنے والی نویدہ اندر سے کتنی کمزور ہے کتنی دکھی ہے۔ اب وہ بھاڑ میں جائے یا جہنم میں مجھے کوئی پروا نہیں۔" افرحہ الٹے پاؤں اپنے روم میں واپس آ گئی۔

"اُف خدایا...... مطلب یہ سب کچھ سچ تھا میری مما ہاں وہ انگوٹھی تو ان کے پاس ہے اور پھپو کے ساتھ ایسا کچھ ہوا تھا انہوں نے پاپا اور مما کے لیے اتنی بڑی قربانی دی تھی اور مما نے کتنی غلط بات بتائی سب کچھ جھوٹ تھا سب غلط تھا۔" اس کا سر گھوم رہا تھا۔

"مما کو اتنی نفرت اتنی شدید نفرت رہی ہے سسرال سے کہ انہوں نے مجھے بھی متنفر کردیا۔" اس کا دماغ بُری طرح گھوم رہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا کرے۔ "دادو نے ساری زندگی اپنے سگے رشتوں سے کٹ کے گزار دی اپنے ماں باپ اور بھائی کا آخری دیدار بھی نہ کرسکیں۔" اس کی خوب صورت آنکھوں سے لاتعداد آنسو نکل کر اس کے گالوں پر پھیلنے لگے۔ "یہ لوگ کتنے اچھے ہیں اور مما آپ نے ایسا کیوں کیا؟"

"راقب اگر سچائی نہ بتاتا تو میں تو ساری عمر اُن لوگوں سے نفرت کرتی رہتی۔" راقب کا خیال آیا تو دل عجیب انداز میں دھڑکا۔ راقب جس نے سب کچھ دیکھا برداشت کیا ہے اگر وہ اتنا کہہ گیا تو غلط نہیں ہے وہ۔

راقب کے لیے دل میں پوزیٹو پوائنٹ جنم لینے لگے اچھا تو وہ پہلی نظر میں لگا تھا مگر اپنی نیچر کی وجہ سے کھڑوس بھی لگا تھا مگر اس کا رویہ اگر غلط تھا تو ٹھیک ہی تھا اور اتنا سب کچھ ہونے کے بعد بھی دادو تائی اماں اور پھپو سے راقب کی دلہن بنانے پر راضی تھیں یہاں پر تو سب لوگ اچھے تھے نرم خو اور مخلص......

"یا اللہ میں کیا کروں؟ میری مما نے گزشتہ پندرہ برس سے میرے ذہن میں جو ڈالا میں نے تو وہ سچ سمجھا اور ان لوگوں کے ساتھ اتنی بدتمیزیاں کیں۔" پچھتاوے کے احساس سے وہ رونے لگی شاید سحری کا ٹائم ہوگیا تھا وہ رات بھر اسی طرح سوچتی رہی تھی۔ نہ جانے دل میں کیا آیا اٹھ کر ٹی وی آن کرلیا۔ سحری کی نشریات اسٹارٹ ہوچکی تھی نماز اور روزہ کے بارے میں مقرر بیان دے رہے تھے۔ وہ کچھ دیر سنتی رہی پھر ٹی وی بند کرکے اٹھی اور باتھ روم میں گھس گئی۔

برآمدے میں دسترخوان لگا ہوا تھا اور سب لوگ سحری کرنے میں مصروف تھے۔

"ارے آجاؤ بیٹی!" رقیہ بیگم کی نظر اس پر پڑی تو آواز دی سب نے نگاہ اٹھائی۔ پہلی بار چھوٹے سے اسکارف کو پھیلا کر سر پر اوڑھے وہ کھڑی تھی۔ راقب نے بے نیازی سے دیکھا اور دوبارہ سر جھکا کر کھانے میں مصروف ہوگیا۔ دادو کچھ خفا خفا سی تھیں بنا کچھ بولے کھا رہی تھیں جب کہ پھوپو ہمیشہ کی طرح میٹھی مسکان ہونٹوں پر سجائے اسے ایک ایک چیز پیش کررہی تھیں۔

"پھپو آپ کتنی اچھی ہو۔" اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔ سحری کا ٹائم ختم ہوا تو نزل نے افرحہ کی طرف پانی کا گلاس بڑھایا۔

"نزل! پہلے پانی اسے دو جسے روزہ رکھنا ہے۔" راقب نے نزل کو مخاطب کرکے پس پردہ افرحہ پر چوٹ کی۔

سحری سے فارغ ہوکر سب نماز پڑھنے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے نزل دادو کے ساتھ نماز پڑھتی تھی وہ وضو کرکے ان کے کمرے میں آ گئی۔ حلیمہ بیگم کے ساتھ

نزل نیت باندھنے والی تھی کہ افرحہ آ گئی۔
"نزل پلیز مجھے کوئی بڑا دوپٹہ دے دو میں نے نماز پڑھنی ہے۔" افرحہ کے ساتھ حلیمہ بیگم نے بھی چونک کر حیرت سے اسے دیکھا۔
"پہلے ڈھنگ کے کپڑے پہن کر آؤ۔" حلیمہ بیگم نے اس کی جینز اور چھوٹی سی شرٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
"وہ تو نہیں ہیں میرے پاس۔" خلاف توقع سر جھکا کر شرمندگی سے بولی۔
"او کے آؤ میں تمہیں اپنے کپڑے دیتی ہوں۔" نزل نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کا ہاتھ تھام کر اپنے کمرے میں لے آئی۔ لانگ شرٹ' ٹراؤزر اور بڑے سے دوپٹے میں وہ اچھی لگ رہی تھی۔
"دادو میں ابھی گھر نہیں جاؤں گی۔" نماز پڑھنے کے بعد وہ حلیمہ بیگم کے پاس آ کر دھیمے لہجے میں بولی۔
"اچھا۔" حلیمہ بیگم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔
"دادو آپ ناراض ہیں ناں مجھ سے؟ ہونا بھی چاہیے کیوں کہ میں نے آپ لوگوں کے ساتھ بہت بدتمیزی کی۔ پلیز دادو مجھے معاف کر دیں۔" وہ حلیمہ بیگم کا گھٹنا پکڑ کر رو پڑی۔ "میں حقائق سے لاعلم تھی دادو!" حلیمہ بیگم نے غور سے اس معصوم سی لڑکی کو دیکھا کہ گزشتہ رات جس کی آنکھوں سے شعلے لپک رہے تھے آج...... آج کتنی نرم اور معصوم لگ رہی تھی۔
"دادو مجھے تو کچھ پتا ہی نہیں تھا اور یہ سب کچھ ری ایکٹ کرتے میں میرا کوئی قصور بھی نہ تھا' گزشتہ پندرہ سالوں سے جو بات مسلسل میرے دل و دماغ میں بٹھائی جا رہی تھی میں اس کو سچ سمجھوں گی ناں۔" وہ روتے ہوئے اعتراف کر رہی تھی۔ حلیمہ بیگم نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگالیا' ان کی آنکھیں نم ہوگئیں' نزل کو بھی رونا آ گیا۔
"مجھے اب صحیح غلط کا پتا چل گیا ہے' میں بہت شرمندہ ہوں۔" وہ برابر روئے جا رہی تھی۔
"بس کرو میری بچی تم ہمارا خون ہو میرے بیٹے کی اولاد۔ تم مجھے بہت عزیز ہو ہمیشہ میرا دل تڑپا تھا تم سے ملنے کو مگر تمہاری ماں کی وجہ سے چپ ہو جاتی مگر اس بار میں نے بصیر احمد سے کہا کہ میری زندگی میں مجھے میری پوتی دکھا دو تب اس نے حامی بھری۔" تھوڑی دیر میں رقیہ اور نویدہ بھی آ گئیں۔
"پھپو! آئی ایم سوری......" نویدہ سے گلے لگ کر وہ بُری طرح سسک پڑی۔ "آپ بہت گریٹ ہو پھپو! مجھے معاف کر دیں پلیز' میں نادان تھی' پاگل تھی۔" وہ زار و قطار روئے جا رہی تھی۔ رقیہ سے مل کر بھی خوب روئی۔ راقب کو پتا چلا تو وہ طنز سے ہنس دیا۔
"سارے ڈرامے ہیں اس کے بڑی چلتر اور چالباز لڑکی ہے۔ آخر کس پروڈیوسر نے تیار کر کے بھیجا ہے اسے۔"
"چپ کرو بھائی! وہ بدل گئی ہے۔" نزل کو راقب کی بات پر ہنسی بھی آ گئی۔ افرحہ نے نازش کو فون کر کے بتا دیا تھا کہ وہ عید کر کے آئے گی۔
"او کے گڑیا! آتے وقت مال ضرور لانا اپنی دادو کی تجوریوں کا۔" نازش نے کہا تو افرحہ ماں کی سوچ پر کف افسوس مل کر رہ گئی۔
آج افرحہ نے روزہ بھی رکھا تھا' عصر کی نماز کے بعد جب خواتین کچن میں تھیں افرحہ دادو کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ وہ دادو جسے وہ ظالم سمجھتی تھی قریب سے محسوس کیا تو کتنی حلیم اور متین لگی تھیں۔ اس نے دادو کا نرم و نازک ہاتھ تھام لیا۔
"دادو آپ کتنی پیاری ہیں۔" غور سے ان کے ملیح چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا تو حلیمہ بیگم مسکرا دیں۔ اسی لمحے راقب اندر آیا' فیروزی لانگ شرٹ پر وائٹ چوڑی دار پاجامہ اور وائٹ بڑے سے دوپٹے میں وہ بالکل مختلف لگ رہی تھی۔
"دادو یہ گئی کیوں نہیں؟" راقب نے حقارت سے اس کی جانب دیکھ کر سوال کیا۔
"راقب! بیٹا ایسے نہیں کہتے۔" حلیمہ بیگم نے ملامت سے کہا۔

"پلیز دادو اس سے کہیں کہ فوراً یہاں سے چلی جائے' مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوتی۔ ہمارے گھر میں بدتمیز لوگوں کی کوئی جگہ نہیں۔ یہاں پر رشتوں کی قدر کی جاتی ہے' بڑوں کی عزت اور چھوٹوں کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ ہمارے یہاں بات کرنے سے پہلے اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ بات کس سے کی جارہی ہے۔"

"بیٹا وہ شرمندہ ہے۔" حلیمہ بیگم بولیں۔

"آپ لوگ آجائیں اس کی ڈرامہ بازیوں میں مگر میں نہیں آسکتا۔ پکی ٹریننگ لے کرآئی ہے اور ٹریٹز بھی کون ہے اُف......" راقب نے طنز سے ہنس کر کہا۔

"راقب......!" دادو نے سرزنش کے انداز میں کہا۔ "اگر کوئی غلطی مان لیتا ہے تو سچے دل سے معاف کردیتے ہیں بچے۔"

"اوکے آپ لوگ کردیں معاف۔" اس نے زہریلی نظر افرحہ پر ڈالی اور کمرے سے نکل گیا۔ افرحہ نم نم آنکھوں سے اسے جاتا دیکھتی رہی۔

دادو نے عید پر افرحہ اور نرمل کے لیے ایک جیسے کپڑے بنوائے تھے افرحہ کے دل میں راقب کے لیے میٹھے جذبے جنم لینے لگے تھے اسے اکھڑ مزاج راقب اچھا لگنے لگا تھا۔ وہ ہر ممکن کوشش کرتی کہ راقب کے دل میں جگہ بنائے راقب اس کی غلطیوں کو معاف کردے مگر......

راقب اس پر نظر ڈالتا بھی تو زہریلی بات کرتا بھی تو کوئی نہ کوئی طنز چھپا ہوتا۔ دو دن بعد عید تھی' عید کی خوب تیاریاں ہورہی تھیں' افرحہ کا دل بجھا بجھا سا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا راقب کا دل کیسے صاف کرے' باقی سب لوگ تو اسے معاف کرچکے تھے۔

❁......❁......❁
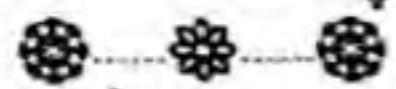
رات اپنے کمرے میں آیا تو ٹیبل پر پیپر ویٹ کے نیچے پھڑپھڑاتا کاغذ دیکھ کر اٹھایا' کھولا تو لکھا تھا۔

"راقب!

میں جانتی ہوں آپ کے دل میں میرے لیے صرف اور صرف نفرت ہے اور کسی حد تک بجا ہے۔ میں جانتی ہوں میری مما نے اس گھر میں رہ کر یہاں کے لوگوں کے ساتھ بہت برا رویہ رکھا۔ مما کی وجہ سے آپ تمام لوگ اسپیشلی نویدہ پھپھو کتنی ڈسٹرب رہیں' لیکن مجھے تو ان تمام حالات کا پہلے سے علم نہیں تھا۔ آپ خود فیصلہ کریں کہ میں کہاں غلط ہوں' میں تو ایک بچی تھی اور ایک بچی کو جب چار سال کی عمر سے ایک ہی بات بتائی جائے ایک ہی رخ دکھایا جائے تو وہ کیا سیکھے گی؟ اور میں نے جب سے ہوش سنبھالا صرف مما اور پاپا کو دیکھا۔ مجھے مما سے ہی پیار رہا' مجھے کیا پتا رشتوں کی اہمیت کیا ہوتی ہے؟ خون کے رشتے کیسے ہوتے ہیں؟ بے شک میں بھی بہت بُری ہوں' بدتمیز ہوں' غلط ہوں لیکن اس میں میرا قصور کہاں ہے؟ مجھے جو بتایا گیا میں نے وہ سچ سمجھا میں نے رو رو کر سب سے اپنی غلطیوں کی معافی مانگ لی سب نے مجھے معاف کردیا لیکن ایک کسک' ایک چبھن اور افسوس ہے کہ آپ کے دل میں جگہ نہ بنا سکی۔ جس کا مجھے ساری زندگی افسوس رہے گا۔ میں آپ پر زبردستی اپنا آپ مسلط نہیں کرسکتی ہاں مگر خود کو تو سزا دے سکتی ہوں اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں ساری زندگی شادی نہیں کروں گی اور جب میری مما مجھے تنہا اور اداس دیکھیں گی تو تب ان کو احساس ہوگا کہ اس درد کا جو دادو نے محسوس کیا' اس کرب کا جو آج تک پھپھو محسوس کرتی ہوں گی۔ میں یہ کہنے میں فخر محسوس کرتی ہوں کہ میں اس گھر سے وابستہ ہوں اور...... اور یہ بھی بلا جھجک کہوں گی کہ مجھے آپ اچھے لگتے ہو' میں آپ سے محبت کرنے لگی ہوں۔ میری خوش نصیبی ہوتی کہ اگر میں آپ سے شادی کرکے ہمیشہ ہمیشہ اس گھر میں رہ کر پھپھو' دادو اور تائی اماں کی خدمت کرتی لیکن یہ خوشی میرے نصیب میں نہیں یا شاید میں اس قابل نہیں کہ اس گھر کا حصہ بن کر زندگی گزاروں بہرحال یہ کسک اور تکلیف مجھے ساری زندگی رہے گی۔ بس ایک گزارش ہے جاتے جاتے آخری التجا ہے کہ پلیز پلیز مجھے معاف کردیں' کل میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

افرحہ"

"افوہ......!" رات میں دو تین بار خط پڑھا۔ "یہ لڑکی مجھے چاہنے لگی ہے، مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہے، اپنی غلطیوں کا ازالہ کرنا چاہتی ہے۔" راقب بستر پر لیٹا اس کی ایک ایک بات پر غور کرتا رہا تب اسے احساس ہوا کہ واقعی وہ سچ کہہ رہی تھی ان سب باتوں میں اس کا قصور نہیں تھا۔ وہ تو ریموٹ سے چلنے والی گڑیا تھی جس کا ریموٹ نازش کے ہاتھ میں تھا۔ وہ صبح تک جاگتا رہا، صبح اٹھ کر آفس چلا گیا۔

آج چاند رات تھی خوب گہما گہمی اور عید کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ افرحہ بہت اداس تھی۔ افطار سے کچھ دیر پہلے راقب گھر آیا ایک اچٹتی نظر افرحہ پر ڈالی۔ افرحہ نے نگاہیں چرالیں یقیناً اس نے خط پڑھ لیا ہوگا۔ افرحہ کے دل میں ایک کسک سی اٹھ رہی تھی شاید اسی کو محبت کہتے ہیں، ایسا جذبہ جو اچانک سے جنم لے کر انسان کی نس نس میں سرایت کر جاتا ہے اور جب سامنے سے پوزیٹو جواب نہ ملے تو دل ٹوٹ جاتا ہے، انسان بکھر جاتا ہے۔ افرحہ کی حالت بھی ایسی ہی تھی بظاہر ہنستی مسکراتی افرحہ اندر سے بکھر چکی تھی۔ کل عید تھی اسے واپس لوٹ جانا تھا۔

چاند نظر آ گیا تھا، سب ایک دوسرے کو چاند رات کی مبارک باد دے رہے تھے۔ وہ بھی سب سے ملی اور پھر اپنے کمرے میں آ گئی۔ آنسو مچلنے لگے تھے، ایک طرف ماں کی اصلیت سامنے آنے کا دکھ تھا تو دوسری جانب راقب کی سرد مہری اور بے اعتنائی مارے دے رہی تھی۔ کل واپس بھی لوٹ جانا تھا، اتنے اچھے لوگوں سے بچھڑنے کا دکھ الگ تھا۔

"کاش...... کاش! راقب ایک بار ایک بار تم میرے دل میں جھانک کر دیکھ لو۔ میرے روم روم میں تم بس گئے ہو۔" روتے روتے سر اٹھایا تو عین سامنے راقب کھڑا تھا، اس کے ہاتھ میں وہ پرچہ تھا۔

"یہ...... یہ کیا ہے؟" پرچہ نگاہوں کے سامنے لہرایا۔ افرحہ گڑبڑا گئی۔

"آپ نے پڑھا نہیں؟" سوال کیا۔

"پڑھ لیا۔" لہجے میں وہی اکھڑ پن تھا، وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔ "اور یہ کیا ہے؟" سامنے رکھے سوٹ کیس کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"یہ میرا سامان ہے، کل میں واپس جا رہی ہوں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی افرحہ کا لہجہ بھیگ گیا۔

"پاگل ہوگئی ہو یا دماغ خراب ہوگیا ہے تمہارا، اتنا سب کچھ کر کے اب یہاں سے بھاگ بھی رہی ہو؟" لہجہ بدستور اکھڑ تھا۔

"میں نے جو کچھ کیا ہے اس کی معافی مانگ لی ہے ناں۔" نگاہیں اٹھا کر معصومیت سے جواب دیا۔ راقب دو قدم بڑھا کر اس کے مزید قریب ہوا، معصومیت سے نگاہ اٹھائی تو راقب کی نگاہیں اس کی نگاہوں سے ٹکرائیں راقب گڑبڑا گیا۔

"ہاں مانگ لی ہے مگر میں تم کو معاف نہیں کروں گا۔" وہ مزید قریب ہوا۔

"کیا......؟" معصومیت ہنوز برقرار تھی۔ "پلیز راقب!" اس نے ہاتھ جوڑ لیے، بڑی بڑی خوب صورت آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔

"ارے ارے......" راقب گڑبڑا گیا۔ بلیک اور ریڈ پرنٹڈ سوٹ میں بڑا سا دوپٹہ شانوں پر ڈالے، بالوں کو کیچر میں جکڑے روتی ہوئی معصوم سی افرحہ راقب کے دل میں اترتی چلی گئی۔

"ہاں میں تم کو اتنی آسانی سے جانے بھی نہیں دوں گا وہ بھی چوری کر کے۔"

"چوری کر کے......؟" بڑی بڑی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔

"ہاں پاگل لڑکی پچھلے ایک ہفتے سے میرا دل چرا کر بیٹھی ہو اور اب واپس بھی جا رہی ہو۔" راقب سے مزید برداشت نہ ہوا تو شہد آگیں لہجے میں بولا۔

"جی...... جی......!" حیرت اور بے یقینی کے امتزاج نے اس کو مزید حسین بنا دیا تھا۔

"جی جناب! اپنی تمام تر بدتمیزیوں کے ساتھ تم مکمل

طور پر میرے دل پر قابض ہوچکی ہو اگر تم میرے بنا نہیں رہ سکتیں تو میں بھی اس نک چڑھی اور بدمزاج لڑکی کے بغیر نہیں رہ سکتا۔" خوب صورت اعتراف پر افرحہ کے حسین چہرے پر قوس وقزح چھا گئی۔ اچانک ہی اتنی بڑی خوشی مل گئی تھی جس کا سنبھالنا مشکل لگ رہا تھا۔ راقب بڑی پیار بھری نظروں سے اس کے معصوم سے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا' ابھی کچھ دیر پہلے کی اداسی نہ جانے کہاں گم ہوچکی تھی اس وقت اس کے چہرے پر دلکش مسکراہٹ تھی۔

"آئی لو یو۔" وہ بولی۔

"آئی لو یو ٹو پگلی!" اس نے قریب آکر شرارت سے افرحہ کا سر ہلایا۔

❀......❀......❀
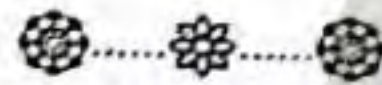
گھر میں چاند رات کے حسین ہنگاموں میں یہ بھی طے پایا کہ عید کے دن راقب اور افرحہ کا نکاح بھی کردیا جائے گا یہ سن کر نازش کو پتنگے لگ گئے مگر اس بار بصیر احمد نے مرد ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے فیصلہ سنا دیا۔

پچھلے بیس سالوں میں یہ پہلی عید تھی جو افرحہ کے لیے انوکھی اور خوب صورت تھی۔ نرمل نے رات کو ہی سب کے کپڑے پریس کرکے رکھ دیئے تھے۔ فجر کی نماز کے بعد رقیہ اور نویدہ شیر خورمہ اور عید کے پکوان کی تیاریوں میں لگ گئے' نہا دھو کر مرد نماز پڑھنے چلے گئے تو ان کے آنے تک خواتین ناشتا تیار کرکے نہا دھو کر تیار ہوگئیں۔ نرمل اور افرحہ نے ایک جیسے کپڑے پہنے تھے' میرون اور گرین کومبی نیشن والے بھاری جدید طرز کی لانگ فراک اور چوڑی دار پاجامے پر میچنگ نازک سی جیولری اور بڑے سے دوپٹے کو سیٹ کرکے' ہلکے میک اپ میں افرحہ بہت حسین لگ رہی تھی۔ راقب اور صغیر احمد عید کی نماز پڑھ کر آئے تو پہلے حلیمہ بیگم نے اور پھر صغیر احمد نے سب میں عیدی تقسیم کی۔ گرے سلک کے ہلکی ایمبرائیڈری والے کرتے' وائٹ چوڑی دار پاجامہ اور گرے کھسّے میں راقب بہت اچھا لگ رہا تھا۔ راقب اور افرحہ نے ایک دوسرے کو عید کا سلام کیا۔

"گلے نہیں ملو گی؟" راقب کی سرگوشی پر افرحہ بلش ہوگئی۔

ناشتے کے بعد افرحہ کچھ دیر کے لیے اپنے کمرے میں آگئی پاپا تو آنے والے تھے مگر مما نے صاف انکار کردیا تھا کہ وہ یہاں نہیں آئیں گی کیوں کہ انہیں افرحہ اور راقب کے نکاح پر شدید اعتراض تھا۔ افرحہ نے مما سے بات بھی نہیں کی تھی لیکن اسے کچھ کچھ افسوس بھی ہورہا تھا آخر کو وہ ماں تھیں۔ بصیر احمد کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ ان سے ملنے ڈرائنگ روم میں آگئی اندر کی صورت حال اس کے لیے غیر یقینی اور حیران کن تھی۔ نازش حلیمہ بیگم کے پیر پکڑے زاروقطار رو رو کر معافیاں مانگ رہی تھیں اور حلیمہ بیگم نے اٹھ کر ان کو گلے لگالیا۔

"نویدہ میری بہن تم بھی مجھے معاف کردو۔" نویدہ کے گلے لگ کر بھی نازش رو دیں' وہ اپنی غلطیوں پر سخت پشیمان تھیں۔ انہیں احساس ہوگیا تھا جب ان کو یہ پتا لگا کہ افرحہ اب لوٹ کر نہیں آئے گی تب انہیں اولاد کی دوری کا احساس ہوا اور وہ اپنی غلطیوں کی تلافی کرنے خود ہی بصیر احمد کے ساتھ چلی آئی تھیں۔

"یااللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میری زندگی میں میرا گھر مکمل ہوگیا ہے۔" حلیمہ بیگم روتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کررہی تھیں' کمرے میں خوشیاں منائی جارہی تھیں۔ آج صحیح معنوں میں عید کا دن "عید کا دن" لگ رہا تھا۔ راقب نظر بچا کر افرحہ کا ہاتھ تھام کر اسے باہر لے آیا۔

"میری عیدی۔" افرحہ نے ہاتھ آگے کرکے اس سے عیدی طلب کی۔ راقب نے جذب سے اس کا ہاتھ تھام کر اس کی پشت پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے۔ پیار کی پہلی نشانی "پہلی عیدی" افرحہ کو جان سے پیاری تھی۔ افرحہ نے ایک خوب صورت نگاہ اپنے ہاتھ پر ڈالی اور عین اسی جگہ اپنے ہونٹ رکھ کر جواباً "عیدی دے دی!"

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

وعدوں کے ساتھ ساتھ بہت دور تک چلیں
تھامے تمہارا ہاتھ بہت دور تک چلیں
بادل' ہوا' سراب' ستارے ہزار ہا
ہم لے کے کائنات بہت دور تک چلیں

''محترم افضل علی درگاہ شریف ضعیف علی نورانی کے نئے سجادہ نشین مقرر'' میں نے فرنٹ پیج کے کونے میں لگی اس دو کالمی خبر کو بڑے دھیان سے پڑھا پھر ایک طویل سانس لے کر اخبار ایک طرف رکھ دیا۔ اخبار میں میری دلچسپی یکسر ختم ہو چکی تھی' میں نے بمشکل ناشتہ ختم کیا اور اٹھ کر بابا کے کمرے کی طرف بڑھ گیا' وہ بستر پر دراز تھے۔

''اچھا بابا! میں جارہا ہوں' کوشش کروں گا کہ لنچ پر آسکوں' اگر نہ آسکا تو پلیز آپ کھانا کھا لیجیے گا۔ میں رحیم سے کہہ جاتا ہوں۔'' میں نے اپنے ملازم کا نام لیا' وہ خاموشی سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ مجھے ہمیشہ ان کے یوں دیکھنے پر حیرت نما غصہ آتا تھا مگر جب سے میں نے اس کی وجہ جانی تھی مجھے الجھن نہیں ہوتی تھی' میں جانتا تھا وہ مجھ میں کیا تلاش کرتے تھے؟

آفس کے لیے نکلتے ہوئے میں نے ذہن میں Thing to do کی لسٹ چیک کی تھی اور طویل سانس

لے کر گاڑی روڈ پر ڈال دی۔ بھلا ایک اخبار کے سب ایڈیٹر کی مصروف زندگی میں کتنی فراغت ہوسکتی تھی' گیارہ بجے میری صبح ہوتی اور بارہ بجے کے قریب آفس کے لیے نکلتا تھا اور اس کے بعد یہ خیال رکھنا کہ آپ کا وقت کہاں صرف ہو رہا ہے ناممکن ہی تھا۔ خبروں کو جمع کرنا' کٹر پیونٹ' ان کی ترتیب' فرنٹ لائن نیوز کے لیے کور اسٹوریز اور سب سے بڑھ کر پرنٹ میڈیا اور الیکٹرونک میڈیا کی دوڑ میں آگے بڑھنے کی جدوجہد کب گھڑی کی سوئیاں دن کے بارہ سے رات کے بارہ بجاتی پتا ہی نہ چلتا۔ بھاگتے دوڑتے لنچ' اگر کبھی خوش قسمتی سے وقت نکل آتا تو میری پہلی ترجیح یہی ہوتی کہ گھر جا کر بابا کے ساتھ کروں۔ وجہ یہ بھی تھی کہ میرے کھانے کے اوقات یکسر مختلف تھے' صبح گیارہ بجے ناشتا' آفس میں ہلکا سا لنچ اور رات لیٹ نائٹ ڈنر جو کہ مجبوری بھی تھی کہ آخر ایڈیٹر کی حیثیت سے مجھے آخری کاپی پریس میں بھیج کر اٹھنا ہوتا تھا اور جب میں سارے دن کی شدید محنت و سر کھپائی کے بعد گھر آتا تو بابا سو چکے ہوتے تھے ویسے بھی وہ بیمار اور ضعیف تھے۔ مجھے بھی انہیں تکلیف دینا اچھا نہیں لگتا تھا' ان ہی سوچوں میں گھرا میں آفس پہنچا تو حسب توقع میرا میز کاغذات سے بھری ہوئی تھی۔ میں نے اپنی فائل ایک طرف رکھی اور ان کی طرف متوجہ ہوا ہی تھا کہ رُحمہ تیزی سے دروازہ کھول کر اندر آئی۔

''آپ نے مدیحہ کو فون کرنا تھا۔'' اس نے کسی ریمائنڈر کی طرح مجھے یاد دلایا اور پھر جس تیزی سے آئی تھی پلٹ کر باہر بھی نکل گئی۔ میں نے ہر طرف سے ہاتھ کھینچا اور سیل فون اٹھالیا۔ مجھے اس سے بات کیے دو ہفتہ گزر گئے تھے' ہمارے درمیان جیسے ایک خاموش معاہدہ تھا ایک ہفتہ میں اسے فون کرتا تو دوسرا ہفتہ وہ۔ اگر کسی وجہ سے میں معمول پر عمل نہ کرپاتا تو وہ ایسی ضدی تھی کہ کبھی خود سے رابطہ کرنا گوارہ نہیں کرتی تھی اس بار بھی یہی ہوا تھا میں نے اس کا نمبر ملایا تو کافی دیر بیل جاتی رہی' مجھے جھنجلاہٹ ہونے لگی مستزاد اس نے رنگ بیک ٹیون کے طور پر جو تیز میوزک والا انگلش گانا سیٹ کیا ہوا تھا اس نے میری کوفت میں مزید اضافہ کیا تھا مگر اس سے پہلے کہ میں جھلا کر فون کاٹ دیتا اس نے کال پک کرلی۔

''کون......؟'' اس کی نیند میں ڈوبی آواز سے مجھے اندازہ ہوا یقیناً محترمہ گہری نیند میں غرق تھیں۔

''ہاں اب میں تمہیں کون اور آئس کریم ہی نظر آؤں گا۔ شہزادہ گلفام تو بس وہ تیمور طارق رہ گیا ہے نا؟'' میں نے الٹی چڑھائی والی پالیسی اپنانا بہتر سمجھا آخر اخبار والا جو ہوا۔ دوسری طرف سے مدہم ہنسی کی آواز آئی۔

''ویسے اس میں کوئی شک بھی نہیں۔'' اس نے اترا کر کہا۔

''اس خوش فہمی سے نکلنے کا ایک طریقہ ہے میرے پاس' پلیز تم دونوں اکٹھے ہو کر آئینہ ضرور دیکھنا۔ مجھے یقین ہے کہ تمہیں پہلوئے حور میں لنگور کی مثل کا مجسم نظر آئے گا۔'' میں نے اطمینان سے اس کی خوش فہمی کا بیڑا غرق کرتے ہوئے تیمور کی ٹانگ کھینچی تھی۔ مگر وہ ذرا بھی بدمزانہ ہوئی' ڈھٹائی سے ہنسنے لگی۔

''بات تو تمہاری ٹھیک ہے مگر شہزاد تمہیں نہیں لگتا' تم نکتہ چین ہوتے جارہے ہو۔ دیکھو میرے بھائی! لوگوں کے بخیے ادھیڑ' گھر تک نہ آؤ' میرا اکلوتا شوہر ہے وہ اور ذرا شرم تم بھی کرو تمہارا اکلوتا بہنوئی ہے۔'' اس نے مجھے لتاڑا' مجھے اس کے اکلوتے کی اصطلاح پر ہنسی آگئی تھی۔

''اکلوتا شوہر ہونے والی بات ذرا غلط ہے' سب کا ایک ہی ہوتا ہے البتہ میرا بہنوئی اکلوتا ہونے کا اعزاز اس کے پاس ضرور ہے ویسے وہ گھامڑ ہے کہاں؟'' میں نے پھر اسے چھیڑا۔

''اچھا جی شہزاد ارسل صاحب' جرنلسٹ پلس کالمسٹ پلس ایڈیٹر صاحب! ہمیں معاف کردیجیے آپ کا بہنوئی کا اعزاز رکھنے کے بعد اس کے حواس کہاں قابو آسکتے تھے وہ عالم مدہوشی میں پڑا ہے۔'' اس بار وہ اچھا خاصا جل کر بولی۔

”خواب غفلت میں؟“ میرا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

”اگر اب تم نے کوئی فضول بات کی تو میں فون بند کردوں گی۔“ اس نے دھمکی دی اور میں جانتا تھا کہ یہ دھمکی نہیں تھی وہ واقعتاً ایسا ہی کرتی۔ میری ہنسی فوراً بند ہوئی۔

”ویسے پیاری بہنا! تم لاہور میں رہ رہی ہو اور اب تک سو رہی ہو...... حد ہے سستی کی۔“ میں نے کہا۔ مدیحہ شادی کے بعد لاہور شفٹ ہوگئی تھی۔

”میری نیند کو نشانہ بنانے کی کوشش نہ کرنا‘ اپنی سناؤ یہ تم جیسے سڑیل‘ خشک اور سرد مہر اسلام آبادی نے فون کرنے کا وقت کہاں سے نکال لیا آج؟“ وہ اپنی ٹون میں آچکی تھی اس کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

”اگر میرے پاس وقت نہیں تھا تو کون سا تم نے کالز کرکر کے انگلیاں گھسالی ہیں۔“ میں نے بھی بدلہ اتارا۔

”ہاں تو کیوں کرتی؟ تم بھائی ہو میرے اور وہ بھی اکلوتے‘ تمہارا فرض بنتا ہے میری خبر گیری کرنا۔“ وہ ہٹ دھرمی سے بولی۔

”ہاں بالکل‘ فرائض سارے میرے اور حقوق تمہارے؟“ میں بلبلا کر بولا‘ وہ اپنے ایک سال بڑا ہونے کا فائدہ یونہی اٹھاتی تھی۔

”ہاں بالکل۔“ اس کا اطمینان مجھے غصہ دلا گیا۔

”یعنی میرے حق غصب...... میں تم سے بات نہیں کررہا‘ فون بند کرنے لگا ہوں۔“ میں نے آخری حربہ آزمایا۔

”تو کردو‘ تم نے کی ہے کال کون سا میں نے کی ہے۔“ وہ طرح دے گئی‘ اس سے پہلے میں کچھ کہتا پیچھے سے تیمور کے چلانے کی آواز آئی تھی۔

”ہمیشہ والی لڑائی لڑ رہے ہو تم دونوں‘ اِدھر دو فون میں بات کروں۔“ اس نے بلند آواز میں کہتے ہوئے فون غالباً مدیحہ کے ہاتھ سے جھپٹا تھا‘ میری ہنسی چھوٹ گئی۔

”کیسے ہو شہزادے؟“ تیمور کی آواز پر میں الرٹ ہوگیا۔

”میں ٹھیک ہوں تیمور! آپ کیسے ہیں؟“ میرا لہجہ اب بدل چکا تھا‘ مجھے اسے آپ کہنا اچھا لگتا تھا حالانکہ وہ عمر میں مجھ سے زیادہ بڑا نہیں تھا۔

”میں بھی ٹھیک ہوں یار! مانا کہ تم دونوں بہن بھائی حسن اور خوب صورتی کے سارے استعاروں اور تشبیہوں پر پورا اترتے ہو مگر یاد رکھو خوب صورتی ہی تو سب کچھ نہیں ہوتی کسی کا دل بھی دیکھ لیتے ہیں۔“ وہ دہائی دینے والا انداز میں بولا۔

”آپ نے ٹھیک کہا تیمور! مگر چہرے سے دل کا سفر کون کرے۔ ہم ظاہری صورت پر مرنے والی قوم ہیں۔“ میرے انداز میں کچھ ایسا تھا کہ دروازے سے اندر آتی رحمہ کا رنگ پھیکا پڑ گیا‘ اس نے خاموشی سے ہاتھ میں پکڑا تراشہ میری ڈیسک پر دھرا اور باہر نکل گئی۔

”بات تو بڑی گہری کی ہے تم نے‘ اس پر ایک سیر حاصل بحث کی جاسکتی ہے۔ ایسا کرو لاہور آجاؤ تمہیں کباب کھلائیں گے‘ چکن تکا‘ نہاری‘ بریانی‘ حلیم‘ سری پائے‘ چار مغز...... وغیرہ کھلائیں گے پھر ڈسکس کریں گے‘ ٹھیک؟“ ان کی ڈشز کی اتنی لمبی تفصیل (جو یقیناً باوجوہ مختصر کی گئی تھی) سن کر میں ہنس پڑا۔

”ایک بات تو بتائیں‘ آخر آپ لوگوں کو مرغن کھانوں کا اتنا شوق کیوں ہوتا ہے؟“

”یہاں بات کھانے کی نہیں‘ کھلانے کی ہورہی ہے احمق! تمہیں عزت راس نہیں آئی؟“ اس کا لہجہ دھمکی آمیز تھا میں پھر سے ہنس دیا۔

”ٹھیک ہے جناب! میں کوشش کرتا ہوں آنے کی مگر ڈنر چائنیز میں۔“ میں نے فرمائش کی وہ بے چارہ صدمے کی شدت سے کچھ بول ہی نہ سکا‘ کہاں تو وہ اپنی مرغوب ڈشز کی تفصیل سنا کر مجھے آمادہ کررہا تھا اور میں نے چائنیز کی فرمائش کرکے اسے خاموش کروادیا۔

”تیرا قصور نہیں بیٹے‘ تُو جس جگہ چلا گیا ہے نا وہاں جاکے سب کا یہی حال ہوتا ہے۔“ اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

”کیا مطلب؟“ میں حیران ہوا۔

''ظاہر ہے جب روز صبح دو سوکھے توس کھا کر کام پر جائے گا تو تمہارا انٹیسٹ کیسے برقرار رہ سکے گا۔ دوسرا اس شہر کی سرد آب و ہوا' اچھے بھلے بندے کو آئس برگ بنا دیتی ہے تو تو پھر اپنا بچونگڑا سا ہے۔'' وہ خاصا تپ کر بولا۔ میں پھر سے ہنس دیا اس بار وہ بھی میری ہنسی میں شامل تھا۔

ہمارا رشتہ ایسا ہی تھا' روایتی احترام و تکلفات سے آزاد...... وہ مدیحہ کو بے حد عزیز تھا اور مجھے مدیحہ...... اور کہتے ہیں جن سے محبت کی جاتی ہے پھر ان سے منسلک لوگوں سے خود بخود محبت ہو جاتی ہے اور اب تو مجھے وہ دونوں یکساں عزیز ہو گئے تھے۔ اس شخص کے پاس میرا وہ رشتہ تھا جس کے ساتھ میں نے اس دنیا میں سب سے زیادہ محبت کی تھی۔ میری اکلوتی اور لاڈلی بہن مدیحہ...... میری گڑیا! اب وہ مجھ سے بابا کا حال احوال دریافت کر رہا تھا' کچھ دیر مزید بات کرنے کے بعد اس نے فون مدیحہ کو دے دیا۔

فون کے آخر میں مدیحہ پھر مجھ سے جھگڑنے لگی تھی وہی روایتی بہنوں والی فرمائش کہ میں اس کے لیے ''چاند سی بھابی'' ڈھونڈ لوں اور میں نے آخر میں پھر اسے طنز کیا۔

''تم نے میرے لیے چاند سا بہنوئی ڈھونڈا ہے جو میں ڈھونڈوں؟'' وہ چند لمحے بالکل خاموش ہو گئی حالانکہ تیمور خاصا ہینڈسم تھا مگر مدیحہ کے آنکھوں کو چندھیا دینے والے حسن و جمال کے آگے وہ ذرا دب جاتا تھا۔

''بدلہ لینے میں بالکل اپنے باپ پر گئے ہو۔'' وہ تلخی سے کہتے ہوئے فون بند کر گئی اور میرا دماغ جیسے سن ہو گیا' یہ کیا کہہ گئی وہ؟

''میں شہزاد ارسل...... اپنے باپ جیسا ہوں؟'' اور اتنے سالوں کی محنت لاحاصل؟ میرا ذہن پیچھے کی طرف بھاگنے لگا۔ میں خود کو روک نہیں پا رہا تھا' بہت چاہا اپنے سامنے پڑے پیپرز کی طرف توجہ دوں مگر بے سود......

میرے ذہن میں وہ یادیں ٹکڑوں کی شکل میں محفوظ ہیں' کسی پزل کے ٹکڑوں کی طرح۔ سارے ٹکڑے اکٹھے کر لوں تو ایک بوسیدہ سی تصویر بنتی ہے' کئی پھٹی سی اس تصویر کے رنگ اڑے ہوئے ہیں' جب زمانے گزر جائیں تو تصویریں اور یادیں دونوں ہی دھندلی پڑ جاتی ہیں۔

❁......❁......❁
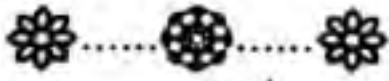
چوہدری شجاعت علی ایک روایتی جاگیردار کی عملی تصویر تھے جو انسانوں کو خود سے دس فٹ کے فاصلے پر رکھ کر بات کرتے تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے چوہدری عارف علی اور چوہدری افضل علی اور ان کی انتھک محنت کے سبب دونوں ہی عادات و مزاج میں باپ پر گئے تھے۔ دبنگ' دوٹوک' جری' دلیر' ظالم...... ویسے بھی اگر کسی جاگیردار کے ساتھ یہ لوازمات نہ ہوں تو اسے جاگیردار کہنا ذرا اجنبی سا لگتا ہے لہٰذا وہ دونوں بھی عملی طور پر باپ کے نقشِ قدم پر چل رہے تھے۔ پیر شجاعت علی درگاہ شریف کے سجادہ نشین تھے۔ بڑے بیٹے عارف علی اور بہو نازش سے ان کے دو پوتا پوتی...... مدیحہ اور شہزاد تھے جبکہ چھوٹے بیٹے افضل علی سے اور بہو سے ان کی ایک ہی پوتی نورین تھی۔

نازش دونوں بچوں کی پڑھائی کے سلسلے میں شہر میں ہی رہائش پذیر تھیں جبکہ عارف علی گاؤں میں ہوتے تھے مگر ویک اینڈز پر ان کے پاس ضرور آ جاتے' ان کے دونوں بچوں کی عادات میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔

عارف علی کی خواہش تھی کہ ان کا اکلوتا بیٹا ہر لحاظ سے پرفیکٹ ہو وہ اس میں وہ ساری عادات دیکھنا چاہتے تھے جو کہ ایک جاگیردار کے بیٹے میں ہونا چاہیے تھیں مگر کتنی حیرت کی بات تھی کہ وہ باپ کے الٹ تھا۔ کمزور صحت' سیدھا سادا اور کتابوں سے محبت کرنے والا شہزاد بالکل وہ نہیں تھا جسے وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو دیکھنا چاہتے تھے۔

وہ اسے گھڑ سوار بنانا چاہتے تھے مگر وہ گھوڑوں کو دیکھ کر ہی بدک جاتا' نہ معلوم سی نفرت تھی اسے گھوڑوں سے۔ یوں گھڑ سواری وہ اسے چاہنے کے باوجود بھی نہ

سکھا سکے اور زبردستی کا نتیجہ، بہت بھیانک نکلا تھا۔ وہ اس وقت 8th اسٹینڈرڈ میں تھا جب گھوڑے سے پھسل گیا' کمر میں بہت شدید چوٹ آئی تھی تقریباً ایک ماہ تک زیر علاج رہا اور اس کے بعد عارف علی نے توبہ کرلی تھی' کچھ بھی تھا وہ اپنے بیٹے سے ہاتھ نہیں دھونا چاہتے تھے وہ بھی صرف اپنی ضد اور شوق کے ہاتھوں۔

دوسرا بڑا تضاد یہ تھا کہ بہت سے روایتی باپوں کی طرح ان کی بھی خواہش تھی کہ ان کا بیٹا ڈاکٹر یا کم از کم انجینئر تو ضرور بنے مگر یہ ان کی ایک اور نامکمل خواہش تھی۔ انہوں نے بڑے تپاک سے اسے ایف ایس سی میں داخلہ دلوایا' اعلیٰ سے اعلیٰ ٹیوٹر رکھ دیئے مگر نتیجہ بہت مضحکہ خیز نکلا۔ وہ شاندار طریقے سے فیل ہوگیا' وہ بہت مایوس ہوئے تھے آدھا گھنٹہ اس کی طبیعت صاف کرنے کے بعد جب انہوں نے اس سے پوچھا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے تو اس کا جواب تھا۔

''میں آرٹس پڑھنا چاہتا ہوں۔'' اس کے جواب نے ان کے چودہ طبق روشن کردیئے تھے انہیں اتنا غصہ آیا کہ حد نہیں۔

''حد ہے تم سے...... چلو اور کچھ نہیں تو بی کام وغیرہ کرلو بزنس' مارکیٹنگ کی طرف ہی آجاؤ۔ یہ زنانہ قسم کے مضمون چننا ضروری ہے؟'' وہ بھنا کر بولے تھے۔ جواباً اس کی مظلومیت بھری خاموشی سے بُری طرح چڑ گئے تھے پھر خوب بھڑاس نکالنے کے بعد وہ فیصلہ کرنے کا اختیار اسے دے کر خود وہ مکمل طور پر بری الذمہ ہوگئے تھے۔

تیسرے تضاد سے انہوں نے خود بخود سمجھوتہ کرلیا تھا' وہ چاہتے تھے کہ وہ بھی ان کی طرح جری' دلیر اور بارعب ہوتا۔ ان کی طرح دبنگ اور دوٹوک لہجے میں بات کرتا مگر حسرت ہی رہی اس کا دھیما اور پُرسکون لہجہ انہیں اپنا مذاق اڑاتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ وہ کبھی بھی ان کی پسندیدگی کی صف میں نہ آسکا تھا' وہ کبھی ان کا بیٹا نہیں بن سکا تھا خاص طور پر ویسا جیسا وہ چاہتے تھے۔

''دوسری طرف مدیحہ تھی' اس کی بہن بالکل اس کے متضاد تھی۔ کتنی حیرت کی بات تھی کہ وہ ایک لڑکی ہوکر ان تمام اوصاف سے مزین تھی جو وہ اپنے بیٹے میں دیکھنا چاہتے تھے۔ بہت کم عمری میں ہی وہ جان گئے تھے کہ جو اوصاف اور خوبیاں وہ شہزاد میں دیکھنا چاہتے تھے وہ مدیحہ میں تھیں۔ وہ نڈر اور بے خوف ہی نہیں دلیر اور جرأت مند بھی تھی۔ گھڑ سواری تو اس کے لیے دنوں کا کھیل ثابت ہوا تھا' عارف علی اسے بے جگری سے گھوڑے کی باگیں تھامے گھوڑا دوڑاتے دیکھتے تو خوشی سے پھولے نہ سماتے۔

اس کے بعد اس نے شاوٹنگ سیکھی اور پھر باپ کی خواہش کے عین مطابق میڈیکل کی فیلڈ چوز کی تھی۔ اس کے بعد تو اس نے بس جھنڈے گاڑے تھے ہر میدان میں' تیمور سے اس کی ملاقات ایم بی بی ایس کے تیسرے سال میں ہوئی تھی اور اس کے بعد بس یوں ہوا کہ چراغوں میں روشنی نہ رہی۔

❀......❀......❀

مدیحہ گرم کوٹ کے بٹن تیزی سے بند کررہی تھی جب اسے اپنے سیل کی تھرتھراہٹ محسوس ہوئی' اس نے نظر انداز کرتے ہوئے اپنا کام جاری رکھا۔ تمام بٹن بند کرنے کے بعد اس نے مفلر گردن اور کانوں کے گرد لپیٹا اور پھر تسلی سے سیل فون جینز کی پاکٹ سے نکالا اور لیس پریس کرکے کان سے لگالیا۔

''ہاں بولو شہزاد!''

''کہاں ہو تم' کب سے کال کررہا ہوں۔'' اس کی جھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

''میں بس نکل رہی ہوں' تم کس طرف ہو؟ پارکنگ کی طرف؟'' مدیحہ نے شولڈر بیگ اٹھایا اور باہر کی سمت لپکی۔

''ہاں' اسی طرف ہوں۔''

''او کے۔'' اس نے فون بند کرکے دوبارہ سے پاکٹ میں رکھا اور چل پڑی' یہ جانے بغیر کہ وہ

حیران آنکھیں اس پر ساکت تھیں، یہ آنکھیں تیمور طارق کی تھیں۔

وہ اس ڈیپارٹمنٹ میں کسی سے ملنے آیا تھا مگر اس کو دیکھنے کے بعد اسی طرح واپس چلا گیا۔ دوسری بار اس نے مدیحہ عارف کو آرٹس کونسل میں دیکھا تھا اور اس بار وہ بلند آواز میں کسی کو اپنا نمبر لکھوا رہی تھی، میکانکی عمل کے طور پر تیمور کی انگلیوں نے وہ نمبر اپنے موبائل میں سیو کر لیا۔ کتنا عجیب اتفاق تھا کہ وہ ان گزرے دنوں میں یہ سوچتا رہا تھا کہ آخر وہ اس سے کیسے رابطہ کرتا؟ اب قدرتی طور پر یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا تھا۔ اور عجیب بات تھی کہ جب اگلی رات وہ اس کا نمبر ڈائل کر رہا تھا تو اس کے ہاتھوں میں عجیب سی سنسناہٹ ہو رہی تھی وہ ایک لڑکا تھا اور کیسے کنفیوژ ہو رہا تھا؟

"ہیلو۔" کچھ دیر بعد اس کے کانوں میں مدیحہ کی آواز آئی بہت مصروف اور قدرے تھکی ہوئی۔

"کیسی ہیں آپ؟" اس نے قدرے جھجک کر پوچھا اور یہ ان کا پہلا تعارف تھا۔

❀......❀......❀

تیمور طارق...... ایک خالص بزنس مین اور خوف ناک حد تک حقیقت پسند...... لڑکیوں کو جوتے کی نوک پر رکھنے والا، پُرغرور اور پکا میل شاؤنسٹ، جب مدیحہ عارف سے ملا تو سب کچھ بھول گیا۔ اس کی شامت ہی آئی تھی جو وہ آرٹس کونسل چلا گیا اور اب جتنا خود کو کوستا کم تھا۔ وہ لڑکی نہیں تھی لوہے کا چنا ثابت ہوئی تھی حالانکہ وہ اسے ہزار بار یقین دلا چکا تھا کہ وہ قطعاً اس کے ساتھ فلرٹ نہیں کر رہا بلکہ سو فیصد سنجیدہ تھا جواباً وہ بڑا طنزیہ ہنستی تھی۔

"تیمور صاحب!" طنزیہ انداز میں وہ ہمیشہ اسے یوں ہی مخاطب کرتی تھی اور تیمور اس کے اس انداز پر پیچ و تاب کھا کر رہ جاتا۔

"جی مدیحہ بی بی!" وہ بھی فوراً بدلے پہ اتر آتا تو مدیحہ ہنستی چلی جاتی۔

"اُف، یوں نہ بلایا کرو مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے دادا کی درگاہ کا کوئی خدمت گار مجھے مخاطب کر رہا ہو۔" اس نے طنز کی حد کر دی تھی۔ تیمور بے چارہ چپ ہی رہ گیا۔

"خدمت گار ہی رکھ لو نا......" اس کے انداز میں دیوانہ پن تھا۔

"تم تو بے وقوف ہو یار...... خدمت گار کیوں؟ بادشاہ بناؤں گی نا تمہیں اپنے دل کی سلطنت کا، آ جاؤ ناں۔" وہ بہت آہستہ سے بول رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں خوابوں کے دیے جل رہے تھے۔

"ضرور آؤں گا۔" اس نے یقین دہانی کروائی۔ جواباً وہ ایک بار پھر سے ہنس دی تھی۔ مدیحہ عارف واقعی بے وقوف تھی اسے لگتا تھا۔ اس سے اتنی بے تحاشا محبت کرنے والے بابا اس کی ہر خواہش مانتے چلے جائیں گے۔ اسے علم نہیں تھا کہ اب کی بار اس نے چوہدری عارف علی سے کیا فرمائش کر ڈالی تھی۔

شہزاد نے ان دنوں اپنا ماسٹرز مکمل کرنے کے بعد اخبار جوائن کیا تھا، وہ بھی ایک روایتی نوجوان تھا۔ جوشیلا، پُرجوش اور سچ کا علم بردار...... جو ایک ہی وار میں معاشرے کا نظام بدل دینا چاہتا تھا، اسے لگتا تھا اس نام نہاد اسلامی معاشرے سے ذات پات اور حسب نسب کا فرق مٹا دینا تو اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے مگر افسوس ناک بات تھی کہ اس کی آئیڈیلائزیشن ٹوٹی بھی تو کب اور کس کے ہاتھوں؟

اس کے اپنے باپ کے ہاتھوں...... اس کی نفسیات پر ایسی چوٹ پڑی کہ کئی ماہ وہ بیمار رہا، طوفان آیا اور بڑے زور کا آیا اور سب بہا لے گیا۔

مدیحہ کا ایم بی بی ایس کا چوتھا سال تھا جب اس نے بابا کے سامنے تیمور طارق کا پروپوزل رکھا تھا۔ بابا تو یہ سن کر ہی کہ ان کی یہ دلیر اور جری بیٹی کسی پر مرمٹی تھی جیسے سکتے میں آ گئے تھے۔

ان کی رعونت، ان کا تکبر بھلا انہیں اجازت دیتا تھا

کہ وہ اپنی بیٹی کی پسند کو کھلے دل سے تسلیم کرتے؟ اور سب سے بڑی بات اس نازک موڑ پر جبکہ درگاہ شریف کی سجادہ نشینی کا فیصلہ ہورہا تھا اور قوی امکان تھا کہ یہ فیصلہ ان کے حق میں ہی ہوگا۔ وہ اپنی بیٹی کی شادی غیر ذات مرد سے طے کردیتے تو اس کا سیدھا سادا مطلب یہی تھا کہ ان کی وفاداری پر سوالیہ نشان اٹھایا جاتا اور کوئی بھی ان کے حق میں فیصلہ نہ کرتا بلکہ انہیں خاندان سے ہی دربدر کردیا جاتا۔ اتنے خوف ناک نتائج کی جھلک سوچ کر ہی ان کا دماغ ہل گیا۔ اس کے بعد انہوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ مدیحہ کو بہلا پھسلا کر اس کے ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کریں مگر وہ بھی انہی کی بیٹی تھی ضد میں ان سے دو ہاتھ آگے تھی۔ وہ تو اگر کسی اتھرے گھوڑے کی سواری کرنا شروع کرتی تو تب تک نہ اترتی جب تک اسے سدھار نہ لیتی‘ تو اب کیسے ہار مان لیتی۔

اور پھر دوسرا اہم کردار اس کی تربیت کا تھا جیسی اس کی تربیت کی گئی تھی بچپن سے ہی اسے حکم چلانے اور ضد منوانے کی عادت تھی اور اب وہ اپنی یہ ضد قطعاً چھوڑنے کو تیار نہ تھی۔ اس نے باپ کی آنکھوں میں اپنے لیے پہلی دفعہ بے زاری دیکھی اور شدید دکھ نے اس کی آنکھوں کے آگے چادر تان دی۔ ان کے انداز میں اس کے لیے محبت‘ شفقت‘ خوشی اور پیار سب کچھ مفقود ہوگیا تھا۔ وہ اس سے خوف زدہ تھے وہ اسے بتارہے تھے کہ اگر وہ اس کی شادی تیمور سے کردیں گے تو خود برباد ہوجائیں گے۔ ان کا گھر‘ ان کی عزت‘ رتبہ‘ مقام‘ منصب اور سجادہ نشینی سب کچھ داؤ پر لگ جائے گا‘ وہ ختم ہوجائیں گے۔

جب انہوں نے یہ سارے تحفظات مدیحہ کے سامنے رکھے تو وہ چند لمحے ششدر سی انہیں دیکھتی رہ گئی پھر جب وہ بولی تو اس کے لہجے میں کسی بھی قسم کی لچک قطعاً مفقود تھی۔ وہ اپنے بابا کے روبرو آگئی‘ اس نے انہیں صاف بتادیا کہ وہ ہر صورت اپنی پسند سے شادی کرے گی خواہ اس کے لیے اسے کچھ بھی کرنا پڑے‘ مسئلہ یہ نہیں تھا کہ وہ تیمور کو پسند کرتی تھی بلکہ مسئلہ یہ تھا کہ وہ ہر صورت اپنے باپ کی جھوٹی شان اور انا پر ضرب لگانا چاہتی تھی۔ وہ ہر صورت باپ کی ضد کو توڑنا چاہتی تھی اور یوں جب دو ضدی اور سرکش آپس میں ٹکرائے تو سب کچھ ریزہ ریزہ ہوگیا۔

اسے یاد تھا وہ دن جب تیمور کے ماں باپ مدیحہ کا رشتہ مانگنے آئے تھے۔ چوہدری عارف علی کی دھاڑ سے سارا گھر گونج اٹھا۔ انہوں نے تیمور کے ماں باپ کا قطعی کوئی لحاظ نہ کیا بلکہ انہیں انتہائی بدتر زبان میں بے عزت کرکے گھر سے نکال دیا۔

اصل طوفان اگلے دن آیا جب مدیحہ نے نکاح کے پیپرز لاکر ان کے سامنے پھینکے اور چیلنج کرتے ہوئے بولی تھی کہ اب وہ کیا کریں گے؟ اور انہوں نے بھی بتادیا کہ وہ اس کے باپ تھے‘ انہوں نے نازش کو طلاق دے کر اسی وقت دونوں کو گھر سے نکال دیا۔ ان کے نزدیک مسئلے کا یہ سب سے بہترین حل تھا۔

❁......❁......❁

اس کے بعد کے واقعات میں شہزاد کے لیے اذیت و دکھ کے سوا کچھ نہ تھا۔ نازش اتنا بڑا صدمہ برداشت نہ کرپائیں۔ تیسرے دن تیمور کے گھر انہیں ہارٹ اٹیک ہوا اور ہسپتال لے جاتے ہوئے راستے میں ہی ان کی ڈیتھ ہوگئی۔ شہزاد پر یہ دہرا صدمہ ٹوٹا تھا۔ لمحوں میں ہنستے بستے گھر کا شیرازہ بکھر گیا تھا۔ قصوروار کون تھا شاید ضد اور انا...... شاید حالات؟ شاید جلد بازی اور جذباتیت میں کیے گئے اندھا دھند فیصلے یا پھر شاید سب سے بڑھ کر جذبہ انتقام......

انسان کو اشرف المخلوقات بنایا گیا مگر کبھی انسان بعض دفعہ اپنے مرتبے سے گرکر وہ حرکتیں کرتا ہے کہ جانوروں کو بھی مات دے دیتا ہے اور ایسا کرتے ہوئے وہ یہ بالکل بھول جاتا ہے کہ اس کے پاس تو صحیح غلط کا اختیار ہے مگر جانور تو اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ماں کی وفات کے بعد مدیحہ کا شہزاد سے رابطہ بالکل منقطع ہوگیا تھا۔

چوہدری عارف علی کی طرف سے اس پر اس قدر سخت پابندی تھی کہ اس کے فون ریکارڈ ہوتے تھے۔ شہزاد بُری طرح بے بس تھا اور سب سے بڑھ کر وہ باپ کے دست نگر تھا۔ اخبار میں نئی جاب میں آنے کے باوجود اس کی انکم نہ ہونے کے برابر تھی۔

مدیحہ کو کب پروا تھی کسی کی؟ اس کی زندگی میں کوئی غم نہ تھا۔ وہ اپنے فیصلے سے پوری طرح مطمئن تھی۔ ہاں ابتدائی کچھ ماہ وہ ماں کی ناگہانی وفات پر ازحد ڈسٹرب رہی تھی مگر اس کی اسٹڈیز اور تیمور کی محبت نے اسے واپس زندگی کی طرف کھینچ لیا تھا۔ مگر اس کے باوجود اس کی زندگی میں یہ اذیت تھی کہ اس کی ماں اس کی وجہ سے اذیت برداشت کرتی اس دنیا سے چلی گئی' وہ مظلوم تھیں اور ناحق وہ اپنے شوہر کے ظلم کا شکار ہوئی تھیں۔ اس کے دل میں باپ کے خلاف نفرت مزید بڑھ گئی تھی اس نے باپ کو کبھی معاف نہ کرنے کا عہد کیا تھا۔

❀......❀......❀

زندگی خاک نہ تھی' خاک اڑاتے گزرنے لگی۔ مدیحہ نے خود کو مکمل طور پر مصروف کرلیا' تیمور طارق ایک بہترین ساتھی ثابت ہوا تھا۔ ایک دل گداز' غم گسار اور جاں سوز محبت کرنے والا شوہر...... اسے شدت سے احساس ہوتا کہ اس کا فیصلہ بالکل ٹھیک تھا مگر اس کی قیمت بہت بھاری ادا کی تھی اس نے؟ اس کا گھر تو بن گیا تھا مگر اس کے گھر کے بنتے بنتے اس کے ماں باپ کا گھر اجڑ گیا تھا۔ اسے اپنا نرم دل اور دھیمے مزاج کا پیارا سا بھائی بہت یاد آتا تھا۔

جس سے اسے بے تحاشا محبت تھی اور جو اس سے بے تحاشا محبت کرتا تھا۔ بار بار اس سے رابطہ کرنے کی کوشش میں ناکام ہوکر وہ کئی بار تیمور کے آگے رو چکی تھی۔ مگر وہ ہر بار بہت تحمل سے اسے تسلی دیتا تھا کہ......

"چیزوں کو ان کے مقام پر آنے میں وقت تو لگتا ہے نامدیحہ! اسے وقت دو' وہ مجبور ہے اور تمہارے بابا کا اکلوتا بیٹا ہے' وہ خود غرضی کیسے دکھا سکتا ہے۔ وہ کس بنیاد پر انہیں چھوڑے؟ اور میں خود بھی ایک بیٹا ہوں' میں کبھی نہیں چاہوں گا کہ وہ اپنے باپ کو چھوڑے۔" اس نے دو ٹوک انداز میں سمجھایا تھا۔

"کم از کم تمہارا باپ میرے باپ جیسا نہیں ہے۔" اس نے نفرت سے کہا' اس کی بات سن کر تیمور کے چہرے کا رنگ پل بھر کو بدل گیا۔

"سنو مدیحہ! ماں باپ اچھے یا بُرے نہیں ہوتے' ماں باپ صرف ماں باپ ہوتے ہیں۔ ان کا قصور صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ ہمیں اس دنیا میں لانے کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور ہمارے جیسی اولاد ساری زندگی انہیں اس قصور کی سزا دیتی ہے۔" اب کی بار تیمور کا لہجہ تلخ تھا' مدیحہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ٹھیک ہے میں مانتی ہوں کہ ماں باپ غلط نہیں ہوسکتے مگر جو میرے پاپا نے کیا وہ قطعی غلط تھا۔ کم از کم ان کی سفارش نہیں کرسکتے۔" اس نے روکیا۔

"ہاں ٹھیک کہہ رہی ہو مگر کوئی بھی انسان مکمل نہیں ہوتا۔" تیمور نے جتایا۔

"مگر شعوری غلطی اور تکبر کی حرص میں انسان کبھی مکمل نہیں ہوتا۔" وہ کہاں پیچھے ہٹنے والی تھی۔

"تم نے بھی تو ضد اور غرور میں آکر انہیں نیچا دکھایا تھا۔" وہ دوبدو بولا' جواباً مدیحہ کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔

"تمہارا کیا مطلب ہے میں نے غلط قدم اٹھایا صرف انہیں نیچا دکھانے کے لیے؟ اور میری تم سے محبت اسے کسی کھاتے میں نہیں لاتے تم......" وہ غرا کر بولی۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" تیمور گڑبڑایا۔

"تمہارا جو بھی مطلب تھا' آئندہ تم نے مجھے اس حوالے سے لعن طعن کرنے کی کوشش کی تو انجام یاد رکھنا۔ میں روایتی لڑکی نہیں ہوں جو یہ ذہنی ٹارچر برداشت کروں گی۔ میں تمہیں تمہارے والدین کے ساتھ چھوڑ کر بخوشی چلی جاؤں گی۔ مجھے اپنے فیصلے لینے آتے ہیں اور تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو۔" اس کا لہجہ بے لچک اور سرد تھا۔

❀......❀......❀

اس کا ایم بی بی ایس کا آخری سال تھا' جب شہزاد کا اس سے رابطہ بحال ہوا تھا۔ وہ بے پناہ خوش تھی' اسے اپنا اکلوتا رشتہ واپس مل گیا تھا' تیمور بھی خوش تھا مگر افسوس ناک بات یہ تھی کہ شہزاد نے ابھی تک بابا کو نہیں بتایا تھا' اس نے ان سے چھپا کر مدیحہ سے رابطہ رکھا تھا۔ مدیحہ کو جب اس بات کا پتا چلا تھا تو وہ شہزاد سے خوب جھگڑی تھی' مگر جانتی تھی وہ بھی بے بس تھا اس لیے جل کڑھ کر خاموش بیٹھ گئی۔

زندگی کتنی عجیب چیز ہے' ساری زندگی ہم رشتوں کی قدر نہیں کرتے اور جب بھی رشتے ہم سے دور چلے جاتے ہیں تو پھر ہمیں ان کی قدر آتی ہے۔

مدیحہ کے لیے بھی شہزاد صرف بھائی تھا مگر جب وہ سسرال گئی تب اسے شہزاد کی اہمیت پتا چلی تھی۔ اب وہ حقیقتاً اس کا سرمایہ اس کا ماں جایا بنا اور اسے احساس ہوا کہ رشتے زندگی کے لیے کتنے ضروری تھے۔ زندگی کا کوئی بھی اہم لمحہ رشتوں کے بغیر قطعی قابل قبول نہیں ہوتا۔ نہ رمضان نہ عیدیں' نہ کوئی مقامی تہوار کچھ بھی' اس بار بھی ایسا ہی ہوا۔

اس بار رمضان آنے پر مدیحہ کو ماں کی بے حد یاد آئی تھی' جب بھی وہ صبح تیمور کو سحری کے لیے جگاتی وہ بمشکل جاگتا اور اذان سے دس منٹ پہلے جاگنے کی وجہ سے جلدی جلدی میں بس چند نوالے ہی لے پاتا اور یہ سب ہوتا بھی اس کی اپنی وجہ سے ہی تھا۔ وہ اسے اگر جلدی جگانے آجاتی تو بے حد غصہ کرتا اور یہ آرڈر بھی اسی کا جاری کردہ تھا کہ بس دس منٹ پہلے جگایا جائے' سحری کرتے ہوئے بھی دونوں کی نوک جھونک چلتی رہتی۔ تیمور کی بند ہوتی آنکھیں اور جمائیاں اسے غصہ دلاتی تھیں' اوپر سے اس کے غصہ دلاتے کمنٹس......

''یہ سحری کا وقت تھوڑا زیادہ نہیں ہوسکتا؟''

''زیادہ ہی ہے' جلدی اٹھا کرو۔'' وہ جتاتی۔

''کتنی جلدی اٹھوں؟'' وہ خفگی دکھاتا۔

''جلدی سوؤ گے تو جلدی اٹھو گے ناں' تمہیں کون کہتا ہے رات ایک بجے تک لیپ ٹاپ سے چمٹے رہو۔'' مدیحہ نے طنز کیا تو تیمور تڑپ اٹھا۔

''میں کام کررہا تھا۔''

''تو دن میں ختم کیا کرو نا اپنے کام۔'' اس نے نخوت سے کہا۔

''کاش سحری بھی دن میں ہوسکتی۔'' اس نے آہ بھرتے ہوئے کہا تو مدیحہ نے اس کے بازو پر ایک سخت مکہ مارا۔

''شرم کرو۔'' اس کے شرم دلانے پر وہ ہنس پڑا۔

رمضان میں مدیحہ کی روٹین میں ہنگامی تبدیلی آتی تھی' عبادات اور اذکار کا خصوصی اہتمام کرنا اس نے ماں سے سیکھا تھا اور یہ پہلا رمضان بھی تو تھا جس میں وہ ماں کے بغیر تھی اور شہزاد سے بھی تو دور تھی۔

حسب معمول کافی دن سے شہزاد کی کال نہیں آئی تھی اور اسی حساب سے مدیحہ نے بھی غصے میں آکر نہیں کی تھی جب کہ تیمور نے بارہا اسے کہا تھا کہ انا کو چھوڑ کر اسے اپنے بھائی کو منا لینا چاہیے۔ ہوسکتا ہے وہ مصروف ہو' جس کا جواب مدیحہ نے عین اس کی توقع کے مطابق دیا تھا۔

''میں ڈاکٹر ہوں اور اس سے زیادہ مصروف ہوں' وہ ایک سیکنڈ کلاس اخبار کا انچارج بن کر مجھ سے زیادہ مصروف نہیں ہوسکتا۔'' اس نے خشک انداز میں اس کی بات کاٹی تھی تیمور نے بغور اسے دیکھا۔

وہ تمہارا بھائی ہے مدی!'' اس نے جیسے یاد دلایا۔

''میں جانتی ہوں بہت اچھی طرح سے۔'' وہ افطار کی تیاری کے لیے جلدی جلدی ہاتھ چلا رہی تھی۔ تیمور نے بڑی حیرانی سے اسے دیکھا' وہ اپنے بھائی کے لیے بھی ویسی ہی ضدی تھی۔

''وہ تمہارا اکلوتا بھائی ہے۔'' تیمور نے قدرے تاسف سے کہا' زور ''اکلوتا'' پر تھا۔

''تو کیا......؟'' اس نے پلیٹ ٹیبل پر رکھتے ہوئے

بے نیازی سے کندھے اچکائے۔
''تمہاری ضد بہت بُری ہے مدی!'' اس نے خفا ہوتے ہوئے کہا۔
''تو ٹھیک ہے نا' مجھے ضد کیوں دلائی اس نے؟'' اس نے بے پروائی سے کہا۔
''اس کی کوئی مجبوری بھی تو ہوسکتی ہے۔'' اس نے سمجھانا چاہا۔
''مجھے مجبوریوں سے ویسے ہی نفرت ہے۔'' اس نے ٹیبل پر طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔
''اور اگر کبھی میرا تم سے کلیش ہوجائے تو تم میرے ساتھ بھی یہی کرو گی؟'' اس نے قدرے چبھتے ہوئے انداز میں پوچھا۔
''آف کورس......'' اس نے پانی کی بوتل رکھتے ہوئے اپنی ازلی بے نیازی سے کہا۔ تیمور چند لمحے بے یقینی سے اسے دیکھتا رہا پھر ایک جھٹکے سے اٹھا اور باہر نکل گیا۔
افطار میں صرف چند منٹ باقی تھے جب ہی وہ تیزی سے اس کے پیچھے لپکی وہ لاؤنج کراس کرکے باہر نکل رہا تھا۔
''تیمور! کیا بات ہے' کہاں جارہے ہو؟'' اس نے اسے آواز دیتے ہوئے کہا۔
''تمہیں اس سے فرق نہیں پڑنا چاہیے۔'' وہ ناراضگی سے کہتا واپس مڑ گیا' مدیحہ نے آگے بڑھ کر اس کا بازو تھام لیا۔
''کیا ہوا؟ ایسا کیا کہہ دیا میں نے؟ تم ایک دم سے کہاں جارہے ہو؟''
''تمہارے نزدیک گدھا گھوڑا برابر ہے' مجھے اپنی ضد کی بھینٹ چڑھانے سے پہلے اتنا سوچ لینا کہ میں کون ہوں؟ میں تمہارا شوہر ہوں مدیحہ!'' غصے سے بھڑکتے ہوئے وہ اسے یاد دلا رہا تھا۔
''اوکے...... فائن۔'' اس نے تسلی آمیز انداز میں اس کا بازو چھوڑا اور ایک طرف ہوگئی۔

''میں آئندہ اسے یاد رکھوں گی' اب اندر چلیں؟'' وہ سپاٹ لہجے میں بولی تھی' تیمور بھی سر ہلا کر اندر کی طرف بڑھ آیا۔ افطار کرتے ہوئے وہ دونوں خاموش تھے۔
''ویسے مجھے تمہارے اتنے عجیب ردعمل کی سمجھ نہیں آئی؟'' مدیحہ نے اس خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔ تیمور نے اپنی پلیٹ سے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔
''مجھے بہت غصہ آیا تھا۔'' اس نے صاف گوئی سے کہا' مدیحہ کچھ کہنے کی بجائے اس کی طرف دیکھتی رہی۔
''ٹھیک ہے ہماری شادی نارمل حالات میں نہیں ہوئی' مگر میں تمہاری عزت کو سب سے پہلے رکھتا ہوں مدیحہ! محبت اپنی جگہ ہے مگر اس کے باوجود آج تک میرے لب پر ایسی کوئی بات نہیں آئی جس سے تم ڈس گریس ہو مگر تمہارے وہ الفاظ سن کر مجھے لگا میں تمہارے نزدیک ذرا بھی قابل احترام و قیمتی نہیں ہوں۔'' اس کا لہجہ انتہائی افسردہ تھا۔
''ایم سوری! اگر تمہیں ایسا لگا تو......'' مدیحہ نے آہستگی سے کہا اور اسی رات جب وہ نماز پڑھ کر لوٹا تو مدیحہ لیپ ٹاپ بند کرکے اس کے پاس آگئی۔
''تیمور......'' اس نے بلایا۔ وہ جوا ئے سی کی اسپیڈ فل کررہا تھا' چونک کر پلٹا۔
''ہوں......'' اس نے بستر کی طرف جاتے ہوئے کہا' اب وہ تکیے سیدھے کرکے لیٹ رہا تھا۔
''مجھے بات کرنی ہے۔'' وہ بولی۔
''مجھے سونا ہے۔'' وہ سائیڈ کروٹ لے چکا تھا۔ مدیحہ نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اس کی پشت کو دیکھا۔
''میں کہنا چاہتی ہوں کہ میں تمہاری قدر کرتی ہوں۔'' اس نے تیمور کے ماتھے کو چوما اور اٹھ گئی' تیمور کی آنکھیں کھل گئیں۔
''مدی......'' اس نے آواز دی' وہ اس کی طرف پلٹ آئی۔
''ادھر آؤ۔'' اس نے ہاتھ آگے کیا' مدیحہ اس کا ہاتھ نظر انداز کرتے ہوئے بیڈ پر بیٹھ گئی۔ تیمور نے دیکھا اس

کی آنکھوں میں نمی تھی اُسے افسوس ہوا۔

''ایم سوری یار!'' اس نے مدیحہ کا ہاتھ تھام کر کہا۔

''اٹس اوکے۔'' وہ مہارت سے اپنے آنسو پی گئی۔

تیمور نے بھی بات کو لمبا کرنا مناسب نہ سمجھا تھا' وہ صرف اس وقت اس کا موڈ بدلنا چاہ رہا تھا۔

''شہزاد کے پاس چلیں گے عید پر؟'' اس نے کہا' مدیحہ نے حیران ہوکر اس کا چہرہ دیکھا۔

''واقعی......؟''

''ہاں' میں نے سوچا ہے یہ تمہاری پہلی عید ہے' اس لیے اسے ہم شہزاد کے ساتھ منائیں گے۔'' وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔

مدیحہ نے دل کی اداسی کو چھپا کر سر ہلا دیا' اسے جانے کیوں بابا بے حد یاد آئے تھے۔

❁......❁......❁
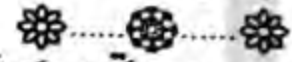
بابا کی طبیعت بہت خراب تھی' وہ پچھلے کئی دنوں سے ہسپتال میں تھے اور ان کی بیماری کی وجہ سے شہزاد کی ساری روٹین الٹی ہوئی پڑی تھی۔ اس کے لیے گھر' اسپتال اور اخبار کو منیج کرنا ایک مسئلہ بنتا جارہا تھا مگر وہ تاحال اس حقیقت سے' بے خبر تھا کہ ایسا ہوا کیوں کر تھا۔

ملازم اگلے دن ان کے کمرے کی صفائی کر کے لوٹا تو ہاتھ میں ایک اخبار تھا' شہزاد کی نظر جب اخبار پر پڑی تو لمحوں میں ساری کہانی اسے سمجھ آ گئی۔ تو یہ وجہ تھی ان کی ایک دم بیماری کی......اس کے اندر ویرانی اتر آئی۔

یہ وہی اخبار تھا جس میں اس کے چچا کی سجادہ نشینی کی خبر لگی تھی اور اس دن وہ اپنے بیمار باپ کو دیکھتے ہوئے یہی سوچتا رہا کہ خواہشات کیا واقعی انسان کو اس طرح سے غلام بنا لیتی ہیں کہ وہ کچھ بھی یاد نہیں رکھتا۔ اس کی اپنی پیدا کی ہوئی اولاد بھی اس کے نزدیک غیر اہم ہو جاتی ہے' کیا چاہتے تھے وہ اور کیا ملا تھا انہیں؟ انہیں نازش سے بہت پیار تھا اور یہ ایک حقیقت تھی کہ انہوں نے اپنی بیوی کے علاوہ کبھی کسی کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا تھا۔ دو ہی اولادیں تھیں مدیحہ اور شہزاد! اگر شہزاد نے ان کی امیدوں پر اچھا خاصا پانی پھیرا تھا تو مدیحہ نے سچ مچ ان کا بیٹا بن کر دکھایا تھا۔ ان کی ہر خواہش پوری کی تھی مگر اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ شہزاد سے کم پیار کرتے تھے اور مدیحہ سے زیادہ۔ محبت تو انہیں دونوں سے بے حد تھی مگر ہاں یہ کہا جاسکتا تھا کہ وہ مدیحہ کو زیادہ پسند کرتے تھے مگر اس سے بھی زیادہ انہیں ایک اور چیز پیاری تھی اور وہ تھی ''اقتدار کی کرسی'' درگاہ کی سجادہ نشینی۔

اور ہوا کیا؟ ان کے ہاتھ سے ہر چیز نکل گئی۔ اپنی اندھی خواہشات کی تقلید میں سب سے پہلے انہوں نے اپنی عزیز ترین ہستی' اپنی شریک حیات کو کھویا جس کے بغیر جینے کا تصور بھی کبھی نہ کیا تھا' اسے اپنے ہاتھوں سے گھر سے نکال دیا اور بہت بے دردی سے اس کے نام کے آگے سے اپنا نام الگ کر دیا......انہیں اپنی بیٹی مدیحہ پر بہت ناز تھا اور انہوں نے ہمیشہ اس کی ہر خواہش کو پورا کیا تھا جب اس کی زندگی کے اتنے اہم فیصلے کا وقت آیا تو اپنی غرض نے انہیں اندھا کر دیا۔

انہوں نے بے رحمی سے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور پھر جب اپنی مرضی کر کے ان کے سامنے آئی تو انہوں نے اسے بھی گھر سے نکال دیا۔ مگر ایسا کر کے بھی انہیں کب سکون آیا تھا بلکہ انتقام تو خاک لینا تھا' الٹا وہ ایسا بے سکون ہوئے کہ ہر چیز سے دل اُچاٹ ہو بیٹھا۔ انہیں نازش بے حد یاد آتی تھیں' انہیں مدیحہ بے حد یاد آتی تھی۔

مگر نازش سے تو وہ رشتہ ختم کر چکے تھے اور کس قدر افسوسناک خبر تھی ان کے لیے کہ انہوں نے نازش سے رشتہ ختم کیا اور وہ دنیا سے ہی رشتہ توڑ گئیں اور رہی مدیحہ......ان کی لاڈلی اور ضدی بیٹی......کبھی کبھی ان کا دل چاہتا وہ اس سے اپنی ساری ناراضگی ختم کر کے اس کے گھر چلے جائیں' اس کے شوہر سے ملیں۔ اسے دیکھیں کہ وہ کیسا شخص تھا جس نے ان کی بیٹی کو ان کے سامنے لا کھڑا کیا تھا کہ وہ اس قدر جرأت مند ہوگئی کہ از خود نکاح کر کے ان کے سامنے

نکاح نامہ لے کر آ گئی۔

ہاں یہ سچ تھا' کبھی کبھی وہ انہیں بے حد' بے حساب یاد آتی تھی' وہ اسے یاد کرتے کرتے نڈھال سے ہو جاتے۔ انہیں وہ اسی طرح اپنے سامنے چلتی پھرتی نظر آتی' ہنستی بولتی ان سے لاڈ کرتی' اپنی باتیں منواتی اور وہ اپنی جاگتی آنکھوں سے یہ خواب دیکھتے دیکھتے نڈھال ہو جاتے۔

انا کی جنگ میں ہم جیت تو گئے لیکن......!

پھر اس کے بعد بہت دیر تک نڈھال رہے

❀......❀......❀

وہ بڑی دیر تک خالی الدماغ آفس میں بیٹھا رہا پھر اس نے مدیحہ کو فون کیا۔

''ایک اہم میٹنگ کے لیے اسلام آباد جا رہا ہوں۔''

اس کا لہجہ عام سا تھا' مگر پھر بھی مدیحہ کا چونکنا لازم تھا جبکہ دو دن بعد عید تھی۔

''یوں اچانک...... خیریت؟'' اس کا لہجہ کھوج والا تھا۔

''ہاں' بس ایک دم ہی پتا چلا' اس لیے آفس سے ہی نکلنا پڑے گا۔'' اس کا انداز پہلے سے بھی بڑھ کر بے پروا تھا۔

''واپسی کب ہے؟'' اس نے بے چینی سے پوچھا۔

''کل تک آ جاؤں گا۔''

''آج کیوں نہیں؟''

''بہت مشکل ہے آج؟''

''کوشش بھی نہیں کرو گے؟''

''ہاں' کوشش پوری کروں گا۔''

''مجھے مس کرو گے؟'' مدیحہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

''بہت......'' وہ شدت سے بولا۔

''تم بھی ساتھ چلو۔''

''ممکن نہیں۔''

''کیوں؟''

''بہت مصروف روٹین ہے آج کل' نکل نہیں سکوں گی۔''

''میرے لیے بھی نہیں؟'' اس نے جیسے چیلنج کیا۔

چند لمحے خاموش رہی پھر جیسے فیصلہ ہو گیا۔

''تم میرے ہسپتال آؤ گے یا میں تمہیں آفس سے پک کر لوں؟'' وہ دبی مسکان سے کہہ رہی تھی۔ تیمور کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

''چلو اسی خوشی میں تمہیں عید کی شاپنگ بھی اسلام آباد سے کرواؤں گا۔'' اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ضرور' میری پہلی عید ہے شادی کے بعد' میں کون سا سستے میں چھوڑوں گی تمہیں۔'' اس نے دھونس سے کہا اور فون بند کر دیا۔

❀......❀......❀

عید آتی ہے دل دکھاتی ہے
یاد بچھڑے ہوؤں کی لاتی ہے
جن سے ملنے کا آسرا ہی نہیں
عید ان کا خیال لاتی ہے

وہ پچھلے چھ دن ہاسپٹلائزڈ رہنے کے بعد آج ہی گھر آئے تھے اور گھر انہیں کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا۔

شہزاد بے چارہ بھی اپنی ساری روٹین کو پس پشت ڈالے اس دن سے ان کی تیمارداری پر لگا ہوا تھا اور اب وہ سوچتے تھے کہ کتنا اچھا ہوا کہ ان کا بیٹا ویسا نہیں تھا جیسا وہ چاہتے تھے۔ اگر وہ ویسا ہوتا تو کبھی ان کا اتنا خیال نہ رکھ پاتا' یہ تو اس کے اندر اللہ نے اتنی خوبیاں رکھ دی تھیں جس کی وجہ سے وہ اس بڑھاپے اور بیماری کی حالت میں بھی بڑی عزت سے اس کے ساتھ تھے۔

آج انہیں محسوس ہوا تھا کہ اس کی نرم دلی' ہمدردی اور خلوص اتنے بے قیمت نہ تھے جتنے وہ خیال کرتے تھے۔ عید میں بھی کچھ ہی دن تھے مگر وہ لامحدود اداسی جوان کے اندر رچی بسی ہوئی تھی اس کا تو کوئی اختتام ہی نہ تھا......

کاش ممکن ہو پاتا جو وہ سوچتے تھے۔ اس عید پر انہیں اپنی بیٹی کی پیاری صورت دکھ سکتی وہ تنہائی میں کئی بار رو پڑے

تھے۔ مگر کتنا عجیب لگتا تھا کہ وہ شہزاد سے کہتے کہ وہ مدیحہ کو منا لائے‘ وہ اسے دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ کیسے کہتے‘ وہ تو انا پرست تھے۔

شہزاد بڑے دنوں سے یہ سب دیکھ رہا تھا‘ وہ بے خبر نہیں تھا وہ باپ کی بے چینی کا سبب خود جانتا تھا۔

❀......❀......❀

ایک ریسٹورنٹ کے اندرون ماحول کا منظر تھا‘ اردگرد ایک مخصوص چہل پہل تھی جو کہ عید سے تعلق رکھتی تھی۔

”مجھے آج میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی ملی ہے۔“ اس کی آنکھوں میں نمی کی چمک تھی۔

”وہ کیسے؟“ وہ ہنسا۔

”آپ سے ملنا بھی خوشی ہے مگر اصل خوشی مجھے آپ کے خیالات جان کر ہوئی ہے‘ آج کل ایسا کون سوچتا ہے؟ جیسا آپ کا دل ہے ویسا تو کسی کا ہوتا ہی نہیں۔“ وہ توصیفی انداز میں کہتا ہوا آخر میں اس کا ہاتھ تھام گیا۔ تیمور بے ساختہ ہنس پڑا۔

”مجھے تم سے زیادہ خوشی ہے شہزاد! تم اندازہ نہیں لگا سکتے میں کتنے خدشات لے کر آیا ہوں یہاں پر۔ مجھے کچھ پتا نہیں تھا کہ میں تم سے مل پاؤں گا یا نہیں‘ یہ بھی بات واضح نہ تھی کہ تم مجھے قبول کرو گے یا نہیں۔ اگرچہ میں تم سے بے شمار بار فون پر بات کر چکا تھا اور تمہارا رویہ ہمیشہ ہی بہت اچھا ہوتا تھا‘ مگر اس کے باوجود یہ بات بھی حقیقت تھی کہ میں تیمور طارق ایک ناگوار حادثے کی صورت میں آپ کے خاندان کا حصہ بنا تھا۔ میں بھی اسی دنیا میں رہتا ہوں جانتا ہوں کہ ایسے رشتوں کی کوئی وقعت‘ کوئی حیثیت نہیں ہوتی مگر پھر بھی میں اس لیے یہاں آیا ہوں تاکہ کوئی تو روایت بدلے‘ کوئی تو ان بدنما زنجیروں کو توڑے جن میں ہم سب قید ہیں۔ ہماری شادی کوئی نارمل حالات میں نہیں ہوئی اور اسے آپ کی فیملی میں اور معاشرے میں سماجی مقبولیت ملنے میں بہت وقت لے گا مگر پھر بھی میں چاہتا ہوں ہم اس کا آغاز تو کریں‘ ہم پہلا قطرہ تو بنیں۔ میں یہ باتیں اس لیے نہیں کر رہا کہ میں خود کو اچھا ثابت کر سکوں بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میری فیملی مکمل ہو۔ میں اکلوتا ہوں اور شاید کہیں اندر یہ حرص رکھتا ہوں کہ آپ جیسا بھائی مل جائے اور شاید کہیں اندر یہ لالچ بھی ہے کہ بیوی کے ساتھ بیوی کا سسرال بھی ملے مگر ان سب باتوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے مجھے درحقیقت مدیحہ کی خوشی عزیز ہے۔ آپ کے بغیر ہماری زندگی ہماری خوشی ادھوری ہے...... آپ جانتے ہیں کہ میری شادی کوئی روایتی عشق و محبت کا نتیجہ نہیں‘ یہ تو صرف مدیحہ کی ضد اور غصے کا نتیجہ ہے جو اسے اپنے بابا سے تھی مگر اب کافی وقت گزر چکا ہے میں چاہتا ہوں اب سب نارمل ہو جائیں۔ رشتوں کے بغیر زندگی گزر جاتی ہے مگر اس میں خوشیوں کے رنگ پھیکے ہوتے ہیں۔“ تیمور اپنی بات ختم کر کے خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا جو کہ خاموش تھا۔

”بھائی صاحب! آپ کنوینس ہو گئے یا میں اور بولوں؟“ تیمور نے اسے خاموش دیکھ کر چٹکلا چھوڑا‘ دونوں کا قہقہہ بے اختیار تھا۔

❀......❀......❀

عید میں بس دو دن تھے‘ گھر میں عجیب سی ہلچل تھی۔ بات ہی ایسی تھی گاؤں سے چچا افضل آئے تھے اور خاصی دھوم دھام سے ملازموں اور گارڈز کے جلوس میں آئے تھے‘ مٹھائیوں کے ٹوکرے اور پھلوں کے کریٹ اتنے تھے کہ صحن بھر گیا۔ وہ کئی کاموں کے لیے آئے تھے‘ سب سے پہلے عید کی مبارک دینے...... ان کی صحت یابی کی خوشی میں...... پھر اپنی سجادہ نشینی کی مبارک لینے...... اور پھر سب سے اہم کام‘ شہزاد کے لیے اپنی بیٹی شازمین کا رشتہ لے کر۔

مبارک باد دی گئی اور لی بھی گئی‘ مٹھائی کھائی اور کھلائی گئی مگر جہاں بات شہزاد کی شادی کی آئی وہاں چوہدری عارف ہچکچا گئے۔

”میں یہ فیصلہ ذاتی طور پر کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں افضل! میرا ایک بیٹا ہے اور وہ عام لوگوں سے بہت

مختلف ہے۔ اس کی سوچ مجھ سے بالکل الٹ ہے‘ میں اس کی رضا جانے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔“ ان کا لہجہ شہزاد کی محبت سے لبریز تھا۔ چوہدری افضل کے چہرے پر ایک تاریک سایہ لہرا گیا مگر وہ ضبط کر گئے‘ اسی شب یہ قافلہ واپسی کو روانہ ہوا۔ اگلی صبح بڑی روشن اور چمک دار تھی اور اس کی ایک خاص وجہ تھی۔

❀......❀......❀

دو دن سے مسلسل وہ اسے شاپنگ کروا رہا تھا‘ دوسرے لفظوں میں جی بھر کے اسے خوش کر رہا تھا۔ اسے خوب گھمانے کے بعد اور دل بھر کے چاند رات سے لطف اندوز ہونے کے بعد وہ دونوں واپس جا رہے تھے۔ گاڑی بڑے جانے پہچانے راستے پر چلنے لگی تو مدیحہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

”یہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟“ اس نے بے چینی چھپاتے ہوئے پوچھا۔

”گھر......“ اس نے اطمینان سے کہا۔

”کس کے گھر؟“

”اپنے گھر مدی...... ہمارے گھر۔“ اس نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ مدیحہ کی آنکھوں میں الجھن تیر گئی مگر وہ اب کی بار خاموش رہی اور کچھ دیر بعد اسے واقعی ”اپنا گھر“ نظر آ گیا اس نے گاڑی روک دی۔

”تیمور......“ اس کی آواز کپکپا گئی۔ تیمور نے ایک بار پھر اسے مسکرا کر تسلی آمیز انداز میں دیکھا اور سر ہلا کر اس کا ہاتھ تھپکا۔

”آؤ‘ سب ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔“ وہ اس کا ہاتھ تھام کر باہر نکل آیا۔

گیٹ وا کر دیا گیا‘ پورچ میں ہی شہزاد ان کے استقبال کے لیے کھڑا تھا۔ مدیحہ کی آنکھوں کے آگے آنسوؤں کی گہری دھند تھی‘ وہ بے ساختہ دوڑ کر اس کے ساتھ لگ گئی۔ شہزاد اپنی آنکھوں کی نمی چھپا کر اسے تسلی دے رہا اور پھر وہ سب اندر چلے گئے‘ اس نے بابا کو دیکھا جو کہ بستر پر تھے اور وہ کتنے کمزور اور نحیف تھے۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا‘ وہ ان کا ہاتھ تھامے کتنی ہی دیر روتی رہی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر بے انتہا خوش ہوئے تھے اور اس کا ثبوت یہ تھا کہ انہوں نے بڑی فراغ دلی سے تیمور کو سینے سے لگایا اور یہ ان کی اس رشتے کی قبولیت کا اعلان تھا۔

مدیحہ بے حد حیران تھی وہ تو سوچتی تھی کہ بابا کسی صورت تیمور کو قبول نہ کریں گے بلکہ جب وہ اندر داخل ہوئے تو کہیں اندر سے اسے یقین تھا کہ بابا تیمور کو دیکھتے ہی بھڑک اٹھیں گے مگر جیسا اس نے سوچا ویسا کچھ نہ ہوا اور جو ہوا تھا وہ اس کے گمان سے بالاتر تھا......

وہ بے انتہا خوش تھی اور کہیں اندر سے اس اچانک تبدیلی پر حیران بھی تھی آخر یہ سب ہوا کیسے؟ اس کے اندر کئی سوالات کلبلا رہے تھے مگر فی الوقت وہ ایسا کچھ بھی پوچھ کر ماحول اور موڈ خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔

❀......❀......❀

آج پہلی بار وہ اس کے گھر اس کے کمرے میں آیا تھا اور مدیحہ کی خوشی اس کے چہرے سے چھلکی رہی تھی۔ وہ اسے ایک ایک چیز دکھا رہی تھی اسے اپنے بچپن کی باتیں اس گھر اور کمرے سے جڑی اپنی ساری یادیں سنا رہی تھی اور وہ سن رہا تھا...... آج پہلی بار اس نے مدیحہ کو اتنا بولتے سنا تھا اور اسے یوں بلا تکلف‘ بنا رکے بولتے سننا ایک دلچسپ تجربہ تھا۔ اسے احساس ہوا کہ وہ اسے کتنا چاہتا تھا اور اگر وہ اسے اس کے والدین سے نہ ملواتا تو شاید خوشیوں کے یہ رنگ مدیحہ کے چہرے پر کبھی نہ دیکھ پاتا۔ اس کی یہ مسکراہٹ اور آنکھوں کی چمک کبھی اتنی تاباں نہ ہوتی اور اس نے سوچا کہ فقط ایک انا کا سر کچل کر اس نے زندگی کی کیسی انمول خوشی پائی تھی۔

❀......❀......❀

سوچ بدلنا‘ دل بدلنے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اس کا اندازہ انہیں تب ہوا جب انہیں اپنی فرسودہ‘ گھسی پٹی سوچ بدلنا پڑی۔ مدیحہ کی دفعہ انہوں نے ضد اور انا میں آ کر سب کچھ برباد کر دیا تھا مگر اب معاملہ بالکل

مختلف تھا۔ اب مقابلہ ان کے حساس اور فرماں بردار بیٹے شہزاد سے تھا وہ جانتے تھے کہ اگر انہوں نے اسے کہا کہ وہ اس کے چچا کو ہاں کر چکے ہیں تو وہ کسی صورت انکار نہیں کرے گا لیکن پھر انہوں نے سوچا کہ وہ ایسا کیوں کریں' وہ ان کا بیٹا جس نے اب تک ہر قدم پر ان کا ساتھ دیا تھا' ان کے لیے دن رات کا فرق بھول گیا تھا۔ ان کی تیمارداری ہی نہیں کی بلکہ ہر ممکن دل جوئی بھی کی تھی اور اب یوں ایک دم وہ اس پر اس کی زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ تھوپتے تو یہ کس قدر ظلم ہوتا اور سب سے بڑا اس کا احسان' مدیحہ کو واپس لے کر آیا تھا' کیسے ان کے اندر کی بات جان گیا تھا۔ وہ کیسے یہ راز پا گیا تھا کہ وہ مدیحہ کے لیے تڑپ رہے تھے وہ واقعی ان کا پیارا بیٹا ان کو سمجھنے والا تھا جو ان کی تڑپ کو پا کر بھی انہیں جتائے بغیر مدیحہ کو ان کے لیے واپس لے آیا تھا۔

ان کے دل سے اس کے لیے دعائیں نکلتی تھیں ''اے اللہ! آپ میرے پیارے بیٹے کو دونوں جہانوں کی کامیابی عطا کیجیے گا' اسے وہ سارے سکھ دیجیے گا جو وہ دوسروں کو دیتا ہے' آمین۔'' اور یہی ان کا فیصلہ تھا کہ اب کوئی بھی فیصلہ اس کی مرضی کے بغیر نہ ہوگا اور جب سب لوگ بہت خوش خوش کھانا کھانے کے بعد سونے گئے تو انہوں نے اسے اپنے کمرے میں بلایا۔

''بیٹھو بیٹے! مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔'' انہوں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

''جی بابا!'' وہ بیٹھ گیا۔

''تم آگاہ ہو کہ تمہارے چچا کیا مدعا لے کر آئے تھے میں کوئی فیصلہ نہیں کروں گا کیونکہ میں اس کا اختیار تمہیں سونپتا ہوں۔ میں نے مدیحہ کو شیروں کی طرح پالا تھا' پھر پتا نہیں کیوں اسے غلام کرنا چاہا۔ زبردستی اس کے گلے میں رسی ڈالنی چاہی' جب ساری زندگی اسے اپنی مرضی کی اجازت دی تھی تو اب جانے کیوں اس پر آمریت جھاڑنی چاہی مگر ایسا نہ ہو سکا وہ شیر تھی اور شیر ہی رہی۔ اس نے جھکنا سیکھا ہی نہیں مگر جانے میں نے کیوں اسے جھکانا چاہا؟ وہ جھک تو نہ سکی ٹوٹ گئی۔ اب جبکہ بڑی مشکل سے سب ٹھیک ہوا ہے' میں تمہیں ٹوٹتا نہیں دیکھ سکتا۔ تم میری قیمتی متاع ہو' میں تم پر کسی صورت اپنی مرضی نہیں ٹھونسنا چاہتا' فیصلہ تمہارا ہوگا۔'' وہ اپنی بات ختم کر کے خاموش ہو گئے۔

❀......❀......❀

وہ ادھوری' بوسیدہ اور ٹوٹی بکھری تصویر آج بڑی مکمل اور خوشنما سی میرے سامنے ہے۔ میں نے قہقہے لگاتی مدیحہ کو دیکھا جس کی خوشی مکمل تھی' پھر تیمور کو جو کہ بڑا آسودہ اور پُرسکون نظر آتا تھا اور جس کی والہانہ نظر جب مدیحہ پر پڑتی تھی تو آنکھوں کی چمک بڑھ جاتی تھی۔ پھر میں نے ہولے ہولے انہیں سارا معاملہ بتا دیا۔ مجھے یقین تھا' مدیحہ کسی صورت نہیں مانے گی اور ایسا ہی ہوا مگر اس سے بھی بہتر آپشن میرے پاس تھا۔

''میں خود تمہارے ساتھ ہوں مدیحہ! میں جانتا ہوں کہ شازمین ایک دولت منداور بارسوخ باپ کی بیٹی ہے' اسے کوئی بھی رشتہ مل جائے گا جو اس کے معیار کے مطابق ہو مگر میں تو روایت بدلنا چاہتا ہوں۔ میں رحمہ کو اپنانا چاہتا ہوں۔'' میری آواز میں وہ ایک نام لیتے ہوئے ایسا بدلاؤ تھا کہ مدیحہ کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

''کیسی ہے وہ...... پیاری ہے؟'' وہ تجسس سے پوچھ رہی تھی۔

''بے فکر رہو' تم سے زیادہ نہیں۔'' میں نے بے چارگی سے کہا جس پر ہم تینوں کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

مجھے یقین تھا میرے فیصلے پر بابا بھی کوئی اعتراض نہیں کریں گے کیوں کہ اب وقت بدل گیا ہے۔

سوچ بدل گئی تھی...... اب جیت انا کی نہیں محبت کی ہوئی تھی۔

سمیرا شریف طور
ٹوٹا ہوا تارا

قسط نمبر 33

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

خزاں کے ہاتھ مجھے اس نے پھول بھیجے ہیں
وہ دوستوں میں ہے کہ دشمنوں میں سوچیں گے
تیرے بغیر کس طرح وقت گزاریں گے
ملے گا وقت تو فرصتوں میں سوچیں گے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

اپنی ذات میں آنے والی اس تبدیلی پر شہوار بے حد خوش ہوتی ہے لیکن اس خوشی کے موقع پر تابندہ کی غیر موجودگی پر افسردہ ہوجاتی ہے ایسے میں مصطفیٰ اپنی چاہت و بھرپور توجہ سے اسے سنبھال لیتا ہے۔ احسن نہایت غصے کے عالم میں حماد کے آفس پہنچ کر اسے انا سے دور رہنے کا کہتا ہے حماد اس کے دھمکی آمیز رویے کو خاطر میں لائے بغیر صاف الفاظ میں انا کے لیے رشتہ بھیجنے کی بات کرتا ہے اس سلسلے میں انا کی جانب سے پیش قدمی کا سن کر احسن شدید اشتعال میں آجاتا ہے۔ حماد انا کو تمام صورت حال سے آگاہ کرتے اپنے گھر والوں کو لانے پر بضد ہے جبکہ احسن کے اس اقدام پر انا حیران رہ جاتی ہے۔ کاشفہ کی دھمکی آمیز فون کالز انا کا سکون برباد کیے رکھتی ہیں۔ دوسری طرف روشی اس کے انداز پر چونک جاتی ہے لیکن انا خود سے اسے کچھ نہیں بتاتی روشی اس موضوع پر ولید سے بات کرتی ہے اسے لگتا ہے ضرور انا کو بلیک میل کیا جارہا ہے ولید ایک بار پھر انا سے بات کرتا ہے جب ہی اس کے موبائل پر کاشفہ کی کال آجاتی ہے ولید اس کے ہاتھ سے موبائل لینے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس سے پہلے انا اپنا فون دیوار پر دے مارتی ہے انا کی اس حرکت پر شدید اشتعال کا شکار ہوتے ولید کا ہاتھ اس پر اٹھ جاتا ہے جبکہ انا ولید کے اس جارحانہ سلوک پر مزید بدظن ہوجاتی ہے۔ چوہدری حیات علی رقم کا انتظام کر کے شہر پہنچتے ہیں تو وہاں شادی کی تیاریاں دیکھ کر اضطراب میں مبتلا ہوجاتے ہیں وہ اس معاملے میں صفدر سے بات کرتے ہیں جبکہ صفدر اپنی مجبوریوں کا رونا رو کر انہیں مطمئن کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے صفدر اس جواری کو فی الحال ٹال دیتا ہے اس کے لیے اتنی بڑی رقم کا تصور ہی بہت خوش آئند ہے جبکہ زیب النساء کی ماں انہیں تمام حقیقت سے آگاہ کرتے صفدر کی لالچی طبیعت کا بتا کر اپنی بیٹی سے نکاح کی درخواست کرتی ہیں لیکن حیات علی اپنی شادی شدہ زندگی کا بتا کر اپنی مجبوری ظاہر کرتے ہیں دوسر طرف اس عورت کی بگڑتی حالت کے پیش نظر وہ فوراً ہی زیب النساء سے نکاح پر آمادہ ہوجاتے ہیں اور فی الحال اپنے گھر والوں کو اس بات سے لاعلم رکھتے زیب النساء کو تمام حقیقت سے آگاہ کردیتے ہیں۔ زیب النساء حالات سے سمجھوتہ کرتے یہ جان لیتی ہے کہ ابھی ایک کٹھن زندگی اس کے سامنے ہے اور چوہدری حیات علی گاؤں لوٹ جاتے ہیں اور زیب النساء کی زندگی میں سوائے انتظار کے کچھ نہیں بچتا۔ کالج سے واپسی پر انا کا ارادہ شہوار کی طرف جانے کا ہوتا ہے لیکن ڈرائیور کے انکار پر وہ شدید اشتعال میں آجاتی ہے گھر والوں کی اس بے اعتمادی پر وہ بکھر جاتی ہے جب ہی صبوحی بیگم اسے سمجھانے کی کوشش کرتی ہیں دوسری طرف وقار صاحب حماد اور گھر والوں میں کسی ایک کا چناؤ اس کے سامنے رکھ کر اسے مزید اضطراب میں مبتلا کردیتے ہیں۔ رابعہ کی شادی کی تیاریاں زور و شور سے جاری ہوتی ہیں جب ہی ہادیہ رابعہ سے اصرار کرتی ہے کہ وہ اسے ابوبکر

سے ملوائے لیکن ابوبکر سے ملنے کے بعد ہادیہ بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا ہوجاتی ہے دوسری طرف رابعہ بھی صدمے سے گنگ رہ جاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❀......◉◉......❀

"آپ ہادیہ کو کب سے جانتے ہیں؟" ابوبکر اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا لیکن رابعہ کی بات سن کر ایک دم چونک اٹھا۔ وہ پلٹا اور رابعہ کے سامنے آ رکا۔

"ہادیہ.....؟" سر جھکائے ابوبکر نے کہا تو رابعہ ایک دم تیزی سے بولی۔

"میری دوست۔" اس کے چہرے پر ایک دم کھنچاؤ کی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔

"وہی جس سے آپ شام میں مل چکے ہیں۔" اس نے یاد دہانی کرائی تو ابوبکر نے ایک گہرا سانس لیا۔

"جسے دیکھ کر آپ چونک گئے تھے۔" ابوبکر نے خاموشی سے اپنے ماتھے پر دائیں ہاتھ کی انگلیاں اضطرابی انداز میں رکھی اور پھر رابعہ کو دیکھا وہ بہت سنجیدگی لیے سوالیہ انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔

"ایسا کچھ نہیں تھا۔"

"جھوٹ مت بولیں۔" وہ ایک دم تیزی سے بات کاٹ گئی۔

"جھوٹ نہیں بول رہا آپ کچھ نہیں جانتیں، اس لیے آپ.....!"

"میں وہ سب کچھ جانتی ہوں، جو آپ نے مجھ سے چھپایا ہے ہادیہ میری بیسٹ فرینڈ ہے اس کی زندگی کے ایک ایک گوشے ایک ایک لمحے کی گواہ ہوں میں اس کے جذبات، اس کے احساسات کچھ بھی تو مجھ سے چھپا ہوا نہیں ہے؟"

"میں نے کچھ بھی نہیں چھپایا۔ میں نے کئی بار آپ کو اپنے بارے میں بتانا چاہا لیکن آپ نے کہا کہ آپ کو کچھ نہیں جاننا آپ اپنی دوست ہادیہ کے بارے میں کیا جانتی ہیں مجھے نہیں علم۔" ابوبکر کا انداز مستحکم تھا۔ رابعہ نے بہت سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"میرے باپ نے دوسری شادی کرلی تھی میری اپنی اسٹیپ مدر سے کبھی بھی نہ بن سکی تھی وہ زندگی کا بہت جذباتی دور تھا ایک دن شدید جھگڑے کے بعد میں گھر سے نکل پڑا تھا۔ مختلف جگہوں پر دھکے کھانے کے بعد میں خان بابا کے پاس پہنچا تھا۔ وہ میری والدہ کے رشتے دار تھے وہ اکثر ہمارے پاس آتے رہتے تھے وہ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے، خان بابا ہادیہ کے گھر ملازم تھے۔ برسوں پرانے ملازم۔ مجھے ہادیہ بی بی کے والد نے اپنے گھر کے سرونٹ کوارٹر میں رہنے کی اجازت دے دی تھی۔ میں خان بابا کا رشتے دار تھا پہلے ٹائم کالج جاتا پھر ٹیوشنز پڑھاتا اور جو وقت بچتا میں ان کے گھر کے چھوٹے موٹے کام کر دیتا تھا مجھے ڈرائیونگ آتی تھی ہادیہ بی بی کے والد نے مجھے ڈرائیور رکھ لیا، تب ہادیہ بی بی اور ان کی والدہ کو باہر لانے لے جانے میں، میں نے محسوس کیا کہ ہادیہ بی بی میری ذات میں غیر معمولی کشش محسوس کرنے لگی ہیں میں ہمیشہ اپنی ذات کے دائرے میں گھرا رہنے والا انسان تھا۔ میں ان کی غیر معمولی دلچسپی سے ڈر گیا تھا۔ وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھیں بھلا میں ان کے لیول کا کیونکر ہوسکتا تھا انہوں نے مجھ سے کبھی بھی محبت کا اظہار نہیں کیا تھا لیکن میں ہر وقت ان کی دن بدن بڑھتی غیر معمولی توجہ دیکھ کر الجھنے لگا تھا وہ خوب صورت تھیں پڑھ رہی تھیں اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھیں صاحب جائیداد تھیں بھلا میں کیونکر ان کے معیار تک پہنچ پاتا یہ ٹھیک ہے کہ میرے والد معاشرے میں ایک اچھی پوزیشن رکھتے تھے لیکن اپنی سوتیلی والدہ کے سبب میں نے گھر چھوڑ دیا تو دوبارہ کبھی اس گھر میں واپس جانے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ ہادیہ بی بی کی وجہ سے مجھے لگنے لگا کہ اگر میں وہاں مزید رہا تو میری

تھے اور میں نہیں چاہتا تھا کہ کسی وجہ سے پوزیشن خراب ہو سکتی ہے ان کے والد مجھ پر بہت زیادہ اعتماد اور بھروسہ کرتے تھے اور میں نہیں چاہتا تھا کہ کسی وجہ سے میری ساکھ خراب ہو، تبھی میں نے کچھ دوستوں کی مدد سے امریکہ ویزہ کے لیے اپلائی کر دیا تھا اسکالرشپ کی بنیاد پر میری قسمت اچھی تھی جو بہت جلد میں اسکالرشپ کے لیے سلیکٹ ہو گیا تھا میں نے بس خان بابا سے ذکر کیا تھا اور پھر میں خاموشی سے وہاں سے امریکہ چلا گیا تھا وہاں جا کر ایجوکیشن کے ساتھ ساتھ میں نے جاب شروع کر دی تھی مجھے اپنے بل بوتے پر اپنا کیریئر بنانا تھا سو تب ہی مجھے سہیل ملا ہماری دوستی ہو گئی جو آج بھی برقرار ہے۔'' وہ سب بتا کر خاموش ہو گیا تو رابعہ نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔ ابوبکر کی کہانی میں کسی بھی قسم کا کوئی جھول نہیں تھا حرف حرف سچ تھا۔ یہ سب کچھ تو وہ ہادیہ سے بھی سن چکی تھی لیکن ابوبکر کون تھا کیا بیک گراؤنڈ تھا یا کہاں غائب ہو گیا تھا نہ ہادیہ کو علم تھا اور نہ ہی اسے پتا تھا۔ رابعہ آہستگی سے ایک طرف رکھی کرسی پر گرسی گئی تھی۔

''وہ پاگل ہے، اس نے زندگی میں صرف ایک شخص سے محبت کی تھی اور وہ آپ تھے اس کے اتنے اچھے اچھے رشتے آتے ہیں اور وہ انکار کر دیتی ہے۔ اس کی وجہ بھی جانتی ہیں کہ وہ ایسا کیوں کرتی ہے اسے نجانے کیوں ایک امید سی تھی کہ آپ ضرور واپس آئیں گے۔'' رابعہ کے الفاظ پر ابوبکر نے سختی سے لب بھینچ لیے تھے۔

''اس کے والدین بہت پریشان ہیں لیکن وہ شادی کے لیے نہیں مانتی۔'' ابوبکر خاموشی سے سنتا رہا۔

''ایک بات بتائیں گے؟'' رابعہ نے اچانک سر اٹھا کر ابوبکر کو بغور دیکھتے پوچھا تو وہ بھی دیکھنے لگا۔

''ہادیہ کی محبت کیا یک طرفہ تھی یا آپ بھی؟'' وہ بات ادھوری چھوڑ کر بغور دیکھنے لگی۔

ابوبکر نے اضطراری انداز میں لب بھینچے انگلیاں مسلتے کمرے میں چکر لگایا۔

''ہماری شادی ہو رہی ہے اب اس سوال کا کوئی فائدہ نہیں۔ میں محبت وحبت پر یقین نہیں رکھتا حقیقت یہ ہے کہ سہیل اور آپ کی فیملی کے ساتھ میری کمٹمنٹ ہو چکی ہے اور میں ہر حال میں کمٹمنٹ نبھانے والا انسان ہوں۔''

''اور دوسری طرف جو ایک لڑکی کی زندگی برباد ہو جائے گی وہ......؟'' وہ تڑپ اٹھی۔

''وقت سب سے بڑا مرہم ہے، پھر میرے اور ہادیہ بی بی کے اسٹیٹس میں بہت فرق ہے۔'' انداز میں ایک دم سنجیدگی در آئی تھی۔

''وہ کوئی عام سی جذباتی لڑکی نہیں ہے، اس نے دل کی گہرائیوں سے آپ کو چاہا تھا وہ آپ کی خاطر ایک آس ایک امید میں خود پر زندگی کا ہر دروازہ بند کر کے آپ کی آمد کی منتظر تھی اور اب جبکہ اسے علم ہو چکا ہے کہ آپ واپس آ چکے ہیں میری شادی آپ سے ہو رہی ہے وہ بالکل ٹوٹ جائے گی۔''

''تو بتائیے میں کیا کر سکتا ہوں؟'' ابوبکر نے پوچھا تو رابعہ خاموش ہو گئی۔

چند دن بعد اس کی شادی تھی۔ اگر وہ انکار کرتی تو سارے خاندان میں بدنام ہو جاتی اور اگر ابوبکر انکار کرتا تو سہیل اور ابوبکر کے رشتے کے درمیان ایک خلیج پیدا ہو جاتی تھی۔

''میں ایک پریکٹیکل سوچ رکھنے والا انسان ہوں میرے پاس بہت سارے رشتے نہیں ہیں سہیل کی دوستی میں، میں نے ایک بھائی کا سا پیار حاصل کیا ہے اور آپ کی فیملی سے گھر جیسی محبت۔ اب ان سب کے اعتماد کو نہیں توڑ سکتا۔''

''آپ واقعی ہادیہ سے محبت نہیں کرتے؟'' سوال ایسا تھا کہ ابوبکر چند پل کو بالکل خاموش ہو کر رہ گیا۔

رابعہ نے بہت دکھ سے ابوبکر کو دیکھا اور پھر سختی سے لب بھینچ لیے تھے۔

❀......❀❀......❀

چند دن گزرے تھے انہیں اطلاع ملی تھی کہ زیب النساء کی ماں کی طبیعت بہت خراب ہے وہ شہر جانے کی تیاری

شعر

حلف اٹھا لینے کے فوراً بعد ہر تازہ وزیر
قائد اعظم کے مرقد پر بھی جاتا ہے ضرور
اور وہاں جا کر یہ کہتا ہے وہ ان کی روح سے
میرے ہاتھوں قوم اچھا دن نہ دیکھے گی حضور

درخشاں بی...... چوتالہ

کرنے لگے تھے۔

"کہاں جارہے ہیں؟" زبیدہ نے انہیں تیار ہوتے دیکھ کر پوچھا۔

"شہر" انہوں نے مختصر کہہ کر سفید شلوار قمیص کے اوپر بلیک واسکٹ پہنی۔

"آج کل آپ شہر کے بہت چکر لگانے لگے ہیں۔" انداز میں کھوج تھی حیات علی کے ہاتھ رک دم رک گئے تھے۔

"کیا مطلب؟" بغور بیوی کو دیکھا۔

"کچھ دن پہلے ہی تو آپ شہر سے ہوکر آئے ہیں اب ایسا کیا ضروری کام آپڑا کہ پھر چل دیے۔" زہرہ کو اٹھائے زبیدہ سامنے آرکی تھیں۔ وہ حیات علی سے عمر میں بھی 8 سال بڑی تھیں پھر پانچ بچوں کی پیدائش نے بھی اثر دکھایا تھا زبیدہ کے جسمانی خدوخال اب ان کی عمر کو چھپا نہیں سکتے تھے وہ حیات علی کے سامنے ہمیشہ دبنے لگی تھیں اور آج کل یہ فرق حیات علی کو بڑی شدت سے محسوس ہونے لگا تھا۔ کہاں ایک کم عمر سی خوب صورت چلبلی ڈال جیسی زیب النساء اور کہاں بڑی عمر کی پانچ بچوں کی ماں۔

انہوں نے ناگواری سے بیوی کو دیکھا۔

زبیدہ اس گھر میں راج کرتی تھی۔

حویلی کے سیاہ وسفید کی مالک تھی۔

"ہر ضروری کام بتانا ضروری نہیں ہوتا۔" ناگواری سے کہہ کر وہ پلٹے تھے۔

"میں دیکھ رہی ہوں دن بدن آپ کا رویہ مجھ سے اور بچوں سے بدل رہا ہے کوئی بھی سوال کروں عجیب روکھا سا انداز ہوجاتا ہے۔" زبیدہ کی بات پر وہ ٹھٹک گئے تھے۔

آج کل لاشعوری طور پر ان سے ایسا ہورہا تھا وہ جان بوجھ کر زبیدہ یا بچوں کو اگنور نہیں کررہے تھے۔

"ایسی کوئی بات نہیں، بس آج کل کچھ زیادہ ہی مصروف ہوں، اسی لیے شاید تمہیں ایسا لگ رہا ہے۔" خود کو سنبھالتے زبیدہ کے قریب آکر مسکرا کر کہا تو زبیدہ نے بغور دیکھا۔

"تو پھر بتایا نہیں کس لیے جارہے ہیں آپ شہر؟"

"ایک دوست ہے اس کی والدہ کافی بیمار ہیں اسی کی عیادت کو جانا ہے۔" نظر چرا کر پیچھے ہٹے تھے۔

"واپس کب آئیں گے؟"

"شاید ایک دو دن لگ جائیں۔" سنجیدگی سے کہہ کر نظریں چرائے وہ اپنی چند ضروری چیزیں سمیٹ کر باہر نکل گئے تھے۔ زبیدہ نے خاموشی سے انہیں جاتے دیکھا تھا۔

❀......❀❀......❀

وہ کالج آئی تو شہوار موجود تھی۔

''کہاں تھیں تم؟'' سلام دعا کے بعد اس نے پوچھا تو شہوار مسکرا دی۔

''بس گھر میں ہی تھی، تم سناؤ تمہارا نمبر کیوں آف ہے، جب بھی کال کرو نمبر بند ہوتا ہے۔''

''موبائل ٹوٹ گیا ہے؟'' انا نے سنجیدگی سے کہا۔

''ہائے وہ کیسے، اتنا اچھا سیٹ کیسے ٹوٹ گیا۔''

''بس ہاتھ سے گرا اور ٹوٹ گیا۔''

''میں محسوس کررہی ہوں تم آج کل بہت بدلی بدلی سی لگنے لگی ہو جب سے وہ واقعہ ہوا ہے تم وہ والی انا لگتی ہی نہیں ہو۔'' شہوار نے چلتے چلتے پوچھا تو انا ٹھٹک گئی اس نے سختی سے دانت لب تلے دبا لیے تھے۔

''کیا بات ہے کوئی پریشانی ہے؟'' شہوار نے اسے بغور دیکھتے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلاتے قدم آگے بڑھا دیے تھے۔ شہوار نے چند پل اسے آگے بڑھتے دیکھا تھا۔

''لیکن کوئی تو ریزن ہوگی نا؟'' وہ پھر تیز تیز چلتے اس کے مقابل آرکی تھی۔

''بس ویسے ہی طبیعت بیزار ہورہی ہے کچھ اسٹڈی کا بہت حرج ہوچکا ہے سوچ رہی ہوں کہ کیسے کور ہوگا یہ سب۔'' وہ بات ٹال گئی تھی۔

شہوار نے اسے چند پل بغور دیکھا اور پھر سر ہلا دیا۔

''روشی کا سناؤ کیسی طبیعت ہے اب اس کی۔'' دونوں کاریڈور سے گزرتے ایک کمرے میں آ بیٹھی تھیں۔ بکس اور بیگ دوسری چیئر پر رکھتے شہوار نے پوچھا۔

''اچھی ہے منتھلی چیک اپ ہورہا ہے سب ٹھیک ہے۔''

''اچھی بات ہے تمہاری اور ولید بھائی کی شادی کب ہورہی ہے۔'' شہوار نے مسکرا کر پوچھا تو انا نے لب بھینچ لیے۔

''شاید کبھی بھی نہیں۔'' لہجے میں تلخی تھی۔ شہوار چونکی۔

''کیا مطلب؟''

''ہر بات کا مطلب نہیں ہوتا۔'' لہجے کی تلخی اسی طرح برقرار تھی۔ ''پھر بھی بغیر کسی ریزن کے بھی تو کوئی بات نہیں ہوئی۔''

''کیا ہوا ہے کوئی پرابلم ہے کیا؟'' شہوار پریشان ہوئی۔

''میں یہ منگنی ختم کرچکی ہوں۔'' انا کا انداز سنجیدہ اور دوٹوک تھا۔ شہوار ششدر سی رہ گئی۔

''کیوں؟'' بہت دیر بعد وہ کچھ بولنے کے قابل ہوئی تھی۔

''ہر کیوں کا جواب نہیں ہوتا؟''

''پھر بھی کوئی وجہ تو ہوگی نا؟ اور حیرت ہے مجھے کسی نے بتایا ہی نہیں۔''

''میں کسی اور کو پسند کرتی ہوں اور یہی سب سے بڑا ریزن ہے۔'' انا کا انداز ایک دم سپاٹ ہوگیا تھا۔ شہوار نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

انا بدل چکی تھی وہ یہ محسوس تو کرچکی تھی۔ لیکن اس حد تک بدل گئی ہوگی وہ یقین نہیں کرپارہی تھی۔

''کون ہے وہ؟''

''تم اسے جانتی ہو۔'' بیگ کی اسٹریپ سے کھیلتے انا نے کہا تو شہوار الجھی۔
''کسے؟''
''مصطفیٰ بھائی کا کزن ہے وہ۔'' شہوار نے حیران ہو کر انا کو دیکھا وہ مسلسل بیگ کا اسٹریپ کھول اور بند کر رہی تھی۔
''کون؟''
''حماد۔'' شہوار کو لگا تھا کہ جیسے انا نے اس کی سماعت پر ایک زوردار دھماکہ کیا ہو۔
''کیا............؟'' وہ بے یقینی سے اسے تکتی رہ گئی۔

❀......❀❀......❀

وقار صاحب آفس نہیں گئے تھے وہ پچھلی کئی راتوں سے سو نہیں پائے تھے ان کی طبیعت خراب تھی لیکن ان کا ذہن مسلسل پریشانی سے کچھ بھی کام کرنے سے قاصر تھا۔ انہیں انا بہت عزیز تھی۔ انا ان کی چہیتی بیٹی تھی۔ انہوں نے اسے بہت لاڈ اور محبت سے پالا تھا۔ انا کی کبھی بھی کوئی بھی فرمائش رد نہیں ہوئی تھی۔ اس کے منہ سے نکلی ہر بات پوری کی گئی تھی۔

ولید ان سب کی مشترکہ خواہش تھی خصوصاً ضیاء احمد کی دلی خواہش تھی کہ انا اور ولید کی شادی ہو۔ کسی کو بھی اعتراض نہ تھا۔ سب کچھ بہت اچھی طرح چل رہا تھا منگنی ہوگئی تھی لیکن اب اچانک نجانے یہ حماد کہاں سے آٹپکا تھا۔

اس دن انا کے ساتھ پارک میں موجود اسی لڑکے کو دیکھ کر ان کا پارہ ایک دم ہائی ہوا تھا وہ انا کو گھر لے آئے تھے۔ جی چاہ رہا تھا کہ جذباتیت کا مظاہرہ کرتے وہیں پارک میں کھڑے شخص کا گریبان پکڑلیں لیکن انہوں نے اپنے حواس بے قابو نہیں ہونے دیے تھے وہ انا کو لے کر گھر آگئے تھے لیکن انا سے وہ سب سن کر وہ جیسے ڈھے سے گئے تھے۔

انا کی گمشدگی اس کی دماغی کنڈیشن کا خراب ہونا سب کے پیچھے یہ ریزن تھا وہ کسی بھی طور پر یقین کرنے پر آمادہ ہی نہ تھے اور اب صبوحی بیگم نے بتایا تھا کہ وہ ولید سے مکمل طور پر انکار کر چکی ہے ان کی دھمکی کے باوجود۔

''وہ کہتی ہے اگر آپ کو حماد پسند نہیں تو کسی سے بھی میری شادی کردیں بے شک تعلق ختم کرلیں لیکن وہ کسی بھی قیمت پر ولید سے شادی نہیں کرے گی۔''

صبوحی کے منہ سے یہ الفاظ سن کر وہ گم صم ہوگئے تھے۔ وہ ایک جہاندیدہ سمجھدار انسان تھے انہوں نے بہت کم عرصے میں اپنا کاروبار بڑھایا تھا۔ وہ اپنا ہر فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر کرتے تھے لیکن اس دفعہ وہ بہت جذباتی ہورہے تھے۔ وہ ساری رات ایک پل کو بھی نہیں سو پائے تھے صبح سے ان کی طبیعت خراب تھی۔ وہ آفس بھی نہیں گئے تھے۔ آج ضیاء احمد کا چیک اپ تھا ولید ان کو ڈاکٹر کے پاس لے گیا تھا کوئی دو بجے کے قریب دونوں گھر لوٹے تھے۔

وقار کی طبیعت خرابی کے سبب آج صبوحی بیگم بھی بوتیک نہیں جا سکی تھیں۔ انا کالج اور احسن آفس میں تھے باقی لوگ گھر میں۔ ولید ضیاء احمد کو گھر چھوڑ کر آفس جانے کے لیے نکلا تو صغراں بلانے آگئی۔
''بڑے صاحب (وقار) بلا رہے ہیں۔''
''چلو میں آتا ہوں۔'' صغراں چلی گئی تو وہ بھی اندر آگیا تھا لاؤنج میں روشی سمیت صبوحی بیگم، وقار احمد ضیاء صاحب بھی موجود تھے۔
''آپ نے بلایا، خیریت۔'' ولید نے پوچھا۔
''بیٹھو۔'' وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔

سرخی بڑھنے لگی۔
"مجھے انا کے سلسلے میں بات کرنی ہے۔" دھیمے لہجے میں وقار نے کہا تو ولید کے چہرے کی سرخی بڑھنے لگی۔
"انا نے جس طرح یہ منگنی ختم کی ہے، اس پر میں بہت شرمندہ ہوں۔" انہوں نے شرمندگی سے کہا تو ضیاء صاحب نے گہرا سانس لیا۔
"ایسی بات مت کرو وقار، انا بچی ہے نا سمجھ ہے جذباتی ہو رہی ہے، سب ٹھیک ہو جائے گا۔"
"وہ نہ بچی ہے اور نہ ہی نا سمجھ، وہ یہ سب کچھ جان بوجھ کر رہی ہے میں نے بھی اب فیصلہ کرلیا ہے میں اب اسے مزید ہماری عزت سے کھیلنے کی اجازت نہیں دوں گا۔" ایک دم جذباتی ہوتے وقار صاحب نے کہا تو ضیاء صاحب نے پریشان ہو کر وقار کا چہرہ دیکھا۔
"میں اس لڑکے کے والدین کو بلوا رہا ہوں تا کہ ان سے فائنل بات کروں میں نے سوچ لیا ہے کہ بہت جلد انا کو اس لڑکے کے ساتھ رخصت کر کے اس سارے سلسلے کو ہی ختم کر دوں گا میں انا سے سب تعلق ختم کروں گا اور یہ ہی میرا آخری فیصلہ ہے۔" انداز دوٹوک تھا صبوحی بیگم تو ایک دم رونے لگ گئی تھیں۔ روشی نے فوراً قریب آ کر انہیں کندھوں سے تھاما۔
ضیاء صاحب کے چہرے پر پریشانی کی کیفیت پھیل گئی تھی۔
"ایسے جذباتی فیصلے اس طرح آنا فانا نہیں ہو جاتے، وہ بچی ہے اگر جذباتی ہو رہی ہے تو تم تو کم از کم سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو، وہ ہماری بچی ہے ایسے کیسے تم یہ فیصلہ کر سکتے ہو۔" ضیاء صاحب نے ناراضگی کا اظہار کیا۔
"تو کیا میں اس وقت کا بیٹھ کر انتظار کروں، جب وہ خود اس لڑکے کے ساتھ چلی جائے۔"
"اللہ نہ کرے۔" صبوحی بیگم تو دہل سی گئی تھیں۔
"کیسی باتیں کرتے ہو تم وقار، وہ ہماری بچی ہے ہمارے ہاتھوں پرورش پائی ہے اس نے، وہ بھلا ایسی ویسی کوئی حرکت کیوں کرے گی وہ کرداری لحاظ سے کوئی کمزور لڑکی نہیں ہے۔ وہ کبھی بھی کوئی غلط قدم نہیں اٹھائے گی۔" ضیاء صاحب نے ناراضگی سے کہا تو وقار نے ایک گہرا سانس لیا۔
"کبھی میں بھی یہی سوچتا تھا وہ اس لڑکے کو ہمارے سامنے تک لے آئی ہے۔ مجھے اب اس وقت سے ڈر لگتا ہے جب کوئی انہونی ہو، میں اب اس سلسلے کو ختم کرنا چاہتا ہوں اور بس۔"
"تم ایسا کچھ نہیں کرو گے انا میرے ولید کی منگیتر ہے۔" ضیاء صاحب نے پریشان ہو کر یاد دلانا چاہا۔
"وہ خود یہ منگنی ختم کر چکی ہے۔" وقار نے سنجیدگی سے اطلاع دی۔
"میں نہیں مانتا اس پر سب سے پہلے ہمارا حق ہے۔" وقار نے ایک گہرا سانس لیا اور ولید نے ایک دم کھڑا ہو کر کہا۔
"آپ کے ماننے یا نہ ماننے سے کچھ نہیں ہوگا بابا ہوگا وہی جو انا چاہتی ہے اور میں زبردستی کے رشتوں کا قائل نہیں ہوں مجھے اپنی سیلف ریسپیکٹ ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے۔ میرا خیال ہے انکل نے بالکل ٹھیک اور بروقت فیصلہ کیا ہے آپ بھی دل سے اس فیصلے کو مان لیں تو اچھی بات ہے۔" تلخی سے کہہ کر وہ لاؤنج سے نکل گیا تھا۔
سبھی نے بہت دکھ سے اسے جاتے دیکھا تھا۔

❁......❁❁......❁

شہوار سارا وقت سخت پریشان رہی تھی انا حماد کو پسند کرنے لگی تھی حماد کی وجہ سے وہ ولید سے منگنی توڑ چکی تھی۔ اسے یہ بات ہضم نہیں ہو پا رہی تھی۔ باقی سارا وقت اسے انا سے بات چیت کا موقع نہیں ملا تھا کچھ انا بھی اس سے دور رہی تھی۔ وہ انا کے لیے حقیقتاً دل سے پریشان ہو چکی تھی۔ آج اسے گھر جلدی آنا تھا سو وہ دو بجے کے قریب ہی گھر آ گئی

تھی ڈرائیور لینے آیا تھا۔
گھر میں سبھی کو اس کی پریگنینسی کی خبر مل چکی تھی ماں جی تو بے حد خوش تھیں خوش تو وہ خود بھی تھی لیکن تابندہ بوا کا خیال اسے غم زدہ کر دیتا تھا نجانے وہ کہاں تھیں اس کا دل چاہتا تھا کہ اسے بس کوئی اطلاع مل جائے وہ اڑ کر ان تک پہنچ جائے وہ گھر آئی تو شائستہ بھابی موجود تھیں۔ وہ شاید اسی سے ملنے آئی تھیں۔
آتے ہی وہ اس کو لے کر اس کے کمرے میں چلی آئی تھی۔
''کیا بات ہے خیریت ہے نا؟''
''تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔''
''ہاں کہیے۔''
''تمہاری دوست کے متعلق بات ہے۔'' انداز دھیما سا تھا شہوار چونکی یعنی کوئی بات تھی انا نے حماد سے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا بس یہ کہ وہ پسند کرتی ہے کیوں کیسے۔
''کیا مطلب...... کون سی دوست؟''
''انا......'' شہوار کا دل ڈوبنے لگا تھا۔
''میں سمجھی نہیں۔''
''چھوڑو تمہاری تو یکی دوست ہے کچھ نہ کچھ تو بتایا ہی ہوگا تمہیں تو۔'' شائستہ نے طنزیہ انداز اختیار کیا تو شہوار ٹھٹکی۔
''مجھے آپ کی کسی بھی بات کی سمجھ نہیں آ رہی جو بھی کہنا ہے صاف صاف کہیں۔''
''تمہاری دوست اور ہمارے حماد میں کوئی چکر چل رہا ہے ٹھٹک تو میں تب ہی گئی تھی جب حماد بہانے بہانے سے مجھے ساتھ لے کر اس کے گھر جاتا تھا لیکن سوچا میرا وہم ہوگا منگنی شدہ لڑکی ہے لیکن وہ تو آج حماد نے گھر میں خبر نشر کی ہے کہ وہ انا کو پسند کرتا ہے اور شادی کرنا چاہتا ہے لڑکی بھی اسے پسند کرتی ہے اس کی خاطر اپنی منگنی توڑ چکی ہے اس لیے اب ہم اس کا رشتہ لے کر انا کے گھر جائیں۔'' شائستہ نے ساری کہانی کہہ سنائی تھی۔
شہوار تو گم صم حیرت سے شائستہ کی شکل دیکھ رہی تھی۔
''تو بات یہاں تک پہنچ چکی تھی۔'' وہ بے یقین تھی۔
''تم جانتی تو ہو ہمارے ہاں خاندان سے باہر شادیوں کا رواج نہیں لیکن اب نئی جنریشن کی شادیاں ہو رہی ہیں تو حماد بضد ہے کہ وہ انا سے ہی شادی کرے گا۔ دو دن سے اس نے گھر میں یہ سلسلہ کھڑا کر رکھا ہے۔''
''یہ سب حماد نے بتایا ہے کیا؟'' وہ بہت الجھی ہوئی تھی۔
''تو اور کیا...... میں خود سے جھوٹ کیوں گھڑنے لگی۔ سچ کہوں لڑکی تو بہت اچھی تھی مجھے پسند بھی بہت تھی مگر یہ ولید سے منگنی توڑ کر حماد سے شادی کرنے والی بات مجھے سمجھ نہیں آئی...... حماد لاابالی اور جذباتی سا لڑکا ہے ٹھیک ہے اچھی جاب پر ہے اچھے گھرانے سے ہے۔ دولت عزت سب کچھ ہے مگر وہ اور ولید بہت فرق ہے دونوں میں انا ولید کو چھوڑ کر حماد کی طرف آئے بات بنتی نہیں کچھ۔'' شائستہ کے الفاظ پر شہوار گم صم سی ہو گئی تھی۔ اتنا کچھ ہو چکا تھا اور وہ بے خبر تھی۔
کتنی دوریاں آ گئی تھیں دونوں میں کہ وہ ایک دوسرے کے بارے میں دوسروں سے جان رہی تھیں۔ انا کی شخصیت کا یہ پہلو۔ شہوار یقین کرنے پر آمادہ ہی نہ تھی۔ لیکن آج کالج میں ہونے والی انا سے گفتگو وہ بھی تو نظر انداز کی جانے والی نہ تھی۔ انا نے صاف لفظوں میں کہا تھا وہ حماد کو پسند کرتی ہے اور ولید سے منگنی توڑ چکی ہے۔
انا کو وہ بہت اچھی طرح جانتی تھی۔ وہ نہ کرداری لحاظ سے کوئی کمزور لڑکی تھی اور نہ ہی ظاہری چمک دمک دولت و

حشمت دیکھ کر مرمٹنے والوں میں سے تھی۔ جہاں تک اس نے محسوس کیا تھا صاف لگتا تھا کہ وہ ولید کے ساتھ منگنی پر بہت خوش تھی..... لیکن درمیان میں آنے والا یہ یوٹرن۔
انا کہاں بدلی تھی؟
"کہاں گم ہوگئی؟"
شائستہ نے کندھے کو ہلایا تو شہوار چونکی۔
"میں حیران ہوں مجھے یقین نہیں آرہا انا ایسی لڑکی نہیں ہے یقیناً کوئی وجہ رہی ہوگی وہ تو کبھی بھی بلاوجہ کالج میں ساتھ پڑھنے والے کلاس فیلو سے بھی مخاطب ہونے کو اچھا نہیں سمجھتی تھی وہ خود بھلا یہ سب کیسے کرسکتی ہے۔" وہ یقین کرنے کو تیار ہی نہ تھی۔
"لیکن یہ سب ہوچکا ہے جیسے بھی ہوا ہے لیکن اب حماد بضد ہے کہ ہم چند دنوں میں اس کی طرف رشتہ لے کر جائیں۔" شائستہ نے سنجیدگی سے بتایا۔
"تو پھر آپ لوگوں نے کیا سوچا کیا واقعی رشتہ لے کر جائیں گی۔" اس نے پوچھا تو شائستہ نے اثبات گردن ہلادی۔
"اب بات امی جی تک پہنچی ہے بڑوں میں معاملہ ہے دیکھو کیا فیصلہ کرتے ہیں ابھی انا کو جانتے ہیں مصطفیٰ کا حوالہ مستند ہے لڑکی اچھی اور خوب صورت ہے ناپسند تو کسی کو بھی نہیں پھر تمہاری دوست ہے مگر منگنی والی بات پرآ کر بھی الجھے ہوئے ہیں۔" شہوار کے اندر عجیب سے انداز میں سائیں سائیں سا ہونے لگا تھا۔
"مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آرہی کہ یہ ہو کیا رہا ہے۔ بہر حال میں آج انا کی طرف چکر لگاتی ہوں دیکھتی ہوں کیا سلسلہ ہے یہ سب۔"
"ہاں بھئی ضرور چکر لگاؤ تمہاری تو دوست ہے مجھے تو یہ تھا کہ تمہیں شاید سب علم ہو لیکن تم بھی لاعلم ہو۔" شائستہ کی بات پر وہ خاموش رہی تھی لیکن اندرون خانہ ایک جنگ سی چھڑی ہوئی تھی۔
سوچوں کا ایک اژدھام تھا جس نے دل و دماغ کو جکڑ لیا تھا۔

❀......❀❀......❀

ولید انا کے کمرے میں آیا تو وہ ابھی تک کالج سے نہیں لوٹی تھی۔ وہ جو کچھ کر چکی تھی اور جو کچھ کر رہی تھی وہ سب دیکھا جاتا تو وہ کبھی بھی اس کی طرف نہ پلٹتا لیکن بات عزت نفس سے بڑھ کر ان لوگوں کی تھی جو اس سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ صبوحی بیگم، وقار احمد، احسن، روشی، ضیاء صاحب کی محبت کا تو کوئی نعم البدل ہی نہ تھا۔
ابھی وہ کمرے میں کھڑا سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کرے دروازہ کھلا تھا وہ پلٹا تو انا اسے دیکھ کر رک گئی تھی ولید کو اپنی غیر موجودگی میں اپنے کمرے میں دیکھ کر وہ ٹھٹکی تھی۔ وہ بھی رک گیا تھا۔
"آپ یہاں کیا کررہے ہیں۔" لہجے میں تلخی تھی۔
"ہمارا گھر ہے میں جدھر چاہے نظر آؤں تم سے مطلب؟" ولید کا لہجہ اس سے زیادہ تلخ تھا۔
"یہ میرا کمرہ ہے آپ کا گھر دوسری طرف ہے اب اگر آپ یہاں بلااجازت نظر آئے تو میں بہت بری طرح پیش آؤں گی۔" بکس بستر پر پٹخ کر وہ چیخ کر بولی۔
"شٹ اپ۔" ولید نے سختی سے ٹوکا۔
"تم دن بدن انتہائی بدتمیز اور نان سینس ہوتی جارہی ہو، تمہیں ذرا تمیز نہیں کہ کس سے کیسے بات کرتے ہیں۔" اس

کے لہجے پر ولید ایک دم تپا تھا۔
''میری خوبیاں گنوانے سے پہلے آپ اپنے گریبان میں بھی جھانک لیں کسی کے کمرے میں کیسے داخل ہوتے ہیں اس بات کی تمیز تو آپ کو بھی نہیں ہے۔''
''اف...... '' اتنا تپا دینے والا جواب تھا۔
ولید نے گھورا تو انا بغیر توجہ دیئے آگے بڑھی تھی۔ ولید کے سامنے سے گزر کر الماری سے دوپٹہ نکال کر چادر اتار کر دوپٹہ اوڑھ کر وہ واش روم میں چلی گئی تھی۔ وہ منہ ہاتھ دھو کر واپس آئی تو ولید اسی طرح کھڑا تھا انداز پر سوچ اور سر جھکا ہوا تھا انا کے تیور بدلنے لگے تھے۔
''آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟'' لہجے میں تلخی تھی ولید نے سنجیدگی سے دیکھا۔
''مجھے تم سے بات کرنی ہے۔'' سنجیدگی سے دیکھتے کہا تو انا ٹھٹکی۔
''کیا ہم بغیر کسی بحث و مباحثے کے آرام و سکون سے ایک دوسرے کی بات نہیں سن سکتے؟'' انا نے خاموشی سے آ تشے دیکھا۔
''تم یہاں بیٹھو۔'' ولید نے بستر کے کنارے بیٹھ کر فوراً اسے دوسرے کنارے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔
''آپ کہیں جو کہنا ہے مجھے سخت بھوک لگی ہے۔'' اسی طرح ناراضگی سے کہا۔
ولید نے ایک گہرا سانس لے کر بستر سے اٹھ کر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔
''تم یہ سب کچھ کاشفہ کی وجہ سے کر رہی ہو؟'' اس نے سنجیدگی سے پوچھا تو انا کے چہرے پر تلخی چھانے لگی تھی۔
''میرا اور کاشفہ کا ایسا کوئی بھی تعلق نہیں تھا میں کسی وجہ سے کاشفہ کی طرف بڑھا تھا محض اس کو اعتماد میں لینا مقصد تھا۔'' ولید نے سنجیدگی سے بتایا تو انا استہزائیہ مسکرائی۔
''وہ وجہ کیا تھی یہ بھی بتا دیں بڑی مہربانی ہوگی۔''
''میں وہ وجہ نہیں بتا سکتا لیکن یہ یقین دلاتا ہوں کہ میں نے کسی بھی انداز سے کاشفہ کے ساتھ انوالمنٹ کا مظاہرہ نہیں کیا تھا جہاں تک ممکن ہو سکا میں نے اس سے بچنے کی کوشش کی تھی۔'' ولید کے الفاظ پر وہ مسکرائی تھی۔
''آپ مجھے صفائیاں کیوں دے رہے ہیں آپ کاشفہ سے انوالو ہوئے یا نہیں مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا میری طرف سے آپ کچھ بھی کرتے پھریں میں بھلا کون ہوتی ہوں اس بات کو ایشو بنانے والی۔''
''تو پھر یہ سارا پرابلم کیوں کری ایٹ کر رکھا ہے جب تمہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں کوئی دھوکے باز فلرٹی انسان ہوں کہ آج اس کے ساتھ کل اس کے ساتھ چکر چلاتا پھروں مجھے اپنا کردار اسی طرح عزیز ہے جیسے تمہیں کہنے کو تو میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ تمہارا حماد کے ساتھ تعلق تھا اور تم محض مجھ سے چھٹکارا پانے کے لیے کاشفہ کو درمیان میں لائی ہو۔'' ولید کے چہرے پر آگ جیسی تپش تھی۔
''بکواس بند کریں میرا کسی کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔'' ولید کے اس الزام پر وہ ایک دم تڑپ اٹھی تھی۔ غصے سے بولی تھی۔
''بہت تکلیف ہو رہی ہے جبکہ تم سب کے سامنے برملا اعلان کر چکی ہو کہ تم حماد کو پسند کرتی ہو اس سے شادی کرنا چاہتی ہو منگنی کی انگوٹھی واپس کرنے کی بھی یہی وجہ تھی اور اس رات گھر سے غائب رہنے کے پیچھے بھی شاید تمہارا یہ حماد شامل تھا۔'' ولید کے الفاظ سے انا کو لگ رہا تھا کہ وہ سر سے پاؤں تک جھلس رہی ہو۔
اس نے سب کو ہی باور کرانے کی کوشش کی تھی اور اب جبکہ سب اس بات پر یقین کر چکے تھے تو ولید کے منہ سے یہ

الفاظ سن کر اس کے اندر آگ سی حب اٹھی تھی۔ جی چاہ رہا تھا کہ خود پر الزام لگانے والے ولید کا منہ طمانچوں سے سرخ کردے لیکن ضبط سے ہونٹ دانت تلے دبا گئی تھی۔

''خیر تم مجھے کیا ریجیکٹ کروگی میں بھی کبھی تم جیسی لڑکی سے شادی نہ کرتا تمہیں میرے اور کاشفہ سے متعلق جو بھی سمجھنا ہے سمجھتی رہو میں کوئی صفائیاں پیش کرنے نہیں آیا میں تو بس یہ معلوم کرنے آیا ہوں کہ تم کس وجہ سے بلیک میل ہو رہی ہو۔'' انا ٹھٹکی تھی۔

''موبائل توڑ دینے سے تم حقیقت تو نہیں چھپا پاؤ گی تمہارے نمبر سے ساری ڈیٹیل معلوم کرنا کوئی مشکل کام نہیں لیکن سوچا پہلے تم سے کنفرم کرلوں کیا وجہ ہے جو تم یہ سارا ڈرامہ کررہی ہو۔'' ولید کا انداز مضبوط اور دوٹوک تھا۔

''میں کوئی ڈرامہ نہیں کررہی۔''

''ڈرامہ نہیں کررہی تو پھر بلیک میل ہو رہی ہو تم، کون ہے وہ کیا معاملہ ہے یہ سارا۔'' سینے پر ہاتھ باندھ کر سختی سے پوچھا تو انا کے چہرے کی رنگت بدلی تھی۔ نہ ہی تو وہ پیشہ ور ایکٹرتھی جو چہرے کے تاثرات چھپا جاتی اور نہ ہی وہ بہت بہادر۔

''پتا نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں میں کیوں بلیک میل ہونے لگی کسی سے۔'' اس نے برہمی دکھانا چاہی تھی لیکن آواز کی لڑکھڑاہٹ غالب تھی۔

''یہ تو اب ساری ڈیٹیل سامنے آنے پر ہی پتا چلے گا کہ اصل حقیقت کیا ہے بہرحال میں تمہیں صرف سمجھانے آیا تھا دیکھو انا ہم تمہارے اپنے ہیں خود کو تنہا مت کرو اگر کوئی وجہ ہے تو ہمیں بتاؤ ورنہ بعد میں علم تو ہو ہی جانا ہے لیکن سب سے زیادہ پریشانی تمہیں ہوگی۔'' اس کا ہاتھ تھام کر نرمی سے کہا تو وہ گم صم سی ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

''روشی نے تمہیں کسی سے بات کرتے سنا تھا تمہیں کوئی دھمکیاں دے رہا تھا اور تم پریشان تھیں وغیرہ وغیرہ۔'' انا کے چہرے کا رنگ زرد پڑ رہا تھا۔ اسے لگا کہ جیسے اس کی ساری محنت ضائع ہوگئی ہے۔

''ایسا کچھ بھی نہیں غلط فہمی ہوئی ہوگی روشی کو۔'' خود کو سنبھالتے ولید کے ہاتھ سے ہاتھ کھینچتے وہ رخ بدل گئی تھی۔

ولید نے پرسوچ نظروں سے اس کے رخ بدلتے وجود کو دیکھا۔

''کیا تمہیں حماد بلیک میل کررہا ہے؟'' ولید کے سوال پر اس نے پلٹ کر دیکھا۔

''کیوں کررہا ہے؟'' انا نے ایک گہرا سانس لیا۔

''ایسی کوئی بات نہیں نہ ہی مجھے کوئی بلیک میل کررہا ہے اور نہ ہی پریشانی آپ خوامخواہ میرے معاملات میں گھسنے کی کوشش مت کریں۔'' اب کے دوبارہ تلخی سے وہ مخوکلام ہوئی۔

ولید نے چند پل اسے بغور دیکھا تھا۔ انا کا چہرہ اس کی نظروں کی تپش سے جلنے لگا تو وہ پریشان ہوگئی۔

''پلیز اگر اب آپ کی تفتیش مکمل ہو چکی ہے تو آپ جاسکتے ہیں۔'' ولید ہلکا سا مسکرادیا۔ طنزیہ مسکراہٹ...... انا کا پارہ ہائی ہونے لگا تھا۔

''انکل حماد سے رابطہ کرنے اور اس کی فیملی کو بلانے پر آمادہ ہو چکے ہیں مبارک ہو تمہاری دلی مراد پوری ہونے جارہی ہے ابھی کچھ غصے میں ہیں لیکن بابا سمجھالیں گے۔'' ولید کا انداز سنجیدہ تھا۔

انا کے چہرے کا رنگ ایک دم پھیکا پڑا تھا۔ ولید نے بغور دیکھا تھا۔ وہ پلٹا اور دروازے کے پاس ایک پل کو رکا اور پلٹ کر انا کو دیکھا وہ اسی طرح ساکت سی کھڑی تھی۔

''محبت میں اعتماد رخصت ہوجائے تو محبت عذاب بن جاتی ہے یہ دل کے فیصلے ہوتے ہیں زور وزبردستی سے طے

دل

امام غزالیؒ کہتے ہیں۔ "اے انسانوں اگر کوئی بادشاہ تمہارے گھر آنے کا ارادہ کرے تو تم ہفتہ بھر پہلے گھر کو رنگ و روغن کرو گے۔ اسے صاف ستھرا رکھو گے تاکہ بادشاہ تمہارے گھر سے خوش اور مطمئن ہوکر جائے تو پھر اے انسانوں وہ جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ جس کا رہنے کا گھر تمہارا دل ہے تو اپنے دل کو صاف ستھرا کیوں نہیں رکھتے۔ اے انسانوں اپنے دل میں سے بُری خصلتیں جیسے حسد، بغض اور اللہ کی نافرمانی اور نفرت وغیرہ کو نکال دو اس میں محبت کا بیج ڈالو تاکہ تمہارے دل میں اس عظیم ہستی کی محبت پیدا ہو۔

(مقدس رباب...... چکوال)

نہیں پاتے حماد اچھا انسان ہے میری دعا ہے کہ وہ تمہارے حق میں بہتر ثابت ہو۔" ولید کہہ کر کمرے سے نکل گیا اور رانا کو لگا وہ بالکل ڈھے سی گئی ہو...... وہ بیڈ تک آئی اور گرنے کے سے انداز میں بستر کے کنارے گری اور پھر اگلے ہی پل دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر شدت سے رودی۔

❁......◉◉......❁

کاشفہ اپنے کمرے میں مسلسل ٹہلتے موبائل پر کوئی نمبر ملا رہی تھی لیکن ہر بار مطلوبہ نمبر بند مل رہا تھا۔ اس کا پارہ ایک دم ہائی ہونے لگا تھا۔ ٹہلتے ٹہلتے وہ رکی اور کچھ سوچتے اس نے پھر کوئی نمبر ملایا تھا۔

"میں کاشفہ، ہاں ہاں کیسے ہو، میں ٹھیک ہوں...... اوکے...... بس ایک کام تھا...... نہیں...... نہیں...... بس ایک نمبر چاہیے ایڈریس ابھی میسج کردیتی ہوں...... نہیں پی ٹی سی ایل ہے...... اوکے میں ابھی ٹیکسٹ کرتی ہوں۔" اس نے کال بند کردی اور صوفے پر بیٹھ کر میسج کرنے لگی۔

کچھ دیر بعد پھر موبائل بجا تھا اس نے فوراً کال پک کی تھی۔

"ہاں بولو...... اوکے...... ٹیکسٹ کردو...... تھینک یو سو مچ...... ویلکم کیوں نہیں...... تم ٹائم سیٹ کرو میں آجاؤں گی مس یو...... لو یو...... بائے۔" کال بند کرکے وہ پھر بیٹھ گئی تھی کچھ سیکنڈ بعد ایک میسج ریسیو ہوا تھا یہ فون نمبر تھا۔

کاشفہ اس نمبر کو ڈائل کرکے موبائل کان سے لگا کر کال ریسیو ہونے کا انتظار کرنے لگی تھی۔

❁......◉◉......❁

وہ شہر آئے تو صفدر کی بیوی کی وفات کی خبر منتظر تھی زیب النساء کا رو رو کر برا حال تھا وہ ڈیڈ باڈی اپنے گھر لائے تھے زیب النساء کے کہنے پر اس کی بہن مہر النساء کو اطلاع کردی گئی تھی۔ مہر النساء اپنی ایک عدد نند کے ساتھ آئی تھی صفدر غائب تھا چوہدری حیات علی کے گھر سے ہی میت کی تدفین کی تیاری ہوئی تھی اسی شام دفنا دیا گیا تھا زیبن کی بہن اپنی نند کے ساتھ روتی دھوتی بہن کو تسلی و دلاسہ دے کر رخصت ہوگئی تھی کہ شوہر کی طرف سے اسے رات رکنے کی اجازت نہ تھی۔ رات سب کاموں سے فارغ ہوکر حیات علی گھر آئے تو زیبن کا رو رو کر برا حال تھا۔

"ایسا کیسے چلے گا زیبن اگر اسی طرح روتی دھوتی رہی تو بیمار پڑ جاؤ گی۔" محبت سے ساتھ لگا کر دلاسہ دیتے کہا تو وہ اور شدت سے رودی۔

"ہم دونوں بہنوں نے ہمیشہ ابا کے ہوتے ہوئے بھی لاوارثوں کی سی زندگی گزاری تھی کبھی یہاں کبھی وہاں اماں نے ہمارے لیے بہت کچھ برداشت کیا تھا اب اماں بھی چلی گئیں اب بھلا کیسے جئیں گے ہم دونوں بہنیں آپا کا شوہر اتنا ظالم ہے نجانے آج کیسے آنے دیا ورنہ وہ تو کبھی گھر سے نکلنے ہی نہیں دیتا اماں کیا مری ہے میرے تو جیسے سب رشتے ہی

مر گئے ہیں۔" زبین کی گریہ وزاری کا وہی عالم تھا..... حیات علی نے ایک گہرا سانس لیا۔
"سب ٹھیک ہوجائے گا میں ہوں نا، میں تمہیں کسی بھی قسم کی کوئی کمی نہیں آنے دوں گا۔" تسلی دی تو اس نے مایوسی سے اپنے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا۔
"آپ اتنے دن بعد آئے ہیں پھر پتا نہیں کب آئیں گے اب تو اماں کی بھی امید ختم ہوچکی ہے میں بھلا اس گھر میں تنہا کیسے رہوں گی۔" وہ حقیقت پسند لڑکی تھی اور آنے والے حالات اسے ابھی سے ہی خوف زدہ کرنے لگے تھے۔
"کچھ دنوں کی بات ہے میں اپنے بابا صاحب کا موڈ دیکھ کر انہیں اپنی دوسری شادی کا بتادوں گا پھر تم ہمارے ساتھ حویلی میں ہی رہا کرو گی۔" حیات علی نے اسے بہلانا چاہا تھا۔
"میری ایسی قسمت کہاں کہ میں حویلی میں رہوں چوہدری صاحب مجھ پر ایک احسان کیجیے گا مجھے کبھی اکیلے مت چھوڑیے گا ورنہ میں مرجاؤں گی میں نے کبھی اماں کے بغیر زندگی نہیں گزاری۔" وہ شدت سے روئی تو چوہدری حیات ایک دم اسے تسلی دلاسے دینے لگ گئے تھے۔
ہمیشہ ساتھ نبھانے کا وعدہ دیتے ہر مشکل گھڑی ساتھ رکھنے کے وعدے کیے تھے۔ بہت جلد چار دن گزرے تھے۔ مزید رکتے تو وہاں گاؤں میں سب نے پریشان ہوجانا تھا۔
انہوں نے زیب النساء کے لیے بخشو کی مدد سے ایک کل وقتی ملازمہ کا بندوبست کردیا تھا کھانے پینے کا سب سامان مہیا کرتے ایک معقول رقم زبین کو سونپ کر وہ واپس گاؤں کے لیے روانہ ہوگئے تھے۔ اور زیب النساء کا انتظار ایک بار پھر شروع ہوگیا تھا۔

❀......❀❀......❀

کافی دیر سے راہداری کا فون بج رہا تھا روشی نے کال ریسیو کی تھی۔
"ہیلو۔" دوسری طرف سے کہا گیا تو روشی الجھی۔
"کون؟"
"انا سے بات کرنی ہے۔"
"اوہ..... آپ کون؟"
"میں اس کی دوست ہوں کالج فیلو اس نے یہ نمبر دیا تھا موبائل بند تھا سوچا اس پر بات کرلوں۔" دوسری طرف سے بہت اطمینان سے کہا گیا۔
"ہولڈ کریں ابھی انا کو بلاتی ہوں۔" روشی ہولڈ کروا کر انا کے کمرے کی طرف آئی۔
وہ بستر پر سامنے کتابیں بکھرائے بیٹھی ہوئی تھی اس کا دھیان نجانے کہاں تھا روشی نے ڈور ناک کیا تو اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔
"تمہاری کال ہے۔" انا الجھی اس کا موبائل تو خراب تھا۔
"کون ہے؟"
"پتا نہیں نام میں نے پوچھا نہیں، کالج فیلو کہہ رہی تھی خود کو۔ میں ہولڈ کرا آئی تھی کال سن لو آکر۔" وہ کہہ کر باہر نکل گئی۔
انا نے باہر آکر فون کا ریسیو اٹھایا۔
"ہیلو۔"

آنچل

✿ عورت اس وقت تک عورت ہے جب تک اس کا سر پیشانی تک مقدس اور پاکیزہ آنچل سے ڈھکا ہوا ہو۔ کیونکہ لفظ عورت کا مطلب ہی ڈھکی چھپی چیز ہے اگر وہ کھل کر سامنے آ جائے تو اس کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ شرم سے جھکی پلکوں اور حیا سے تمتماتے رخساروں کے سامنے مغربی دنیا کی ساری خوبصورتیاں ہیچ ہیں۔

(طلعت نظامی.....کراچی)

آنچل اسٹاف کے نام

✿ تیری آنکھوں میں میرے رنگ رہیں نہ رہیں اپنی خوش بو میری سانسوں میں بسائے رکھنا؟

✿ سنا ہے تیری آنکھوں میں ستارے جگمگاتے ہیں اجازت ہو تو میں بھی اپنے دل میں روشنی بھرلوں؟

آپ سب کے لیے دعاگو۔

(خواجہ عرفانہ محبوب.....جتوئی)

''انا۔'' دوسری طرف کی آواز سن کر انا ایک دم ٹھٹکی تھی۔

''کون؟'' اس کا دل ایک پل کو عجیب سے انداز میں خوف سے دھڑکا تھا۔

''کاشفہ بول رہی ہوں تمہارا کیا خیال ہے تم موبائل بند کر دو گی تو میں تم سے رابطہ نہیں کر پاؤں گی۔''

''اب کیا مسئلہ ہے تمہیں تم میری جان چھوڑ کیوں نہیں دیتی۔'' جواباً وہ بھی ایک دم تلخی سے بولی۔

''کام مکمل کیے بغیر کیسے چھوڑ دوں تم سے ڈیل ہوئی تھی کہ تم ایک بار ولید کو بہانے سے ہمارے پاس لاؤ گی لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔''

''نہیں لاؤں گی اسے کیوں لاؤں اسے تمہارے پاس تم میرے ساتھ جو کچھ کر چکی ہو اس کے بعد میں ولی کے ساتھ ایسا کچھ بھی نہیں ہونے دوں گی مجھے وہاں سے نکلنا تھا تو میں نے وقتی طور پر تمہاری بات مان لی اب میں کوئی بات نہیں مانوں گی۔'' وہ تلخی سے پھنکاری۔

وہ آج کل دورخی اذیت کا شکار تھی۔ کبھی کبھی تو جی چاہتا تھا کہ ہر چیز کو تہس نہس کر دے لیکن نجانے کیوں وہ یہ سب برداشت کر رہی تھی۔

''تو ٹھیک ہے اب تم دیکھنا میں کیا کرتی ہوں اوکے بائے، منتظر رہنا اب تم میرے جواب کی۔ سب سے پہلے تو تمہارے اس ولی کو دیکھتی ہوں اور پھر تمہیں مزہ چکھاؤں گی۔'' تلخی سے کہہ کر کال بند کر دی تھی۔

انا کے چہرے پر ایک دم پریشانی کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ وہ پلٹی تو روشی اس کے پیچھے تھی۔

''کون تھی یہ لڑکی؟'' انا کے چہرے کا رنگ ایک دم فق ہو گیا تھا۔

✿......✿✿......✿

وہ بہت پریشان تھی جیسے تیسے وقت گزرا تھا مصطفیٰ شام میں جلدی گھر آ گیا تھا شہوار کا پریشانی سے برا حال تھا اس نے سب کچھ مصطفیٰ کو کہہ سنایا تھا۔ مصطفیٰ بھی سن کر حیران ہوا تھا۔

''حیرت ہے ولید نے تو ایسا کچھ بھی ذکر نہیں کیا۔''

''انا نے بھی تو آج سے پہلے ایسا کچھ بھی ذکر نہیں کیا تھا۔'' شہوار نے کہا تو مصطفیٰ نے سر ہلایا۔

''مجھے انا کی طرف جانا ہے، نجانے کیوں وہ یہ سب کر رہی ہے میں صبح سے ہی بہت پریشان ہوں اوپر سے شائستہ

بھابی کی آمد نجانے کیا کچھ ہورہا ہے۔" وہ واقعی بہت پریشان تھی۔
انا اسے بہنوں کی طرح عزیز تھی بہت سی باتیں وہ دونوں ایک دوسرے سے ڈسکس نہیں کرپاتی تھیں لیکن اس کے باوجود دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب تھیں ایک دوسرے سے بلا کی محبت کرتی تھیں۔
"او کے تیار ہوجاؤ چلتے ہیں میں بھی ولید سے بات کرتا ہوں اتنا اچھا کپل ہے ایسا کیوں کررہے ہیں دونوں اگر کوئی مسئلہ تھا تو حل کیا جاسکتا تھا نا۔" وہ خود بھی الجھ چکا تھا سو فوراً جانے پر تیار ہوگیا۔
شہوار تیار ہوئی تو دونوں ماں جی سے اجازت لے کر نکل آئے تھے۔

❀......❀❀......❀

"کیوں بلیک میل کررہی ہے یہ تمہیں۔" روشی کا انداز تفتیشی تھا۔
"ایسا کچھ بھی نہیں، تمہیں خوامخواہ وہم ہوا ہے۔" انا نے ٹال کر جانا چاہا تھا کہ روشی ایک دم سامنے آ گئی۔
"کیا کررہی ہو تم آج کل کیا مسئلہ ہے یار کون ہے یہ لڑکی، اس دن بھی کال تھی۔ تم ٹال گئی ولی بھائی نے آج پوچھا تم نے پھر ٹال دیا بتاتی کیوں نہیں کون ہے یہ کیوں بلیک میل کررہی ہے تمہیں۔"
"کہا نا ایسی کوئی بات نہیں کوئی بھی مجھے بلیک میل نہیں کررہا' کیوں تم لوگ میرے پیچھے پڑ جاتے ہو کیا میں اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کرسکتی۔" روشی خاموش ہوگئی تھی۔ تبھی صغراں آئی۔
"مصطفیٰ بھائی اور ان کی بیگم آئی ہیں۔" دونوں فوراً متوجہ ہوئی تھیں۔
"لاؤنج میں بٹھاؤ ہم آتے ہیں۔" صغراں سر ہلا کر چلی گئی تھی۔
روشی نے انا کو دیکھا اس کے چہرے پر پریشانی کے واضح اثرات تھے۔ یہ وقت بحث کا نہیں تھا ورنہ وہ رک کر انا سے مزید کچھ ضرور پوچھتی۔
"آجاؤ شہوار آئی ہے۔" سنجیدگی سے کہہ کر وہ چلی گئی تھی۔
انا نے ڈبڈباتی آنکھوں سے اسے جاتے دیکھا تھا۔ اس کے جانے کے بعد اس نے دوپٹے کے پلو سے اپنی آنکھیں صاف کی اور جب وہ لاؤنج میں آئی تو وہاں بھی موجود تھے۔
شہوار اسے بڑے تپاک سے ملی تھی۔ مصطفیٰ سے بھی سلام دعا ہوئی تو مصطفیٰ نے خصوصاً خیریت دریافت کی تھی۔
روشی نے چائے کا اہتمام کرلیا تھا۔ چائے کے بعد شہوار کے کہنے پر وہ دونوں اٹھ کر انا کے کمرے میں آ گئی تھیں۔
"میں آج سارا دن تمہارے لیے بہت پریشان رہی ہوں، تم نے صبح صبح جو کہا وہ سارا دن میرے دل و دماغ میں گھومتا رہا ہے پھر شائستہ بھابی آ گئیں حماد بھائی نے اپنے گھر تمہارا ذکر کیا ہے وہ گھر والوں سے رشتہ لے کر آنے کا کہہ رہے تھے یار یہ سب کیا ہے یہ تمہارے اور ولید کے درمیان حماد کہاں سے آ نکلا؟" بیڈ پر بیٹھتے ہی شہوار نے موضوع چھیڑا۔
"کیوں پسند کی شادی کرنا گناہ ہے کیا؟" شہوار کے سوال کے جواب میں اس نے دھیرے سے کہا تو اس نے الجھی نظروں سے دیکھا۔ انا کا چہرہ سنجیدہ اور تاثرات بے حد سپاٹ تھے۔
"لیکن تم نے کبھی ذکر ہی نہیں کیا؟" اس کی الجھن بڑھی۔
"اب تو بتا دیا ہے نا۔" وہ اسی طرح نارمل تھی۔
"مگر ولید بھائی۔"
"میرے اور ان کے مزاج میں بہت فرق ہے میں اور وہ اب ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔"

محبت کی شدت

میں نے جس شدت سے اسے چاہا ہے
شاید اس نے اسی شدت سے مجھے بھلایا ہے
وہ جو خود کو ادھورا سمجھتا تھا میرے بغیر
اب اچانک ہی مکمل ہوگیا ہے میرے بغیر
میں اسے ہر پل بھلانے کی کوشش کروں
مگر وہ مجھے پل پل یاد آئے تو میں کیا کروں
پہلے جو میرے اک آنسو پہ تڑپ اٹھتا تھا بہت
اب مجھے رلا کر خوش ہوتا ہے بہت
وہ جو تپتی دھوپ میں تھا چھاؤں کی طرح
جینے کا حوصلہ چھین لیا اس نے کسی ظالم کی طرح
وہ انسان جسے ہم نے بہت بلندی پہ رکھا تھا راجا
جب گرا تو میرے معیار پہ پورا نہ اترا تھا

رانی راجا سلام......گوجرانوالہ

"یہ سب تو تمہیں منگنی سے پہلے سوچنا تھا۔" شہوار کو اس پر ایک دم سے بے پناہ غصہ آیا تھا۔

"میں نے شادی سے پہلے سوچ لیا ہے یہی بہت ہے۔" وہ ابھی بھی مطمئن نظر آنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"تم مجھے اس سارے سلسلے کا پس منظر بتاؤ جہاں تک میرا اندازہ ہے تم ولید بھائی کے ساتھ منگنی سے خوش تھی۔"

"کوئی سلسلہ ولسلہ نہیں ہے میں نے تب بھی انکار کیا تھا اور بعد میں بھی، رہ گیا یہ حماد تو اس نے مجھے پروپوز کیا تو مجھے پسند آ گیا اور میں نے پروپوزل ایکسیپٹ کرلیا بس۔" وہ ابھی بھی پرسکون تھی شہوار نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"یعنی اس نے پروپوز کیا اور تم نے قبول کرلیا۔ انکل، آنٹی اور باقی لوگ کسی نے کچھ بھی نہ کہا تھا کیا؟" وہ انا کی باتوں سے پریشان ہورہی تھی۔

"وہ سب میرے اپنے ہیں انہیں ولید سے زیادہ میری خوشی کا خیال ہوگا سو انہوں نے میری بات مان لی حماد اپنے گھر والوں کو بھیج دے گا تو پھر باقی پراسس شروع ہوجائے گا۔" نہایت مطمئن لہجے میں اس نے کہا۔

"مائی گاڈ اور ضیاء انکل کیا کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا، کہاں حماد اور کہاں ولید بھائی مجھے حیرت ہورہی ہے تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے نا۔"

"یہ میری زندگی ہے اور اپنی زندگی کے ہر فیصلے کا حق مجھے حاصل ہے رہ گیا حماد اور ولید کا مقابلہ حماد ولید سے پرسنالٹی میں ضرور مار کھا جاتا ہے لیکن خاندانی پس منظر اور باقی معاملات میں وہ کسی سے کم نہیں ہے بلکہ کافی اسٹرانگ پوزیشن ہے اس کی آخر کو مصطفیٰ بھائی کا کزن ہے تم تو اچھی طرح جانتی ہوگی اسے۔"

"تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے اور کچھ نہیں، یہ تمہاری زندگی ہے اس کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ تم الٹے سیدھے فیصلے کرتی پھرو کیوں اپنی زندگی کی دشمن بن رہی ہو جہاں تک میں تمہیں جانتی تھی مجھے یقین ہے تم ولید بھائی کو پسند کرتی تھی پھر اب یہ سب کیا ہے؟" شہوار ایک دم غصے سے بولی تو انا نے ایک گہرا سانس لیا۔

"پلیز شہوار ہم کوئی اور بات کرتے ہیں اس ٹاپک کو رہنے دو تم جانتی ہو میں بہت کم اپنے فیصلے بدلتی ہوں میں فیصلہ کر چکی ہوں اور اب مجھے کوئی بھی قائل نہیں کر پائے گا تم بھی نہیں۔" بہت ہی سنجیدگی سے کہہ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ شہوار نے بہت ضبط اور تحمل سے اس کی بات ہضم کی تھی ورنہ جی چاہ رہا تھا کہ ایک دو تھپڑ تو ضرور لگا دے تاکہ اس کا دماغ ٹھکانے آ جائے۔

انا اپنی کتابیں سمیٹنے لگی اور شہوار خاموشی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔ دونوں کے درمیان ایک دم شدید سکوت چھا گیا تھا...... یوں جیسے اب کرنے کے لیے کوئی بات نہیں رہ گئی۔

❀......❀❀......❀

"ہمارے مزاج نہیں ملتے اور جب مزاج نہ ملتے ہوں رستے علیحدہ کر لینے میں کوئی حرج نہیں حماد تمہارا کزن ہے اچھا لڑکا ہے وہ اگر اسے سلیکٹ کر رہی ہے تو کیا فرق پڑتا ہے۔" مصطفیٰ کے ساتھ لان میں ٹہلتا ولید از حد سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"میرے ساتھ یہ فلسفیوں والی باتیں مت کرو سچ سچ بتاؤ یہ ماجرا کیا ہے، حماد کہاں سے آ ٹپکا وہ تمہاری منگیتر تھی یار۔"

"حماد جیسے بھی آیا لیکن یہ سچ ہے کہ وہ اب ہمارے درمیان موجود ہے رہ گئی منگنی ہونے والی بات، تو انا یہ رشتہ ختم کر چکی ہے اور ماموں بھی اب سنجیدگی سے حماد کی فیملی کو بلوانے کا سوچ چکے ہیں۔" ولید پرسکون تھا۔

مصطفیٰ رکا اور ولید کو بھی رکنا پڑا تھا رات کے اس پہر لان کی لائٹس کی ہلکی سی روشنی میں ولید کا چہرہ دیکھا تو وہاں صرف اور صرف سنجیدگی تھی اور کچھ بھی نہ تھا۔

"یار یہ کیسے ممکن ہے انکل نے کچھ نہیں کیا، بلکہ تم تو اسے پسند بھی کرتے تھے۔"

"بابا بہت ڈس ہارٹ ہیں وقت کے ساتھ سنبھل جائیں گے رہ گئی میری پسند کی بات تو میں اور بھی بہت سے لوگوں کو پسند کرتا ہوں۔"

"لیکن بہت سے لوگوں کو پسند کرنے اور انا کو پسند کرنے میں بہت فرق ہے۔"

"لیو دس یار پسند تو میں کیتھی کو بھی کرتا تھا۔" شرارت سے مصطفیٰ کو دیکھتے ہوئے اس نے گھورا۔

"کیتھی ہماری بہت اچھی دوست تھی اس بے چاری کو درمیان میں مت لاؤ صاف صاف بتاؤ معاملہ کیا ہے۔"

"اوف...... تم تو بات کے پیچھے ہی پڑ گئے ہو، کہا نا ایسا کوئی معاملہ نہیں۔"

"تو پھر یہ سب ہوا کیسے انا کو جہاں تک میں جان پایا ہوں وہ جذباتی اور موڈی تو ضرور ہوگی لیکن اس طرح اچانک سب کچھ ختم کر دینے والی لڑکی نہیں ہے۔ کوئی تو وجہ ہوگی یار۔" مصطفیٰ ایک مخلص دوست کی طرح وجہ جاننے پر بضد تھا ولید نے گہرا سانس لیا۔

"جو وجہ تھی وہ بتا چکا ہوں کہ مزاج مل نہیں پائے اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔" مصطفیٰ نے چند پل ولید کو دیکھا۔

"حماد سے تو میں نبٹ لوں گا میں نے اسے وارن بھی کیا تھا لیکن خیر پھپو لوگوں کو رشتہ نہ لانے پر قائل کرنا میری ذمہ داری ہے تم بتاؤ تم کس حد تک انا کی ذات میں انوالو ہو۔"

"اب کوئی فائدہ نہیں، ویسے بھی میرے نزدیک رشتوں کو اپنی کمزوری نہیں بنانا چاہیے ورنہ وہ ہمیں توڑ دیتے ہیں اور نہ ہی ہماری محبت بھیک کا وہ کشکول ہے جسے دوسروں کے سامنے پھیلاتے پھریں یہ دیکھیں بغیر کہ دوسروں کا ظرف اس قابل ہی نہیں کہ وہ ہمارے کشکول میں اپنی محبت کے چند سکے ہی ڈال سکے۔" ولید طنزیہ مسکرایا۔

"انا تو تمہیں پسند کرتی تھی۔"

امام

شیر اور مرغ کی دوستی ہوگئی' شیر نے مرغ سے کہا
''اگر کوئی مسئلہ ہو تو درخت پر چڑھ کر اذان دینا میں آ جاؤں گا۔''
ایک دن مرغا گیدڑ کو اپنی طرف آتا دیکھ کر درخت پر چڑھ گیا اور اذان دی' اس کے بعد گیدڑ بولا۔
''نیچے آ' نماز پڑھتے ہیں۔''
مرغا بولا۔''رک جاؤ امام صاحب آ رہے ہیں۔'' اتنے میں شیر کو آتا دیکھ کر گیدڑ بھاگا۔ مرغ بولا۔
''رکو امام صاحب آ گئے۔ نماز پڑھ لو۔''
گیدڑ بولا''یہ امام ہمارے فرقے کا نہیں ہے۔''

ہالہ سلیم......کراچی

''تھی...... وہ اب حماد سے شادی کرنا چاہتی ہے اور یہ حقیقت ہے اور تم جانتے ہو کہ میں حد سے زیادہ حقیقت پسند انسان ہوں اور مجھے اپنی عزت نفس اور اپنی ایگو ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے اور میں کسی کو بھی اجازت نہیں دیتا کہ وہ میرے جذبات واحساسات سے کھیلنے کی کوشش کرے بھلے وہ انا وقار ہی کیوں نہ ہو۔'' مصطفیٰ نے سنجیدگی سے ولید کو دیکھا جس کا چہرہ انتہائی سنجیدہ تھا۔

''تم ہر بات کے گواہ ہو میں نے ہمیشہ بابا کی خواہش کا احترام کیا تھا شعوری ولاشعوری دونوں لحاظ سے میں نے خود کو ذہنی طور پر تیار کر رکھا تھا کہ مجھے انا وقار کے ساتھ ساری زندگی گزارنی ہے اب انا وقار ایسا نہیں چاہتی تو میں زبردستی کا قائل نہیں۔'' ولید کا موقف بہت واضح اور صاف تھا۔

''محبت دل سے پیدا ہونے والا جذبہ ہے اعتماد کا پانی اسے میسر نہ ہو تو یہ مرجھا جاتا ہے سچ تو یہ ہے کہ ہم دونوں کے جذبات کو ہی اعتماد کا پانی میسر ہی نہیں ہوا' اب اس جذبے کا مرجھا جانا ایک فطری امر تھا سو مرجھا گیا۔''

''مجھے بہت افسوس ہے تم اگر اجازت دو تو میں انا سے بات کر کے دیکھ لوں ہو سکتا ہے وہ سمجھ جائے۔'' مصطفیٰ نے خلوص دل سے کہا تو ولید نے شدت سے انکار میں سر ہلا دیا۔

''نہیں...... بالکل بھی نہیں' میں کہہ چکا ہوں مجھے اپنی ذات اور اپنے جذبات کی پاسداری بہت عزیز ہے سب سے بڑھ کر اپنی عزت نفس انا وقار یہ رشتہ ختم کر چکی ہے اور میں نے اس بات کو قبول کر لیا ہے۔'' ولید کا انداز دوٹوک اور فیصلہ کن تھا۔ مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس خارج کیا۔

''مجھے بہت دکھ رہے گا تم دونوں کا کپل مجھے بہت عزیز تھا لیکن افسوس میں کچھ نہیں کر پایا۔'' ولید کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تھپکی دیتے مصطفیٰ کے لہجے میں واقعی افسردگی تھی ولید دھیرے سے مسکرا دیا۔

''شاید ہمارے رشتے کا انجام ایسے ہی لکھا تھا ڈونٹ وری۔'' ولید ایک مضبوط اعصاب کا مالک شخص تھا۔
مصطفیٰ کو اس پر ایک دم رشک سا محسوس ہوا' اس نے بہت محبت سے بازو بڑھا کر ولید کو ساتھ لگایا تو ولید دھیرے سے مسکرا دیا۔

وہ محسوس کر سکتا تھا کہ مصطفیٰ کے جذبات اس وقت کیا ہو رہے ہوں گے۔

❁......❁❁......❁

مصطفیٰ سو رہا تھا جب امجد خان کی کال آئی تھی رات کے بارہ بج رہے تھے وہ آج جلدی سو گئے تھے۔

''ہاں امجد خان بولو۔'' شہوار سو رہی تھی اس کی نیند ڈسٹرب نہ ہو مصطفیٰ نے دھیمی آواز میں کہا۔
''سر ایاز کا وکیل اس کی ضمانت کے پیپرز لے کر آیا ہے وہ کل دن میں بھی آیا تھا لیکن میں موجود نہ تھا اب وہ پھر آیا ہے ساتھ میں ایاز کا باپ بھی ہے۔ کورٹ کی طرف سے ضمانت کے کاغذات ہیں اب کیا کروں۔''
''یہ ایاز کی ضمانت کب ہوئی اور مجھے اطلاع کیوں نہیں ملی۔'' بستر سے اترتے مصطفیٰ نے کچھ سختی سے پوچھا' مصطفیٰ نے سائیڈ لیمپ آن کیا تو کمرے میں کچھ روشنی سی ہوگئی تھی۔
وہ پچھلے کچھ دنوں سے کسی اور کیس پر کام کر رہا تھا وہ بہت بزی تھا کبھی یہاں کبھی وہاں ایاز کا کیس مکمل طور پر امجد خان کے حوالے کر چکا تھا کچھ دنوں سے ایاز کے باپ کی کوششوں کے سلسلے سے مکمل طور پر غافل ہو چکا تھا لیکن اب امجد خان یہ خبر سنا رہا تھا۔
''بہت خاموشی سے یہ سب ہوا ہے کل دن کے وقت میں ایک جگہ بزی تھا یہ لوگ ضمانت کے پیپر لے کر آئے تھے مجھ سے فون پر بات ہوئی تھی میں نے منع کر دیا تھا لیکن اب پھر یہ لوگ چلے آئے ہیں۔''
''پیپرز چیک کیے؟''
''یس سر لگتا ہے عبدالقیوم نے بہت پیسہ لگایا ہے ضمانت کروانے پر ورنہ اتنی جلدی ضمانت نہیں ہو سکتی تھی۔''
''آ ہم۔'' مصطفیٰ سوچ میں پڑ گیا۔
ان کا کیس اتنا مضبوط تھا کہ ضمانت نہیں ہو سکتی تھی یقیناً بہت سے لوگوں کا منہ بھرنے کے بعد ہی یہ ضمانت ہو پائی تھی ایاز امجد خان کے پاس ابھی تک حوالات میں تھا امجد خان کے تفتیشی سیل کی سیر کے دوران وہ اپنے کافی سارے اگلے پچھلے گناہوں کا اقرار کر چکا تھا لیکن ایک دفعہ پھر یہ ضمانت کے پیپرز اس کے اور ایاز کے درمیان آگئے تھے ورنہ آج کل میں وہ جیل بھی جانے والا تھا۔
''سر اب کیا کروں، شام سے کئی فون آ چکے ہیں آئی جی صاحب اور چند اور لوگوں کی کالز ریسیو ہو گئی ہیں سبھی ایاز کو نکالنے کا کہہ رہے ہیں۔''
''تو مجھے فوراً اطلاع کیوں نہیں کی گئی اتنی جلدی ضمانت کیسے ہو سکتی تھی اتنے کیسز تھے اس پر۔'' مصطفیٰ ایک دم غصے سے بولا ورنہ وہ ان معاملات میں اپنے غصے کو بہت کنٹرول ہی رکھتا تھا۔
''سر آپ بزی تھے میں نے سوچا میں خود سے یہ معاملہ ہینڈل کر لوں گا اسی لیے آپ کو بتایا نہیں۔''
''واٹ آ نان سینس میں بزی تھا روپوش نہیں ہو گیا تھا کم از کم مجھے اطلاع کی ہوتی میں کچھ نہ کچھ کرتا۔''
''ایم سوری سر۔'' امجد خان از حد شرمندہ تھا مصطفیٰ نے لب بھینچ کر اپنے غصے پر کنٹرول کیا۔
''ٹھیک ہے ایاز کی ضمانت کے پیپرز قبول کر لو اور اسے جانے دو۔'' خود کو نارمل کرتے سنجیدگی سے کہا۔
''یس سر۔''
''اور ہاں ایاز مکمل طور پر ہماری نگرانی میں ہوگا سب لوگوں کو اطلاع کر دو مجھے اس کے ایک ایک پل کی رپورٹ چاہیے یہ نہ ہو اس کا باپ اسے پھر باہر بھگانے کی کوشش کرے۔''
''یس سر ایسا ہی ہوگا۔''
''ٹھیک ہے۔'' مصطفیٰ نے ایک دو اور ہدایات دے کر کال بند کر دی تھی۔
وہ لوگ نو بجے ولید کی طرف سے واپس لوٹے تھے تھکن ہو رہی تھی وہ آتے ہی سو گئے تھے ولید اور رانا کی وجہ سے وہ پہلے ہی الجھا ہوا تھا اور اب یہ نئی مصیبت۔

onlinemagazinepk.com/recipes

aanchal.com.pk

رنگارنگ کہانیوں سے آراستہ دلچسپ جریدہ

ماہنامہ

نئے اُفق کراچی

تازہ شمارہ شائع ہوگیا ہے

اگست 2015ء کے شمارے کی ایک جھلک

قلندر ذات: یہ کہانی ایک ایسے مردِ آہن کی ہے جو ذات کا قلندر تھا۔ اس نے ان لوگوں کو اپنی انگلیوں پر نچایا جو اپنے تئیں دنیا تسخیر کرنے کی دھن میں انسانیت کے دشمن بن گئے تھے۔

فلسطین: بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ اول، وہ شہر جہاں ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے۔ وہ شہر جسے سیکڑوں نبیوں نے اپنی آخری آرام گاہ کے طور پر چنا۔ وہ شہر جو تین مذاہب کے ماننے والوں کے لیے مقدس ترین ہے۔ اسی تاریخی شہر کے پس منظر میں لکھا جانے والا ایک ایسا ناول جسے آپ بار بار پڑھنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ الیاس ایم اے کے قلم سے تاریخی کہانیاں پسند کرنے والوں کے لیے بطور خاص۔

نظر فریب: انسان کی زندگی اور شطرنج کی بساط میں کچھ زیادہ فرق نہیں۔ عملی زندگی میں ہماری ذرا سی لغزش مستقبل میں کیا رنگ دکھاتی ہے اس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس طرح شطرنج میں غلط چال پوری بساط کو لپیٹ دیتی ہے۔ ماضی کی ایک لغزش کا قصہ جو مستقبل کے لیے تباہ کن بن رہی تھی۔ معروف آسٹرولوجسٹ وسیم قریشی کی ڈائری سے۔

ہوس آزادی: کشمیری حریت پسندوں کی جدوجہد سے ایک زمانہ واقف ہے ان کی آزادی کے حق کے لیے جہاں دنیا بھر میں آوازیں بلند ہو رہی ہیں وہاں اس خلق خدا پر بھارتی حکومت کے مظالم اب معمول کی بات ہو چکے ہیں۔ یہ کہانی بھی ان جیالے لوگوں پر مشتمل ہے جن کی زندگی کا لمحہ لمحہ اپنے وطن کو آزاد کرانے میں گزر رہا ہے۔ بوڑھے ہوں یا جوان، عورت ہو یا بچے سب کے سب اپنی مقبوضہ زمین کو آزاد کرانے کی جدوجہد کے عمل سے گزر رہے ہیں۔ زمین کی محبت کیا ہوتی ہے اور زمین کو آزاد کرانے کا خواب کس طرح آنکھوں میں جگمگاتا ہے یہ بات اس کہانی کی سطر سطر میں پیوست ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ

ایاز کا باہر آ جانا مطلب 24 گھنٹے ٹینشن میں گزرنے والے تھے۔ ایاز ایک بے خوف ایسا دشمن تھا جو کسی بھی وقت کچھ بھی کر سکتا تھا۔

مصطفیٰ واپس بستر کی طرف آیا...... شہوار پرسکون نیند سو رہی تھی...... چہرے پر اطمینان تھا۔

''شادی کے بعد شہوار کی ذات میں بہت ہی مثبت تبدیلیاں آئی تھیں جن میں سے سب سے بڑی تبدیلی یہ تھی کہ وہ اپنے ریلیشن کے بارے میں کافی پوزیسو ہوگئی تھی۔

مصطفیٰ نے اس کے پاس بیٹھ کر اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا تھا...... اس کے بالوں کو چھیڑتے پیشانی پر بکھرے بال پیچھے ہٹائے تو شہوار کی آنکھ کھل گئی تھی...... وہ چند پل مصطفیٰ کو دیکھے گئی تھی جو کسی گہری سوچ میں تھا۔

''کیا ہوا؟''

''کچھ نہیں۔'' مصطفیٰ نے نفی میں سر ہلایا۔

''کچھ پریشان ہیں؟'' وہ مصطفیٰ کے ساتھ رہتے رہتے اس کے چہرے کے تاثرات پڑھنے لگی تھی۔ مصطفیٰ مسکرا دیا۔

''ولید بھائی اور انا کی وجہ سے پریشان ہیں۔'' یونہی لیٹے لیٹے پوچھا تو مصطفیٰ ہنس دیا۔

سونے سے پہلے دونوں کافی دیر تک انا اور ولید کو ہی ڈسکس کرتے رہے تھے۔

''پریشانی کے لیے تو اس وقت وہ بات بھی کافی ہے لیکن میں اس وقت کسی اور وجہ سے پریشان تھا۔'' مصطفیٰ سنجیدہ تھا یعنی کوئی بہت ہی اہم بات تھی۔ شہوار اٹھ بیٹھی تھی۔

''کس وجہ سے؟''

''امجد خان کی کال تھی ایاز کی ضمانت ہوگئی ہے۔''

''اوہ......'' شہوار ایک دم پریشان ہوئی۔

''کیسے ہوگئی؟''

''میں کسی اور کیس میں بری طرح بزی تھا اور یہ کیس اوور آل امجد خان کے سپرد تھا وہی ہینڈل کر رہا تھا میں تو مطمئن تھا کہ اب وہ حوالات میں سے نکل نہیں پائے گا لیکن اس کا باپ کہاں سکون سے بیٹھنے والا تھا ضمانت کی کوششوں کی خبر تو مجھے ملتی رہی تھی لیکن میں مطمئن تھا کہ اس پر اتنے کیسز ہیں آسانی سے ضمانت نہیں ہوگی لیکن اب ضمانت ہو چکی ہے میری غلطی یہ ہے کہ میں اپنے دشمن سے غافل ہو کر اسے دوسروں کے حوالے کر دیا تھا مجھے چاہیے تھا کہ میں ہر حال میں اس کیس کو خود دیکھتا۔''

''اب کیا ہوگا؟'' شہوار ایک دم خوف زدہ ہوگئی تھی۔

''بس احتیاط کرنا ہوگی۔ مجھے بھی اور تمہیں بھی ایاز کو وہ باہر نہیں بھجوا سکتا مطلب وہ اپنے گھر میں ہی رہے گا لیکن سکون سے تو نہیں رہے گا حوالات میں امجد خان نے اس پر کافی حربے آزمائے ہیں بدلہ تو ضرور لے گا اب دیکھتے ہیں کہ کیا کیا کرتا ہے۔'' شہوار گم صم سی ہوگئی تھی۔

نجانے کیوں آج سارا دن وہ انا کی وجہ سے پریشان رہی تھی اور اب یہ نئی خبر سن کر تو وہ بالکل ہی گم صم ہو چکی تھی۔ مصطفیٰ نے اسے دیکھا تو ایک دم مسکرا کر بازو کے حصار میں لے لیا۔

''جب تک میں زندہ ہوں تمہیں کسی بھی سلسلے میں بالکل بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اپنی بیوی کو محبت کے ساتھ ساتھ تحفظ بھی فراہم کرنا بھی میرا اولین فرض ہے بالکل بھی ٹینشن نہیں لینا ویسے بھی ان دنوں تمہیں ایکسٹرا

نئی پرانی غزل

اکیسویں صدی کا یہ زمانہ ہے
پیار و محبت اب صرف افسانہ ہے
کھیتوں ای چھتوں پر ملنے کا اب رواج نہیں
اب تو پارک' ریسٹورنٹ یا پھر ڈسکو جانا ہے
گئے وہ دن جب ہیروئن مکی کا بھٹہ لیتے شرماتی تھیں
اب تو فری کا نزاکت سے مگر پیٹ بھر کا کھانا ہے
پہلے سبھی انگوٹھی یا چوڑیوں پر گزارا کرتے تھے
اب تو ایک ایکسٹرا تحفہ بیلنس بھی ڈلوانا ہے
ناداں تھی وہ سوہنی جو کچے گھڑے پر ڈوب گئی
چھری اٹھائی کلائی پر پھیری اب یہ طریقہ آزمانا ہے

شمع مسکان......جام پور

کیئر کی ضرورت ہے میں نہیں چاہتا کہ میرے بے بی کو کسی بھی قسم کا کوئی نقصان ہو۔" مصطفیٰ نے بے پناہ محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا تو وہ مسکرادی۔

❁......❁❁......❁

"ضمانت ہوچکی ہے لیکن تم بغیر اطلاع کے کہیں بھی نہیں جاسکتے تمہاری ضمانت مصطفیٰ کے لیے ایک شکست ہے ہمارا بزنس یہاں پاکستان سے وائنڈ اپ ہوچکا ہے تھوڑا بہت کام باقی ہے وہ بھی کمپلیٹ ہوجائے تو پھر سب کو باہر سیٹل کرادوں گا یہاں کے حالات بالکل اچھے نہیں سو بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔" عبدالقیوم کی ساری فیملی گھر کے لاؤنج میں موجود تھی ایاز کی والدہ بیٹے کو دیکھ دیکھ کر نہال ہورہی تھیں۔ ایاز کا چہرہ سنجیدہ تھا کاشفہ میگزین دیکھ رہی تھی جبکہ عادلہ باپ کے پاس بیٹھی تھی۔

"آپ نے خوامخواہ اتنا پیسہ ضائع کیا ڈیڈ اس نے کہاں چین سے بیٹھنا ہے آتے ہی شروع ہوجائے گا بس ایک دو دن گزر جانے دیں۔" میگزین کی ورق گردانی کرتے کاشفہ نے طنزیہ کہا تو سبھی نے اسے گھورا۔

"شٹ اپ۔" ایاز ایک دم پھنکارا۔

"زندہ تو میں کسی کو بھی نہیں چھوڑوں گا ایک ایک سے گن گن کر بدلے لوں گا۔ مصطفیٰ پہلی بار بچ گیا تھا لیکن اس بار نہیں بچے گا۔" وہ غصے سے چیخا۔

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گے، تم مصطفیٰ کے ریسورز سے واقف نہیں ہو میں اب پرانی یا کوئی نئی بات نہیں چھیڑنا چاہتا ہمارا مقصد بس خاموشی سے یہاں سے نکلنا ہے اپنے دشمنوں کو میں بھی نہیں چھوڑتا لیکن میں موقع دیکھ کر وار کرتا ہوں۔ زندگی رہی تو بدلہ بھی لے لیں گے۔" عبدالقیوم نے بہت سنجیدگی سے ایاز کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر سمجھایا تو اس نے لب بھینچ لیے تاہم بولا کچھ نہیں۔

وہ امجد خان کے ہاتھوں بہت دفعہ ٹارچر سیل کی سیر کرچکا تھا اور وہاں کا قیام اس کے اندر مصطفیٰ سے متعلق موجود نفرت کو مزید بڑھا دیا کرتا تھا۔

عادلہ کو طلاق ہو چکی تھی ان کی فیملی کے لیے یہ زخم ہی کافی تھا اوپر سے ایاز کی گرفتاری اور پھر عبدالقیوم پر مصطفی کا گرفت مضبوط کرنے کی کوشش کرنا۔ ایاز کے اندر کے کینہ پرور انسان کو مزید نفرت پالنے کے لیے یہ سب باتیں کافی تھیں اور اس نے سوچ لیا تھا وہ اب کیا کرے گا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پیدا ہوئی تو مطمئن ہو کر عادلہ سے باتیں کرنے لگ گیا تھا۔

بیگم عبدالقیوم بیٹے کو نگاہوں کے سامنے دیکھ کر آنکھوں ہی آنکھوں میں نہال ہو رہی تھیں۔

❁......❁❁......❁

چوہدری حیات علی جب سے واپس گاؤں آئے تھے۔ ذہن ہر وقت شہر میں ہی اٹکا ہوا تھا۔ وہ چاہنے کے باوجود پہلے کی طرح بیوی بچوں پر توجہ نہیں دے پا رہے تھے۔ زبیدہ کئی بار بے توجہی اور بے پروائی کا ذکر کر چکی تھی۔ انہوں نے کئی بار کوشش کی کہ ان کو اعتماد میں لے کر زیب النساء کے بارے میں بتا دیں لیکن ہر بار ہمت ہار جاتے تھے۔ زبیدہ ان کے معاملے میں از حد حساس تھی۔ خصوصاً بابا صاحب انہیں اپنی بھتیجی بہت عزیز تھی حویلی کے اندر کے تمام سیاہ و سفید کی مالک۔

زبیدہ کا ایک بھائی کینیڈا شفٹ ہو چکا تھا وہ کئی بار بہن اور بہنوئی کو وہاں آنے کا کہہ چکا تھا زیب النساء کا معاملہ شروع ہونے سے پہلے ان دونوں میاں بیوی کا کچھ ماہ کے لیے کینیڈا جانے کا ارادہ بھی تھا۔ اس سلسلے میں انہوں نے ویزہ کے لیے اپلائی بھی کر دیا تھا۔ اس بار پھر اس نے کال کر کے اپنے پاس آنے کا کہا تو بابا صاحب نے کھلے دل سے جانے کی اجازت دے دی تھی اور کچھ دن گزرے تو ان کو ویزہ ایجنسی سے کال آئی تھی خوش قسمتی تھی یا کیا تھا ویزہ کے لیے دی گئی درخواستیں قبول ہو چکی تھیں۔ زبیدہ تو بہت خوش تھی۔ اس کو پوری دنیا دیکھنے کا بہت شوق تھا...... جبکہ حیات علی متامل تھے۔

وہ زیب النساء کو چھوڑ کر نہیں جا سکتے تھے اور نہ ہی روز روز شہر کے چکر لگا سکتے تھے۔ وہ ویزہ ایجنسی کا بہانہ کر کے پھر شہر چلے آئے تھے اس دفعہ وہ پورے دو ماہ بعد آئے تھے۔

زیب النساء سے ملے تو حیران رہ گئے تھے وہ بہت کمزور اور بیمار ہو گئی تھی۔ ماں کی وفات کا اس نے حد سے زیادہ صدمہ لیا تھا۔ ملازمہ نے انہیں جو خبر سنائی اس کو سن کر وہ سوچ میں پڑ گئے تھے۔ زیبن ماں بننے والی تھی۔ ماں کی وفات کا صدمہ اور اوپر سے ایسی حالت وہ کھانے پینے کے معاملے میں بھی کافی بے پروا تھی نتیجتاً سارا اثر اس کی دن بدن کمزور ہوتی صحت کی طرف تھا۔ وہ اس کو ڈاکٹر کے پاس لے کر آئے تھے کھانا پینا فروٹس، گوشت اور باقی ساز و سامان سے کچن بھر دیا تھا۔

"خوش رہا کرو تمہیں اس حالت میں دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوا ہے۔ وہ پیاری سی خوب صورت سی زیبن تو کہیں نظر ہی نہیں آ رہی ہے جسے دیکھ کر میں دیوانہ ہوا تھا۔" زبردستی کھانا کھلاتے اس کی دلجوئی کر رہے تھے۔ زیبن مسکرائی تھی اور اس کی مسکراہٹ میں عجیب سا سوز تھا۔

حیات علی کے دل میں عجیب سی ندامت کا احساس جاگا تھا۔ انہوں نے دل میں ارادہ باندھ لیا تھا کہ اب وہ حویلی گئے تو بابا صاحب سے ضرور اپنی دوسری شادی کا ذکر کریں گے۔

"اچھا...... اچھا سوچا کریں تاکہ ہمارے بچے پر اچھا اثر پڑے۔" کھانا کھلا کر اپنے ہاتھوں سے میڈیسن کھلائی تھی۔

"مجھے اماں بہت یاد آتی ہے مہر دآپا بھی نہیں مل سکتی اور ابا وہ تو میرے لیے جیتے جی مر گئے تھے۔ نجانے کہاں چلے

خالق کائنات

□ اللہ سے نزدیک ہونے کے لیے اللہ کے بندوں سے نزدیک ہوجاؤ (جبران)

□ اس آدمی سے ہوشیار رہو جو یہ سمجھتا ہے کہ خدا صرف آسمان پر رہتا ہے (برنارڈ شاہ)

□ تمام علماء اور اساتذہ یہ بات سمجھنے سے عاجز و قاصر ہیں کہ وجود کیونکر ہوا اور یہ کیونکر برابر ہوتا چلا جارہا ہے' ہمیں ایسے خالق حقیقی کا اقرار کرنا ہی پڑتا ہے جو ہمیشہ اور ہر وقت موجود ہے (فلامریاں)

□ سیکنڈ منٹوں میں' منٹ گھنٹوں میں' گھنٹے دنوں میں' دن ہفتوں میں' ہفتے مہینوں میں' مہینے سالوں میں' سال صدیوں میں تبدیل ہورہے ہیں۔

□ سورج اور چاند نکل رہے ہیں' ستارے جگمگ کررہے ہیں' زمین پر پودے اُگ رہے ہیں' ہوا چل رہی ہے' درختوں کے پتے ہل رہے ہیں۔ پھول اور پھل نمودار ہورہے ہیں' شبنم گررہی ہے' سمندر میں پانی بہہ رہا ہے۔ کوہ آتش فشاں سے چنگاریاں نکل رہی ہیں' یہ انسان ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہورہا ہے' جانور گھوم رہے ہیں۔ غرض ساری کائنات حرکت میں ہے اور حرکت تحریک اور طاقت کے تابع ہوتی ہے تو پردہ کون سی تحریک...... وہ کون سی طاقت ہے' جس کی وجہ سے کائنات میں حرکت کی یہ رونق موجود ہے' دل سے بے اختیار جواب آتا ہے وہ محرم وہ طاقتور ذوی اعلیٰ ذات ہے' جس کے وجود کے بارے میں آنکھیں رکھنے کے باوجود اندھے' کان رکھنے کے باوجود بہرے اور عقل رکھنے کے باوجود بے وقوف لوگ انکار کرتے ہیں اور ایمان' احساس اور بصیرت رکھنے والے اقرار......!" (ابوسنان)

حرا قریشی...... بلال کالونی' ملتان

گئے ہیں کوئی اپنی اولاد سے ایسے بھی غافل ہوتا ہے چوہدری صاحب کیا؟" لہجے میں درد تھا۔ انہوں نے اسے ساتھ لگا کر ایک دم شدت سے اپنی محبت کا اظہار کیا۔

"کچھ بھی مت سوچا کرو' سب ٹھیک ہوجائے گا۔"

"مجھے لگتا ہے میں اس گھر میں قید ہوکر رہ گئی ہوں آپ کا انتظار کرتے کرتے میری آنکھیں تھکنے لگتی ہیں' کبھی کبھی مجھے لگتا ہے آپ کبھی لوٹ کر نہیں آؤ گے اور میں انتظار کرتے کرتے مرجاؤں گی۔" اس کی آواز میں مایوسی تھی۔

"ایسا مت سوچو' تم گھر میں کیوں قید رہتی ہو' باہر نکلا کرو بازار کا چکر لگالیا کرو یہاں پارکس ہیں وہاں چلی جایا کرو باہر لوگوں میں گھلا ملا کرو۔"

"میں باہر نکلتی ہوں تو لوگ میرے شوہر کا نام پوچھتے ہیں کون ہے کہاں ہے آپ نے سختی سے کسی بھی انسان کو آپ کے بارے میں بتانے سے منع کیا ہوا ہے پھر میرا دل نہیں کرتا باہر نکلنے کو۔" اس نے دل کی بات کی تھی حیات علی نے ایک گہرا سانس لیا۔

"آپ اس دفعہ دو ماہ بعد آئے ہیں۔" وہ دنوں کا حساب رکھے ہوئے تھی۔ حیات علی کے دل میں ایک دم ندامت کا احساس جاگا تھا۔

"میں جلدی آنے کی کوشش کیا کروں گا۔" انہوں نے دلاسہ دیا۔

"بس تم خوش رہا کرو کھانا پینا اچھا رکھو۔ کسی بھی چیز کی کمی ہو ملازمہ سے منگوالیا کرو ایک عدد ملازم بھی میں بندوبست کردیتا ہوں باہر کسی بھی کام کے سلسلے میں وہ مدد کردے گا بس اپنی صحت کا خیال رکھا کرو مجھے بس وہی پیاری سی زینب چاہیے جسے پہلی نظر میں دیکھ کر میں بے بس ہوگیا تھا۔" وہ اس کی دل جوئی کرنے میں کامیاب رہے تھے۔ وہ زینب کے پاس کچھ دن رہے تھے اور اس کو بہت ساری آؤٹنگ پر کرائی تھی۔

اس دن بھی اس کو لے کر باہر پارک میں آئے تھے۔ڈاکٹر نے بتایا تھا کہ ''چوہدری صاحب آپ کی بیوی تنہائی اور فرسٹریشن کا شکار ہے ایسی کیفیات اکثر اوقات ماں بننے والی خواتین کو نقصان پہنچا دیتی ہیں ان کو ایکسٹرا کیئر اور نگہداشت کی ضرورت ہے جتنا بھی ممکن ہو سکے ان خیال رکھا کریں اور کوشش کریں یہ خوش رہا کریں۔'' اور وہ کوشش کر رہے تھے کہ وہ جتنے دن شہر میں رہیں زیبن خوش رہے۔ پارک کی رونق اور اس میں موجود لوگوں کو دیکھ کر زیبن کا مزاج ایک دم خوش گوار ہو گیا تھا۔

حیات علی بھی دل و دماغ کو ہر طرح کے خیالات سے پاک کر کے صرف اور صرف زیبن کے ساتھ کو انجوائے کر رہے تھے۔

تبھی وہاں پارک میں انہیں اپنا بہت پرانا اور دیرینہ دوست ملا تھا۔

''سبحان احمد۔'' دونوں کالج و یونیورسٹی میں کئی سال اکٹھے رہے تھے سبحان کا باپ وکیل تھا تعلیم کے بعد اس نے بھی اپنے باپ کا آفس جوائن کر لیا تھا جبکہ حیات علی اپنی تعلیم مکمل کر کے گاؤں لوٹ گئے تھے۔ پانچ سال پہلے سبحان کی شادی ہوئی تھی پھر پتا چلا تھا کہ وہ امریکہ سیٹل ہو گیا ہے۔لیکن بہت عرصہ بعد اسے پاکستان میں دیکھ کر دونوں ایک دوسرے سے مل کر بہت خوش ہوئے تھے سبحان اپنی بیوی کے ساتھ تھا۔

''یہ کون ہیں۔'' سبحان اس کی حویلی جا چکا تھا وہ ایک دو بار زبیدہ سے بھی مل چکا تھا اتنا تو وہ بھی سمجھ گیا تھا کہ یہ کم عمری لڑکی زبیدہ نہیں ہے۔

''یہ میری بیوی ہے۔'' اس سے پہلے سبحان احمد کچھ ایسا ویسا سوچتا حیات علی نے سچ بتا دیا۔

''لیکن تمہاری بیوی تو......!'' آواز دھیمی تھی۔

''میں نے زیب النساء سے یہاں شادی کی ہے حویلی میں کسی کو بھی علم نہیں۔'' مختصر الفاظ میں بتایا تھا۔

سبحان خاموش ہو گیا تھا۔ اتنا تو وہ بھی جانتا تھا کہ اس کا دوست کوئی عیاش، کرداری لحاظ سے کمزور انسان نہیں تھا دونوں کا بہت اچھا وقت گزرا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو بہت گہرائی سے جانتے تھے۔ سبحان نے زیادہ پوچھ کچھ نہیں کی تھی۔

حیات علی زیبن کو سبحان احمد کی وائف کے پاس چھوڑ کر دونوں پارک میں ٹہلتے رہے تھے حیات علی نے مختصر الفاظ میں سبحان احمد کو اپنی ساری کہانی کہہ سنائی تھی۔

''تم کب تک پاکستان میں ہو؟'' حیات نے پوچھا۔

''ہم دو ماہ تک مزید ہیں اصل میں شادی کے پانچ سال بعد بھی ہاجرہ ماں نہیں بن سکی ہم یہاں ٹریٹمنٹ کرانے آئے تھے وہاں کے سب ڈاکٹرز کو آزما چکے ہیں سو چا اب یہاں کے لوگوں کو بھی آزما لیں۔''

''اوہ۔'' وہ دن زیبن کے لیے بہت خوش گوار تھا۔

وہ ہاجرہ سے مل کر بہت خوش تھی۔ ہاجرہ سے زیبن کی بہت دوستی ہو گئی تھی۔

حیات علی نے دونوں میاں بیوی کو اس کے گھر آنے جانے کا کہہ دیا تھا حیات علی کا مقصد زیبن کا دل لگا رکھنے کا تھا۔ سبحان اور اس کی بیوی نے بھی گھر چکر لگانے کی ہامی بھر لی تھی۔ اس طرح ایک بہت اچھا ہفتہ گزار کر حیات علی اپنے گاؤں کے لیے روانہ ہوئے تو زیبن ان کے جانے کے بعد ایک بار پھر اداس ہو گئی تھی۔

❀......❀❀......❀

رابعہ ہادیہ کے پاس آئی تھی اس کا رو رو کر برا حال تھا۔

لفظ لفظ موتی

❁ زندگی کا المیہ یہ نہیں کہ یہ بہت جلد ختم ہو جاتی ہے بلکہ زندگی کا اصل المیہ یہ ہے کہ ہم جینا بہت دیر بعد سیکھتے ہیں۔

❁ اگر کسی اچھے انسان سے غلطی ہو جائے تو درگزر کرنا چاہیے کیونکہ موتی اگر کیچڑ میں بھی گر جائے تو بھی قیمتی ہی رہتا ہے۔

❁ روپے کی قیمت کتنی بھی گر جائے لیکن اتنی کبھی نہیں گر سکتی جتنا روپے کے لیے انسان گر جاتا ہے۔

❁ بُرا وقت وہ شفاف آئینہ ہے جو بہت سارے چہرے واضح کر دیتا ہے اور اچھا وقت بادلوں کی طرح ہے جو سورج کی تپش کو بھی روک لیتا ہے۔

❁ شیشے کو توڑنے کے لیے ایک پتھر کافی ہوتا ہے اور دل توڑنے کے لیے ایک لفظ۔

❁ ہمیشہ اپنی چھوٹی چھوٹی غلطیوں سے بچنے کی کوشش کرو کیونکہ انسان پہاڑوں سے نہیں پتھروں سے ٹھوکر کھاتا ہے۔

❁ اپنا فائدہ سوچے بنا سب کے ساتھ اچھا کرو کیونکہ جو لوگ پھول تقسیم کرتے ہیں ان کے ہاتھوں میں خوشبو ضرور رہ جاتی ہے۔

سدرہ احسان...... سمبڑیال

"میں نے ہمیشہ سوچا تھا کہ وہ مجھے ضرور ملے گا لیکن میں نے کبھی بھی نہیں سوچا تھا کہ اس سے ملاقات تمہارے حوالے سے ہوگی میں سمجھتی تھی کہ شاید وہ بھی مجھ سے محبت کرتا ہو، میرے بارے میں سوچتا ہو لیکن جیسے وہ تو سرے سے بے خبر تھا۔"

"ہادیہ پلیز اس طرح مت روؤ، مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔" رابعہ ہادیہ کے ہاتھ تھام کر منت سے بولی۔

"اس محبت میں میرے لیے ہی بس خواری کیوں تھی وہ کسی اور حیثیت سے بھی تو مجھے مل سکتا تھا نا، میں نے اس کا برسوں انتظار کیا اور نتیجتاً مجھے کیا ملا دکھ، اذیت، تکلیف اور عمر بھر کی نارسائی۔"

"تم ایک بار ابوبکر سے مل لو اگر تم دونوں راضی ہو جاتے ہو تو میں گھر والوں سے بات کر لیتی ہوں تمہارے لیے میں کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ ویسے بھی اب وہ پہلے والی پوزیشن میں نہیں رہا خود کو کافی حد تک اسٹیبلش کر چکا ہے انکل اور آنٹی کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" محبت سے ساتھ لگا کر رابعہ نے کہا تو ہادیہ کے آنسو رک گئے۔

"لیکن تمہاری شادی ہو رہی ہے محض چند دن باقی ہیں بس۔"

"میں فیضان ماموں اور سہیل بھائی سے بات کروں گی اگر تمہارے والدین نے کوئی اعتراض کیا تو وہ ان کو بھی قائل کر سکتے ہیں بس تم ایک بار ابوبکر سے میرے ساتھ چل کر مل لو۔" اس نے خلوص دل سے کہا ہادیہ کا چہرہ ایک دم روشن ہوا تھا لیکن اگلے ہی پل پھر بجھ گیا۔

"ابوبکر کبھی راضی نہیں ہوگا اور تم میری بیسٹ فرینڈ ہو میں بھلا تمہاری زندگی کی خوشیوں کو کیسے چھین لوں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا تو رابعہ نے نرمی سے ہادیہ کا ہاتھ تھاما۔

"مری ابوبکر سے کوئی بھی جذباتی وابستگی پیدا نہیں ہوئی ابھی تک اور میں کوئی قربانی نہیں دے رہی تم میری دوست ہی نہیں بلکہ بہن بھی ہو اگر ہماری شادی ہو جاتی تو یقیناً ہم اچھی لائف گزارتے لیکن شکر ہے پہلے ہی سب کلیئر ہو گیا اب باقی معاملات کو ہینڈل کرنا میرا کام ہے رہ گئی میری شادی کی ڈیٹ بہت سے لوگوں کی شادی کسی نہ کسی وجہ سے

ٹوٹ جاتی ہے میں سمجھوں گی کہ میری بھی ٹوٹ گئی۔" وہ پرسکون تھی۔ انداز میں اطمینان تھا۔
"اگر ابوبکر نے انکار کر دیا تو؟"
"تو ہم سب مل کر اسے منالیں گے بلکہ میں خود اسے قائل کروں گی بس تم اپنے والدین کو قائل کرنے کی کوشش کرو۔"
"ماما کو کوئی پرابلم نہیں ہوگا لیکن پاپا یقیناً اعتراض کریں گے لیکن اگر تم لوگ ساتھ دو تو وہ قائل ہو سکتے ہیں وہ انسان کی اندرونی خوبیوں کو دیکھتے ہیں ان کے نزدیک بیرونی لوازمات بس بے معنی ہیں۔"
"ڈیٹس گریٹ پھر تو انکل کو قائل کرنا ماموں اور بھائی کے لیے کوئی مشکل کام نہیں۔" رابعہ واقعی پر جوش تھی ہادیہ کا رونا دھونا ایک دم ختم ہو گیا تھا۔
"واقعی سب ٹھیک ہو جائے گا نا؟" وہ اندرونی طور پر خوف زدہ تھی۔
"ان شاء اللہ بس تم دعا کرو۔"
"اور تمہاری شادی؟" وہ پھر سے گلٹی فیل کرنے لگی۔
"وہ بھی ہو جائے گی ابھی سمجھ لو میرے لیے رائٹ پرسن سامنے نہیں آیا جس دن آ گیا میری شادی بھی ہو جائے گی۔" ہادیہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔ رابعہ نے محبت سے اس کے ہاتھ دبا کر ساتھ لگایا تھا۔

❀......❀❀......❀

وہ کالج سے گھر آئی تو حماد کی فیملی آئی ہوئی تھی مصطفیٰ کی پھپھو، شائستہ اور ان کے شوہر تینوں موجود تھے۔ ان کو دیکھ کر انا کا دل ایک دم بند ہوا تھا۔
وہ لوگ صبوحی کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے ایک طرف وقار احمد اور ضیاء ماموں بھی تھے۔
انا دروازے میں ہی ساکت ہو گئی تھی...... وہ سمجھ سکتی تھی کہ یہ لوگ کیوں آئے ہوں گے۔
ابھی تک ان لوگوں نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ وہ مرے قدموں سے چلتے اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔ موبائل ٹوٹ جانے کی وجہ سے اس کا حماد کیا کسی سے بھی رابطہ نہیں تھا۔ اس وقت وقار گھر پر تھے یعنی ان کے علم میں ان لوگوں کی آمد تھی جبکہ وہ قطعی بے خبر تھی۔ وہ ساکت انداز میں بستر کے کنارے ٹک گئی تھی۔
اس نے یہ سارا کھیل خود شروع کیا تھا۔ اور اب یہ کھیل اس کے گلے کا پھندا بنتا جا رہا تھا۔ وہ اسی طرح بیٹھی ہوئی تھی جب روشی کمرے میں داخل ہوئی تھی انداز سنجیدہ تھا۔
"حماد کی والدہ بھائی اور بھاوج آئے ہیں انکل نے مصطفیٰ بھائی کے ذریعے ان لوگوں کو آج اپنے ہاں مدعو کیا تھا وقار انکل نے ان سے تمہارے اور حماد کے رشتے کی بات کی ہے۔ وہ لوگ تمہیں بلا رہے ہیں آ کر ان سے مل لو۔" روشی نے کہا تو انا کا دل عجیب سے انداز میں دھڑکا تھا۔
"ہو سکتا ہے ماموں ان لوگوں کو آج ہی ہاں کہہ دیں۔" انا نے ہراساں ہو کر روشی کو دیکھا پر روشی کہہ کر کمرے سے نکل گئی تھی۔
گھر والوں سے اس کی بول چال بند تھی۔ کوئی بھی اس سے مخاطب نہیں ہوتا تھا سوائے روشی اور ضیاء ماموں کے، وہ اسی طرح ساکت بیٹھی رہی تھی۔ تبھی صبوحی خود اسے بلانے چلی آئی تھیں۔ ان کا انداز سنجیدہ اور سپاٹ تھا۔ ان کے کہنے پر وہ آہستگی سے اٹھ کر اسی حلیے میں چلی آئی تھی۔
مصطفیٰ کی پھپھو بہت محبت سے ملی تھیں انہوں نے خود اٹھ کر اسے گلے لگایا تھا شائستہ کا رویہ بھی اچھا تھا

خوش اخلاقی سے ملی تھی۔

"ہمارے ہاں ایسے رشتے ناطے طے نہیں ہوتے میں ان شاء اللہ سب بڑوں کو لے کر آؤں گی اور پھر بات طے کروں گی وہی ہماری منگنی کی رسم ہوتی ہے۔ آپ کے کان میں بات ڈال دی ہے اب آپ کی بیٹی ہماری بیٹی ہوئی۔ حماد جاب کے سلسلے میں ایک دو ماہ کے لیے باہر جارہا ہے واپس آتا ہے تو ان شاء اللہ شادی کی ڈیٹ رکھ دیں گے۔" زہرہ پھپو نے کہا تھا وقار اور صبوحی نے سر ہلا دیا تھا۔

صبوحی کا چہرہ ابھی بھی سنجیدہ تھا جبکہ وقار کا چہرہ نارمل تھا۔

"جب آپ کو مناسب لگے رسم کرنے آجایئے گا ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔" نارمل انداز میں کہا۔

انا کو لگا وہ ابھی یہیں گر جائے گی......وہ بمشکل خود کو سنبھال پارہی تھی۔

"میں آتی ہوں۔" وہ لڑکھڑاتی آواز میں کہہ کر فوراً وہاں سے نکلی تھی۔ اپنے کمرے میں آکر بستر پر گر کر وہ ایک دم ضبط کھو بیٹھی تھی۔

❁......❁❁......❁

رابعہ نے سہیل اور فیضان سے بات کی اور وہ دونوں ساری بات سن کر گم صم ہوگئے تھے۔

"مجھے ہادیہ بہت عزیز ہے ابوبکر کہہ چکے ہیں کہ وہ آپ لوگوں کا اعتماد نہیں توڑ سکتے لیکن میں بھی ہادیہ کا دل نہیں توڑ سکتی۔ ہے تو ایک مشکل فیصلہ لیکن مجھے ان حالات میں اس سے بہتر کوئی فیصلہ نہیں لگ رہا۔" سر جھکا کر اس نے دل کی بات کہہ دی۔

"میں ہادیہ کو ابوبکر سے ملوا رہی ہوں اس کے بعد آپ لوگ بھی فیصلہ کرلیجیے گا یقیناً ابوبکر ایک بہت ہی اچھے انسان ہیں مگر ان حالات میں جب ہم سب کچھ جانتے ہیں ان کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا میرا ضمیر گوارا نہیں کررہا۔" وہ اپنے جذبات کا اظہار کھل کر رہی تھی۔

"ٹھیک ہے مجھے تمہارا فیصلہ اچھا لگا ہے میں امی اور باقی لوگوں سے بات کرلوں گا تم ہادیہ کو ابوبکر سے ملوادو اس کے بعد ہی ہم ابوبکر سے بات کریں گے۔" سہیل بھائی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس کے فیصلے کو اہمیت اور اس کی ذات کو مان دینے کی کوشش کی تھی۔

"شکریہ بھائی یقین جانیے بھائی یہ سب کچھ جانتے بوجھتے میں اس رشتے کے لیے تیار ہوجاتی تو ساری زندگی میں اپنے ضمیر کے سامنے گناہ گار رہتی۔"

"جیتی رہو، میں تمہاری ماں سے بات کرتا ہوں دکھ تو اسے بہت ہوگا لیکن ایک انسان سے ہم زیادتی بھی تو نہیں کرسکتے جانتے بوجھتے تمہیں یا ابوبکر کو اس شادی کے لیے مجبور نہیں کرسکتے ہم۔" ماموں نے کہا تو وہ مسکرا دی۔

وہ جانتی تھی کہ اس کے بڑے، ہمیشہ اس کو سمجھ کر اس کے فیصلے کو سمجھ کر اس کو اہمیت دیں گے۔

"تم ابوبکر اور ہادیہ کو بلوالو اور دونوں جو بھی فیصلہ کرتے ہیں ہمیں بتادینا۔" ماموں اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہہ کر باہر نکل گئے۔

سہیل بھائی نے بھی اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی تو اس کا حوصلہ ایک دم کئی گناہ بڑھ گیا تھا۔

❁......❁❁......❁

زہین کی حالت کی وجہ سے وہ پریشان تھے۔ زبیدہ کینیڈا جانے پر زور دے رہی تھی وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پارہے تھے۔ شہر سے واپس آئے ان کا تیسرا دن تھا لیکن ذہن زیب النساء میں اٹکا ہوا تھا۔ بابا صاحب بھی چہیتی بہو کی ہاں میں

ہاں ملاتے تھے۔ ان حالات میں حیات علی نے ایک فیصلہ کیا تھا زبیدہ یا بابا صاحب کو اپنی زبین سے شادی کے بارے میں بتادیں گے۔ بابا صاحب باہر ڈیرے سے حویلی لوٹے تو وہ دالان میں ٹہل رہے تھے۔ ملازم نے ان کی آمد کی اطلاع دی تو وہ ان کے کمرے میں آ گئے۔ سلام دعا کے بعد ادھر ادھر کی باتیں چلتی رہی تھیں۔

''کیا بات ہے حیات جب سے شہر سے لوٹے ہو خاموش سے ہو۔''

''ایسی کوئی بات نہیں بابا صاحب۔'' بابا صاحب کی بات کو انہوں نے مسکرا کر رد کیا۔

''اصل میں مجھے آپ سے ایک بات کرنی تھی۔'' انہوں نے جھجکتے ہوئے گفتگو کا آغاز کیا۔

''کیا بات کرنی ہے۔''

''بات یہ ہے کہ......!'' وہ رک گئے تھے بابا صاحب حقے کے شوقین تھے ملازم ان کے لیے حقہ تیار کر کے لایا تو وہ حقے کی نال تھام کر حقہ گڑگڑانے لگے۔

''بولو بچے کیا بات ہے؟''

''بات یہ ہے بابا صاحب کہ......!'' وہ پھر رکے اور قدرے توقف کے بعد سب بتاتے چلے گئے اور بابا صاحب وہ حیرت سے گنگ حقے کی نالی کو گڑگڑانے کی بجائے بت بنے چہیتے بیٹے کے منہ سے نکلنے والے الفاظ سن رہے تھے۔

❁......۞۞......❁

زہرہ پھپو اور باقی سب واپس جاچکے تھے انا مسلسل کمرے میں بند تھی۔ صبوحی کئی بار اس کے کمرے تک آتیں اور پھر بند دروازے کو دیکھ کر پلٹ جاتی تھیں۔ مغرب کے بعد بھی گھر میں موجود تھے۔ احسن اور ولید کو بھی حماد کی فیملی کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی۔ ولید کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا روشی نے کئی بار اس کا چہرہ دیکھا لیکن کوئی تاثر اخذ نہیں کر پائی تھی جبکہ احسن کا چہرہ غصے سے سرخ تھا۔ ضیاء صاحب صدمے سے نڈھال تھے۔

''پاپا کیوں کیا آپ نے ایسا، خود سے ان لوگوں کو گھر بلوایا اور پھر بات کی کیا ہم اب اتنے گئے گزرے ہیں کہ خود سے یہ سب کر رہے ہیں۔'' احسن مسلسل ٹہل رہا تھا۔

''جب اولاد ایسی منہ زور ہو جائے تو والدین یہ سب کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔'' وقار صاحب انا سے حد سے زیادہ بدظن ہو چکے تھے۔

روشی کے اندر عجیب سی کیفیت پیدا ہونے لگی تھی۔

''ایک بات کہوں، پتا نہیں کیوں مجھے لگ رہا ہے انا یہ سب جان بوجھ کر کر رہی ہے۔'' اس نے کہا تو سبھی نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

''جہاں تک میں سمجھ پائی ہوں وہ حماد سے محض ہمیں بدظن کرنے کے لیے رشتہ جوڑ رہی ہے۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا۔'' احسن ایک دم متوجہ ہوا۔

''انا کو کوئی کالز کرتا ہے اور وہ بلیک میل ہو رہی ہے اس کا موبائل ٹوٹ گیا ہے نمبر بند تھا گھر کے نمبر پر ایک لڑکی کی کال آئی تھی میں نے بھی اس سے بات کرتے سنا تھا کوئی اسے دھمکا رہا تھا۔''

''کیا مطلب...... کیسا دھمکانا؟'' اب کی بار باقی لوگ بھی ایک دم متوجہ ہوئے تھے۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

حیا بخاری

چاند گنگنا دیا

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

چاندنی چاند کی ستاروں کی
خوشبو پھولوں کی رُت بہاروں کی
عید کا چند جب نکلتا ہے
یاد آتی ہے اپنے پیاروں کی

''چناگکڑ بنیرے تے
کاسنی دوپٹے والیے
منڈا عاشق تیرے تے''

ڈھولک کی تھاپ پر اور کھنکتی چوڑیوں کے شور میں تاباں کی نرم سی آواز فضا میں سر بکھیر رہی تھی۔ کچے آنگن میں سب لڑکیاں اور عورتیں چارپائیوں پر بیٹھی تالیاں بجا رہی تھیں اور کچھ شوخ و چنچل لڑکیاں گانے پر ایک ساتھ ناچ رہی تھی۔ دو گھروں کی درمیانی دیوار میں چھوٹی سی کھڑکی کے ساتھ لگی بیٹھی ملالہ بے حد اداسی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔

''اے......'' تیز آواز پر وہ بُری طرح چونکی۔ ''کیا ہوا؟ شادی میں کیوں نہیں جارہی ہو؟ یہاں کیوں کھڑی ہو؟ لڑائی ہوئی ہے کسی سے یا پھر اماں نے تو نہیں ڈانٹا' کیا بات ہے؟'' سوالوں کی اچانک بوچھاڑ نے اس کا سر چکرا کے رکھ دیا تھا۔

''بتاؤ نا......'' وہ بالکل اس کے سامنے دیوار سے پشت

ٹکا کر ٹھہر گیا۔

''تمہیں کیا سی آئی ڈی میں نوکری مل گئی ہے؟''
وہ تڑخی۔

''نہیں! کس نے کہا' لو بھلا مجھے نوکری ملی ہوتی تو یہ بات سب سے پہلے میں تمہیں بتاتا' تم جانتی ہو۔'' وہ سمجھا شاید وہ اس سے ناراض ہے' اس کی جان نکل گئی۔

''ایسے سوال پر سوال کرو گے تو ہر سننے والا یہی سمجھے گا کہ نئی نئی پریکٹس ہے' تبھی عادت ہوگئی ہے تمہیں۔'' وہ چڑتے ہوئے بولی۔

''اوہ......! میں تو سمجھا تم مجھ سے ہی ناراض ہو' ویسے ہوا کیا ہے؟'' خود کو مطمئن کرتا اس نے دوبارہ سوال کیا اس دفعہ ملالہ نے خاموشی سے دایاں پیر اس کے سامنے کردیا۔

''کیا......؟'' وہ ناسمجھی سے اس کا پیر دیکھے گیا۔

''جوتی ٹوٹ گئی ہے میری۔'' وہ تلخ ہوئی۔

''تو......؟'' وہ اب بھی جیسے اس کی مشکل نہ سمجھا تھا۔

''تو کیا...... اب جوتی ٹوٹ گئی تو شادی میں کیسے جاؤں؟'' وہ روہانسی ہوگئی۔

''تو خالہ صغراں کی کوئی جوتی لے لو۔'' اس نے صحن کے بیچوں بیچ چارپائی پر لیٹی خراٹے بھرتی خالہ صغراں کی طرف اشارہ کیا۔

''اتنے پیارے ڈریس کے ساتھ میں خالہ صغراں کے بھدے چپل پہن کر جاؤں گی۔'' اس وقت واقعی ملالہ کا دل کررہا تھا کہ کچھ اٹھا کر اسے دے مارے۔

''تو خالہ ساجدہ سے لے لو۔'' اب کی بار اس نے کھڑکی کے اس پار اشارہ کیا۔

''ان کا ایک ہی بیٹا ہے جس کی شادی ہے' اب اکلوتے بیٹے کی بری سے کچھ اٹھا کر تو وہ مجھے دینے سے رہیں۔'' اس کے صبر کا پیمانہ چھلکنے لگا تھا۔

''اوہ تو اس لیے اب تم وہاں سے یہاں شفٹ ہوچکی ہو اور باقی تماشہ تم نے یہیں سے دیکھ کر دل ٹھنڈا کرنا ہے اپنا۔'' وہ شریر ہوا۔

''ہاں۔'' اس نے ڈھٹائی سے جواب دیا۔

''اور ویسے تم یہاں کیا کررہے ہو' چوری چھپے اس کھڑکی سے لڑکیاں تاڑنے آئے تھے کیا؟'' اینٹ کا جواب ڈنڈے سے آیا تھا۔

''توبہ کرو لڑکی! وہ سب میری مائیں بہنیں ہیں۔'' اس نے فوراً کان چھوئے۔

''ہر مرد خود کو شریف ظاہر کرنے کے لیے ایسے ہی کہتا ہے مگر دل سے......'' وہ طنزاً بولی۔

''میں وہ ہر مرد نہیں ہوں' میں عتارب ہوں۔'' وہ مسکرایا۔ چودھویں کا چاند بھی جیسے اس کے ساتھ مسکرادیا' ملالہ ساری باتیں بھول گئی۔

''میں ویسے خالہ صغراں کا حال چال معلوم کرنے روز آتا ہوں' آج دیر ہوگئی۔ تب ہی شاید خالہ بنا دروازہ بند کیے میری راہ تکتے سوگئیں۔'' اس کی آواز میں دکھ امڈ آیا۔

''میں تو جانے ہی لگا تھا کہ تم پر نظر پڑ گئی اور دیکھو اس قدر رات میں بھی میں تمہیں فوراً پہچان گیا۔''

جی' چاند ماموں کی وجہ سے۔'' وہ اس کی چاہتوں کی منکر ہوئی۔

''اچھا یہ جوتے مجھے اتار کر دے دو۔'' اس نے ملالہ کے پیر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''نہیں' میں آج رات یہیں خالہ کے پاس ہی رک جاؤں گی۔'' اس نے پیر کھینچ لیا۔

''جیسے تمہاری مرضی۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ملالہ نے حیرت بھری نگاہ اس پر ڈالی تھی اسے یقین تھا وہ ضرور اس کی مدد کرے گا۔

''مجھے تو بہت سخت نیند آرہی ہے' رب دے حوالے۔'' لمبی سی جماہی لے کر وہ ہاتھ ہلاتا دروازے سے باہر نکل گیا۔

''اے بی سی ڈی ای ایف جی ایچ......'' وہ تیزی سے بڑبڑائی۔ ''انگریزی میں ہر غلط نام تیرے نام۔'' اپنے تئیں اس نے دل کی پوری بھڑاس نکال لی تھی اور یہ اس کی بچپن کی عادت تھی جس پر بھی غصہ آتا اسے انگلش کے تمام حروف تہجی سنا کر ہر حرف سے بنتی کوئی بھی گالی اسے نواز

دیتی جس کا آج تک خود اسے بھی پتا نہ تھا کہ گالی بنتی بھی تھی کہ نہیں مگر اپنے تئیں وہ بہت پیارے پیارے القابات سوچ بھی لیتی تھی آنکھیں دوبارہ کھڑکی کے اس پار جمی تھیں جہاں لڑکیاں شرارتوں میں مصروف تھیں۔

"اس تاباں منحوس کو دیکھو جیسے میرا کوئی ہے نہیں۔" وہ تڑپی تب ہی کسی نے اس کے دائیں کندھے کو چھوا تھا' وہ کرنٹ کھا کر اچھلی۔

"عتارب تم......" اس کی جان ڈر کے مارے نکلنے کو تھی۔

"یہ لو تاباں کے سب سے نفیس سینڈل اٹھا کر لے آیا ہوں تمہارے لیے۔ اب پہنو اور جاؤ' مزے کرو۔" اس نے نفیس سی گلابی سینڈل اس کی جانب بڑھائے' لبوں پر وہی مسکراہٹ تھی۔ ملالہ نے نظریں جھکاتے ہوئے سینڈل تھام لیے اور کھڑکی کی چوکھٹ پر جم کر پہننے لگی۔

"ویسے آج مجھے کتنے حرف بخشے انگلش کے؟" وہ اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا' ملالہ کی لانبی پلکیں تھرتھرانے لگیں۔

"صرف ایچ تک بس۔" وہ جھوٹ نہ بول سکی۔

"اور ہر حرف سے کیا کیا لقب بخشا گیا مجھے۔"

"اے سے ابنارمل' بی سے بیڈ (برا)' سی کو ڈوڈی سے ڈل (سست) ای سے اینمٹی مائنڈ (خالی دماغ' کوڑ دماغ) الیف سے فول' جی جائنٹ اور ایچ سے......" وہ رک گئی' جوتے وہ پہن چکی تھی۔

"ایچ سے بولو نہ......" وہ مصر ہوا' ملالہ نے پلکیں اٹھائیں۔

"ایچ سے...... آئی ہیٹ یو رئیلی۔" اس کے سینے پر ہاتھ مارتی اسے پیچھے دھکیلتی وہ تیزی سے کھڑکی سے ہٹ گئی۔ عتارب نے بڑی مشکل سے اپنی زوردار ہنسی کا گلہ گھونٹا تھا۔

❀......❀......❀

اور اس رات جو پھر ملالہ ناچی تو جیسے سب ہار گئے' گاتے گاتے تاباں تھک گئی' ڈھولک بجاتی لڑکیوں کی ہتھیلیوں پر جلن ہونے لگی مگر ملالہ کے پاؤں نہ تھکے۔

"بس کر جا' یہ جوتی بھی توڑے گی کیا؟" تاباں نے بڑی مشکل سے اسے کنٹرول کیا۔

"ٹوٹ جانے دو' ایک اور آجائے گی۔" اس کی بات پر تاباں مسکرا دی۔

"ویسے پوچھے گی نہیں کہ یہ جوتی کس کی ہے اور لایا کون؟" اسے واقعی حیرت تھی کہ تاباں اپنے جوتوں کو نہیں پہچان پائی تھی۔

"بعض لوگ ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہوتے ہیں' بات یہ اہم نہیں کہ جوتے کس کے ہیں اور لایا کون؟ بات یہ اہم ہے کہ پہنے کس نے۔" اس کے محبت پاش لہجے پر وہ جھپٹ کے اس کے گلے لگ گئی۔

❀......❀......❀

"اس دفعہ تو اللہ نے بڑا کرم کیا ہے؟" بیری کے درخت پر جھولا جھولتی مزے سے ڈائجسٹ پڑھتی ملالہ نے بابا کی خوشی سے بھرپور آواز پر چونک کے سر اٹھایا۔ سر پر پگڑی رکھے کیچڑ سے بھرے میلے کپڑوں میں بھی ان کے چہرے کی چمک بے حد واضح تھی۔

"کیا ہوا ابا؟" وہ تیزی سے جھولا چھوڑ کر ان سے لپٹ گئی' بابا نے اس کے کندھے کے گرد بازو پھیلا دیے۔ اماں بھی کچن سے پانی کا گلاس تھامے فوراً باہر آئی تھیں۔

"گندم بہت اچھی ہوئی ہے' اس بار سارا قرضہ بھی اتر جائے گا تو بھی اتنا پیسہ بچ جائے گا کہ آگے مشکل وقتوں کے لیے رکھا جاسکے۔" انہوں نے خوشی خوشی بتایا۔

"کرم ہے میرے مولا کا۔" اماں نے جھولی آسمان کی طرف تانتے ہوئے جیسے اللہ کا شکر ادا کیا۔

"ابا پھر اس بار تو مجھے بی اے کی کتابیں لا دو گے ناں۔" موقع دیکھتے ہی ملالہ نے فرمائش کی۔

"ہاں' ضرور بیٹا! بلکہ میں آتے وقت کتابوں والے کو کہہ آیا ہوں کہ آج ماسٹر صاحب سے تمہارے لیے کتابوں کی لسٹ بنا لے اور کتابیں لے آئے۔"

"میرے پیارے ابا!" وہ مزید ان سے لپٹ گئی۔
"میرا سب کچھ تمہارا ہی تو ہے۔" انہوں نے اسے ساتھ لگاتے ہوئے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔
"آپ کے لیے کھانا لاؤں۔" اماں نے باپ بیٹی کے پیار پر مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"ہاں میری ملالہ نے کھالیا؟" انہوں نے ہمیشہ کی طرح پہلے ملالہ کے بارے میں پوچھا۔
"نہیں بابا! امی نے آج پھر آپ کی پسند کے کریلے گوشت بنائے۔" اس نے منہ بناتے ہوئے شکایت کی۔
"آپ سمجھادیں اسے ایسے منہ نہ بنایا کرے کھانے کے بارے میں سن کر اللہ اپنے رزق کی ناقدری پسند نہیں کرتا۔" اماں کو غصہ آنے لگا۔
"بات تو تمہاری اماں بالکل ٹھیک کررہی ہیں۔"
"پر بابا! میں بہت کوشش کرتی ہوں کہ تھوڑا سا کھالوں کسی طرح خود کو عادی بنالوں مگر......" وہ بے بسی سے لب کاٹ گئی۔
"چل کوئی بات نہیں میں ابھی اپنی بچی کے لیے تازہ دہی لے کر آتا ہوں۔"
"ارے اس گرمی میں پھر باہر جائیں گے ابھی تو آئے ہیں۔" اماں کو فکر ہوئی۔
"تم بس کھانا لگاؤ مجھے بھلا کیا وقت لگے گا؟" وہ ملالہ کا سر تھپتھپاتے باہر نکل گئے۔

❁......❁......❁

گرمیاں عروج پر تھیں اوپر سے بجلی کی آنکھ مچولی نے لوگوں کی زندگی حرام کردی تھی۔ پتا نہیں واپڈا والوں کو کیا تھا کہ عین نیند کے وقت جیسے ہی بستر پکڑو بجلی غائب۔ اسے ابھی بھی بہت نیند آرہی تھی مگر گرمی نے حال خراب کردیا تھا۔
"امی...... پانی دے دیں۔" اس نے وہیں کروٹ بدلتے ہوئے ماں کو آواز دی مگر دوسری طرف خاموشی رہی۔ وہ باہر آئی اماں کچے چھپر تلے چارپائی ڈالے گہری نیند میں تھیں۔ انہیں اس طرح سوتا دیکھ کر مسکراہٹ خود بخود اس کے لبوں کو چھوگئی۔ اس نے کچن میں جاکر پانی پیا اور دور آسمان پر دیکھنے لگی۔ ننھی منی بدلیاں اس طرف ہی آرہی تھیں یا شاید وہ ہی کچھ زیادہ خوش فہم تھی تبھی لکڑی کا دروازہ ذرا سا کھلا اس نے چونک کے گلی کے دروازے کی طرف نگاہ کی۔ تاباں اِدھر اُدھر جھانکتی نظر آئی وہ بھی مسکراتی باہر نکل آئی۔
"اندر آجا تاباں! میں جاگ رہی ہوں۔" وہ دروازے کے قریب آکر بولی۔
"عتارب امجد اسلام امجد کی "شہر در شہر" لائے ہیں چل کھیتوں میں جاکر پڑھیں گے۔" تاباں سرگوشی میں بولی۔
"نہر کنارے۔" وہ چہکی۔
"ہاں نہر کنارے سفیدے کے ٹھنڈے درختوں کے نیچے۔" اس نے مزید لالچ دیا۔
"اچھا رک میں چادر لے لوں۔" وہ تیزی سے اندر گئی اور چادر اوڑھ کے تاباں کے ساتھ چل دی۔ پکی سڑک سے کھیتوں کی پگڈنڈی پر قدم دھرتے ہی گرم لو ٹھنڈی ہوا میں بدلنے لگی ملالہ نے سکھ کا سانس لیا۔
"تم پہلے نہیں آسکتی تھیں۔" اس نے شرارت سے تاباں کی لمبی چوٹی کھینچی۔
"بڑی مشکل سے اماں سوئی تو نکلی اتنی گرمی میں بھلا نکلنے دیتی ہیں گھر سے۔" تاباں نے منہ بنایا۔ نہر قریب آتے ہی انہوں نے چپل وہیں چھوڑ دیے۔ دور درختوں تلے سفید چادروں میں منہ دیئے ان کے مزارع گہری نیند کے مزے لوٹ رہے تھے۔ نہر کے قریب گرے بڑے سے درخت کے چوڑے تنے پر بیٹھتے ہی ملالہ نے کتاب اس کے ہاتھ سے جھپٹ لی۔
"مل کے پڑھتے ہیں نہ۔" تاباں جی بھر کے حیران ہوئی۔
"نہیں تم جاؤ آم توڑ کر لاؤ۔" اس نے ذرا سے پائنچے چڑھائے اور اطمینان سے پاؤں نہر کے ٹھنڈے پانی میں ڈبو دیئے۔

"آم......" تاباں کی آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگی۔
"ہاں آم......" ملالہ نے اسے سبق پڑھایا۔
"مجھے کوئی شوق نہیں ہے تمہاری طرح ان پیڑوں پر چڑھ کر اپنی ہڈیاں تڑوانے کا۔ یاد ہے نا پچھلے سال کیسے غڑاپ سے نہر میں جا گری تھیں۔ یہ تو شکر کہ چاچا تھے یہاں اور جان بچ گئی تمہاری۔" اس نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے یاد دلایا۔
"یاد ہے مجھے اچھی طرح یاد ہے۔" ملالہ نے مکھی اڑائی۔
"اور تمہیں بھی اچھی طرح یاد ہونا چاہیے کہ اس کے بعد بھی میں نے توبہ نہیں کی بلکہ کئی بار ان آموں کے درختوں پر چڑھی۔ دیکھ لے زندہ سلامت موجود ہوں تیرے سامنے۔" اس نے اردگرد لٹکتے آموں پر نگاہیں پھیرتے ہوئے کہا۔
"تمہیں ہوگا شوق مجھے ایک فیصد بھی نہیں۔" تاباں نے صاف انکار کیا۔
"مطلب تمہیں آم نہیں کھانے؟" ملالہ حیران ہوئی۔
"کھانے ہیں نہ مگر صرف مفت کے اپنی کوئی ہڈی تڑوا کے نہیں۔" تاباں نے دانت دکھائے۔
"اچھا چلو یہ کتاب پکڑو۔" اس نے کتاب تاباں کو تھمائی اور پھر تنے پر ہی کھڑے ہو کر چادر اتار کر ایک شاخ پر ڈال دی اور ڈوپٹہ کس کر کمر کے گرد باندھ لیا۔
"میں آم اتار کر تمہاری طرف اچھالوں گی تم پہلے جمع کرنا۔" اس نے تاکید کی تاباں سر ہلا گئی۔ "پہلے جمع کرنا کھائیں گے مل کر۔" ملالہ نے دوبارہ تاکید کی۔
"ہاں یار قسم لے لو۔" تاباں خفا ہو گئی ملالہ مسکرا دی اور نہر کے تقریباً اندر ہی لگے بڑے آم کے پیڑ پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے ایک پاؤں دو حصوں میں تقسیم کر کے تنے پر جمایا اور اوپر قدرے مضبوط شاخ پر ہاتھ جمائے لمبی سی جمپ لگا کر اونچی شاخ پر چڑھ بیٹھی۔ شاخ زیادہ مضبوط نہیں تھی تبھی اس نے ایک ٹانگ نیچے قدرے مضبوط شاخ پر جما رکھی تھی۔

"یہ لو کیچ کرو۔" اس نے احتیاط سے ایک شاخ پکڑ کر ذرا سا نیچے کی اور اس پر لٹکتے شوخ زرد آم اتار لیے تاباں نے پوری طرح دامن پھیلا لیا۔
"کیا ہو رہا ہے؟" تیز گمبھیر آواز پر تاباں نے جھٹ سے دامن سکیڑ لیا تھا اور اس کی طرف آتا موٹا تازہ آم چھپاک سے نہر میں جا گرا تھا ادھر ملالہ بھی گرتے گرتے بچی تھی۔ سنبھلنے پر دونوں نے ہی آواز کی سمت دیکھا تھا۔ بڑا سا گنا ہاتھ میں لیے وہ عتارب تھا۔
"نظر نہیں آ رہا آم توڑ رہے ہیں۔" ملالہ بھلا کس سے ڈرنے والی تھی۔
"وہی تو نظر آیا تب ہی تو پوچھا کیا پچھلے سال والا حادثہ بھول گئی ہو۔" وہ خفا لہجے میں بولا۔
"ہاں بھول گئی ہوں کیونکہ اس حادثے میں مجھے کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔" وہ بے فکری سے ایک آم پر ہاتھ صاف کرنے لگی۔
"اور تم تاباں......" اسے یوں بے فکر دیکھ کر وہ بہن کی طرف مڑا۔
"ہم...... میں...... میں......" وہ تو ہکلا کے رہ گئی۔
"یہی تو اپنے ساتھ لائی ہے مجھے۔" اس نے فوراً ملالہ کی طرف اشارہ کر دیا۔
"زبردستی۔" ملالہ نے اس کی بات آگے بڑھائی اور تاباں دل ہی دل میں اس کی شکر گزار ہوئی۔
"لگتا ہے مجھے چاچا چاچی کو ہی سمجھانا پڑے گا تم باز نہیں آؤ گی۔" اس نے دھمکی دی ملالہ نے قہقہہ لگایا۔
"اسے دھمکی مت سمجھنا میں سچ کہہ رہا ہوں۔" اسے واقعی غصہ آنے لگا۔ تیز لہجے میں کہتا وہ مڑا کہ اچانک کوئی چیز زور سے اس کی کمر سے ٹکرائی۔
"اوئی......" وہ تلملا کے رہ گیا ملالہ کے ساتھ اس بار تاباں بھی اپنی ہنسی نہ روک پائی۔ عتارب نے حیرت سے مڑ کر دیکھا زمین پر پڑا وہ موٹا تازہ آم اسے صاف نظر آ گیا۔
"یہ تم نے کیا؟" اس نے آم اٹھا کر ملالہ کی طرف

دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"کوئی شک؟" وہ دوسرا آم اچھالتے ہوئے بولی۔
"آج تو تمہیں ضرور اس کی سزا ملے گی۔" اس نے شہادت کی انگلی اٹھا کر اسے وارن کیا اور ملالہ نے تیزی سے ہاتھ میں اچھلتا آم اس کی طرف کھینچ مارا۔ وہ تیزی سے وہاں سے بھاگا تھا' گئی آم اس کا پیچھا کرتے رہ گئے' تاباں اور ملالہ کے قہقہے بھی۔

❀......❀......❀

کئی دنوں کی شدید گرمی اور حبس کے بعد آج موسم بے حد خوش گوار ہو رہا تھا۔ گھنے بادلوں کے ساتھ ساتھ ٹھنڈی کول سی ہوا نے ساری تھکان دور کردی تھی۔ بچے گلیوں میں سائیکل کے پرانے ٹائرز لیے ادھر سے اُدھر بھاگ رہے تھے۔ پرندے خوشی سے غول در غول مشرق سے مغرب تو کبھی گول گول دائروں میں چکر لگا رہے تھے۔
بہت دنوں بعد گاؤں کی چوکیں آباد ہوئی تھیں اور نوجوان اور بوڑھے گپ شپ کے علاوہ علاقائی موسیقی سے بھی لطف اندوز ہو رہے تھے۔ عورتوں نے بھی سویرے کام نپٹا کر ایک دوسرے کے گھروں کی راہ لی تھی اور بڑی مدت بعد خوب ایک دوسرے کی اچھائی برائی کی۔
لڑکیاں بھی کہاں پیچھے رہنے والی تھیں' کچھ نے کھیتوں میں لگے جھولے سنبھال لیے تھے تو کچھ کہانیوں میں سر دیے بیٹھی تھیں تو اور کچھ لڑکیاں نہر کنارے لگے آم کے باغ کے ساتھ چھیڑ خانی میں مصروف تھیں۔ ملالہ اور تاباں نے بھی کچھ آم' کچھ فالسے لیے اور نہر کے کنارے پانی میں پیر ڈال کر بیٹھ گئیں۔
"اللہ نے کرم کر ہی دیا' سچ میں تو گرمی سے کباب ہو رہی تھی۔" ان کی دوست صائقہ جو قریب ہی بیٹھی تھی نے نہر کے پانی کو اچھالتے ہوئے خوش ہوتے ہوئے کہا۔
"تم کباب تو بن ہی چکی ہو سو اس بارش کا شاید ہی تم پر کوئی اثر ہو۔" تاباں نے اس کی سانولی رنگت پر ٹوک کی۔
"ہاں تو تم کون سا دودھ ملائی ہو' میں کباب ہوں تو تم بھی بیخ کی طرح ہی جلی ہوئی ہو۔" صائقہ حسب معمول بُرا مان گئی' سب کا قہقہہ جاندار تھا۔
"ارے اِدھر دیکھو۔" ساتھ بیٹھی نازیہ چیخی' سب نے اس کے ہاتھ کی طرف نگاہ کی۔ کھیتوں کے بیچوں بیچ ٹیوب ویل پر کھلے پائنچوں والی شلوار اور بنیان پہنے عتارب ہی تھا۔ وہ ٹھنڈے پانی سے منہ ہاتھ دھو رہا تھا۔ سب لڑکیوں کو اس کی طرف متوجہ دیکھ کر ملالہ کو تو آگ سی لگ گئی' وہ فوراً نہر سے پاؤں نکال کر تن فن کرتی اس کے سر پر جا پہنچی۔
"بڑا شوق ہے تمہیں اس کسرتی جسم کی نمائش کا۔" وہ کوئی لحاظ کیے بغیر چیخی تھی' اس نے پہلے حیرانی سے اسے دیکھا پھر مسکرا دیا۔
"تو تمہیں کیا؟" وہ جان بوجھ کر انجان بن گیا اور دوبارہ سے تیز بہتے پانی سے منہ دھونے لگا۔
"مجھے کیا اس موسم میں تمہارا اس طرف آنے کا مطلب؟ تمہیں تو کسی بیٹھک پر ہونا چاہیے تھا۔" اسے مزید غصہ آ گیا۔
"لو جی' کیوں بھلا میں نے تو آج تک کسی چوک' کسی بیٹھک کا منہ نہیں دیکھا۔" وہ مزید حیران ہوا۔
"نہیں دیکھا تو آج دیکھ لیتے' تمہیں کوئی کھا نہ جاتا۔" وہ تو جیسے غصے سے آگ بگولہ تھی۔
"بات کیا ہے...... کیوں اتنی گرم ہو؟" وہ پوری طرح اس کی طرف مڑ گیا۔
"اس موسم میں تمہیں یوں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ دیکھو گاؤں کی ساری لڑکیاں جھولا جھولنے آئی ہیں اور تم جانتے ہو کہ تم اس گاؤں کے سب سے ہینڈسم لڑکے ہو۔" عتارب حیران رہ گیا۔
"تم میری تعریف کر رہی ہو؟" وہ آنکھیں پھاڑے بالکل اس کے سامنے آ کر پوچھ رہا تھا۔
"ہاں تو کیوں آخر منگیتر ہو تم میرے۔" وہ نظریں جھکاتے خود کو مضبوط بناتے ہوئے بولی۔
"یا اللہ! ایسی غلطی میں نے پہلے کبھی کیوں نہ کرلی۔" وہ

خوش ہوتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"اچھا اب زیادہ پھولو بھی مت۔" ملالہ نے غبارے سے ہوا نکالنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی' وہ یونہی پھولا کھڑا رہا۔

"کیوں نہ پھولوں' زندگی کی سب سے بڑی حسرت پوری ہوئی ہے آج۔" وہ تشکر بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"اب تو پوری ہوگئی نا' اب جاؤ یہاں سے پلیز۔" اس نے تاباں کو فالسوں پر ہاتھ صاف کرتے ہوئے دیکھ کر بے تابی سے اسے مخاطب کیا۔

عتارب نے پاس پڑی چھوٹی سی چارپائی سے اپنا کرتا اٹھا کر پہنا اور تیزی سے بائیک اسٹارٹ کر کے یہ جا وہ جا۔ اس کی مسکراتی نظریں البتہ دیر تک ملالہ کو اپنے چہرے پر جمی محسوس ہوتی رہی تھیں۔

❀......❀......❀

"ارے چاچی آئی ہیں۔" وہ اور تاباں گھر واپس آئے تو عتارب اور تاباں کی امی آئی ہوئی تھیں۔ ملالہ تو انہیں دیکھ کر کھل اٹھی' بچپن سے ہی وہ چاچا چاچی کے بہت قریب رہی تھی۔

"چاچی کی جان۔" انہوں نے فوراً اس کو ساتھ لگالیا۔

"تیری اماں کو مبارک باد دینے آئی تھی۔" سکینہ چاچی نے محبت سے کہا۔

"کس چیز کی مبارک۔" اپنے ناخن کھرچتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"اپنے عتارب پتر کی آرمی میں سلیکشن ہوگئی ہے۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے اسے خبر دی' وہ جھٹکا کھا کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اس نے مجھے نہیں بتایا۔" اسے سچ مچ غصہ آنے لگا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے ملالہ۔" امی کو اس پر غصہ آنے لگا۔

"بدتمیزی کی کیا بات ہے اماں! اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ سب سے پہلے مجھے بتائے گا۔" وہ خفا انداز میں بولی۔ وہ تینوں بچپن سے ایک ساتھ پلے بڑھے تھے تب ہی دوستوں جیسا خلوص اور مان تھا ان کے رشتے میں۔

"ارے شمع! کچھ نہ کہہ میری بیٹی کو' ٹھیک تو کہہ رہی ہے مگر ملالہ قصور عتارب کا بھی نہیں ہے بیٹا! اصل میں مجھے ہی شوق تھا کہ یہ خوش خبری تم سب کو سب سے پہلے میں سناؤں' بس تب ہی چلی آئی۔ اگر مجھے پتا ہوتا کہ تمہیں میرے آنے پر اتنی خوشی نہ ہوگی تو یقین کرو میں کبھی نہ آتی۔" سکینہ چاچی نے شمع کو اشارہ کرتے ہوئے اداس لہجے میں کہا۔ شمع ان کی شرارت سمجھ کے مسکرادیں۔

"ارے نہیں چاچی۔" ملالہ بوکھلا گئی۔

"میں تو بس ایسے ہی۔" سب کا قہقہہ جاندار تھا۔

"اچھا' اب جاؤ چھت سے سارے سوکھے کپڑے سمیٹ لاؤ۔ میں اتنے میں تمہاری چاچی سے کچھ ضروری باتیں کرلوں۔" انہوں نے ملالہ کو ہدایت کی۔

"میں بھی تیرے ساتھ چلتی ہوں۔" تاباں بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"نہیں تاباں! تو اب گھر جا' تمہارا ابا چائے کے لیے بیٹھا ہوگا۔" سکینہ چاچی نے اسے بھی فوراً کام دیا' وہ منہ بنا گئی۔

"اماں......"

"جلدی جا' دیر نہ کر۔" اسے چاروناچار جانا ہی پڑا' تاباں کے جاتے ہی وہ بھی کپڑے سمیٹنے چھت پر آگئی۔

❀......❀......❀

ابھی اس نے کپڑے تار سے اتار کر تہہ کرنے کے لیے چارپائی پر رکھے ہی تھے کہ بوندا باندی شروع ہوگئی۔ اس نے ایک طرف بنے چھوٹے سے برآمدے میں چارپائی کھینچی اور تیزی سے باہر آگئی' آسمان پر جیسے بادل اور ہوا بھی اس کے ساتھ جھومنے لگے تھے۔ وہ آنچل لہرائے جھولتی رہی کہ اچانک ہی کسی نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا' دھیرے دھیرے ننھی بوندوں کو محسوس کرتی ملالہ ایک دم سے رک گئی۔ ہاتھوں میں بہت سارے پھول تھامے مسکراتا ہوا وہ عتارب تھا۔

"تم......" وہ حیران ہوئی۔

''ہاں میں اور کوئی اتنی جرأت کرسکتا ہے بھلا؟'' وہ شریر ہوا' ملالہ بلش کرگئی۔
''کبھی نہیں۔'' اس نے پورے اعتماد سے جواب دیا۔
''خیر...... خبر تو تمہیں مل ہی چکی ہوگی۔'' پھول اس کی طرف بڑھاتے ہوئے وہ بولا۔
''ہاں اور میں خفا بھی نہیں ہوں کیونکہ وجہ بھی جان چکی ہوں۔'' وہ پھول لیتے ہوئے مسکرائی۔
''شکر ہے۔'' اس کا اطمینان بحال ہوا۔
''ویسے تم اوپر کیسے آئے؟'' اسے اچانک ہی خیال آیا کیونکہ وہ سیڑھیوں کی طرف سے تو ہرگز نہیں آیا تھا ورنہ وہ ضرور اس کے پیروں کی دھمک سن لیتی۔
''تمہارے گھر کے ساتھ لگا یہ پیپل کا درخت زندہ باد' مجھے پوری امید تھی کہ ملکہ عالیہ ضرور بارش انجوائے کررہی ہوں گی۔'' اس نے ہاتھ کمرے کے پیچھے باندھتے ہوئے برآمدے کے ننھے سے پلر کے ساتھ ٹیک لگائی۔
''اچھا' حیرت ہے۔'' وہ ایڑیوں کے بل پر گلی والی دیوار سے ذرا اوپر جھانکی۔ درخت اور دیوار کا فاصلہ کافی تھا' تبھی تو وہ حیران تھی۔
''آرمی والا ہوں یار! ایسے چھوٹے موٹے کرتب تو دکھا ہی سکتا ہوں۔'' وہ شریر ہوا۔
''ہاں یہ تو ہے' تم تو کافی خوش ہوگے نا؟'' اس نے عتارب کی آنکھوں میں جھانکا۔
''ہاں' بہت زیادہ۔'' وہ باہر بارش میں آ گیا۔
''کیوں تم خوش نہیں ہو کیا؟'' اس نے ملالہ سے پوچھا۔
''بہت خوش ہوں' مگر ایک بات کلیئر کردوں۔'' اس نے پھولوں کی مہک سانسوں کے ذریعے اپنے اندر اتارتے ہوئے کہا۔
''وہ کیا؟'' عتارب فوراً اس کی طرف مڑا۔
''آج کل کے حالات تمہارے سامنے ہیں' نہ صرف بیرونی بلکہ اندرونی طور پر بھی ہماری آرمی کو بے حد مشکلات اور چیلنجز کا سامنا ہے۔ قدم قدم پر موت' خوف یا پھر عمر بھر کی معذری جیسے منہ پھاڑے ان کے راہ تک رہی ہے اور ایسے میں اگر تمہیں کچھ ہوا مطلب لولے لنگڑے ہوکر آئے تو......؟'' شرارت سے کہتی وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا گئی۔ عتارب نے کچھ لمحوں کے لیے یونہی اس کا بھیگا بھیگا سا چہرہ دیکھا پھر دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا اس کے بالکل قریب آ کر ٹھہر گیا۔
''اور اگر مر کر آیا تو......'' حملہ بالکل اچانک تھا' وہ سنبھل نہ پائی۔ پھول خود بخود ہاتھوں سے چھوٹ کر زمین پر جا گرے تھے' اس کی بات پر وہ گنگ ہوکر رہ گئی تھی۔
''بولو نہ...... اب کیوں خاموش کھڑی ہو۔'' عتارب نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔
''اللہ نہ کرے عتارب! میں تو مذاق کررہی تھی۔'' وہ رونے کے قریب تھی۔
''حالات خواہ کیسے بھی ہوں ملالہ! قدم قدم پر بکھری موت ہمارے لیے شہادت اور ابدی زندگی اور معذری غازی ہونے کی گواہی ہے اور ان میں سے کوئی سودا ہمارے لیے مہنگا نہیں کیونکہ ہم پاک آرمی کے جوان صرف تنخواہ اور اچھی جاب کے لیے آرمی جوائن نہیں کرتے بلکہ ملک وقوم پر جاں نثار کرنے کے لیے کرتے ہیں تب راستہ کوئی بھی ہو' نتیجہ کچھ بھی ہو' ہم نہ کبھی خوف کھاتے ہیں نہ پیچھے ہٹتے ہیں اور یہی ہماری فتح ہے۔'' وہ کس قدر پُرعزم تھا' کس قدر بہادر' بے خوف تھا' آنسو بھری نظروں میں فخر و ستائش بھی ابھرنے لگے۔
''اب میں انتظار کروں گا' جب تمہیں مجھے خود کہنا پڑے کہ عتارب! اگر مجھ سے سچی محبت کرتے ہو تو پہلے وطن کا قرض چکاؤ' پھر تم جس حال میں بھی لوٹو گے مجھے قبول ہوگے' چلتا ہوں۔'' تیزی سے کہہ کر وہ رکا نہ تھا۔ دیوار کے اس پار غائب ہوچکا تھا' ملالہ نے تیزی سے بھاگ کر دیوار پر اچھل کر اسے دیکھنے کی کوشش کی مگر نہ جانے وہ چھلاوا کہاں غائب ہوچکا تھا' وہ مسکرا کر پیچھے ہوئی۔
''پاگل نہ ہو تو......'' اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور

گنگناتے ہوئے دوبارہ جھومنے میں مصروف ہوگئی۔

❀......❀......❀

"آج تو عتارب بڑا یاد آرہا ہے؟" اسے ٹریننگ پر گئے دو ماہ ہوگئے تھے اور صرف ایک بار ہی فون پر بات ہوئی تھی۔ اس کا دل بھی بُری طرح اداس ہورہا تھا مگر بابا کے منہ سے سنتے ہی نہ جانے کیوں آنکھیں ساون بھادوں ہونے لگیں۔ وہ گھٹنوں میں سر چھپا گئی' شکر کہ اس وقت کچن میں وہ اکیلی تھی اماں اور بابا دونوں باہر بیٹھے تھے۔

"اللہ عمر دراز کرے' بڑا ہی قسمت والا بچہ ہے۔ نیک بخت اور فرماں بردار۔" شمع بی بی نے دامن پھیلا کر دعا دی۔

"ہاں' آج تک بازو بنا ہوا ہے میرا' کبھی بیٹے کی کمی محسوس نہیں ہونے دی مجھے۔" وہ حقہ گڑگڑانے لگے' ملالہ کے آنسوؤں میں تیزی آگئی۔

"لو کیوں محسوس ہو بھلا بیٹے کی کمی' عتارب اور مہیب بھی تو ہمارے ہی بیٹے ہیں نا۔" شمع نے سکینہ کے دونوں بیٹوں کا حوالہ دیا۔

"ہاں' صحیح کہتی ہو تم مگر پھر بھی خون کی قدر کسی کسی کو ہوتی ہے اور آج کل تو خون کے رشتوں میں بہت دوری آتی جارہی ہے۔" بابا نے کہا تو سو فیصد درست تھا۔

"سکینہ بھابی کی تربیت ہے سب۔" شمع نے کھلے دل سے دیورانی کی تعریف کی۔

"بے شک...... بے شک! بڑی خوش بخت عورت ہیں۔" بابا نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"اللہ بس ہمارے عتارب کو اپنی امان میں رکھے' آمین۔" اماں نے دامن پھیلا کر دعا کی۔

"ثمہ آمین۔" بابا نے بھی ان کا ساتھ دیا اور ملالہ کے دل نے بھی۔ وہ ان سے بچتی بچاتی چھت پر آگئی اور اسی منڈیر کے ساتھ رک گئی جہاں سے اس دن وہ کودا تھا' اسے فوراً عتارب کی آخری بات یاد آئی۔

"نہیں عتارب! میں کبھی تمہیں یہ نہیں بول سکتی کیونکہ......" اس نے ایڑیاں اٹھا کر نیچے جھانکا' پلکیں پھر بھیگنے لگیں۔

"کیونکہ میں تم سے بے حد پیار کرتی ہوں اور میرے لیے تمہارے بغیر ایک دن گزارنا بھی سوہان روح ہے۔ کہاں ایک زندگی......" اس نے سختی سے آنکھوں کو رگڑا اور اس کے صحیح سلامت آنے کی دعا کی تھی۔

❀......❀......❀

جوں جوں دن بڑے ہوتے جارہے تھے' گرمی کی شدت میں اسی قدر اضافہ ہورہا تھا۔ دن میں دس بجے کے بعد ہی گلیوں میں سناٹا رقص کرنے لگتا کہ رات کی خاموشی بھی شرما جائے۔

"کیا سن رہی ہے میری بیٹی!" موبائل کان سے لگائے وہ ادھر سے اُدھر سگنل کی تلاش میں گھوم رہی تھی' بابا کی آواز پر چونک گئی۔

"ریڈیو سن رہی ہوں بابا! مگر سگنل ہی صحیح نہیں آرہے۔" اس نے موبائل ہوا میں اِدھر اُدھر گھمایا اور تھپتھپاتے ہوئے بولی۔ دوبارہ کان سے لگاتے ہوئے اس کے چہرے پر پھر وہی مایوسی پھیلی تھی۔

"ویسے آ کیا رہا ہے جو میری بیٹی اتنی پریشان ہورہی ہے۔" انہوں نے اس کی پریشان صورت دیکھ کر پوچھا۔

"بابا! ہر جمعرات اس وقت علاقائی صورت حال پر بڑے دلچسپ اور معلوماتی تجزیے اور تبصرے ہوتے ہیں' سن کر بڑے کام کی باتیں پتا چل جاتی ہیں ورنہ تو ہم لوگ اندھیرے میں ہی رہیں۔ ایسے ذہین ذہین لوگ ایسے ایسے انکشافات کرتے ہیں کہ میری تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔" وہ شوق بھرے انداز میں انہیں بتانے لگی۔

"لو میں تو سمجھی تم سارا دن بس موئے انڈیا کے گانے سنتی رہتی ہو۔" اماں نے جیسے شکر ادا کیا کہ ان کی بیٹی کوئی ڈھنگ کا کام تو کرہی لیتی تھی۔

"وہ بھی سنتی ہوں اماں! مگر سچ کہوں تو ملک کے دن بہ دن بگڑتے حالات کی وجہ سے ان چیزوں کا استعمال بھی بدلنے لگا ہے۔ لوگ ڈراموں اور میوزک چینلو کی جگہ نیوز

چینلز پر خبریں اور تبصرے زیادہ شوق سے سنتے ہیں۔ پورے ملک کی ایک ایک کونے کی خبر سیکنڈز میں ادھر سے اُدھر نشر کردیتے ہیں پھر اعلیٰ مرتب ذہین اور فطین تبصرہ نگار جب اس حادثے کے اسباب اور آئندہ کے سدباب کے پہلوؤں پر جب روشنی ڈالتے ہیں نہ تو انسان کا دماغ جیسے کھل جاتا ہے۔" اس نے بابا کو تفصیل بتائی۔

"بات تو تمہاری واقعی صحیح ہے بیٹا! نہ جانے کس کی نظر لگ گئی ہمارے پیارے وطن کو نہ خوشیوں میں راحت بچی ہے نہ تہواروں میں رنگ۔ ہر وقت ایک دھڑکا سا لگا رہتا ہے کہ اللہ خیر کرے کچھ ایسا ویسا نہ ہوجائے۔ عوام سکون نام کی چیز کو ترس گئے ہیں فوج کی قربانیاں نہ ہوں تو شاید کب کے یہ غدار وطن دہشت گرد ہم لوگوں کے اس پاک وطن کو اس زمین سے ہی مٹا چکے ہوتے۔" بابا نے اداسی سے کہا۔

"خیر یہ بات تو کریں ہی نہ۔" اماں کو ان کی بات بُری لگی۔

"یہ فیصلہ کرنے والی صرف اللہ کی ذات ہے اسی نے بنایا جب اس کا بننا بالکل ہی ناممکن تھا۔ وہی اسے سلامت رکھے گا جب ہر طرف سے اس پر کافروں کی یلغار ہے ان شاءاللہ مجھے میرے رب پر پورا بھروسہ ہے۔" اماں نے مسکرا کر کہا تو وہ دونوں بھی مسکرا دیئے۔

"واقعی بات تو تمہاری سو فیصد سچ ہے ملالہ کی ماں!" بابا نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"ہاں اماں! واقعی سچ کہہ رہی ہیں اور پھر ہم سب بھی تو ہیں نہ پاک آرمی کے ساتھ۔" اس نے بھی مسکراتے ہوئے کہا اور دوبارہ موبائل اِدھر اُدھر گھمایا ذرا سی دیر میں ہی ملکہ نور جہاں کی آواز گونجنے لگی تھی۔

"اے پُتر ہٹاں تے نئیں وکدے
توں لبھدی پھریں بازار کڑے"

"ملالہ آواز اونچی کردے۔" اماں نے کچن کی طرف جاتے ہوئے اسے ہدایت دی تو ملالہ کے ساتھ ساتھ بابا بھی ہنس دیئے۔

"تاباں! ذرا زور سے جھولا نہ ہاتھوں میں طاقت ختم ہوگئی ہے کیا؟" جھولے پر بیٹھی ملالہ نے سوچوں میں گم تاباں کو پکارا تو وہ چونک گئی۔

"ہاں......"

"کن خیالوں میں گم رہتی ہو بھائی یاد آتا ہے تمہیں۔" ملالہ نے ذرا کی ذرا مڑ کر اسے دیکھا۔

"ہاں یار! کئی دن ہوگئے بھائی کی کال بھی نہیں آئی۔"

"ہاں تو ٹریننگ پر ہے وہ ظاہر ہے اب عام ٹریننگ تو نہیں ہے افسر بن کر آئے گا۔" خیالوں ہی خیالوں میں ملالہ نے دورا سے پاک آرمی کا یونیفام پہنے کھڑے دیکھا تھا۔ تبھی خود بخود ہونٹ مسکرانے لگے تھے۔

"ان شاءاللہ دیکھ لینا بڑے بڑے کام کرے گا میرا بھائی۔" تاباں کے لہجے میں بھائی کے لیے فخر تھا۔

"اللہ کرے مجھے تو ڈر ہے کہیں بھگوڑا ہی نہ ہوجائے۔" وہ شریر ہوئی۔

"اے شکل اچھی نہ ہو تو بات تو اچھی کرلیا کرو۔" تاباں نے اس کے کاندھے پر ہلکی سی چپت رسید کی وہ ہنسنے لگی۔

"اچھا چاچا کی طبیعت کیسی ہے اب؟" اچانک ہی ملالہ کو خیال آیا۔

"ہاں اب تو کافی بہتر ہے ابا پوچھ رہا تھا میری بہو نہیں آئی۔" اس کے چبا چبا کر کہنے پر ملالہ کو ہنسی آگئی۔

"ہاں بھئی ہنس لے مگر سچ بتا رہی ہوں ابا سچ میں ناراض ہو رہا تھا۔" تاباں نے اسے اپنی طرف کھینچا اور پھر زور سے جھولے کو آگے کی طرف دھکیل دیا اس بار وہ کافی اوپر گئی تھی۔

"ہاں بات تو تمہاری سچی ہے مگر سچ کہوں جب سے چاچی چاچا نے منگنی باقاعدہ کی ہے مجھے ان سے شرم سی محسوس ہوتی ہے عجیب سی لاج۔" وہ دھیرے سے مسکرا رہی تھی۔

"خیر آج ضرور چکر لگاؤں گی اللہ کرے عمار ب کا

فون بھی آجائے۔" اس نے دل سے دعا کی۔

"اچھا جی! اس کا مطلب بھائی تمہیں بھی خوب یاد آتا ہے۔" تاباں نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں تو کیوں نہ آئے' میرا بچپن کا دوست ہے' منگیتر ہے اور پھر سب سے بڑھ کر میرا کزن۔" اس نے مکمل اعتماد سے جواب دیا' تاباں کھلکھلا دی۔

❁....❁....❁

"سلام چاچا! لکڑی کے بڑے سے دروازے کو پار کرتے ہی سامنے برآمدے کے قریب چارپائی پر ٹیک لگائے چاچا اسے فوراً نظر آئے تھے' وہ سیدھا ان کی طرف آ گئی۔

"وعلیکم السلام......" چاچا اسے دیکھتے ہی کھل اٹھے۔

"آج تو بہار چل کر آئی ہے میرے گھر پر۔" انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا' وہ ان کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

"اب کیسی طبیعت ہے چاچا؟" اس نے بغور ان کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ صحت مند' سرخ رنگت والے چاچا بیماری سے کافی نڈھال ہو گئے تھے' عجیب سی زردیاں گھلنے لگی تھیں ان کی رنگت میں۔

"ٹھیک ہوں دھی...... بالکل ٹھیک۔ تم آ گئی اب اور بھی اچھا ہو جاؤں گا۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کہاں ٹھیک ہیں چاچا جی! دیکھیں تو کتنے کمزور ہو گئے ہیں' یہ سب عتارب کی وجہ سے ہے نا۔" وہ ان کی صحت دیکھ کر واقعی پریشان ہو گئی تھی۔

"ارے نہ بیٹا! عتارب تو میرا بیٹے جوان ہے' شیر جب جوان ہو جائیں تو باپ کی طاقت بن جاتے ہیں نہ کہ کمزوری' عتارب کے فیصلے کی سب سے زیادہ خوشی مجھے ہوئی ہے۔" ان کے پژمردہ چہرے پر عجیب سی چمک جاگی۔

"پھر بھی چاچا جی! آج کل جیسے حالات ہیں' میں جانتی ہوں آپ عتارب کے لیے ہی پریشان ہو رہے ہیں۔" وہ بھلا کہاں ہار ماننے والی تھی۔

"یہ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں ملالہ بیٹا!" اسی وقت چاچی کمرے سے باہر آئیں۔ تسبیح ہاتھ میں تھی وہ شاید نماز پڑھ کر آرہی تھیں' انہیں آتا دیکھ کر وہ فوراً اٹھ کر ان کے ساتھ جا لگی۔

"جیتی رہ۔" انہوں نے اس کی پیشانی چوم لی۔

"ان کو ذرہ برابر بھی پروا نہیں عتارب کی' یہ تو خوش ہیں کہ بیٹا آج اس قابل ہوا کہ ملک وقوم کے کام آسکے۔" چاچی کا مزاج شاید اچھا نہیں تھا آج ان کے جوشیلے انداز پر وہ مسکرا دی۔

"ساری فکر' ساری پریشانی تو مجھے ہے' پتا ہی نہیں چلتا کب دن ہوا کب رات ہوئی۔ چین وسکون غارت ہو گیا ہے میرا' فون پر آواز اس قدر کمزور آرہی تھی نہ جانے وہاں کھانا کیسا ملتا ہوگا۔ ملتا بھی ہوگا کہ نہیں۔" ان کی بات پر چاچا ہنسنے لگے۔

"ہاں بھئی تم تو ہنستے رہو' دیکھا ملالہ! کہاں ہے ان کو فکر' نہ جانے میرا لال کس حال میں ہوگا۔" وہ پھر سے خفا ہونے لگیں۔

"ارے نیک بخت' وہ آرمی کا افسر ہے اب اسے کوئی چھوٹا بچہ نہ سمجھ۔ ٹھیک ہے آرمی کی شروعات کی ٹریننگ بے حد مشکل اور کٹھن ہوتی ہے مگر پھر بھی یہ سب ضروری ہوتا ہے کسی بھی آرمی آفیسر کو ضبط' صبر اور فیصلے کی طاقت بخشنے کے لیے۔ اتنی سختیوں کے بعد جب وہ وہاں سے نکلتا ہے تو ایک مکمل اور جانباز سپاہی ہوتا ہے۔" چاچا رسانیت سے اسے سمجھانے لگے۔

"تمہیں پتا ہے' مغلیہ سلطنت ہندوستان میں مسلمانوں کی عظیم الشان اور ناقابل شکست سلطنت رہی' کیوں؟" انہوں نے جیسے ان دونوں سے سوال کیا۔

"کیوں چاچا؟" ملالہ نے تجسس سے پوچھا۔

"کیوں کہ وہ اپنے شہزادوں کو بھی عام سپاہیوں کی طرح ہی مشقت اور محنت سے وہ تمام گر سکھاتے جو کسی بھی اچھے سپاہی میں ہوں۔ انہیں عام آسائشوں کے استعمال کی اس طرح اجازت نہ تھی جس طرح ایک منجھے

ہوئے سپاہی کو ہوتی۔ تمام تر عزت اور وقار کے ساتھ شہزادوں کا سپاہیوں کے ساتھ تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا جاتا تاکہ وہ اپنی اہمیت کے ساتھ ساتھ تمام سپاہیوں کی اہمیت سے بھی واقف ہوں۔" ان کی بات پر دونوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"بالکل اسی طرح پاک آرمی کا شمار دنیا کی مضبوط ترین افواج میں ہوتا ہے اور اس کی وجہ بھی ان کی مشکل ترین تربیت اور کٹھن سے کٹھن مراحل سے گزرنا ہے۔ ان کی جسمانی طاقت کو ابھارنے کے ساتھ ساتھ ان میں اخلاقی اقدار اور مضبوط کردار کی افزائش ہے۔"

"واہ چاچا جی! واقعی آپ کی بات سچ ہے تبھی تو پاکستان میں یا ہمارے ملک سے باہر کسی بھی ناگہانی صورت جیسے سیلاب' زلزلہ وغیرہ میں آرمی کے جوان پیش پیش ہوتے ہیں۔ خدمت خلق کے جذبے سے سرشار اپنی زندگیوں کی پروا کیے بغیر تمام لوگوں کے کام آتے ہیں۔" ملالہ کے دل میں فخر سا ابھرنے لگا۔

"ہاں تبھی تو پاک آرمی کی جرأت اور ثابت قدمی نے دنیا کو انگشت بدنداں کی رکھا ہے۔ تھر کی بھوک سے یہ نبرد آزما' سرحد یا پنجاب کے سیلاب ہوں تو پاک آرمی سرگرم اور بلوچستان کی اندرونی خلفشار' سب جگہ آرمی بے حد ثابت قدمی سے ڈٹی رہیں اور پھر آج کل جو دہشت گردی کا معرکہ اسے سر کرنا پڑ رہا ہے اس کے لیے تو پورا پاکستان مل کر بھی ان کو سلام پیش کرے تو ان کی جرأت اور بہادری کے سامنے وہ بھی کم ہے۔" انہوں نے جوش سے کہتے اپنی نم ہوتی آنکھوں کے گوشے صاف کیے۔

"تو اب تم لوگ خود فیصلہ کرو' میں عتارب کے فیصلے سے خوش ہوں یا خفا۔ اگر میرا بیٹا کچھ دن سختیاں برداشت کرنے کے بعد مزید مضبوط ہوجائے تو مجھے اور کیا چاہیے۔" انہوں نے طمانیت سے کہتے ہوئے دوبارہ تکیے سے ٹیک لگالی' ملالہ بھی مسکرادی۔

❀.......❀.......❀

گرمی بھی انتہا پر تھی ایسے میں نہر کنارے ٹھنڈے پانی میں پاؤں مارتے آم اور انار کی گلابی چھاؤں تلے بیٹھ کر ڈائجسٹ پڑھنا تاباں اور ملالہ دونوں کا مشغلہ تھا۔ اس وقت بھی دوپہر کے وقت وہ دونوں وہاں بیٹھیں مطالعہ میں مصروف تھیں جب سب لوگ ستانے لیٹے تھے زمیں چونکہ ان کی اپنی تھیں تو کوئی خوف نہ تھا کیونکہ ان کے ذاتی مزارع ان کے آس پاس ہی تھے اور ان کے ساتھ ان کی خاندانی برادری تھی' سو بے فکر نہر کے کنارے درختوں کی ٹھنڈی میٹھی چھاؤں میں انہیں بے حد سکون ملتا تھا۔

"چلو جی' مجھے تو نیند آنے لگی ہے۔" سہ پہر ہونے لگی تھی' جب تاباں کی اچانک آواز پر وہ چونکی۔ ایک پل اسے دیکھا پھر سے کتاب میں گم ہوگئی۔

"تم بھی چلو ذرا لیٹ جانا۔" تاباں نے اٹھتے ہوئے اسے بھی کہا۔

"اوں ہوں......" اس نے قطعی طور پر صرف سر ہلا کر انکار کیا۔

"اچھا' چلو میں چلتی ہوں' رب راکھا۔" کہہ کر وہ کھیتوں کے درمیان بنی پگڈنڈی پر چل دی۔

ملالہ یونہی کتاب میں کھوئی رہی' وہ ایسی ہی دیوانی تھی کتاب کی۔ ہر وقت بس کتابوں میں کھوئی رہتی اور جب کتاب ہاتھ میں ہوتی تو اردگرد سے بے نیاز ہوجاتی۔ اس وقت بھی وہ اپنے پسندیدہ ایکٹر کا انٹرویو پڑھ رہی تھی اور حسب عادت اردگرد سے بے نیاز تھی۔

"اوئے......" کوئی بے حد اچانک چیخا تھا اور ملالہ اس قدر خوف زدہ ہوئی کہ بری طرح اچھلی۔ کتاب پیچھے کہیں جا گری اور وہ خود آگے کی سمت نہر میں گرنے لگی تھی کہ کسی مضبوط گرفت نے اس کی نازک سی کلائی تھام کر اسے پیچھے کی طرف کھینچ کر آہستہ سے نرم نرم سی گھاس پر بٹھا دیا' وہ ہراس سے آنکھیں بند کیے بیٹھی اپنی سانس بحال کرتی رہی۔

"اب آنکھیں کھول بھی دو جنگلی بلی!" مسکراتی آواز پر اس نے جھٹ سے دونوں آنکھیں کھولیں۔ اسے سامنے ہی وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا' دونوں گھٹنوں پر ہاتھ

جمائے اپنی طرف مسکراتے ہوئے تکتا عتارب نظر آیا۔
ملالہ نے پلکیں پٹپٹائیں اُسے یہ اپنا وہم لگا۔
"کیا ہوا؟" اسے یوں حیران پریشان دیکھ کر عتارب بھی ڈر گیا۔
"تم عتارب ہی ہو؟" وہ بغور اس کے قدرے کمزور وجود اور سانولی سی رنگت کو دیکھتے ہوئے بولی۔
"ہاں یار! مانا کہ بے حد کمزور ہو گیا ہوں مگر یہ بھی نہیں کہ تم مجھے پہچان نہ سکون۔" وہ خفا انداز میں کہتا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔
"نہیں' یہ بات نہیں اتنے دن بعد یوں اچانک تمہیں اپنے سامنے دیکھ کر یقین ہی نہیں آیا۔" اس کے لہجے میں اطمینان در آیا' وہ گھاس سے کھیلنے لگی۔
"میرا یقین کھونے تو نہیں لگی تم ذرا سی جدائی پر۔" وہ شریر ہوا' ملالہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔
"تم جتنا بھی دور چلے جاؤ' میرا یقین نہیں ٹوٹنے والا۔" وہ بھی مسکرائی۔
"اتنا اعتماد ہے مجھ پر۔" وہ ذرا آگے کو جھکا۔
"اس سے بھی کہیں زیادہ' تمہاری سوچ بھی وہاں تک نہیں جا سکتی۔" وہ گھٹنے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہاتھ کی ہتھیلی پر چہرہ جماتے ہوئے بولی۔
"بہت خوش قسمت ہوں نہ میں۔" اس بار عتارب مسکرایا تھا' ملالہ کو اس کا یوں مسکرانا بے حد اچھا لگا۔
"ہاں اگر اس بات کو سمجھ سکو تو۔" وہ اترائی۔
"جی شہزادی صاحبہ! میں سمجھتا ہوں تبھی تو گھر آتے ہی ایک پل بھی آرام نہیں کیا' تاباں نے بتایا کہ تم نہر پر بیٹھی رسالہ پڑھنے میں مصروف ہو تو بھاگم بھاگ یہاں آ پہنچا۔" اس کی بات پر وہ نظریں جھکا گئی۔
"لیکن سچ بتاؤں عتارب! نہ جانے کیوں جب سے تم نے آرمی جوائن کی ہے' ہر وقت دھڑکا سا لگا رہتا ہے' دل میں خوف سا جاگتا ہے کہ اللہ نہ کرے تمہیں کچھ ہو نہ جائے۔" نظریں جھکائے اس نے اپنے اندر کا خوف بھی عتارب پر ظاہر کر دیا۔
"صرف تمہارا وہم ہے ورنہ وہ لوگ بھی تو فیملیز رکھتے ہیں' سب کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ اب شہادت اور بُرے حالات کے ڈر سے ہم مرد گھروں میں دبک جائیں' ایسا نہیں ہوتا یار!" وہ چڑ گیا۔
"پتا ہے کتنے لوگ ہیں جو اپلائی کرتے ہیں مگر ان کی قسمت ساتھ نہیں دیتی' کسی نہ کسی خرابی یا کمی کی سے ری جیکٹ ہو جاتے ہیں۔ میں تو خوش قسمت ہوں کہ مجھے یہ موقع ملا کہ کسی نہ کسی طرح ملک و قوم کے کام آ سکوں۔"
"زندگی تو فانی ہے ملالہ! اگر اچھے مقصد کے لیے استعمال میں آ گئی' اللہ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے طور پر موت کو گلے لگا لیا تو بھلا اس سے بڑھ کر کیا کامیابی۔"
"اچھا چھوڑو اس لیکچر کو یہ بتاؤ کتنے دن تک ہو اب؟" وہ بوجھل لہجے میں بولی' عتارب مسکرا دیا۔
"اگلے ماہ کی پندرہ تک' دیکھو پھر کیا ہوتا ہے؟" اس نے بھی اس بار کوئی اور بات کرنے سے گریز کیا تھا' ملالہ سر ہلا گئی۔

❀......❀......❀

"گرمی کتنی بڑھ گئی ہے نا اماں۔" کھلے آسمان کے نیچے چارپائی بچھائے وہ اور اماں ساتھ ساتھ ہی لیٹے تھے تارے گنتے تھکی تو اماں کو پکار لیا۔
دھیرے دھیرے نیند کی وادیوں میں اترتی اماں بس "ہوں" کر کے کروٹ بدل گئیں۔
"اماں......" اس نے اماں کا بازو کھینچا۔
"کیا ہے ملالہ؟" اماں نے فوراً کروٹ دوبارہ بدل لی۔
"میں آپ سے بات کر رہی ہوں۔"
"مجھے نیند آ رہی ہے' صبح کر لینا۔"
"ابھی رات ہے نا اماں! دن میں پھر کہاں یاد رہتی ہے۔" ملالہ اداس ہوئی۔
"اچھا' جلدی بتا۔" اماں راضی ہو گئیں۔
"کیا تمہارے دور میں اتنی ہی گرمی ہوتی تھی اماں؟"

اس نے سوال کیا۔

''ہوتی تو تھی مگر احساس نہ ہوتا تھا۔'' اماں نیند میں ڈوبی آواز میں بولیں۔

''درختوں کے نیچے مل بیٹھ کر سلائی کڑھائی کرتے' دوسرے کام نبٹا لیتے اور......'' وہ اونگھنے لگیں۔

''اور ایک دوسرے کی جی بھر کے غیبت کرتے۔'' ان کو خاموش ہوتا دیکھ کر ملالہ نے شرارت کی۔

''آئے ہائے......'' اماں فوراً بیدار ہوئیں' ملالہ کھل کے مسکرا دی۔

''ہم کیوں کرتے غیبت' ارے کام تھوڑے ہوتے تھے۔ ایک پل کی بھی فرصت نہ ہوتی تھی' صبح فجر کی نماز سے پہلے جاگتے اور شام ڈھلتے ہی جب بستر پکڑتے تو صبح ہی پھر آنکھ کھلتی۔''

''اتنا کون سا کام ہوتا تھا اماں! جو سارا دن بس کام میں ہی گزر جاتا۔'' وہ جی بھر کے حیران ہوئی۔

''لو بھلا' تھوڑے کام ہوتے تھے' صبح اٹھ کر نماز پڑھتے پھر بزرگوں کی پہلی چائے تیار کرتے۔ سب کو چائے دے کر مال مویشی کی خدمت میں لگ جاتے' انہیں کھلاتے' پلاتے' دودھ دھوتے' پھر ان کو چرواہوں کے حوالے کر کے جلدی جلدی ناشتا بناتے۔'' اماں تیزی سے بولتے بولتے تھکیں تو ذرا دیر ستانے لگیں۔ ''پھر سارے گھر کی جھاڑو لگاتے' کچے فرش پر گیلی مٹی کا لیپ دیتے' جسم درد کرنے لگتا تو ذرا دیر ستا لیتے۔''

''گھنٹہ دو گھنٹہ۔'' ملالہ نے پھر لقمہ دیا۔

''نہ بھئی بس ذرا کی ذرا۔'' اماں نے فوراً تردید کی۔

''اس کے بعد دوپہر کے کھانے کی تیاری اور ساتھ میں پانی بھی بھرتے' اس وقت پانی کنویں سے لانا پڑتا تھا۔'' ملالہ مزید حیران ہوئی۔ ''پھر تنور پر روٹی ڈالنے سے ذرا پہلے کچھ کپڑے دھوتے اور پھر ساری ہم جولیاں مل کر کسی ایک گھر ایک ہی تنور پر باری باری روٹی بھی ڈالتیں اور باتیں بھی کرتیں۔ دوپہر میں جب سب بزرگ ذرا دیر کے لیے آنکھ موند لیتے ہم لوگ درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں کے نیچے بیٹھ کر سلائی کڑھائی کا کام نبٹا لیتے اور خوب گپ شپ بھی لگاتے۔ حق ہا' کیا دن تھے وہ بھی۔'' اماں پرانی یادیں تازہ کرتے کرتے پوری طرح بیدار ہو چکی تھیں۔

''قسم سے سارا دن محنت مشقت میں گزر جاتا اور رات پر سکون نیند میں۔ اللہ کی یاد بھی ساتھ رہتی' ریا اور ملاوٹ سے پاک زندگی تھی۔ چھوٹے موٹے جھگڑے ہوتے مگر فوراً ایک دوسرے کو منا بھی لیتے اور کبھی بھی منافقت دل میں نہ رکھتے تھے۔'' ملالہ کی آنکھیں بند ہونے لگیں مگر وہ اماں کو سننا چاہتی تھی تبھی آنکھیں کھولنے کی کوشش کرنے لگی۔

''کتنا مزہ آتا ہوگا نہ اماں۔''

''ہاں بیٹا! بچپن تھا سادہ اور کیا سادہ زندگی تھی۔ آج کل کے بچوں کا بھی کیا نصیب ہر وقت خوف کا سایہ سا لگا رہتا ہے نہ ماں باپ کو چین' نہ بچوں کو کھیلنے کی آزادی' ہر وقت بس دھڑکا سا لگا رہتا ہے۔'' اماں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

ہاں اماں! واقعی اور پھر آج کل جو دہشت گردی اور اغواء کاری کا رجحان بڑھا ہے نہ زمانے میں' اس نے تو نئی نسل سے ساری خوشیاں چھین لی ہیں۔'' ملالہ بھی اداس ہوئی۔

''مگر بیٹا! ایک بات یہ بھی ہے کہ ہماری نوجوان نسل اللہ سے بہت دور ہو گئی ہے' اب تم خود کو ہی دیکھ لو سارا دن یا ڈائجسٹ یا پھر موبائل۔ بس جلدی جلدی فرض نماز ادا کی اور پھر وہی شیطانی کام۔''

''اماں اب اس میں سارا شیطانی کام بھی نہیں ہوتا۔''

''میں مانتی ہوں بیٹا کہ یہ سب بھی اچھی چیزیں ہیں' آج کل کی زندگی کی بنیادی ضرورت ہیں مگر ان کو بس اتنی ہی اہمیت دو جو دنیا کی ہے۔ دین پر برتری دینے کا یہی نتیجہ نکلے گا' ہم نے دین کو وقت گزاری اور بس اللہ کا فرض چکانا سمجھ رکھا ہے اس کے مقصد حیات اور اصل کو بھلا دیا ہے یہ ہماری پہلی ترجیح نہیں رہا دوسری ہو گیا' بس امن ختم' زوال شروع۔'' اماں کی بات میں کس قدر سچ تھا ملالہ کو سچ

میں شرمندگی محسوس ہوئی۔

"میں کل سے پورے دل سے اللہ کی فرماں بردار بنوں گی اماں۔"

"شاباش میری بچی! اللہ سب مسلمانوں کو بھی ہدایت دے۔"

"آمین۔" اس نے بھی صدق دل سے دعا دی۔

❁......❁......❁

رمضان کی برکتیں شروع ہوتے ہی زندگی میں جیسے بہار سی آ گئی تھی۔ فضا میں ہر دم ایک عجیب سا نور طاری رہنے لگا تھا' ہر دل میں اپنے ربّ کی محبت اور اس کی رضا اور خوش نودی کی تڑپ جاگ اٹھی تھی' اتنی سخت گرمی کے باوجود لوگ پرعزم تھے اور سحری و افطاری کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

آج چھٹا روزہ تھا اور اللہ کا کرم خوب برسا تھا' صبح سے شروع ہونے والی ہلکی ہلکی بوندا باندی نے دوپہر تک موسلا دھار بارش کی شکل اختیار کر لی تھی جس کی وجہ سے موسم بے حد خوش گوار ہو گیا تھا۔ گرمی اور حبس ایک دم سے ختم ہو گئے تھے۔

آج تاباں اور عتارب' ملالہ کے گھر ہی تھے تیز بارش کی وجہ سے ان کو افطاری تک یہیں رکنا پڑا۔ ملالہ بے حد خوش تھی ہر اکلوتے بچے کی طرح اپنے دوستوں کا ساتھ پا کر کہ اکلوتے بچوں کو ہر خواہش تھما دو پھر بھی کسی دوست' کسی راز دار' بہن بھائی کی کمی انہیں کسک دیتی رہتی ہے۔ یہی کچھ اکثر ملالہ کے ساتھ ہوتا تھا' اسے بھی اپنی تنہائی کھلتی تھی' تاباں کو جب اپنے بھائی کے ساتھ شرارت کرتے دیکھتی تو دل ہی دل میں رشک کرتی' تمنا کرتی کہ اس کا بھی کوئی بھائی ہوتا یا بہن ہی ہوتی۔

آج اس کا چہرہ کھل اٹھا تھا' تاباں اور اس نے مل کر بہت دل سے افطار بنائی تھی۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد وہ اور تاباں ٹھنڈی رات کا مزہ لینے چھت پر چلے آئے' عتارب بھی ان کے پیچھے آ گیا۔

"سچ سچ بتاؤ' کھانا کس نے پکایا تھا؟" کھڑی چارپائی پر ہی جمپ لگا کر بیٹھتے ہوئے اس نے سوال کیا۔

"ملالہ نے۔" تاباں نے فوراً جواب دیا۔

"خیر تم نے بھی کافی مدد کی میری۔" وہ خوامخواہ شرمندہ ہو گئی۔

"ہاں بس پیاز' ٹماٹر کاٹ کر دیئے اور بس تھوڑا سا مصالحہ پیس دیا مگر کھانا تو سب تم نے ہی پکایا۔" تاباں صاف گو تھی۔

"شکر ہے یار کہ آج مجھے تمہاری یہ خوبی پتا چل گئی ورنہ میں تو تمہیں کافی پھوہڑ سمجھتا تھا اور اسی لیے اماں......" اس نے تاباں کو شرارت سے دیکھتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"کیا......؟" ملالہ کے دل نے ایک بیٹ مس کی۔

"ہاں یار! بھائی کا خیال تھا کہ تم بس سارا دن اِدھر اُدھر مکھیاں مارتی رہتی ہو۔"

"ہیں......" ملالہ منہ بنا گئی۔

"ان کو لگا کہ تمہیں گھر گرہستی کا کوئی شوق نہیں تبھی تم شاید ہی گھر سنبھال سکو سو بھائی نے اماں سے کہا کہ ایک بار پھر اس رشتے کے متعلق سوچ لیں۔" اس کی بات پر ملالہ اچھل پڑی۔

"یہ تم نے کہا چاچی سے؟" اسے جیسے یقین ہی نہ تھا۔

"ہاں' مگر مجال ہے کہ اماں تمہارے بارے میں ایک لفظ بھی سن لیں' فوراً دو چپل رسید کر دیں مجھے۔" اس نے بُرا منہ بنایا' ملالہ کی ہنسی نکل گئی۔

"آئندہ ایسی کوشش بھی مت کرنا ورنہ میں خود تمہیں رد کر دوں گی اور تم جانتے ہو کہ میری بات کوئی بھی نہیں ٹالتا نہ ماں بابا' نہ چاچا چاچی۔" اس نے دھمکی دی۔

"میری توبہ......!" عتارب نے فوراً کان پڑے تاباں ہنس دی۔

"ملالہ! ٹی وی دیکھو کیا قیامت ٹوٹی ہے؟" تبھی ساتھ والی چھت سے ان کی دوست عمارہ نے پکارا اور دوبارہ سے نیچے دوڑ گئی۔ عتارب ان دونوں سے پہلے کود کر نیچے کی طرف بھاگا تھا۔

ٹی وی پر بریکنگ نیوز آرہی تھیں' رمضان کے بابرکت مہینے میں بھی دہشت گردوں نے اپنی مذموم حرکتیں نہ چھوڑی تھیں۔ پولیس کی ایک کالونی پر خودکش حملہ ہوا تھا' آدھی سے زیادہ کالونی مٹی کے ڈھیر میں تبدیل ہوچکی تھی۔ حملہ دن میں ہوا تھا مگر کیوں کہ انہوں نے ٹی وی نہیں دیکھا تھا تو خبروں سے بھی محروم رہے تھے' اس وقت بھی بار بار پرانے اور کچھ تازہ مناظر اسکرین پر دکھائے جارہے تھے۔ لاشوں اور زخمیوں کو اسپتال منتقل کیا جارہا تھا' ملبے میں ابھی بھی تلاش کا کام جاری تھا۔

''میرے بچوں کو اس دفعہ عید کے کپڑے ضرور چاہیے تھے' میں نے وعدہ کیا تھا کہ اس بار ضرور دلواؤں گا مگر پریشان تھا کہ پانچ بچوں کے لیے ہر چیز کا بندوبست کیسے کروں گا اور انہوں نے خود ہی میری مشکل آسان کردی۔ مجھے اکیلا چھوڑ کر چلے گئے' عید منائے بغیر ہی......'' وہ سپاہی رو رہا تھا۔ ایک چینل اس کی بات سنتا تو اس کے بعد دوسرے چینل کے لوگ اس کی جانب بڑھ جاتے۔ لوگوں کو یہ سمجھ کیوں نہیں آتی جب صدمے دل پر گزریں تو زبانیں گنگ ہوجاتی ہیں۔ لفظ ختم ہوجاتے ہیں اور قوت گویائی شل...... کیوں پھر لوگ سوال کرتے ہیں' بار بار ان زخمیوں کے زخم کریدتے ہیں کیوں مجبور کرتے ہیں کہ وہ چپ نہ ہو' صبر نہ کرے' چیخے' روئے' کرلائے اور بلبلائے تاکہ خبر بنے...... ایک چینل کو دوسرے چینل پر سبقت مل جائے' کیا یہ انسانیت ہے؟ وہ رو رہا تھا' درد چھپا رہا تھا مگر چینل والے تھے کہ پیچھے ہٹنے کو تیار ہی نہ تھے۔

''بند کرو یہ سب......'' ملالہ کے ضبط کا پیمانہ چھلکا تو اس نے آگے بڑھ کر ٹی وی کا تار کھینچ لیا۔

''اتنا ظلم اور پھر اتنی بے حسی......'' وہ گھٹنوں میں سر دیئے بلک اٹھی۔ بابا' ماں' تاباں سبھی رو رہے تھے' عتارب جیسے مضبوط مرد کی آنکھیں خود بھیگنے لگی تھیں۔ وہ بھلا اس کو کیا خاموش کرواتے' سب اپنی اپنی جگہ خاموش بیٹھے آنسو بہاتے رہے۔

❀......❀......❀

ہنستی کھیلتی ملالہ بالکل چپ سی ہوگئی تھی' نہ ڈھنگ سے کھانا کھاتی نہ صحیح سے بات کرتی۔ بس سارا دن کمرے میں لیٹی چھت کو گھورتی رہتی۔ تاباں اور عتارب کا مزید وقت اس کے ساتھ کٹنے لگا مگر اسے اب کچھ بھی اچھا نہ لگتا تھا۔ آج بھی عتارب اس کے لیے جوس لے کر آیا تو وہ نیچے نہ تھی۔

''چھت پر ہے بیٹا! یا تو اسے دیکھ کر لگتا ہے کہیں کوئی آسیب......''

''تسلی رکھیں وہ دلبرداشتہ ہوگئی ہے۔'' عتارب کو ان کے اندازے پر افسوس سا ہوا۔

''جوں جوں وقت گزرے گا نارمل ہوتی جائے گی۔ آپ یہ جوس رکھیں میں دیکھ کر آتا ہوں۔'' وہ جوس ان کو پکڑاتا اوپر آ گیا۔

برآمدے میں کرسی بچھائے وہ نہ جانے آسمانوں میں کیا تلاش رہی تھی۔ عتارب چارپائی کھینچ کر اس کے پاس آ بیٹھا۔

''ملالہ......'' بھاری آواز پر اس نے چونک کر عتارب کی طرف دیکھا تھا۔

''میں تمہیں ایسا تو نہیں سمجھتا تھا' تم تو بہت ڈرپوک نکلی یار!''

''تو چاچی سے کہہ دو کہ دوبارہ اس رشتے پر نظر ڈال لیں۔'' سرد سی آواز' عتارب حیران رہ گیا۔

''کہہ دیتا' مگر پتا ہے کہ جتنی تم مجھے عزیز ہو اس سے کہیں زیادہ ان کو۔'' وہ بمشکل مسکرایا وہ مسکرا نہ سکی۔

''ملالہ! زندگی بہت عجیب چیز ہے' ہر روز نیا کچھ سامنے لاتی ہے۔''

''یہ اب اتنا بھی نیا نہیں رہا عتارب!'' وہ دکھی تھی۔

''یہی میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کررہا ہوں کہ یہ امتحان ہے' آزمائش ہے۔ آزمائش چھوٹی ہو بڑی کٹھن ہی ہوتی ہے اور کامیاب وہی ہوتے ہیں جو ثابت قدم رہیں۔''

''اتنے سارے لوگوں کا ایک ساتھ مرجانا تمہیں کیا

لگتا ہے قدرت کی طرف سے ہے؟"

"کم آن ملالہ! ہر چیز اللہ کی کن کی محتاج ہے۔"

"تو وہ ایسے مار دیتا' دھماکے میں کیوں؟"

"آٹھ اکتوبر 2005 کا زلزلہ بھول گئی ہو کیا؟" اور وہ بُری طرح چونکی تھی۔

"پاکستان اللہ اور دین اسلام کے نام پر بنا ہے مگر بدقسمتی سے پاکستانی عوام کو مغربی اور لادینی خواہشات کے زیر اثر لاکر اس راہ سے ہٹایا جارہا ہے جو پاکستان کا اصل تھی۔ میرا یقین کرو اللہ اپنے پیاروں کو ہی آزماتا ہے اور ہم بھی ان شاء اللہ اس آزمائش میں پورا اتر کر دکھائیں گے۔ اس نے نرمی سے ملالہ کا ہاتھ تھاما' وہ یونہی ساکت اور بے حس سی رہی۔

"ابھی شاید ہم نے بہت کم سہا ہے ملالہ! ابھی شاید بہت زیادہ باقی ہے۔ بہت کچھ ابھی سہنا پڑ جائے مگر یہ بات اہم ہے کہ یہ سب صرف آرمی کی ذمہ داری نہیں' اصل کامیابی تب ہی ملے گی جب عوام کی آنکھیں کھلیں گی۔ یوں رو لینا یا صدمے سے بے حال ہو جانا اور دکھ مناتے رہنا کوئی بات نہیں بڑی بات یہ ہے کہ ہمیں کس قدر شعور ہے۔ ہم اپنے اردگرد سے کتنے باخبر ہیں' خود پر ہمیں کتنا بھروسہ ہے۔" وہ ذرا دیر رکا۔

"یقین کرو ملالہ! 1965ء کی جنگ ہم کبھی نہ جیت پاتے اگر پاک افواج کے ساتھ عوام کا بے لگام اور جنون خیز جذبہ نہ ہوتا۔"

"ہم اب بھی پاک افواج کے ساتھ ہیں عتارب!" وہ اداسی سے بولی۔

"نہیں' ابھی نہیں ملالہ کیونکہ جو لوگ اس وقت پاک افواج کے ساتھ تھے ان کے لیے کچھ بھی اہم نہ تھا سوائے پاکستان کے۔ وہ اپنے وطن کے لیے جان' مال' عزت حتیٰ کہ بیٹے تک وارنے کے لیے تیار تھے مگر آج تم میں یہ حوصلہ نہیں ہے ملالہ! تم تو صرف میرے آرمی جوائن کرنے سے خائف ہو اور اب تو مجھے یقین ہو گیا ہے کہ کل کلاں اگر میں کسی ایسے امتحان میں کامیاب ہو گیا تو تم تو جیتے جی مرجاؤ گی۔" وہ خفا تھا' ملالہ کو واقعی شرمندگی گھیرنے لگی۔

"میری طاقت بنو ملالہ! میری کمزوری نہ بنو' عید کے تیسرے دن ہی مجھے حاضری دینی ہے۔ میں ایسی حالت میں تمہیں چھوڑ کے نہیں جا سکوں گا' پلیز میری جرأت بن جاؤ۔" اس نے ملالہ کے ہاتھ پر اپنا دباؤ بڑھایا' وہ خاموش رہی۔ عتارب کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر اٹھ کر واپس مڑ گیا' ملالہ وہیں بیٹھی آنسو بہاتی رہی۔

❁......❁......❁

سارے گاؤں میں شور مچا ہوا تھا' روزہ افطاری سے کچھ دیر پہلے ہی پٹاخے چلنا شروع ہو گئے تھے۔ بچوں نے گلیوں میں اُدھم مچا رکھا تھا' قوی امید تھی کہ آج چاند نظر

نظم

زندگی خوشیوں کی آماجگاہ تھی
ہر طرف سکون اور پیار تھا
لیکن پھر جانے کیا ہوا
کہ اک آندھی آئی
اور سب کچھ دھندلا گیا
کہ میری قسمت کا ستارا
آسمان پر کہیں کھو گیا
آندھی چھٹ گئی لیکن
میرے مقدر کے ستارے کو
اپنی آغوش میں لے گئی
میں اپنی ویران آنکھوں سے
آسماں کو تک رہی ہوں
ہر سو ستارے ہی ستارے ہیں
ٹمٹماتے' جگمگاتے ہوئے
پھر مجھے سکون کیوں نہیں ملتا
آسمان بھی وہی ہے
میں بھی وہی ہوں
لیکن میرا ستارا جانے کہاں
کھو گیا

انیلا سخاوت...... میانوالی

آ جاتا' لوگ بے قراری سے چھتوں پر کھڑے چاند کی ایک جھلک دیکھنے کو بے قرار تھے۔

ان کی افطاری آج چاچا کے گھر تھی' سو وہ آج سارا دن وہیں رہی تھی۔ اس وقت بھی وہ سب چھت پر موجود چاند کا انتظار کررہے تھے۔ تاباں اور عتارب ہمیشہ کی طرح بے قرار تھے مگر ملالہ چپ سی کھڑی تھی۔

"عتارب مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔" وہ بے قراری ان کے قریب آئی جو باری باری ایک دوسرے کو وہ چاند...... وہ چاند کہہ کر چڑا رہے تھے۔

"ارے مجھے تو اماں نے کام بتایا تھا' میں ابھی آئی۔" تاباں نے فوراً اجازت لی اور یہ جا وہ جا۔ ملالہ انگلیاں چٹخانے لگی۔

"بتاؤ۔" عتارب پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"نہیں پہلے تم وعدہ کرو کہ میری بات کا یقین کرو گے' میرا مذاق نہیں اڑاؤ گے۔" وہ خوف زدہ تھی' عتارب مسکرادیا۔

"کبھی بھی نہیں یار' تم کہو۔"

"میں چاہتی ہوں عتارب کہ تم بخوشی آرمی میں جاؤ' اللہ کے حکم کے مطابق سب ہتھیار آزماؤ۔ اپنے سب ہنر آزماؤ اور قیامت بن کر ان فاسقوں پر برس پڑو' بتاؤ عتارب کیا تم ایسا کرو گے؟" اس نے سوال کیا۔

"اور اگر اس مقصد میں میری کوئی ٹانگ' آنکھ' بازو کام آگئے تو......؟" وہ شریر ہوا۔

"تم جس حال میں لوٹو گے مجھے خود پر فخر کرتا پاؤ گے۔"

"ملالہ...... تم نے تو عید سے پہلے میری عید کردی یار!" اس نے ماتھے پر آئی لٹ کو پکڑ کے کھینچا' ملالہ شرما گئی۔

"وہ رہا چاند!" کوئی چیخا تھا اور فضا پٹاخوں کے شور سے گونج اٹھی۔

"چاند نظر آ گیا۔" ملالہ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔

"جی اور دیکھو تو میری خوش قسمتی میرے ساتھ چاند بھی

گنگنا دیا۔" عتارب نے چاند کی طرف اشارہ کیا تو ملال
کھل کے مسکرادی۔

"ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا ملالہ! اللہ صبر کرنے والو
کے ساتھ ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ قوموں کا صبر او
ثابت قدمی ہی ہے کہ کسی بھی قوم نے آج تک اس قو
پر فتح نہیں پائی۔" وہ مسکرادی۔ اس کا یقین واپس لوٹا تھ
تو سب کچھ بامعنی لگنے لگا تھا پھر اس نے سنا چاند واقع
گنگنا دیا تھا۔

فقط آب رواں سے کب وطن سیراب ہوتا ہے
گلوں کے خون سے بھی آب یاری کرنی پڑتی ہے

اور میرے معزز قارئین! آپ جانتے ہونا کہ واقع
آگے چل کر اس سرزمین سرحد نے کتنی قربانیاں مزی
دیں' کتنے جوان شہادت کے سفر پر رواں ہوئے' کتن
ماؤں کی گود اجڑی اور کتنی ہی بہنوں کی سہاگ کے
دوپٹے خاک ہوئے۔

درہ کی مسجد کا دھماکا' آرمی پبلک اسکول کا اندوہناک
حادثہ' حیات آباد کی مسجد کا واقعہ' امام بارگاہوں کے حادثات
یہ سب قیامت خیز تھے لیکن پختون عوام ثابت قدم رہی
جرأت و بہادری سے مقابلہ کیا' تعلیم کے لیے مزید آگے
آگئے اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوئے۔

ان کے لیے عیدیں اللہ کی طرف سے روزہ کا انعا
ہیں' سو بڑی جرأت سے اپنے سارے غم بھلائے ہر سال
وصول لیتے ہیں۔ اس عید پر چھوٹا سا خراج عقیدت تمام شہ
ان کے خاندان اور بہادر قوم کے لیے۔ امید ہے کہ ا
سب کے عظیم درجات کے لیے اس عید پر آپ بھی میرے
ساتھ دعا گو ہوں گے' جزاک اللہ بخیر۔

نازیہ کنول نازی
شب ہجر کی بھیگی بارش
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

قسط نمبر 3

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

کبھی ہم بھیگتے ہیں چاہتوں کی تیز بارش میں
کبھی برسوں نہیں ملتے ہلکی سی رنجش میں
بہت سے زخم ہیں دل پر مگر ایک زخم ایسا ہے
جو جل اٹھتا ہے راتوں میں جو لَو دیتا ہے بارش میں

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

زاویار کے ہاتھوں اس تذلیل پر عائلہ خود کو کمرے میں قید کر لیتی ہے وہاں آفس پہنچ کر جب صمید حسن کو اس واقعہ کا علم ہوتا ہے تو بے حد حیران رہ جاتے ہیں انہیں زاویار سے اس عمل کی توقع نہ تھی۔ عائلہ سدید کو اپنی پریشانی بتاتی ہے جس پر وہ غصے سے کھول اٹھتا ہے۔ عائلہ قریبی تعلقات کی بنا پر صمید حسن سے رابطہ بحال رکھتی ہے کہ صمید حسن زاویار کی غلطی پر عائلہ سے معذرت طلب کرتے ہیں جس پر زاویار ایک مرتبہ پھر برہم ہوتا ہے اسے اپنے گھر والوں کا اس مڈل کلاس لڑکی سے تعلق قطعاً پسند نہیں آتا۔ وہ گھر والوں سے ناراض ہوتے ہوئے امریکہ واپسی کا ٹکٹ کنفرم کراتا ہے جبکہ گھر والے اس پر سخت رنجیدہ ہوتے ہیں اپنی دوست جولی سے وہ اپنی واپسی کا ذکر کرتے تمام بات بتاتا ہے جس پر وہ اسے نئی راہ سمجھاتے وہیں رہنے اور بزنس سنبھالنے کا مشورہ دیتی ہے۔ صمید حسن ایک مرتبہ پھر ماضی کی بھول بھلیوں میں گم ہو جاتے ہیں۔ بریرہ کی خراب طبیعت کی بنا پر مریرہ سارے کام خود سنبھالتی ہے اس دوران اس کی تعلیم کا بہت حرج بھی ہوتا ہے جس پر صمید حسن سے باقاعدہ ٹیوشن لینے کا آغاز کرتی ہے۔ دوسری طرف بریرہ سکندر کے قطع تعلقی پر رنجیدہ رہتی ہے صمید حسن کی اطلاع پر انہیں پتا چلتا ہے کہ سکندر علوی وہاں شادی کر چکا ہے یہ خبر بریرہ کے لیے جان لیوا ثابت ہوتی ہے اور وہ ایک مردہ بچے کو جنم دے کر خود بھی رخصت ہو جاتی ہے۔ ان حالات میں کرنل علی اور مریرہ کی شادی صمید حسن سے کرنے کی بات کرتے ہیں اور یوں وہ دونوں شادی کے بندھن میں بندھ جاتے ہیں۔ صمید حسن اپنی تعلیم مکمل کر کے چھوٹی سی فیکٹری میں شیئر حاصل کر کے اپنی عملی زندگی کا آغاز کرتے ہیں یہاں بھی کرنل شیر علی ہر طرح ان کی مدد کرتے ہیں۔ صیام درمکنون کو لینے اس کے گھر پہنچتا ہے اس کا ارادہ آفس پراجیکٹ کے سلسلے میں دی جانے والی پارٹی میں درمکنون کو لے جانے کا تھا جب ہی درمکنون تیار ہو کر اس کے ہمراہ روانہ ہوتی ہے۔ وقار ہاؤس پہنچ کر صیام کے ساتھ چلتے وہ اس کا ہاتھ تھام لیتی ہے جبکہ صیام حیران رہ جاتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❖⌘......⌘❖⌘......⌘❖

کتنی زلفیں کھلیں، کتنے آنچل اڑے
چاند کو کیا خبر؟
کتنا ماتم ہوا، کتنے آنسو بہے چاند کو کیا خبر؟
مدتوں اس کی خواہش میں چلتے رہے ہاتھ آتا نہیں

چاہ میں اس کی ہیں پیروں میں آبلے چاند کو کیا خبر؟
وہ جو نکلا تو بھٹکتے رہے ہیں مسافر کئی
اور لٹتے رہے ہیں کئی قافلے چاند کو کیا خبر؟
وہ تو اپنی ہی نگری میں مدہوش ہے کب سے خاموش ہے
کون راجہ بنا' کتنے سید لٹے' چاند کو کیا خبر؟
اس کو دعوئی بہت میٹھے پن کا وصی' چاندنی سے کہو
اس کی کرنوں سے کتنے ہی گھر جل گئے چاند کو کیا خبر؟
وہ ابھی سو کر اٹھی تھی۔

کھڑکی کے اس پار پھیلی نکھری اجلی دھوپ نے اسے میٹھی نیند سے بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔
کل' حسن پیلس سے واپسی کے بعد وہ بہت بے سکون رہی تھی۔

زاویار کا لہجہ' اس کی نفرت' اس کے الفاظ سے جھلکتی تحقیر' اسے نہ چاہتے ہوئے بھی ایک عجیب سی تکلیف میں مبتلا کررہی تھی۔ رات یونہی اس کے بارے میں سوچتے سوچتے جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔ سدید جس وقت کھانا کھا کر اس کے کمرے میں آیا' وہ سو چکی تھی' تاہم کمرے کی جلتی ہوئی لائٹ نے اسے پریشان کیا تھا' تب ہی وہ بنا اسے بیدار کیے اس کی تھکن کے پیش نظر فوراً اس پر کمبل ڈال کر لائٹ آف کرتے ہوئے اس کے کمرے سے نکل آیا تھا۔
عائلہ بیدار ہونے کے بعد فریش ہوکر کمرے سے باہر آئی تو سدید اور کرنل شیر علی ناشتے کی میز پر موجود شاید اسی کی ذات کو ڈسکس کررہے تھے' کیونکہ اسے دیکھتے ہی سدید نے اسے سمائل پاس کی تھی۔

''السلام علیکم!''

''وعلیکم السلام' صبح بخیر!''

جواب سدید کی طرف سے آیا تھا۔ وہ چپ چاپ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

''رات کہاں تھے تم؟''

''بابا کو بتا کر ایک دوست کی طرف گیا تھا' تمہاری طبیعت کیسی ہے اب؟''

''فٹ اینڈ فائن' آج تم مجھے آفس ڈراپ کرکے آؤ گے۔''

''وجہ؟''

''بس...... میرا دل چاہ رہا ہے آج تمہیں آفس سے لیٹ کروانے کو۔''

''ہاہاہا...... تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں آج آفس نہیں جارہا۔''

''کیوں...... آرمی والوں نے بھگا دیا؟''

''ہوں...... یہی سمجھ لو۔''

''دیکھا...... میں کہتی تھی ناں تمہاری کسی کے ساتھ نہیں بن سکتی۔''

سدید کی اطلاع پر وہ جیسے خوش ہوئی تھی' کرنل صاحب مسکرا دیئے' وہ فطرت اور عادتوں میں بالکل مریہ صمید پر گئی تھی اور سدید...... صمید حسن پر۔

وقت جیسے پھر سے پلٹ آیا تھا' کردار بدل گئے تھے' محبت نے اپنا روپ بدل لیا تھا' وہ چپ چاپ محبت بھری نگاہوں سے ان دونوں کی نوک جھونک کو دیکھتے رہے۔

"زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے مذاق کررہا تھا۔" اگلے ہی پل سدید نے مسکرا کر عائلہ کو چڑایا تھا جواب میں وہ اسے گھور کر رہ گئی۔

"تم ہو بھی مسخرے پتہ نہیں تمہاری بیوی تمہیں کیسے برداشت کرے گی؟"

"کرلے گی تم اس کی ٹینشن نہ لو۔" وہی اس کی ازلی بے نیازی وہ کڑھ کر رہ گئی۔

"مجھے کیا ضرورت ہے ٹینشن لینے کی چلو اٹھو مجھے دیر ہورہی ہے آفس سے۔"

"سوری میرا موڈ نہیں ہے۔" وہ صاف اسے تنگ کررہا تھا عائلہ نے اپنا روئے سخن کرنل صاحب کی طرف موڑ لیا۔

"پاپا دیکھ رہے ہیں اسے صبح صبح تنگ کررہا ہے۔"

"ہوں دیکھ رہا ہوں کرتے ہیں کچھ اس کا بندوبست بھی تم ٹینشن نہ لو۔" کرنل صاحب کا کہنا تھا اور سدید کا قہقہہ لگا کر ہنسنا تھا وہ حیران سی ان دونوں کا منہ دیکھتی رہ گئی۔

"چلو...... تمہیں آفس سے دیر ہورہی ہے۔" اگلے ہی پل شرارت سے اس کی پونی کھینچتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ کرنل صاحب دیر تک ان دونوں کے بارے میں سوچتے ہوئے مسکراتے رہے۔

❖ ⌘......⌘ ❖ ⌘......⌘ ❖

"عائلہ......" تیزی سے کی بورڈ پر انگلیاں چلاتی وہ مکمل طور پر اپنے کام میں مصروف تھی جب پریہان ان کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ وہ پلٹی تھی۔

"ارے پریہان...... تم یہاں؟"

"جی ہاں تم نے فون نہ اٹھانے کی قسم کھالی ہے میں نے سوچا خود ہی چلی آؤں۔" اس کے گلے لگتے ہوئے وہ شکوہ کرگئی تھی۔ عائلہ مسکرادی۔

"ایسی بات نہیں ہے اصل میں میرا سیل سائیلنٹ پر تھا اور کام کی مصروفیت میں دیکھنے کا وقت ہی نہیں ملا خیر کیسی ہو مجھے کیوں یاد کررہی تھیں؟"

"کھڑے کھڑے سارے سوال پوچھ رہی ہو یہاں اس کمرے میں بٹھا کر حال پوچھنے کا رواج نہیں ہے کیا؟" ٹشو سے چہرے پر آیا ہلکا پسینہ صاف کرتے ہوئے اس نے عائلہ کو شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھا تھا پھر اس سے پہلے کہ عائلہ کچھ کہتی وہ بول اٹھی۔

"خیر...... میں بیٹھنے نہیں آئی ہوں تم ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ مارکیٹ چلو۔"

"یار ابھی نہیں جاسکتی۔"

"کیوں؟"

"ابھی بہت مصروف ہوں اور پھر تمہارا کھڑوس بھائی بھی اس وقت آفس میں موجود ہے۔"

"تو کیا ہوا؟ میں بھائی سے پوچھ لیتی ہوں۔"

"نہیں یار اس نے خود مجھے کام میں پھنسایا ہے اسے تو بس موقع چاہیے کہیں بھی میری انسلٹ کرنے کا۔"

"پریہان۔" عائلہ کے لفظ ابھی منہ میں تھے کہ دہلیز پر کھڑے زاویار حسن کی پکار نے اسے دانتوں میں زبان دبانے پر مجبور کردیا۔

"جی بھائی۔"

"باہر گاڑی میں چل کر بیٹھو میں آتا ہوں۔" دونوں ہاتھ پینٹ کی پاکٹس میں گھسائے وہ بہت خشمگیں نگاہوں سے

عائلہ علوی کو دیکھ رہا تھا۔ تبھی پرہیان بولی۔

"عائلہ کو بھی ساتھ لے چلیں بھائی پلیز۔"

"عائلہ ابھی فارغ نہیں ہے تم چلو۔" اس کا لہجہ اتنا خشک تھا کہ پرہیان مزید بحث نہ کرسکی تاہم اس کے چہرے پر پھیلی مایوسی صاف دکھائی دے رہی تھی۔

عائلہ نے کن اکھیوں سے اس کی طرف دیکھنے کے بعد توجہ پھر سے سامنے رکھی اسکرین پر مرکوز کرلی تھی۔ تب ہی پرہیان کے کمرے سے نکلنے کے بعد زاویار اس کے مقابل آیا تھا۔

"بہت اونچی ہواؤں میں اڑ رہی ہیں آپ مس عائلہ علوی مگر یاد رکھیے میں آپ کو آپ کی اوقات یاد دلا کر رہوں گا میرے گھر والوں کی مہربانی ہے جو آپ یہاں اس ادارے میں کام کررہی ہیں ورنہ دو ٹکے کی اوقات نہیں ہے آپ کی۔"

"صحیح کہا آپ نے۔" اس کے سرد لہجے پر وہ بہت ضبط سے کام لیتے ہوئے بولی تھی۔

"میری اوقات واقعی دو ٹکوں کی نہیں ہے مگر آپ کی اوقات کتنے ٹکوں کی ہے یہ بتا سکتے ہیں؟"

"جسٹ شٹ یور ماؤتھ اوکے۔" وہ بھنایا مگر عائلہ نے پروا نہیں کی۔

"یو شٹ اپ...... میں نہیں جانتی آپ کے دماغ میں یہ کمتری برتری کا خناس کیوں سمایا ہوا ہے مگر اتنا جان لیجیے آپ کے گھر والوں سے میرا تعلق کسی غرض کا نہیں دل کا ہے۔ محبت کی فاختہ ہوں میں جہاں پیار ملے گا جاؤں گی آپ جیسے بد دماغ اور گھمنڈی لوگ میرا راستہ نہیں روک سکتے۔"

"چٹاخ......" اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی زاویار کے زوردار تھپڑ نے اسے لڑکھڑانے پر مجبور کردیا۔

"میرا خیال ہے یہ تھپڑ آپ کو آپ کی اوقات یاد دلانے کے لیے کافی ہے۔" لبوں پر تلخ مسکراہٹ بکھیرے وہ شاید اس کے ضبط کا امتحان لے رہا تھا۔

عائلہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔

اتنی تحقیر؟

اس قدر ذلالت؟

وہ کتنی ہی دیر تک اسے پھٹی پھٹی ناقابل یقین نگاہوں سے دیکھتی رہی تھی تب ہی اس نے پرہیان کو کمرے کی دہلیز پر پھر سے نمودار ہوتے دیکھا تھا۔

"بھائی آ بھی جائیں پلیز اور کتنا انتظار کروں؟" زاویار چونکا عین اسی لمحے عائلہ نے اپنی آنکھیں انگلیوں کی پوروں سے صاف کی تھیں۔

"مسٹر زاویار صمید چاہوں تو میں بھی جواب میں آپ کو ایسا ہی تھپڑ مار کر آپ کی اوقات یاد دلا سکتی ہوں مگر میں ایسا نہیں کروں گی کیونکہ آپ جیسے بدتمیز اور گھٹیا شخص کو میں اپنی نفرت کے قابل بھی نہیں سمجھتی۔" اس کی آنکھوں کے ساتھ ساتھ لہجہ بھی دہک رہا تھا پھر اس سے پہلے کہ پرہیان اس سے کچھ پوچھتی وہ اپنا پرس اور موبائل اٹھا کر کمرے سے نکل گئی۔ پرہیان اسے آواز دے کر روکنا چاہتی تھی مگر وہ رکنے کی پوزیشن میں نہیں تھی اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرتے جارہے تھے۔ پرہیان کا دل دکھ سے بھر گیا۔

"بھائی آپ نے عائلہ پر ہاتھ اٹھایا؟"

"ہاں وہ اسی قابل ہے تم چلو ہمیں دیر ہورہی ہے۔"

''نہیں...... کبھی نہیں' مجھے اب آپ کے ساتھ کہیں نہیں جانا' سمجھے آپ؟'' شدید دکھی لہجے میں صفاچٹ انکار کرتے ہوئے وہ خود بھی عائلہ کے پیچھے نکل گئی تھی۔ زاویار نے عجیب سی بے بسی کے احساس کے ساتھ سامنے پڑی میز پر زور دار مکا رسید کردیا۔

اس رات اس کی گھر واپسی بہت لیٹ ہوئی تھی۔

شراب اور شباب کی محفل میں خوب وقت ضائع کرنے کے بعد جس وقت وہ اپنے کمرے میں آیا' اس کے حواس مکمل طور پر اس کا ساتھ چھوڑ چکے تھے' نشے کی شدت کے سبب ہی اگلے روز اس کی آنکھ بہت تاخیر سے کھلی تھی۔ صمید صاحب گھر پر نہیں تھے' وہ ابھی بستر سے نکل کر وارڈروب کے سامنے کھڑا اپنے کپڑوں کا جائزہ لے رہا تھا' جب ہلکی سی دستک کے بعد سارا بیگم اس کے کمرے میں چلی آئیں' وہ ان کی آمد کی وجہ جانتا تھا' تب ہی بے نیازی سے رخ پھیر گیا۔

''گڈ مارننگ موم۔''

''پھر گڈ مارننگ' کتنی بار کہا ہے السلام علیکم کہا کرو۔''

''او سوری' السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام آج آفس نہیں جانا؟''

''نہیں' مام موڈ نہیں ہو رہا...... کیوں خیریت؟''

''ہوں...... خیریت ہی ہے' مجھے کچھ پوچھنا تھا تم سے۔''

''جی پوچھیں۔''

قطعی فرمانبرداری سے کہتے ہوئے اس نے مڑ کر بغور ان کا چہرہ دیکھا۔ جہاں پھیلی ہوئی سنجیدگی معاملہ سیریس ہونے کا سگنل دے رہی تھی۔ سارا بیگم نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی پھر آہستہ سے رخ پھیر لیا۔

''عائلہ سے کیا کہا ہے تم نے؟''

''کچھ نہیں...... وہ اس قابل ہے کہ میں اس سے کچھ کہوں؟''

''اس قابل نہیں ہے تب ہی پوچھ رہی ہوں۔'' زاویار کی بے نیازی پر وہ ہلکی سی مشتعل ہوئی تھیں۔ وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔

''مجھے اس سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے مما' بس یونہی ذرا سی اوقات یاد دلائی تھی اسے۔''

''مگر کیوں؟ تم کون ہوتے ہو اسے اس کی اوقات یاد دلانے والے۔ وہ تم سے لے کر کھاتی ہے تمہاری مقروض ہے' بیوی ہے' لونڈی ہے' کیا ہے؟'' پہلی بار وہ اس پر غصہ ہوئیں تھیں' وہ بھی عائلہ علوی کی وجہ سے زاویار دنگ رہ گیا۔

''مما آپ اس دو ٹکے کی لڑکی کے لیے اپنے بیٹے سے لڑ رہی ہیں؟''

''نہیں...... لڑ نہیں رہی' سمجھا رہی ہوں' کیونکہ میں نہیں چاہتی جس بیٹے سے میں اتنا پیار کرتی ہوں' وہ کسی کی دل آزاری کرنے' بے وجہ کسی کو تکلیف پہنچا کر اس کی بددعائیں لے' اللہ کے ناپسندیدہ بندوں کی لسٹ میں شامل ہو کیونکہ تم نہیں جانتے' انسان جتنا بھی گنہگار ہو وہ رحمٰن و رحیم' جس کے سینکڑوں صفاتی نام ہیں' اپنے ہر بندے کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے' کوئی اس کے کسی بندے کی دل آزاری کرے وہ معاف نہیں کرتا حالانکہ اس کی صفات میں رحم و کرم کی کوئی حد نہیں' اور پھر...... عائلہ تو بہت پیاری بچی ہے' میں نے کبھی اس میں عام لڑکیوں جیسی کوئی بات نہیں دیکھی۔''

''سوری مما' میں نہیں جانتا وہ کیسی ہے کیسی نہیں' مگر مجھے اس سے بہت نفرت ہے' پتہ نہیں کیوں۔'' دبے دبے غصے میں اس نے اپنی بے بسی کا اظہار کیا۔

سارا بیگم گہری سانس لے کر رہ گئیں۔

''پاگل ہو تم اور کچھ نہیں' بہرحال آئندہ میں ایسی کوئی بات نہ سنوں' پریہان اسے لے کر بہت دکھی ہے۔''

''بری پاگل ہے مما' اب میں نے ایسا بھی کچھ نہیں کیا کہ وہ مجھ سے بات کرنا ہی چھوڑ دے۔''

''میں سمجھاؤں گی اسے' تم فریش ہو کر نیچے آ جاؤ میں کھانا لگواتی ہوں۔''

''جی ٹھیک ہے اور کوئی حکم؟''

''نہیں اور کوئی حکم نہیں آج کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے۔'' زاویار گہرا سانس بھرتا پھر سے مسکرا کر واڈروب کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے وہ واپس پلٹ گئی تھی۔

❖⌘......⌘❖⌘......⌘❖

جدائی دینے والے تم سے امید وفا کیسی
تعلق ٹوٹ جائے جب' محبت روٹھ جائے جب
تو پھر رسم دعا کیسی' ملن کی التجا کیسی
بھنور میں ڈوبتی کشتی سے ساحل کی تمنا کیا
اکھڑتی سانس ہو تو زندگی کی آرزو بھی کیا
جو منزل کھو چکی ہو اس کی پھر سے جستجو بھی کیا
رضائے عشق پر اچھا سر تسلیم خم کرنا
سسکنے سے یہی بہتر ہے ناامید ہی مرنا
مگر دل نے تمہیں کس واسطے سے یاد رکھا ہے
ابھی تک میں نے کیوں خود کو بہت برباد رکھا ہے
جدائی دینے والے آشنائی کی قسم تم کو
تمہاری کج ادائی' بے وفائی کی قسم تم کو
مجھے اتنا بتا دینا
وفا کی چاہتوں کی مشعلیں کیسے بجھاتے ہیں؟
نشاں کیسے مٹاتے ہیں؟
بھلانا ہو جنہیں' ان کو بھلا کیسے بھلاتے ہیں؟

رات آدھی سے زیادہ بھیگ چکی تھی۔

سبک روی سے چلتی' ٹھنڈی سرد ہوا کے جھونکے باہر کشادہ سڑک پر ٹپ ٹپ گرتی بارش کی ننھی منی بوندوں کے ساتھ مل کر ایک عجیب سا شور برپا کر رہے تھے۔ کتنا سکون تھا باہر سبک روی سے چلتی سرد ہواؤں میں...... مگر!

ان کے اندر یہ سکون نہیں تھا۔

سارا بیگم ان کے پاس ان کے کمرے میں سو رہی تھیں' کیونکہ پچھلے دو دنوں سے ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی' تاہم ان کے پہلو میں ہوتے ہوئے بھی وہ جیسے صدیوں کی مسافت پر تھیں۔

اس وقت ہلکے ہلکے بخار کے باوجود وہ بستر سے نکل کر ایزی چیئر پہ آبیٹھے تھے سارا بیگم کی آنکھ فوراً کھل گئی۔
"صمید۔"
"ہوں۔" وہ چونک کر فوراً متوجہ ہوئے تھے وہ اٹھ بیٹھیں۔
"طبیعت تو ٹھیک ہے ناں آپ کی؟"
"ہوں۔"
"کوئی پریشانی ہے؟"
"نہیں۔"
"پھر وہاں کیوں بیٹھے ہیں؟"
"بس یونہی...... کچھ گھبراہٹ سی محسوس ہو رہی تھی۔"
"زاویار کو جگاؤں؟"
"نہیں...... ایسی کوئی بات نہیں میں ٹھیک ہوں تم سو جاؤ پلیز۔" ان کے لہجے میں قطعیت تھی۔
سارا بیگم نے سر جھکا لیا۔
"ٹھیک ہے کچھ دنوں سے میں آپ کو کچھ بتانا چاہ رہی تھی۔"
"کیا؟"
ان کے کمزور سے لہجے پر وہ فوراً ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ سارا بیگم نے ذرا سا رخ پھیر لیا جیسے وہ الجھن کا شکار ہوں کہ کیا بتائیں اور کیا چھپائیں؟ تب ہی صمید صاحب ان کے قریب آکر بیٹھے تھے۔
"کیا بتانا چاہتی ہو؟ کیا زاویار کے متعلق؟"
"نہیں...... زاویار کے بارے میں نہیں پرہیان کے بارے میں۔"
"پرہیان کے بارے میں؟...... کیا؟"
وہ جیسے حیران ہوئے تھے۔ سارا بیگم کا سر مزید جھک گیا۔ وہ بولیں تو ان کا لہجہ بہت مدھم تھا۔
"پرہیان کو پتہ چل گیا ہے کہ وہ آپ کی حقیقی بیٹی نہیں ہے۔"
"وہاٹ...... یہ کیا کہہ رہی ہو؟"
"سچ کہہ رہی ہوں ابھی کچھ روز پہلے گھر واپسی پر وہ بہت دکھی تھی بہت رو رہی تھی بہت مشکل سے اس نے مجھے بتایا کہ وہ اپنی حقیقت جان گئی ہے۔"
"کیا مطلب؟ کیا اسے پتہ لگ گیا ہے کہ وہ......؟"
"نہیں...... اسے صرف یہی پتہ لگا ہے کہ وہ آپ کی بیٹی نہیں ہے۔"
"او میرے خدا میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ زندگی میں کبھی یہ سچ اس کے سامنے آسکتا ہے۔"
وہ یقیناً بہت دکھی ہوئے تھے تبھی انہوں نے اپنی آنکھیں ضبط کی شدت سے میچ لی تھیں۔ سارا بیگم لب کاٹ کر رہ گئیں۔
"میں نے بھی کبھی نہیں چاہا تھا کہ اسے اس حقیقت کا پتہ لگے وہ خود کو آپ کے حوالے سے معتبر سمجھتی ہے مگر...... زندگی میں ہمیشہ صرف وہی تو نہیں ہوتا جو آپ چاہتے ہیں۔"
"ہوں...... مگر وہ یہ سب کیسے جان سکتی ہے اس حقیقت کا تو ہم دونوں کے سوا صرف مریہ کو پتہ تھا۔"

''جی...... یقیناً اسی کے گھر سے یہ حقیقت اس کے علم میں آئی ہے' اصل میں ساویز اور درمکنون یونیورسٹی فیلو رہ چکے ہیں' درمکنون کی ساری زندگی ساویز کے سامنے ہے' دوست ہونے کے ناطے شاید وہ اپنی ذاتیات بھی اس کے ساتھ شیئر کرتی رہی ہے' اسی لئے جب ساویز پرہیان کو اس سے ملوانے کے لیے اس کے گھر لے کر گیا تو پرہیان وہاں آپ کی تصویر دیکھ کر ششدر رہ گئی' تب اس کے استفسار پر ساویز نے اسے بتایا کہ وہ تصویر درمکنون کے پاپا کی ہے' جنہیں وہ ٹوٹ کر پیار کرتی ہے' جب پرہیان نے اسے بتایا کہ وہ تصویر تو اس کے پاپا کی ہے تب ساری کہانی کھلی۔''

''تم کہنا چاہتی ہو کہ پرہیان مریرہ اور درمکنون سے مل چکی ہے؟''

صمید صاحب کے مضطرب لہجے پر سارا بیگم نے آہستہ سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

''نہیں' مریرہ سے نہیں' مگر درمکنون سے ضرور ملی ہوگی' کیونکہ اس کے بقول ساویز اسے درمکنون سے ملوانے ہی وہاں لے کر گیا تھا جہاں وہ چند سال قبل مریرہ کے ساتھ رہتی تھی' اب وہ گھر لاکڈ رہتا ہے' کبھی کبھی ہی درمکنون وہاں آتی ہے۔''

''اوہ...... میں جانتا ہوں میری سزا اتنی جلدی ختم ہونے والی نہیں ہے۔''

اس بار وہ جیسے رو پڑے تھے۔

سارا بیگم ایک تھکی تھکی سی نگاہ ان کے شکستہ سراپے پر ڈالتے ہوئے بیڈ سے اتر آئیں صمید صاحب کے ساتھ ساتھ اس بار وہ خود بھی بہت شکستہ تھیں۔

❖⌘......⌘❖⌘......⌘❖

ابھی وقت ہے' ابھی سانس ہے' ابھی لوٹ آ میرے گمشدہ
مجھے ناز ہے بڑے ضبط کا مجھے خوں رلا میرے گمشدہ
یہ نہیں کہ تیرے فراق میں' میں اجڑ گیا یا بکھر گیا
ہاں محبتوں پہ جو مان تھا' وہ نہیں رہا میرے گمشدہ
مجھے علم ہے کہ تو چاند ہے' کسی اور کا مگر ایک پل
میرے آسمان حیات پر ذرا جگمگا میرے گمشدہ
تیرے التفات کی بارشیں جو میری نہیں تو بتا مجھے
تیرے دشت چاہ میں کس لیے' میرا دل جلا میرے گمشدہ
گھنے جنگلوں میں گری ہوں میں بڑا گھپ اندھیرا ہے چار سو
کوئی ایک چراغ تو جل اٹھے ذرا مسکرا میرے گمشدہ

مریر رحمان کی تصویر اسٹڈی ٹیبل پر ان کی نگاہوں کے بالکل سامنے تھی اور وہ جیسے کسی مجرم کی طرح اس تصویر کے بالکل سامنے کرسی پر بیٹھے زار و قطار رو رہے تھے۔

اس وقت وہاں کمرے میں کوئی بھی ان کے آنسوؤں کے ستاروں کو شمار کرنے والا نہیں تھا۔ دن بھر دنیا کے گورکھ دھندوں میں مصروف رہنے کے باوجود شب کے اس پہر وہ اپنے دل کی بے بسی پر قابو نہیں رکھ سکے تھے۔

انہیں یاد تھا شادی کے ابتدائی دنوں میں مریر رحمان انہیں پا کر کس قدر خوش تھی۔

اس کی زندگی میں صمید حسن جیسا ہم سفر کیا آیا وہ گویا اداس رہنا ہی بھول گئی' ہر لمحہ' ہر پل صمید حسن کی بے تحاشا محبت نے اسے کسی رنگین تتلی کی مانند محبت کے آسمان پر اڑنا سکھا دیا تھا۔

کرنل شیر علی خان اسے خوش دیکھ کر خود بھی بے حد خوش اور مطمئن تھے۔
صمید ان دنوں اپنی فیکٹری کے لیے بے حد سرگرم تھا' اکثر صبح ناشتہ کیے بغیر گھر سے نکل جاتا اور پھر رات گئے بہت لیٹ گھر واپسی کی راہ لیتا' تب تک مریرا اس کے انتظار کی شدت سے ہار مان کر نیند کی بانہوں میں جھول جاتی۔
صبح جب وہ اٹھتا تو وہ اس سے خفا ہوتی مگر وہ اپنے پیار کی چابی کا استعمال کر کے اسے منا لیتا' جب تک وہ نہ مانتی وہ آفس سے لیٹ ہوتا رہتا' تنگ آ کر اسے معافی دینی ہی پڑتی تھی' چھٹی والے دن اس کا ایک ایک لمحہ مریرا اور کرنل صاحب کی امانت ہوتا تھا' خود مریرا بھی اس دن اس کی خوشی کا خاص خیال رکھتے ہوئے اس کے لیے مزے مزے کے پکوان بناتی' اس کی پسند کا ڈریس پہنتی اور خوب آگے پیچھے پھرتی۔
ان دنوں وقت جیسے سنہری ریت کی طرح تھا' جس پر حالات کے سورج کی کرنیں پوری آب وتاب کے ساتھ پڑتی' ہر ہر لمحے کو جگمگا رہی تھیں بالکل ریت کے سنہری زروں کی طرح۔
اس روز صبح مریرا کی آنکھ کھلی تو وہ سوئے ہوئے صمید کی بانہوں کے حلقے میں جکڑی ہوئی تھی۔ رات جانے کب وہ گھر واپس آیا تھا' اس کا دل چاہ وہ اسے جگا کر خوب جھگڑا کرے مگر پھر کچھ سوچ کر چپ چاپ پڑی رہی۔
صمید حسن سے اس کی شادی کو ایک سال مکمل ہو گیا تھا۔
اس روز ان کی شادی کی سالگرہ تھی' مگر...... صمید کو یاد نہیں تھا۔ دو سے چار اور چار سے آٹھ کی خواہش نے اسے جیسے ہر چیز بھلا دی تھی۔ تب ہی کچھ دیر چپ چاپ پڑے رہنے کے بعد وہ اٹھی اور معمول کی مانند' روز مرہ کے کاموں میں مصروف ہو گئی۔
صمید جس وقت فریش ہو کر کمرے سے باہر آیا وہ کرنل صاحب کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی۔ اس کے چہرے پر ایک سرسری سی نگاہ ڈالتے ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ آج پھر اسے بخشنے کے موڈ میں نہیں تھی۔ تب ہی مسکراتے ہوئے وہ جان بوجھ کر اس سے چپک کر بیٹھ گیا تھا۔
"السلام علیکم!"
"وعلیکم السلام! کیسے ہو صمید؟"
اس کے سلام کا جواب صرف کرنل صاحب کی طرف سے آیا تھا' وہ مسکرا دیا۔
"بالکل ٹھیک بابا جان آپ سنائیں صبح صبح لوگ کیا چغلیاں کھا رہے ہیں آپ سے ہماری۔"
"ہاہاہا...... لوگوں کو اتنا تنگ بھی کیوں کرتے ہو کہ وہ چغلیاں کھانے پر مجبور ہو جائیں۔"
"مجبوری ہے بابا جان' جان بوجھ کر تو نہیں کرتا ناں؟"
"بس رہنے دیں' دنیا میں باقی سارے مرد تو جیسے جھک مار رہے ہیں ناں' ایک بس آپ ہی بزنس کر رہے ہیں۔"
اس کی وضاحت پر وہ تپ گئی تھی۔ صمید پھر مسکرا دیا۔
"کہہ سکتی ہو' کیونکہ تمہیں کچھ بھی کہنے کا مکمل اختیار ہے۔"
"بات مت کریں مجھ سے' کیونکہ میں اس وقت آپ کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی۔"
اگلے ہی پل شدید جذباتی انداز میں کہتے ہوئے وہ وہاں سے اٹھ گئی تھی۔
صمید کی مسکراہٹ پل میں سمٹ گئی۔
"مریرا۔"
اس نے اسے پکارا تھا مگر وہ سنی ان سنی کرتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔ تب ہی کرنل صاحب نے کہا تھا۔

''اس کی بات کا برا مت منانا صمید' وہ بہت جذباتی ہے اور شاید تم سے پیار بھی بہت کرتی ہے' اسی لیے اس سے تمہاری مصروفیت برداشت نہیں ہو رہی' پھر آج تم دونوں کی شادی کی سالگرہ بھی ہے' خیال رکھا کرو تھوڑا سا بیٹے' یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہی زندگی کا حسن ہوتی ہیں۔''

''جانتا ہوں بابا! اسے سمجھاتا بھی ہوں مگر کیا کروں آپ تو جانتے ہیں کسی نئی زمین پر پیر جمانا کتنا مشکل ہوتا ہے ہزار لوگوں سے ملنا پڑتا ہے' ہزار تدبیریں کرنی پڑتی ہیں پھر بھی میں کوشش کروں گا اپنی مصروفیات میں کمی لانے کی۔''

''شاباش...... چلو اب جا کر آنسو پونچھو اس کے' یقیناً وہ رو رہی ہوگی۔''

''جی۔''

کرنل صاحب کی محبت پر آہستہ سے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے وہ خود بھی وہاں سے اٹھ آیا تھا۔

مریرا بیڈ روم میں تھی اور اس نے اپنی کانچ کی چوڑیوں سمیت وہ سارے تحائف جو صمید نے اسے وقتاً فوقتاً مختلف مواقعوں پر دیئے تھے' توڑ پھوڑ دیئے تھے اور اب ان ٹوٹے ہوئے تحائف کے پاس بیٹھی وہ واقعی رو رہی تھی' اس کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔

''مریرا۔'' بے تابی سے اسے پکارتے ہوئے وہ اس کے مقابل آ بیٹھا تھا تاہم مریرا نے اس کے ہاتھ جھٹک دیئے۔

''مر گئی مریرا' خبردار جو اب محبت کے نام پر مزید کوئی اور جھوٹ بولا آپ نے۔''

صمید کے دل پر اس کے الفاظ سے جیسے گھونسا سا پڑا تھا مگر اس نے پھر سے اس کے ہاتھ تھام لیے۔

''میری مریرا کیوں مرے' مریں اس کے دشمن' تم بتاؤ اب تک کون سا جھوٹ بولا ہے میں نے؟''

''سچ کون سا بولا ہے؟''

تڑخ کر پوچھتے ہوئے اس نے بھیگی پلکیں اٹھائی تھیں' صمید تڑپ کر رہ گیا۔

''کچھ اور سچ ہو نہ ہو مگر یہ سچ ہے مریرا کہ تم میری جان ہے۔''

''بس کرو پلیز' بہت بلیک میل کر لیا آپ نے ایسے الفاظ سے مجھے' اب اور نہیں۔''

وہ بیزار تھی۔ صمید شدید تکلیف میں ہونے کے باوجود ہنس پڑا۔

''بلیک میل؟ کیا بلیک میل کیا ہے میں نے تمہیں؟''

''پتہ نہیں' تم جاؤ پلیز یہاں سے' میرے سر میں پہلے ہی بہت درد ہو رہا ہے۔''

''اچھا چلا جاؤں گا' پہلے مبارکباد تو وصول کر لو شادی کی پہلی سالگرہ پر۔''

وہ ہاتھ چھڑا رہی تھی اور صمید اتنی ہی شدت سے ان ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لیے دبا رہا تھا۔

''مجھے نہیں کرنی۔''

''نہ سہی' مگر میں تو پھر بھی وش کروں گا۔ کیونکہ یہ میرا اخلاقی' دینی' معاشرتی اور معاشی فرض ہے۔''

خوشگوار لہجے میں کہتے ہی اس نے مریرا کو اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا تھا' وہ پھڑ پھڑا کر رہ گئی۔

''میں جانتا ہوں تم اس وقت بہت غصے میں ہو' میری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتیں' مگر پھر بھی میں تم سے پیار کرتا ہوں مریرا' اتنا کہ شاید تم کبھی تصور بھی نہ کر سکو اور جو آج کا دن ہے اس دن کے لیے میں نے ایک ایک لمحہ انگلیوں پر شمار کیا ہے' اگر یقین نہ آئے تو میری دھڑکنوں سے پوچھ لو۔

مجھ میں بے لوث محبت کے سوا کچھ بھی نہیں

تم جو چاہو میری سانسوں کی تلاشی لے لو

وہی اس کا سب سے بڑا ہتھیار محبت...... اور وہی مقابل ایک عورت...... وہ پگھلنا نہیں چاہتی تھی مگر پگھل گئی تھی۔

صمید اب اس کے چہرے کے ایک ایک نقش کو دیوانوں کی طرح چومنے کے بعد اسے بتا رہا تھا۔

"یہ دیکھو کل رات پورا ڈیڑھ گھنٹہ مختلف شاپنگ مالز اور جیولرز کی شاپس کی خاک چھاننے کے بعد میں نے تمہارے لیے کتنا پیارا نیکلس خریدا ہے گلے میں پہنو گی تو آئینہ بھی جگمگا اٹھے گا۔"

اس کے دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں واقعی ایک خوبصورت نازک سا نیکلس جگمگا رہا تھا۔

مریرا کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔

"واؤ یہ تو بہت خوبصورت اور قیمتی ہے۔"

"ہوں...... مگر تمہاری مسکراہٹ اور خوشی سے زیادہ قیمتی نہیں ہے۔"

"پھر بھی آپ کو اتنا قیمتی گفٹ نہیں خریدنا چاہیے تھا' ابھی تو آپ نے کام شروع کیا ہے آپ کو زیادہ پیسوں کی ضرورت ہے۔"

"نہیں...... مجھے صرف تمہاری ضرورت ہے مریرا' تمہاری محبت اور تمہاری خوشی کی......بس......" وہ سرتاپیر محبت کا عکس بنا تھا' مریرا نے آہستگی سے سر جھکا لیا۔

"مجھے لگا آپ کو آج کا دن یاد نہیں رہا۔"

"جانتا ہوں' اسی لیے اتنے قیمتی موتی لٹائے ہیں تم نے۔"

وہ اس کی رگ رگ سے واقف تھا' مریرا بھیگی پلکوں سمیت مسکرا کر اس کا گال چوم گئی۔

"سوری...... مگر میں نے تو آپ کے لیے کچھ بھی نہیں خریدا۔"

"کوئی بات نہیں' تم سے اپنی پسند کا گفٹ میں خود ہی وصول کرلوں گا۔"

اگلے ہی پل اس کی آنکھوں میں شرارت چمکی تھی۔ مریرا کے چہرے پر سرخی بکھر گئی۔ فوراً اس کی گرفت سے نکلتے ہوئے اس نے فرار چاہا تھا مگر اس لمحے اس کے لیے محبت کے خوبصورت و رنگین پنجرے سے رہائی ممکن نہیں تھی۔

❖ ⌘ ...... ⌘ ❖ ⌘ ...... ⌘ ❖

"صمید......"

اسی روز رات میں وہ کرنل صاحب کے پاس سے اٹھ کر بیڈ پر آیا تھا جب مریرا اس کے پیچھے ہی کمرے میں چلی آئی۔ وہ ٹیلی ویژن آن کرتے کرتے رک گیا۔

"ہوں۔"

"مجھے کچھ بات کرنی تھی آپ سے۔"

"اس وقت؟"

"جی ہاں۔" وہ کچھ سنجیدہ سی تھی۔ صمید نے ریموٹ سائیڈ پر رکھ دیا۔

"کہو۔" اسے ہاتھ پکڑ کر اپنے مقابل بٹھاتے ہوئے وہ خود بھی اٹھ بیٹھا۔ مریرا نے ایک پل کچھ سوچنے کے بعد اپنے گلے سے وہ نیکلس اتار لیا جو اسے صبح ہی صمید نے خود اپنے ہاتھوں سے پہنایا تھا۔

"یہ لیں' مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

اگلے ہی پل وہ نیکلس صمید کے ہاتھوں میں تھماتے ہوئے اس نے سر جھکا لیا تھا۔

آپ کی ہمجولی آپ کی سہیلی
آنچل کراچی کی جانب سے بہنوں کیلئے ایک اور آنچل
ماہنامہ
حجاب کراچی
بہت جلد آپ کے ہاتھوں میں ہوگا
ماں، بیٹی، بہن، بہو کی یکساں پسند
بہنوں کے بے حد اصرار پر ان کے اپنے ماہنامہ آنچل کا ایک اور رخ
وہ سب کچھ جو بہنوں کو اپنے پن کا احساس دے
دل کو چھو لینے والی کہانیاں روح میں اتر جانے والی تحریروں
سے آراستہ آپ کا اپنا ماہنامہ
ماہنامہ آنچل
7 فرید چیمبر عبداللہ ہارون روڈ، کراچی

''اپنی شادی کی پہلی سالگرہ پر مجھے آپ سے بہت قیمتی گفٹ چاہیے صمید' اور میں توقع رکھتی ہوں کہ آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے۔''

اس کا انداز ایسا تھا کہ صمید کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔

''مریرا.....''

'صمید پلیز...... میں اس وقت کوئی وضاحت کوئی نصیحت سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ بہت کچھ پا کر بھی مجھے لگتا ہے جیسے میرا دامن خالی ہے' میں ادھوری ہوں پلیز صمید میرے صبر کا اور امتحان مت لیں' پلیز۔''

صمید کا ہاتھ تھام کر اس کی گود میں سر رکھتے ہوئے وہ رو پڑی تھی۔ وہ شاکڈ رہ گیا۔ مریرا حسن اتنی جلدی اس سے کوئی ایسا مطالبہ بھی کر سکتی ہے' اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ تب ہی وہ برہم ہوا تھا۔

''یہ چیٹنگ ہے مریرا' شادی کی پہلی رات ہی میں نے تم پر واضح کر دیا تھا کہ کم از کم اگلے پانچ سال تک میں تمہیں یہ خوشی نہیں دے سکوں گا' تم چاہو تو ساتھ چلو' چاہو تو ساتھ چھوڑ دو' پھر اب ایک دم سے یہ مطالبہ کیوں؟''

''مجھے نہیں پتہ' میں کچھ نہیں جانتی' میں بس اتنا جانتی ہوں کہ میری ذات ادھوری ہے' جس چیز میں اللہ رب العزت کی طرف سے عورت کی تکمیل رکھی گئی ہے' میں اس سے منہ نہیں موڑ سکتی' خدا کا واسطہ ہے آپ کو صمید' اپنے سارے خوف بالائے طاق رکھ کر' مجھے تکمیل بخش دیں' مجھے اولاد کی خوشی دے دیں' پلیز۔''

وہ جانتی تھی کہ اگر صمید کی محبت اس کا ہتھیار ہے تو اس کے آنسو بھی اس کا ہتھیار ہیں جن کی ضرب ہمیشہ صمید کے دل پر کاری لگتی تھی۔ اسی لیے اس نے اس وقت اسی ہتھیار سے کام لیا تھا۔ مگر وہ بدک اٹھا۔

''سوری' اگر تم مجھے چھوڑنا چاہتی ہو تو چھوڑ دو' مگر میں ایسا نہیں کر سکتا' کم از کم اگلے پانچ سال تک تو بالکل نہیں۔ اور بہتر ہوگا اگر آج کے بعد تم اس ٹاپک پر مجھ سے کوئی بات نہ کرو۔''

خاصے ترش لہجے میں اپنی بات مکمل کرنے کے بعد وہ کمرے میں ٹھہرا نہیں تھا۔

مریرا آنسوؤں سے بھری' بے یقین نگاہوں سے کتنی ہی دیر اسے دیکھتی رہ گئی۔

......☆☆☆......

اگلی صبح اس کے اٹھنے سے پہلے ہی وہ آفس کے لیے نکل گیا تھا۔

مریرا بہت دکھی سی کمرے سے نکل آئی۔ پتہ نہیں رات صمید کہاں سویا تھا۔ وہ ساری رات جاگ کر اس کی کمرے میں واپسی کا انتظار کرتی رہی تھی۔

دل عجیب بے چین سا تھا' پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ وہ اس سے ناراض ہو کر' بنا ناشتہ کیے آفس چلا گیا تھا' ورنہ جتنی بھی خفگی ہوتی' مریرا اسے خالی پیٹ گھر سے باہر نہیں جانے دیتی تھی۔

اسے اندازہ بھی نہیں تھا کہ وہ اس کی فرمائش پر اتنا شدید ری ایکٹ کرے گا۔

کچھ ایسی غلط فرمائش تو نہیں کی تھی اس نے۔

ماں بننا اس کا حق تھا اور وہ اپنا یہ حق صمید کے بیکار کے خدشات پر قربان نہیں کر سکتی تھی' اس کے دماغ پر جیسے یہی بھوت سوار ہو چکا تھا۔

دن میں دس بار وہ بریرہ کے بچے کے لیے اپنے ہاتھوں سے سیے ہوئے ننھے منے سے کپڑے نکالتی اور چوم کر رکھ دیتی۔

اس کے ہمسائے میں ایک نئی فیملی آئی ہوئی تھی' جن کے دو چھوٹے چھوٹے بچے تھے جو سارا دن کبھی اپنی ماں کے

ساتھ تو کبھی تنہا اپنے گھر کے لان میں کھیلتے رہتے تھے مریرا فرصت کے لحات میں دیر تک ٹیرس پر کھڑی انہیں حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتی رہتی تھی۔ اگلے چند روز میں وہ بچے اپنی ماں کے ساتھ اس کے گھر بھی آنے لگے تھے۔ تب ہی اس کے اندر کی ممتا انگڑائی لے کر بیدار ہوئی تھی مگر صمید کو اس کے معصوم احساسات کی پروا ہی کہاں تھی؟

وہ تو اپنے ہی خدشات کے خوف میں جکڑا ہوا تھا۔

اس کے دماغ میں یہ بات جڑ پکڑ کر بیٹھ چکی تھی کہ اگر مریرا نے کسی بچے کو جنم دیا تو وہ جان سے چلی جائے گی اور...... صمید حسن کے لیے یہ تصور ہی بہت خوفناک تھا۔

مریرا حسن کے بغیر اس کی زندگی قطعی بے معنی تھی۔

یہی وجہ تھی کہ دونوں اپنی اپنی الجھن میں گرفتار ایک دوسرے سے مکمل کنارہ کشی کیے ہوئے تھے۔

......☆☆☆......

اس رات وہ گھر واپس آیا تو مریرا بخار کی لپیٹ میں تھی۔

رات کے تقریباً ساڑھے بارہ بج رہے تھے اور اسے بھوک محسوس ہو رہی تھی پچھلے دو دن سے دونوں کے درمیان بات چیت بند تھی مگر دونوں ہی اپنی ضد چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھے۔

اب بھی خود کھانا نکال کر گرم کرنے کے بعد وہ وہیں کچن میں بیٹھ گیا تھا۔

کرنل صاحب تک ابھی ان کی جنگ کی خبر نہیں پہنچی تھی ورنہ یقیناً یہ جھگڑا اب تک ختم ہو چکا ہوتا۔

کھانا کھا کر وہ کمرے میں واپس آیا تو مریرا کمبل میں ہونے کے باوجود ہولے ہولے کپکپا رہی تھی۔ صمید نے بیرونی ونڈو کے پٹ بند کر دیے۔ یہ بھی شکر تھا کہ اس سے روٹھ کر مریرا نے کمرا نہیں چھوڑا تھا ورنہ وہ تو نیند کو ہی ترس کر رہ جاتا۔

مریرا کے بغیر اس بستر پر اسے نیند ہی نہیں آتی تھی۔ اس وقت بھی کمبل میں گھس کر دائیں بازو پر سر ٹکاتے ہوئے اس نے پہلو کے بل مریرا کی جانب رخ کیا تھا مگر وہ اس کی طرف پیٹھ کیے سو رہی تھی تب ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کا بازو سہلایا تھا لیکن مریرا کی طرف سے کوئی رسپانس نہیں دیا گیا۔

وہ تھوڑی دیر چپ چاپ لیٹا رہا ایک مرتبہ پھر ہاتھ بڑھا کر اس کا رخ اپنی طرف پھیر لیا۔

"مریرا۔" اگلے ہی پل وہ اس کے چہرے پر جھک گیا تھا۔ مریرا نے آنکھیں کھول دیں۔

ہلکے ہلکے بخار کے سبب اس کی آنکھیں خوب سرخ ہو رہی تھیں۔

صمید کا دل بے ایمان ہونے لگا۔

"نیند نہیں آ رہی ناں؟"

"آ رہی ہے۔"

وہ اس کی طرف دیکھنے سے گریز برت رہی تھی۔

صمید مسکرا دیا۔

"جھوٹ کب سے بولنا سیکھ لیا ہے تم نے؟"

"میں کوئی جھوٹ نہیں بول رہی پلیز سونے دیں مجھے۔"

"اتنی ناراضگی کہ میری طرف دیکھنا بھی گوارہ نہیں۔"

اب وہ گلہ کر رہا تھا۔

مریرا کا دل دھڑک اٹھا۔
"میری کوئی ناراضگی نہیں ہے آپ سے۔"
"اچھا...... ناراضگی نہیں ہے تو پھر بات چیت کیوں بند کی ہوئی ہے تمہیں تو میرے بازو پر سر رکھے بغیر نیند نہیں آتی تھی اب کیسے آرام سے سو جاتی ہو؟"
وہ جلا ہوا تھا' مریرا کو ہنسی آگئی۔
"لوگ صحیح کہتے ہیں' واقعی لڑکیاں شادی کے بعد بدل جاتی ہیں' کہاں تو شادی سے پہلے میری ایک لمحے کی نظر اندازی برداشت نہیں ہوتی تھی اور اب تین دن ہو گئے ہیں کوئی پروا ہی نہیں۔"
وہ صحیح دہائی دے رہا تھا۔
مریرا نے اس کے بازو پر سر رکھ لیا۔
"پروا ہے' مگر میں آپ سے ناراض ہوں۔"
"ناراض تو میں بھی ہوں۔"
"کیوں؟ آپ کیوں ناراض ہیں؟"
"تمہیں میری محبت کی قدر جو نہیں۔"
"آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں' کہ مجھے آپ کی محبت کی قدر نہیں۔"
"ابھی بھی کہنے کی ضرورت ہے؟"
اب وہ اسے دیکھ رہا تھا۔
مریرا نے فوراً پلکیں جھکا لیں۔
"آپ اپنی ضد چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟"
"تم کیوں نہیں چھوڑ دیتیں اپنی ضد؟"
"یہ ضد نہیں ہے ناں بلکہ میرا حق ہے۔"
"اور اپنے شوہر کی خوشی کا خیال رکھنا تمہارا فرض۔"
"تو کیا شوہر کا کوئی فرض نہیں ہے' میں بچوں کے بغیر نہیں رہ سکتی صمید' پلیز۔"
اگلے ہی پل وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ اس کے سیاہ سلکی بال جیسے کالی گھٹاؤں کی مانند اس کی پشت پر بکھرے صمید کا دل بے قرار کر گئے تھے۔
"ہوں' بچوں کے بغیر نہیں رہ سکتیں' مگر میرے بغیر رہ سکتی ہو ہے ناں؟" وہ بھی اٹھ بیٹھا تھا۔
مریرا نے اپنا سر تھام لیا۔
"ایسی فضول بات مت کریں صمید' پلیز...... آپ جانتے ہیں میں آپ کے بغیر ایک پل بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔"
"اگر یہ سچ ہے تو پھر اپنی فضول ضد چھوڑ دو' خدا کا واسطہ ہے تمہیں۔"
"کبھی نہیں...... وہ بچے صرف میرے بچے نہیں ہوں گے آپ کا بھی کوئی تعلق ہو گا ان سے۔"
"مجھے کسی سے کوئی تعلق نہیں رکھنا' سوائے تمہارے۔"
"تو ٹھیک ہے پھر سو جائیں چپ چاپ' میں فی الحال آپ سے کسی اور موضوع پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔"
صمید کے حتمی لہجے پر خفگی سے کہتے ہوئے اس نے اپنا تکیہ اٹھایا اور صوفے پر آ گئی۔

صمید اس کی اس حرکت پر کتنی ہی دیر دل ہی دل میں کڑھتا' بلآخر سو گیا تھا۔

اگلی صبح وہ فریش ہوکر کمرے سے باہر آیا تو مریا بخار کے باوجود کچن میں کام کررہی تھی۔ وہ سرسری سی ایک نظر اس پر ڈالنے کے بعد' کرنل صاحب کے قریب آ بیٹھا' جو ناشتے کی میز پر صبح کے اخبار کا مطالعہ کررہے تھے صمید کے قریب بیٹھنے پر انہوں نے اخبار ایک سائیڈ پر رکھ دیا۔

''السلام علیکم!''

''وعلیکم السلام' کیسے ہو صمید؟ آج کل بہت لیٹ آنے لگے ہو۔''

''سوری بابا' مجھے بہت شرمندگی ہے کہ چاہنے کے باوجود میں اپنا وعدہ وفا نہیں کرپارہا' اصل میں' میرے جو پارٹنر ہیں' وہ اپنے آبائی گاؤں میں ایک پروجیکٹ شروع کررہے ہیں تو فیکٹری کا سارا کام مجھ غریب پر آ پڑا ہے' آپ دعا کریں ان شاء اللہ جلد سب کچھ معمول پر آجائے گا۔''

''ان شاء اللہ' کل سکندر کا فون آیا تھا' پاکستان آنا چاہ رہا ہے۔''

''اوہ گڈ' یہ تو اچھی بات ہے آپ نے کیا کہا پھر؟''

''کیا کہہ سکتا تھا' ایک بوڑھا باپ' جس کی بیٹی اس کی آنکھوں کے سامنے تڑپ تڑپ کر مر رہی ہو اور اس کا اتنا سا بس نہ چلے کہ وہ اس بیٹی کے دغاباز شوہر کو دیار غیر سے بلا کر اس کے جنازے کو کندھا ہی دلوا سکے' اس باپ کو کیا کہنا چاہیے تھا' تمہاری نظر میں؟''

''میں آپ کا درد سمجھ سکتا ہوں بابا' مگر گزرے ہوئے برے لمحات کو بھول جانا ہی بہتر ہوتا ہے۔''

''تم بھول سکتے ہو صمید' مگر وہ باپ نہیں بھول سکتا جس نے خود اپنے بوڑھے ہاتھوں سے اپنی بے قصور جوان بیٹی کو مٹی کے سپرد کیا ہو۔''

اس بار ان کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

صمید نے رخ پھیر لیا۔

''میں نے اسے کہہ دیا ہے' جب تک میں زندہ ہوں' تب تک وہ بھول کر بھی مجھے اپنی شکل نہ دکھائے' وگرنہ میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گا۔''

''یہ ایک مشکل فیصلہ ہوگا بابا' میرا خیال ہے آپ کو ایک بار پھر اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔''

''نہیں...... مشکل فیصلہ وہ تھا جب صرف بریرہ کی پسند کی وجہ سے بنا سکندر سے کھل کر بات کیے' میں نے اپنی پھول جیسی بچی کا نکاح اس جیسے قطعی غیر ذمے دار شخص کے ساتھ کردیا تھا' اب تو سارے فیصلے ہی آسان ہوگئے ہیں' میرے خیال سے دنیا کا کوئی باپ اپنی معصوم اولاد کے قاتل کو معاف نہیں کرسکتا۔''

''وہ تو ٹھیک ہے' مگر قاتل بھی تو آپ کا اپنا بیٹا ہے بابا۔''

''کبھی تھا' اب نہیں ہے اور بہتر ہوگا صمید اگر آج کے بعد ہم کبھی اس موضوع پر کوئی بات نہ کریں۔''

وہ سمجھ سکتا تھا کہ بریرہ کی موت کے بعد کرنل صاحب جیسے ٹوٹ کر رہ گئے تھے' محض پچاس سال کی عمر میں وہ صدیوں کے بوڑھے نظر آنے لگے تھے۔

تبھی اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''ٹھیک ہے بابا' میرے لیے آپ کی خوشی سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں۔''

''شاباش...... جیتے رہو۔''

مریرا چائے لے آئی تھی۔
صمید نے اسے تنگ کرنے کے لیے ناشتے سے صاف معذرت کرلی۔
''میں اب چلتا ہوں بابا' ناشتا آفس جا کر ہی کروں گا۔''
''نہیں' ابھی بیٹھو' مجھے کچھ بات کرنی ہے تم سے۔''
وہ آج اسے بخشنے کے موڈ میں نہیں تھے۔ ناچار اسے بیٹھنا پڑا۔
''جی حکم کریں' کیا بات ہے؟''
''ناشتہ کرو پہلے۔''
وہ اس کی شرارت جان گئے تھے۔ صمید چپ چاپ کپ اٹھا گیا' تب ہی وہ بولے تھے۔
''میں کچھ دنوں سے نوٹ کررہا ہوں' مریرا بہت اداس ہے' شاید وہ بریرہ کی کمی محسوس کرتی ہے' ایسے میں تمہارے پاس بھی اسے دینے کے لیے زیادہ وقت نہیں ہے۔'' اصل بات سے پہلے انہوں نے تمہید باندھی تھی۔
وہ چپ چاپ چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے انہیں سنتا رہا۔
''میرا ایک دوست ہے' اظہار...... گاؤں میں ہم دونوں کے گھر ایک دوسرے سے بہت قریب تھے' بعد میں' میں فوج میں چلا گیا اور وہ نمبردار بن گیا' مگر ہمارا تعلق نہیں ٹوٹا' وہ شہر بہت کم آتا ہے' مگر میں جب بھی گاؤں جاتا ہوں' دو تین دن سے پہلے واپس نہیں آنے دیتا' بریرہ اور مریرا کو بالکل اپنی سگی بیٹیوں کی طرح سمجھتا ہے' جن دنوں بریرہ کی موت ہوئی وہ ہسپتال میں بیمار پڑا تھا' اب اس کی بیٹی اور بیٹے کی شادی ہے' بہت اصرار سے شادی میں شرکت کی دعوت بھیجی ہے اس نے' میری خواہش ہے تم مریرا کو لے کر اس شادی میں جاؤ' تاکہ اس کا دل بھی بہل جائے اور اظہار بھی خوش ہوجائے۔''
''ٹھیک ہے بابا' میں لے جاؤں گا' مگر آپ بھی تو چلیں۔''
''مجھے پنڈی کچھ کام ہے' میں بعد میں آجاؤں گا۔''
وہ پورا پروگرام ترتیب دیئے بیٹھے تھے۔
صمید نے ناشتے سے ہاتھ کھینچ لیا۔
''ٹھیک ہے جیسے آپ بہتر سمجھیں' مریرا سے بات کرلی آپ نے؟''
''ہوں' وہ تیاری کرلے گی' کل صبح نکل جانا تم لوگ۔''
''ٹھیک ہے' اب جاؤں آفس؟''
''ہوں جاؤ۔''
لبوں پر مسکراہٹ پھیلائے کرنل صاحب نے اسے اجازت دی تھی۔
وہ مسکرا کر ان سے گلے ملتے ہوئے آفس کے لیے نکل گیا۔

❖⌘......⌘❖⌘......⌘❖

شام ڈھلنے کو تھی۔
وہ دونوں گاؤں پہنچے تو تھکن سے دونوں کا برا حال تھا۔
سورج اپنی تمام تر تمازت سمیت' دھیرے دھیرے افق کے اس پار غروب ہوتا جارہا تھا۔ مریرا نے دیکھا' شام کی نارنجی مدھم پڑتی روشنی تاحد نظر' لہلہاتی فصلوں کو ایک عجب سا حسن بخش رہی تھی۔

گاؤں کے کچے پکے گھروں سے اٹھتے دھوئیں کے مرغولے اور کھیتوں سے اپنے گھروں کو لوٹتے مویشی اسے ایک عجیب سے احساس سے دوچار کر رہے تھے۔
بچپن سے ہی اسے گاؤں اور گاؤں کے لوگوں سے بہت محبت تھی۔ وہ کئی بار بچپن میں بریرہ کے ساتھ وہاں اس گاؤں میں آئی تھی اور جتنے دن اس کے یہاں گزرے انہیں وہ اپنی زندگی کے بہترین دنوں میں شمار کرتی تھی۔
اس وقت بھی ٹرین کے لمبے سفر کے بعد صمید کی ہمراہی میں جیسے ہی وہ تانگے پر گاؤں کی کچی حدود میں داخل ہوئی اس کا دل عجیب سی لے پر دھڑکنے لگا تھا۔ ہوا کے سنگ آتی کھیتوں کی خوشبو اسے اپنے اندر تک اترتی محسوس ہو رہی تھی۔
کتنی خوب صورت تھی گاؤں کی زندگی۔
پرسکون پرکیف پرلطف......!
وہ ایک ایک منظر کو بغور دیکھتی ماحول میں کچھ ایسی کھوئی کہ ساتھ بیٹھے صمید کی پرتپش نگاہوں کا احساس بھی نہ ہوسکا چونکی تو اس وقت جب تانگہ چھوٹی حویلی کے سامنے ایک دم سے رک گیا۔
پچھلے دس سالوں میں وہاں اس گاؤں میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوگئی تھیں مگر چھوٹی حویلی کے در و دیوار پر کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی وہ اب بھی ویسی ہی تھی جیسی مریرا کے بچپن میں ہوا کرتی تھی۔ مریرا حسرت بھری پرشوق نگاہوں سے حویلی کے بیرونی حصے کو دیکھتی تانگے سے اتر آئی۔
صمید نے کرایہ ادا کرنے کے بعد بھاری بیگ اپنی تحویل میں لے لیا۔
وہ دونوں حویلی میں داخل ہوئے تو جیسے وہاں عید کا سماں بپا ہوگیا۔
اظہار صاحب ان کی بیگم بہوئیں اور ان کے بچے سب مریرا اور صمید کے گرد گھیرا ڈال کر بیٹھ گئے تھے۔ صمید ان لوگوں کا پیار دیکھ کر حیران رہ گیا۔
ابھی انہیں وہاں بیٹھے دو منٹ بھی نہیں ہوئے تھے کہ خالص دودھ سے بنی چائے باقر خانیاں اور نمکو آگئی صمید کا تھکن سے برا حال تھا لہٰذا چائے پینے کے بعد وہ تو سونے چلا گیا تاہم مریرا تھکن کے باوجود وہیں بیٹھی انہیں اپنے حالات کے بارے میں بتاتی رہی۔
بارہ کمروں پر مشتمل چھوٹی حویلی بے حد پرانی ہو کر بھی اس وقت انوکھی چھب دکھا رہی تھی۔ تبھی چودھرانی نے اسے بتایا تھا۔
"بریرہ کی ناگہانی موت کا سن کر بڑا دکھ ہوا تھا بچے مگر چوہدری صاحب ان دنوں ہسپتال میں بستر پر پڑے تھے اس لیے چاہ کر بھی میں اور چوہدری صاحب تمہارا اور بھائی جی کا دکھ بانٹنے نہیں آسکے پر اللہ جانتا ہے مجھے اور چوہدری صاحب کو اس انہونی خبر سے بڑا دکھ پہنچا تھا کیسی پھول سی بچی تھی کتنی جلدی مٹی کی گود میں جا سوئی ابھی تک کلیجے میں ہول اٹھتے ہیں۔"
وہ رو رہی تھیں۔
مریرا کا زخم پھر سے تازہ ہوگیا اس کی آنکھیں ایک پل میں آنسوؤں سے بھر آئی تھیں۔
"بھائی جی نے بہت زیادتی کی ہمارے ساتھ بریرہ تو چلوان کے بیٹے کی منگ تھی مگر تمہارے لیے تو ایک بار ہم سے مشورہ کرتے ادھر اس کی قبر کی مٹی خشک ہوئی نہیں اور ادھر تمہارا نکاح بھی کر دیا وہ بھی ایک بالکل انجان لڑکے کے ساتھ کچھ تو سوچتے بھائی جی ہمیں ایک موقع تو دیتے بات کرنے کا سب کچھ بالا ہی بالا طے کر لیا جیسے ہمارا کوئی حق

ہی نہیں تھا تم پر۔"

اگلے ہی پل وہ اس سے گلہ کررہی تھیں۔

وہ بے اختیار نظریں چرا گئی۔

تب ہی چوہدری صاحب نے ہنکارہ بھرا تھا۔

"چھڈ زلیخا' جو ہو گیا سو ہو گیا' ہن بچی نوں پریشان نہ کر۔"

"نہیں چاچا' پریشانی کی کیا بات ہے' جتنا پیار آپ نے اور چاچی نے مجھے اور بریرہ کو دیا اس کے بعد غصہ گلہ کرنا آپ کا حق بنتا ہے' مگر بڑے ابو نے جو بھی کیا حالات سے مجبور ہو کر کیا' بریرہ کی موت کے بعد حالات بہت گمبھیر ہو گئے تھے' ایسے میں صرف میری خوشیوں کے لیے انہیں فوری طور پر وہ سب کرنا پڑا جو عام حالات میں شاید وہ کبھی نہ کرتے' پلیز آپ ان سے ناراض نہ ہوں' وہ بہت شرمندہ ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے پتر...... جو سوہنے رب کی مرضی۔"

اس کی وضاحت پر اظہار صاحب نے ٹھنڈی سانس بھر کر اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ دھرا تھا' مریرا سر جھکا کر رہ گئی۔

عین اسی لمحے کوئی باہر سے وہاں بڑے سے کشادہ صحن میں آیا تھا۔

"السلام علیکم!"

آنے والے کی نظر مریرا پر نہیں پڑی تھی مگر مریرہ نے اسے دیکھ لیا تھا' تب ہی وہ فوراً چارپائی سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"عمر؟"

اس کی آنکھوں میں جتنی حیرانی تھی' اتنی ہی چمک بھی تھی۔

آنے والا بھی اسے دیکھ کر ساکت رہ گیا تھا۔

"مریرا تم؟"

صرف ایک پل میں جیسے طوفان آ گیا تھا' اس کی آنکھوں میں بھی اور دل میں بھی' مگر مریرا کو اس طوفان کی خبر نہ ہو سکی۔

وہ اب بھی دلکشی سے مسکرا رہی تھی۔

"کیسے ہو نیم چڑھے کریلے؟"

وہ بدلی نہیں تھی۔ اسے خود کو سنبھالنا پڑا۔

"ٹھیک ہوں' تم کیسی ہو؟"

"بے حد پیاری' ہمیشہ کی طرح۔"

وہ شوخ ہوئی تھی۔ وہ مسکرا دیا۔

"لگتا ہے ابھی تک خوش فہمیوں کا بخار چڑھتا ہے تمہیں' بہر حال کب آئیں؟"

وہ قریب آیا تھا' چوھدرانی یاسیت سے اس کی طرف دیکھتی سر جھکا گئیں۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے' تم ابیروڈ سے کب آئے؟ چاچی بتارہی تھیں تم باہر گئے ہوئے تھے پڑھنے کے لیے؟"

"ہوں' ابھی ایک سال پہلے ہی گیا تھا' تم سناؤ خوش ہوناں؟"

"ہوں' بہت خوش۔"

"چلو شکر ہے اللہ کا' کسی بیچارے کی قربانی تو قبول ہوئی۔" لمبی سانس بھرتے ہوئے وہ ہلکے سے مسکرایا تھا۔ مریرا اسے گھور کر رہ گئی۔ کتنے سالوں بعد ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا' اور گزرے ہوئے ان سالوں میں دونوں ہی کتنے بدل کر رہ گئے تھے۔

"رات بہت ہوگئی ہے' سو جاؤ اب' باقی سب باتیں صبح ہوں گی۔"

اگلے ہی پل وہ اس سے کہہ رہا تھا۔

مریرا اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی۔

وہ کمرے میں آئی تو صمید گہری نیند سو رہا تھا۔ وہ کچھ دیر یک ٹک اسے دیکھتی رہی پھر بیڈ کی دوسری سائیڈ پر آ کر چپ چاپ لیٹ گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں نیند نے اسے بھی ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیا تھا۔

صبح اس کی آنکھ کھلی تو حویلی میں زندگی اپنے معمول پر تھی۔

حویلی کے مکین اور ملازمین ناشتے سے فارغ ہو چکے تھے' تاہم مریرا اور صمید کے ناشتے کے لیے ابھی بھی چولہے میں آگ جل رہی تھی۔

حویلی کے بڑے سے کشادہ صحن میں چڑیوں کے غول کے غول اترے اپنے اپنے حصے کا رزق تلاش کر رہے تھے۔ صمید اچھی باتھ میں تھا' وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے بڑے سے کشادہ صحن میں چلی آئی جہاں برگد کے درخت کے نیچے بڑے سے تخت پر چوہدرانی بیٹھی مختلف ملازمین کو شادی کے کاموں کے سلسلے میں ہدایات دے رہی تھیں۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام! اٹھ گئیں پتر؟"

"جی چاچی۔"

"شاباش...... صمید پتر بھی اٹھ گیا کہ نہیں؟"

"اٹھ گئے ہیں' باتھ لے رہے ہیں۔"

"چلو اچھی بات ہے' نیند تو ٹھیک سے آ گئی تھی ناں؟"

"جی چاچی' نیند بھلا کیسے نہ آتی' حویلی کی یہ اونچی دیواریں میرے لیے قطعی انجان نہیں ہیں۔"

"اچھا......؟"

اس بار اس کے الفاظ پر عقب سے آواز آئی تھی۔ وہ مسکرا دی۔

"کوئی شک؟"

"شک تو ہو ہی جاتا ہے جب کوئی سالوں پلٹ کر پیچھے کی خبر نہ لے۔"

اگلے ہی پل وہ سامنے آ بیٹھا تھا' وہ رخ پھیر گئی۔

"خبر تو تم نے بھی نہیں لی' تم پر بھی کوئی پابندی نہیں تھی شہر میں داخلے کے لیے۔"

"میں یہاں تھا ہی کب' خیر چھوڑو' چلو اٹھ کر ناشتہ بناؤ میرے لیے' شاباش۔"

"میں......؟"

مریرا کو حیرت ہوئی' عمر نے لب بھینچ لیے۔

"ہوں تم...... کیوں یہاں کوئی اور مریرا بھی ہے۔"

خالق کائنات

□ اللہ سے نزدیک ہونے کے لیے اللہ کے بندوں سے نزدیک ہوجاؤ (جبران)
□ اس آدمی سے ہوشیار رہو جو یہ سمجھتا ہے کہ خدا صرف آسمان پر رہتا ہے (برنارڈ شاہ)
□ تمام علماء اور اساتذہ یہ بات سمجھنے سے عاجز و قاصر ہیں کہ وجود کیونکر ہوا اور یہ کیونکر برابر ہوتا چلا جارہا ہے ' ہمیں ایسے خالق حقیقی کا اقرار کرنا ہی پڑتا ہے جو ہمیشہ اور ہر وقت موجود ہے (فلامریاں)
□ سیکنڈ منٹوں میں' منٹ گھنٹوں میں' گھنٹے دنوں میں' دن ہفتوں میں' ہفتے مہینوں میں' مہینے سالوں میں' سال صدیوں میں تبدیل ہورہے ہیں۔
□ سورج اور چاند نکل رہے ہیں' ستارے جگمگ کررہے ہیں' زمین پر پودے اُگ رہے ہیں' ہوا چل رہی ہے' درختوں کے پتے ہل رہے ہیں۔ پھول اور پھل نمودار ہورہے ہیں' شبنم گررہی ہے' سمندر میں پانی بہہ رہا ہے۔ کوہ آتش فشاں سے چنگاریاں نکل رہی ہیں' یہ انسان ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہورہا ہے' جانور گھوم رہے ہیں۔ غرض ساری کائنات حرکت میں ہے اور حرکت تحریک اور طاقت کے تابع ہوتی ہے تو پروہ کون سی تحریک...... وہ کون سی طاقت ہے جس کی وجہ سے کائنات میں حرکت کی یہ رونق موجود ہے' دل سے بے اختیار جواب آتا ہے وہ محرم' وہ طاقتور' وہی اعلیٰ ذات ہے جس کے وجود کے بارے میں آنکھیں رکھنے کے باوجود اندھے' کان رکھنے کے باوجود بہرے اور عقل رکھنے کے باوجود بے وقوف لوگ انکار کرتے ہیں اور ایمان' احساس اور بصیرت رکھنے والے اقرار......!" (ابوسنان)
حرا قریشی...... بلال کالونی' ملتان

"سمر پتر...... وہ مہمان ہے۔"

چوہدرانی نے اسے تنبیہہ کرنا چاہی تھی مگر عمر نے ہاتھ اٹھادیے۔

"ماں جی پلیز...... آپ درمیان میں نہیں آئیں کی' یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے' بھلے اس کی شادی ہوگئی ہو مگر یہ میری دوست تو ہے ناں' اس کے موجود ہوتے ہوئے میں کسی اور کے ہاتھ کا پکا کیسے کھاسکتا ہوں؟"

اس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ چوہدرانی چپ کرگئی تھیں۔

"ٹھیک ہے' پھر چلو تم بھی ہیلپ کرواؤ میری۔"

مریرا اس کے مزاج سے بخوبی واقف تھی' تب ہی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

وہ مسکرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

مٹی کے چولہے میں گوبر سے بنے اپلے ابھی تک دہک رہے تھے' مریرا نائیلون کے تاروں سے بنا خوب صورت پیڑھا کھسکا کر ایک سائیڈ پر بیٹھ گئی' جبکہ عمر چولہے کے سامنے رکھی پیڑھی پر بیٹھ گیا تھا۔

نیوی بلو شلوار سوٹ میں اس کا ابھرا ابھرا سراپا اور پیشانی پر بکھرے گھنے سنہری بال اس کی وجاہت میں بے پناہ اضافہ کررہے تھے' دونوں بازوؤں کے کف مڑے ہوئے تھے اور دونوں کلائیوں پر چمکتے سنہری بال اس وقت بے حد بھلے لگ رہے تھے' دائیں کلائی پر بندھی بلیک سٹریپ والی قیمتی رسٹ واچ الگ چھب دکھارہی تھی۔ مگر اسے پروا کہاں تھی وہ اب بھی خود سے اتنا ہی بے نیاز تھا' جتنا کہ نوعمری میں ہوا کرتا تھا۔

مریرا اس کے مختصر جائزے کے بعد اب آٹا گوندھ رہی تھی جب وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"بریرہ کی موت کی خبر ملی تھی مجھے' لندن میں تھا میں' بہت کوشش کی پاکستان آنے کے لیے مگر نہیں آسکا' بہرحال بہت دکھ ہوا تھا' وہی تو ایک دوست تھی میری' بے حد ہمدرد اور صلح جو۔"

''ہوں...... میں سمجھ سکتی ہوں۔''
''کاش تم بھی اس جیسی ہوتیں مریرا' کاش۔''
''کیوں؟ میں نے کون سی بھینس چرائی ہے تمہاری؟''
فوراً وہ خفا ہوئی تھی' وہ مسکرا دیا۔
''پتہ نہیں کیا کیا چرا چکی ہو تم میرا' مگر جانے دو اب کیا حساب کتاب کرنا تم سے۔''
''تم بہت بدل گئے ہو عمر' پہلے تو پیشانی کے بل بھی کم نہیں ہوتے تھے تمہارے' تمہیں یاد ہے ایک بار میں نے تمہارے کبوتر کو اڑا دیا تھا تو تم نے کتنی پٹائی کی تھی میری' پورے دو دن روتی رہی تھی میں مگر تم نے ایک بار بھی معافی نہیں مانگی۔''
''ہوں۔'' وہ کھل کر مسکرایا تھا۔
''میں نے معافی نہیں مانگی' مگر اس کے بعد دوبارہ کبھی کوئی کبوتر نہیں لایا حویلی میں۔''
''کیوں؟''
''بس...... دل ہی نہیں کیا۔''
چولہے میں آگ اب زور پکڑ چکی تھی' مریرا نے جلدی سے توا رکھ دیا۔
''ڈیرہ دوڑ سے کب آئے؟''
''ابھی...... ایک ہفتہ پہلے۔''
''شادی کیوں نہیں کی؟''
''بس یونہی' دل ہی نہیں چاہا۔''
''دل کی کچھ زیادہ ہی نہیں سننے لگ گئے ہیں آپ؟''
اب وہ مسکرا رہی تھی۔
دہکتی نارنجی آگ میں اس کے گال خوب تمتما رہے تھے۔ وہ بے ساختہ رخ پھیر گیا۔
''کہاں ڈیئر...... دل کی سن لیتا تو دل آج ویران نہیں ہوتا۔''
''میں سمجھی نہیں۔''
''تم سمجھو گی بھی نہیں' چلو شاباش ناشتہ بناؤ' میں آتا ہوں ابھی۔''
مریرا کے الجھنے پر وہ فوراً اٹھ کر رسوئی سے باہر نکل گیا تھا۔ وہ سر جھٹکتی دوبارہ ناشتے بنانے میں لگ گئی۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

میں چمکتا چاند آسمان کا وہ میرے ستارے تھے
میں تو اک پیاسی نگاہ تھی وہ میرے نظارے تھے
کہاں چلے گئے میرے پیارے مجھے تڑپتا چھوڑ کر
میں تو محض ایک بیل تھی وہ میرے سہارے تھے

"آ گئیں امی آپ...... دکھائیں تو کیا لائیں؟"
امی کے گھر میں قدم دھرتے ہی ارسہ تیزی سے ان کی طرف لپکی۔ امی لان کے کپڑے خریدنے مارکیٹ گئی ہوئی تھیں۔

"ارے لڑکی! یہ کیا بے صبرا پن ہے دم تو لینے دو گھر میں داخل ہوئی نہیں ہوں اور محترمہ ہیں کہ آ پہنچی چیل کی طرح جھپٹا مارنے کو۔ یہ بھی خیال نہیں ماں گرمی میں تھکی ہاری آئی ہے پہلے دو گلاس ٹھنڈا پانی ہی پلا دو۔" موسم کی تپش نے امی کے مزاج پہلے ہی گرم کر رکھے تھے ایسے میں ارسہ کا ندیدہ پن انہیں مزید سلگا گیا۔ انہوں نے ارسہ کو پرے دھکیلتے ہوئے ماتھے پر آیا پسینہ دوپٹہ کے پلو سے پونچھا تو ارسہ کو یکایک اپنی غلطی کا احساس ہوا اس نے شرمندگی سے امی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"معاف کردیں امی! میں ابھی پانی بلکہ شربت لے کر آتی ہوں۔" اس نے کمرے کا پنکھا آن کر کے اسپیڈ بڑھائی اور خود کچن کی طرف بھاگی۔ چند ہی منٹ میں وہ ٹھنڈا شربت ہاتھ میں لیے امی کے سامنے کھڑی تھی۔ امی نے پہلے تو اسے بساط بھر گھوریوں سے نوازا پھر گھونٹ گھونٹ گلاس خالی کرنے لگیں۔ ارسہ امی کے مزاج کے مزید بگڑنے کے ڈر سے ایک جانب یوں کھڑی ہوگئی جیسے امی نے اسے کھڑے رہنے کی سزا سنائی ہو۔ شربت پی کر امی کے رگ و جاں میں سکون اترا تو ان کے مزاج کی برہمی میں بھی خاطر خواہ کمی واقع ہوگئی۔ اس لیے انہوں نے قدرے دھیمے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

"ردا کہاں ہے اسے بھی بلالو پھر تم دونوں اپنی اپنی پسند کے کپڑے منتخب کرلینا۔"

"ردا تو نہا رہی ہے امی!" ارسہ نے انگلیاں مروڑتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا چلو آنے دو تم کھڑی کیوں ہو بیٹھ جاؤ۔" امی نے ہاتھوں سے اپنے بال سمیٹ کر انہیں جوڑے کی شکل دیتے ہوئے کہا تو وہ تخت پر ان کے مقابل آ بیٹھی اسی اثناء میں ردا بھی سر پر تولیہ لپیٹے آ گئی۔

"السلام علیکم امی! کب آئیں کتنا حبس اور گرمی

ہے۔ تھک گئیں ہوں گی شربت لاؤں آپ کے لیے۔" اس کے لہجے میں امی کے لیے فکر ہی فکر تھی امی نے جتاتی ہوئی نظروں سے ارسہ کو دیکھا تو وہ ایک بار پھر نظریں چرانے پر مجبور ہوگئی۔

"نہیں بیٹا! شربت پی لیا میں نے۔ خوش رہو آؤ بیٹھو ذرا یہ کپڑے دیکھ لو پھر دونوں بہنیں اپنے اپنے لیے پسند کرلو پھر عصر ہوجائے گی تو آٹا گوندھ کر سالن کی تیاری شروع کردینا۔" امی نے ہدایتیں دیتے ہوئے سائیڈ پر پڑے شاپر اٹھا کر مختلف پرنٹ اور رنگوں کے سوٹ تخت پر رکھے۔

"امی یہ کیا لے آئیں' سارے ہی پرنٹ آؤٹ آف فیشن ہیں۔ آج کل تو ایمرائیڈری والے لان سوٹ چل رہے ہیں' جتنی ایگزیبیشن کی کوریج ٹی وی پر دکھا رہے ہیں اور مارننگ شوز میں بھی ساری ہوسٹس وہی پہن کر آ رہی ہیں۔"

"توبہ ہے ارسہ آپی! ہم کوئی ٹی وی پر تھوڑی کام کرتے ہیں اور نہ ہی کسی پوش ایریا میں رہتے ہیں' نہ ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کرتے ہیں کہ برانڈڈ چیزیں استعمال کریں۔ وہ چیزیں اعلیٰ طبقوں اور مال دار پارٹیوں کے لیے ہیں۔ امی اتنے شوق سے گھوم پھر کر ہمارے لیے کپڑے لائی ہیں' آپ یوں ان کا دل تو نہ توڑیں۔" ردا ارسہ سے چھوٹی تھی مگر سمجھدار اور حقیقت پسند تھی۔

"تم چپ کرو' تمہیں کچھ پتا ہوتا نہیں ہے ایسے عام پرنٹڈ کپڑے آج کل پہنیں تو لوگ سمجھتے ہیں کہ پہننے اوڑھنے کا سلیقہ نہیں۔ امی کو بھی فیشن کا پتا نہیں چلتا' اس لیے تو کہتی ہوں کہ یا تو ہمیں پیسے دیں یا ساتھ لے جائیں۔" ارسہ پر ردا کے سمجھانے کا خاک اثر نہ ہوا اور وہ ہنوز منہ بنائے کپڑے کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتی رہی۔

"ہاں تمہیں دے دوں پیسے اڑانے کے لیے' تم کماؤ تو درد ہو نا پیسوں کا اور ہمیشہ اڑانے کی سوچ جمع کرنے کا تو خیال ہی نہیں۔ نئے کپڑے مل رہے ہیں اس پر شکر ادا کرنے کے بجائے صاحب زادی منہ پھلائے بیٹھی ہیں۔ ہمیشہ سکھایا ہے کہ اپنے سے نیچے دیکھنے کی عادت ڈالو' ارے ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں تن ڈھانپنے تک کو کپڑا میسر نہیں۔ مگر نہیں مہارانی صاحبہ کی تو ڈیمانڈ اور خواب ہی ختم نہیں ہوتے۔ اپنی چھوٹی بہن سے ہی کچھ عقل ادھار لے لو' اسی گھر میں پلی بڑھی ہے وہی کھاتی ہے جو تم کھاتی ہو' کس قدر صابر' شکر گزار اور قناعت پسند بچی ہے میری۔ ایسی اولادیں دعائیں لیتی ہیں ماں باپ کی' والدین کی تابعداری سیکھو بیٹا اور اپنے حال میں خوش رہنے کی عادت ڈالو۔ دولت نہیں سکون اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔" امی نے حتی المقدر اسے سمجھانے کی کوشش کی تو وہ ہمیشہ کی طرح پہلے تو سر جھکائے سنتی رہی پھر آٹا گوندھنے کے بہانے اٹھ کر چلی گئی تو امی نے بھی یہ جانتے ہوئے کہ اس کا موڈ خراب ہے اسے بہلانے' منانے اور روکنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ سخت گیر قسم کی ماں نہیں تھیں مگر اولاد کی تربیت کے معاملے میں ان کے اصول بے لچک تھے اور پھر لڑکیوں کے بارے میں تو وہ اور محتاط یوں بھی تھی کہ پرائے گھر جانے والیوں کو ناز نخرے اٹھوانے اور اپنی منوانے کی عادت ہوجائے تو پرائے دیس میں بسنا مشکل ترین امر بن جاتا ہے۔

❀……❀……❀

ارسہ بہن بھائیوں میں سب سے بڑی تھی' پھر اس سے چھوٹی ردا تھی اور آخر میں ایک چھوٹا بھائی کامی تھا۔ ارسہ کے والد حامد علی ایک پرائیوٹ فرم میں منیجر تھے وہ محنتی' ذہین اور سمجھ دار آدمی تھے۔ لہٰذا سب سے پہلے بچت کرکے انہوں نے اپنا چھوٹا لیکن ذاتی مکان لیا اور پھر پبلک ٹرانسپورٹ کی خواریوں سے بچنے کے لیے ایک چھوٹی سے سیکنڈ ہینڈ گاڑی بھی لے لی۔ ارسہ کی امی فرحین بیگم نے بھی سلیقے سے گھر چلا کر میاں کا بھرپور ساتھ دیا تو ان کا گھرانہ اپر مڈل کلاس کی صف میں شامل ہوگیا۔ دونوں میاں بیوی اپنے گھرانے کی خوش حالی دیکھ

کہ رب باری تعالیٰ کا شکر ادا کرتے نہ تھکتے۔ انہوں نے اپنے بچوں کی تربیت کے سلسلے میں بھی شکر، صبر اور برداشت کے اصولوں کو اولین درجے پر رکھا اور سارے ہی بچوں نے ان کی تربیت کا مان رکھا ماسوائے ارسہ کے۔ جانے کیوں وہ قناعت پسند نہ تھی، گوکہ امی ابو اپنے بچوں کی ہر جائز خواہش پوری کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے لیکن پھر بھی ارسہ خوش اور پرسکون نہ رہتی۔ فرحین بیگم ارسہ کی طبیعت کا جذباتی پن دیکھ کر ہولتی اور کڑھتی رہتیں کہ جانے آگے کیسا گھر بار ملے اور اپنے رب سے اس کے حق میں دعائیں کرتی رہتیں اور بھلا ماؤں کی دعائیں کب رائیگاں جاتی ہیں۔

❀......❀......❀

اس دن موسم اچانک ہی خوش گوار ہوگیا تھا، کئی دن سے حبس کا ڈیرہ تھا مگر یک دم ہی باری تعالیٰ کی رحمت کو جوش آیا اور یکایک ٹھنڈی ہوائیں چل پڑیں اور آسمان پر حد نگاہ تک سیاہ بادلوں نے بسیرا کرلیا اور پھر ہلکی پھلکی پھوار نے موسم کے ساتھ ساتھ سب کے موڈ پر بھی ایسا خوش گوار اثر ڈالا کہ سب نے لان میں ڈیرہ ڈال لیا، کیونکہ ویسے بھی چھٹی کا دن تھا، تو سب کو مل بیٹھنے کا سنہرا موقع ہاتھ آگیا تھا۔ لڑکیوں نے ابو کی فرمائش پر کچن کا رخ کیا۔ ردا نے بیسن گھول کر گرم تیل میں پکوڑے تلنے شروع کیے تو ارسہ نے جلدی سے بلینڈر میں پودینے کی چٹنی بنا کر پیالی میں نکالی اور کیتلی میں چائے کا پانی چڑھا دیا۔ اتنی دیر میں ردا نے پلیٹ بھر کے پکوڑے ٹرے میں رکھے اور مزید پکوڑے تلنے کے لیے بیسن کڑھائی میں ڈالتے ہوئے ارسہ سے کہا۔

"آپی یہ والی پلیٹ دے آؤ، نہیں تو ٹھنڈے پکوڑے ابو جی کو پسند نہیں آئیں گے، جب تک میں یہ پکوڑے تلتی ہوں، پھر چائے لے کر آتی ہوں۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔" ارسہ نے ٹرے اٹھائی اور لان کی طرف چلی آئی۔ وہاں سے مانوس قہقہے کی آواز سن کر ارسہ نے برا سا منہ بنایا اور زیر لب بڑبڑائی۔

"بہانا چاہیے اس کو تو بس۔"

"ابو یہ گرما گرم پکوڑے۔" ارسہ نے ہاتھ میں پکڑی ٹرے ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔

"ارے بیٹا انس کو دو نا، مہمانوں کو پہلے پیش کرتے ہیں۔" امی نے ارسہ کو ٹوکا، جواب چھوٹی پلیٹ اٹھا کر ان کی طرف بڑھا رہی تھی۔

"امی ایسے روز روز آ بیٹھنے والوں کو مہمان تو نہیں کہتے۔" اس نے ہمیشہ کی طرح انس کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا تو ابو نے اس کی بدلحاظی پر اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے ارسہ! مہمان قابل احترام ہوتے ہیں۔" ابو کا چہرہ اس قدر درشت تھا کہ خفت کے احساس سے ارسہ کا چہرہ سرخ پڑنے لگا تب انس نے صورت حال کو گمبھیر ہوتا دیکھ کر فوراً ماحول کو خوش گوار کرنے کی کوشش کی۔

"ارے خالہ خالو! ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے ارسہ میں کوئی غیر تھوڑا ہی ہوں، دس قدم کے فاصلے پر تو گھر ہے اور سچ پوچھیں تو آپ لوگوں کی اپنائیت اور خلوص ہی تو کھینچ لاتی ہے اس در پر بار بار۔ کیوں ارسہ ٹھیک کہا نا میں نے؟" انس نے اپنی پلیٹ میں پکوڑے ڈالتے ہوئے ذرا کی ذرا میں اس کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ امی ابو کے ڈر سے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھنے لگی اور انس کا دل اس کا اترا چہرہ دیکھ کر گویا مٹھی میں ہی آگیا۔

انس ارسہ کا خالہ زاد تھا، فوزیہ ارسہ کی بڑی خالہ تھیں اور ارسہ کے گھر کے سامنے والے گھر میں رہائش پذیر تھیں۔ انس ان کا بڑا بیٹا تھا، اس کے علاوہ ان کی ایک بیٹی تھی جسے وہ اپنی دل کی بیماری کے باعث کم عمری میں ہی بیاہ چکی تھیں۔ اب وہ انس کے سر پر سہرا دیکھنے کی خواہش مند تھیں مگر انس کی خواہش تھی کہ سب سے پہلے وہ اپنی چھت کرے گا وگرنہ خانگی ذمہ داریوں کا بوجھ پڑ جانے کے باعث اس کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکے گا۔

وہ ایم بی اے کر کے حال ہی میں ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں ملازمت حاصل کرنے میں کامیاب ہوا تھا' اپنے قدم جمانے میں اسے ابھی دس بارہ سال مزید درکار تھے۔ یہ بات ارسہ بخوبی جانتی تھی اسی لیے اس نے کبھی بھی انس کی محبت بھری نگاہوں کو اپنے دل کے پار نہیں اترنے دیا' جبکہ اسے امی ابو کی انس پر پڑتی نگاہ التفات کی بھی خوب خبر تھی۔ انس شخصیت کے اعتبار سے تو ارسہ کے خوابوں کا شہزادہ تھا مگر اس کے گھنگریالے بال' گندمی رنگت' لمبا چوڑا سراپا اس کے پالی قد کے سامنے چھوٹا پڑ جاتا تھا۔ اس لیے اس نے کبھی انس کے سراپے کو اپنے خیالوں اور خوابوں کے شہزادے کے روپ میں نہیں ڈھلنے دیا' اس کی آنکھوں میں تو کسی اور ہی کا عکس اتر آیا تھا۔

❀......❀......❀

''سچ کہیں امی...... رخسانہ پھپو واقعی آرہی ہیں؟'' ارسہ نے امی کو شانوں سے پکڑ کر جھنجوڑ ڈالا تو انہوں نے اس کی کمر پر ایک زوردار دھپ رسید کردی۔

''ارے باؤلی ہوگئی ہے کیا؟ جھوٹ بولوں گی اس عمر میں' کیا تیرا میرا کوئی مذاق ہے؟ توبہ ہے اتنی زور سے کندھا دبا ڈالا۔''

''سوری امی! وہ اتنے دنوں بعد ان کے آنے کی خبر سنی تو سماعتوں پر یقین نہیں آیا۔'' ارسہ ہمیشہ کی طرح اپنے جذباتی پن پر شرمندہ ہوکر بغلیں جھانکنے لگی۔

''ارے امی چھوڑیں نا' آپی بے چاری پھپو کی محبت میں زیادہ جذباتی ہوگئیں۔ آپ یہ بتائیں کہ کیا کیا تیاریاں کرنی ہیں' آخر کو آپ کی اکلوتی نند آرہی ہیں' خاطر مدارت میں کوئی کمی نہیں رہنی چاہیے نا۔'' ردا نے امی کا کندھا دباتے ہوئے پوچھا تو وہ سوچ میں پڑ گئیں۔

''ہاں واقعی! اب کی بار تو رخسانہ پورے چھ ماہ بعد چکر لگا رہی ہے' ایسا کرو لسٹ بنالو تاکہ راشن اس کے آنے سے پہلے ہی لاکر رکھ لیں پھر اپنے ابو سے مشورہ کرکے مینو فائنل کرلو تاکہ بعد میں کوئی دشواری نہ ہو اور اس کے ساتھ اچھی طرح وقت بھی گزار سکیں۔'' امی کی ہدایت پر ردا کاپی اور قلم لے کر ان کے سامنے بیٹھ کر لسٹ بنانے لگی اور ادھر ارسہ اپنے خوابوں کی آبیاری کرنے لگی کیونکہ پھپو کی آمد کے باعث اسے بن موسم ہی برسات کی رم جھم سنائی دینے لگی تھی۔

❀......❀......❀

''اوہ پھپو جانی...... کتنے دنوں بعد آئیں آپ' کتنا یاد کررہی تھی میں آپ کو۔'' ارسہ ائرپورٹ پر انہیں ریسیو کرتے ہی ان کے گلے لگ گئی۔

''بس بیٹا! کچھ ایسی مصروفیتیں تھیں کہ نکلنا ہی نہیں ہورہا تھا۔'' پھپو نے مسکرا کر اس کے رخسار چومے۔

''ہم سب بھی آپ کو بہت یاد کررہے تھے۔'' کامی نے آگے بڑھ کر ان کے آگے سر جھکایا تو انہوں نے اپنا دست شفقت اس کے سر پر دھر دیا۔

''انہی محبتوں نے تو مجھے مصروفیتوں کے آہنی شکنجوں کو توڑ کر آنے پر مجبور کردیا۔'' وہ آہستگی سے بولیں اور جانے کیوں آنکھیں بھر آئیں۔

''چلیں پھپو! گھر چلیں...... امی ابو بھی آپ کا انتظار کررہے ہیں اور گرمی بھی بہت ہورہی ہے۔'' ردا نے پھپو کے ہاتھ سے بیگ لیتے ہوئے کہا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

گھر پہنچنے پر امی نے بھی نند کا پرتپاک استقبال کیا' ابو تو بہن کی اتنے دنوں بعد آمد پر آبدیدہ ہی ہوگئے۔ رخسانہ تو پھر بھی' چھ ماہ میں کراچی کا چکر لگا لیتیں مگر وہ اپنی جاب کے سخت اوقات کار اور آسانی سے چھٹیاں نہ ملنے کے باعث چاہتے ہوئے بھی سال سال بھر کوئٹہ نہ جاپاتے۔ بہن بھائی کے ملاپ کے رقت آمیز مناظر نے سب کی ہی آنکھیں نم کردیں۔ ایسے میں ارسہ جلدی سے شربت بنا کر لے آئی۔

''یہ لیں پھپو! آپ تو کوئٹہ کے اے سی کی عادی ہیں' یہاں کی گرمی سے پریشان ہوگئی ہوں گی۔'' ارسہ نے ٹرے ان کی جانب بڑھائی تو سب اس کے کوئٹہ کو اے سی

کا نام دینے پر مسکرا دیے۔

"ارے بیٹا! یہی تو زندگی ہے زندگی میں سرد و گرم ہر طرح کے موسم دن رات آتے ہیں۔ بس انسان میں برداشت کا حوصلہ ہونا چاہیے ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے خود کو ہمہ وقت ہمت اور صبر کے ہتھیاروں سے لیس رکھنا چاہیے کون جانے قسمت کا پہیہ کب کس موڑ پر لا کھڑا کرے۔"

"اور پھپو یہ بتائیں روحیل بھائی اور علیزے باجی کیسی ہیں؟" ردا نے پھپو کے دونوں بچوں کی بابت دریافت کیا۔

"اللہ کا کرم ہے بیٹا! علیزے تو لندن میں مکمل سیٹ ہوگئی ہے بس مجھے ذرا اس کی دوری پر اکیلا پن محسوس ہوتا ہے کیونکہ روحیل اور تمہارے پھوپا تو اپنے بزنس کے مسائل میں ہی الجھے رہتے ہیں۔" پھپو کے لہجے میں افسردگی تھی۔

"ارے پھپو! آپ اداس نہ ہوں، ہم ہیں نا اب تو اسکائپ وغیرہ سے اتنی سہولت ہوگئی ہے کہ فاصلے اور دوریاں تقریباً ختم ہی ہوگئے ہیں، کیوں؟" کامی نے پھوپو کی طرح یوں دیکھا جیسے وہ اپنے اس فلسفے کے لیے ان سے داد کا طالب ہو۔

"بیٹا! یہ مشینیں کب سے انسانی جذبات و احساسات کا نعم البدل ہونے لگیں لیکن، تم نئی نسل نہیں سمجھو گے پیار بھری آغوش، ممتا بھرا لمس کیا شے ہیں، کیا جادو بھرا اثر و احساس ہیں۔" پھپو کے بجائے امی نے کامی کو نارمل انداز میں بیان دے کر گویا لاجواب ہی کردیا تب ہی ڈور بیل بجی تو کامی نے جا کر دروازہ کھولا، واپسی پر انس ساتھ تھا۔

"السلام علیکم! آنٹی کیسی ہیں آپ...... سفر کیسا رہا؟" انس نے نہایت ادب سے انہیں جھک کر سلام کیا تو انہوں نے مسرور ہو کر اس کا ماتھا چوم ڈالا۔

"وعلیکم السلام بیٹا! جیتے رہو، اسے با ادب بچے آج کے دور میں دیکھ کر دل بہت خوش ہوتا ہے، دیکھیں تو بھائی کون کہے گا کہ اس کے سر پر سے بچپن میں ہی باپ کا سایہ اٹھ گیا تھا۔ ماشاء اللہ بہت اچھی تربیت کی ہے فوزیہ نے۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہو رخسانہ! نیک سعادت مند اولاد یقیناً اللہ تعالیٰ کا بہترین تحفہ ہے۔ بہت محنت کی ہے بچے نے اپنی منزل پانے میں۔" امی نے بھانجے کی طرف پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بیٹا تم سناؤ، امی کیسی ہیں؟" پھپو نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"جی اللہ کا کرم ہے، کافی بہتر ہے انجیو گرافی سے کافی فرق پڑا ہے۔ ابھی نیند کی دوا لی تھی تو آ نہیں سکیں، البتہ شام میں چکر لگائیں گی اور امی نے خاص طور پر یہ بھی کہلوایا ہے کہ کل شام کا کھانا آپ سب ہماری طرف کھائیے گا۔"

"ارے اس تکلف و تردد کی کیا ضرورت ہے بھلا ان کی پہلے ہی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی اور بیٹا میں بس کچھ ہی دنوں کے لیے آئی ہوں، آگے رمضان شروع ہونے والے ہیں۔ جا کر تیاریاں بھی کرنی ہیں۔" پھپو نے رسانیت سے کہا تو ارسہ بے چین ہوگئی۔

"یہ کیا بات ہوئی پھپو! میں تو سمجھی آپ رمضان ہمارے ساتھ گزاریں گی۔"

"نہیں چندا! وہاں گھر پر کوئی عورت نہیں، ملازموں پر سحر و افطار کی ذمہ داریاں نہیں چھوڑی جاسکتیں۔ تم یوں کرو، میرے ساتھ چلو بلکہ تم سب بچے ہی چلو اس بار عید میرے ساتھ کوئٹہ میں کرو۔" پھپو نے کہا تو ارسہ کی باچھیں ہی کھل گئیں۔

"سچ...... پھر تو بڑا مزہ آئے گا، آپ نے تو میرے دل کی بات کہہ دی۔"

"مگر پھپو میں نہیں آسکوں گی کیونکہ پھر امی اکیلی پڑ جائیں گی۔ روزے کی حالت میں اکیلے گھر کیسے سنبھالیں گی؟" ردا کو ہمیشہ کی طرح ماں کی فکر تھی۔

"چلو پھر ایسا کرو اس بار ارسہ اور کامی کو ساتھ لے

جاتی ہوں‘ اگلے چکر پر ارسہ گھر پر رک جائے گی تم چلی چلنا۔“ پھپو نے گویا حل پیش کردیا تو سب نے ہی اثبات میں سر ہلا دیا۔

”چلو ارسہ! جا کر روٹیاں پکالو۔ کھانے کا وقت ہونے والا ہے۔“ امی نے کہا تو چاروناچار ارسہ اٹھ کھڑی ہوئی ساتھ میں انس بھی نماز پڑھنے جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ جاتے جاتے اس نے کچن کی کھڑکی سے جھانک کر ارسہ کو دیکھا اور پانی پینے کے بہانے کچن میں چلا آیا۔

”سنو میرے خیال سے تمہیں بھی رمضان المبارک اپنے گھر میں ہی گزارنے چاہئیں‘ عید اپنے ہی گھر میں مزہ دیتی ہے۔“

”تم اپنے فضول خیالات اپنے پاس ہی رکھو وہ کوئی غیر نہیں میری پھپو ہیں‘ میری اپنی......“ وہ حسب عادت تنک کر بولی۔

”اپنے تو تمہارے اور بھی ہیں مگر تم سمجھو تو نا۔“ انس کے لہجے میں جذبوں کی تپش تھی۔

”تم تو بس یونہی بے تکی ہانکتے رہتے ہو اب جاؤ مجھے کام کرنے دو۔“ اس نے رخ بدل کر پیڑے بنانا شروع کیے تو انس اس کی کمر پر بل کھاتی لمبی گھنیری سیاہ چوٹی کو حسرت بھری نگاہوں سے تکتا رہ گیا‘ جن کے بلوں میں اس کے دل و جاں کا قرار گندھا ہوا تھا‘ مگر وہ تھی کہ انجان بنی ہوئی تھی۔

❀......❀......❀

ائرپورٹ پر پہنچ کر جب پھپو نے کیب کو اشارہ کیا تو ارسہ حیرت میں مبتلا ہوگئی کہ انہیں گھر سے ریسیو کرنے کوئی نہیں آیا تھا محض چند منٹوں کی مسافت طے کرکے وہ گھر پہنچ گئے۔ دروازے پر موجود چوکیدار پھپو کو دیکھ کر آگے بڑھا اور سامان اٹھا کر اندر کی جانب چلا گیا۔ ارسہ پھپو کے اشارہ کرنے پر ان کے پیچھے چلنے لگی‘ آہنی آہنی گیٹ پار کرکے ارسہ نے گھر کے اندر قدم رکھا تو اسے لگا کہ اس نے گویا جنت میں قدم رکھ دیئے ہوں۔

چاروں طرف خوش رنگ پھولوں کی دنیا آباد تھی‘ سر سبز لان کی گھاس مخمل کے فرش کی مانند محسوس ہو رہی تھی۔ وسط میں شفاف پانی کا فوارہ موتی اچھال رہا تھا‘ اونچے ہرے بھرے درختوں پر پرندے اللہ کی حمد و ثنا میں مگن تھے۔ قدم قدم پر بکھرا حسن اور خوشبوئیں ارسہ کو دیوانہ کیے دے رہی تھیں‘ ایسے گھر تو وہ ٹی وی میں دیکھا کرتی تھی اور تمنا کرتی تھی کہ وہ ایسے ہی کسی حسین اور وسیع و عریض گھر کی مالک ہو‘ وہ تحسین آمیز نظروں سے ان سب کا جائزہ لیتی روش پر پھپو کی ہمراہی میں آگے بڑھ رہی تھی۔ لان پار کرکے اب وہ گھر کے مرکز یعنی لاؤنج میں داخل ہوگئے تھے‘ جہاں حسین ریشمی پردے لہرا رہے تھے‘ خوب صورت ٹائلوں سے مزین فرش شیشے کی مانند چمک رہا تھا۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی اوپری سیڑھیوں سے کوئی نیچے اتر آیا‘ یہ روحیل تھا جو اس وقت ڈارک بلو تھری پیس سوٹ میں ملبوس تھا اور یقیناً آفس کے لیے نکل رہا تھا۔

”تھینک گاڈ مما آپ آگئیں۔ یہ خانساماؤں کے ہاتھ کا کھانا تو حلق سے نہیں اترتا۔“ اس نے سلام دعا کو سرے سے ضروری نہ سمجھتے ہوئے منہ بسور کر ماں کا استقبال کیا۔

”ہاں بیٹا! مجھے احساس ہے‘ اسی لیے آگئی۔ اس سے ملو یہ تمہاری کزن ہیں ارسہ! بچپن میں دیکھا تھا تم لوگوں نے ایک دوسرے کو‘ اب تو شکل بھی یاد نہیں ہوگی۔“ پھپو نے تعارف کروایا مگر روحیل نے اسے کوئی خاص تاثر نہیں دیا۔ ارسہ خوش شکل لیکن خوش اخلاقی سے عاری روحیل کو دیکھتی رہ گئی۔

”او کے‘ مجھے دیر ہو رہی ہے‘ شام میں ملیں گے۔“ وہ گلاسز لگا کر چابیاں ہلاتا ہوا باہر دروازے کی طرف بڑھ گیا‘ پھپو نے خجل ہو کر ارسہ کی طرف دیکھا۔

”جلدی میں ہے‘ چلو ہم ناشتا کرلیں پھر تم آرام کرو‘ سو کر اٹھو گی تو مارکیٹ چلیں گے۔“ پھپو نے ملازمہ کو آواز دے کر ارسہ کو اس کے کمرے میں لے جانے کو کہا اور خود

خانساماں کو ناشتے کی ہدایات دینے کے لیے کچن کی جانب بڑھ گئیں۔

❀......❀......❀

رمضان المبارک کا آغاز ہوگیا تھا‘ پہلے روزے میں صبح سحری میں صرف وہ اور پھپھو ہی موجود تھے کیونکہ پھوپا کی شوگر ہائی چل رہی تھی تو فی الحال وہ روزہ رکھنے سے قاصر تھے۔ اس خوب صورت گھر کے خوب صورت مکینوں کی تنہائی تو اس نے پہلے دن ہی محسوس کرلی تھی کیونکہ جب وہ پہلے یہاں آئی تھی تو بہت چھوٹی تھی اور ان چیزوں کو اس طرح محسوس نہیں کرسکتی تھی جیسے اب کررہی تھی۔ اس لیے اس نے پھپھو سے کسی کے بارے میں دریافت بھی نہیں کیا۔ پھپھو اور وہ سحری سے فارغ ہوکر نماز وتلاوت سے فارغ ہوکر سونے لیٹے تو پھپھو نے اس سے پوچھا۔

"ارسہ کیسا لگ رہا ہے بیٹا یہاں آکر‘ بور تو نہیں ہورہیں۔ کامی آجاتا تو تمہارا دل بہلا رہتا۔" پھپھو ارسہ کی خاموشی کو محسوس کررہی تھیں‘ وہ جتنی خوش یہاں آتے ہوئے تھی اتنی یہاں آکر نہیں ہوئی تھی کیونکہ سب کچھ اس کی توقع کے برعکس تھا خاص طور پر روحیل کا رویہ‘ لیا دیا انداز دیکھ کر اسے شدید دھچکا لگا تھا مگر اس نے ان کا دل رکھا۔

"نہیں پھپھو ایسی تو کوئی بات نہیں‘ کامی کے دو ماہ بعد ایگزامز ہیں‘ وہ کمبائن اسٹڈی کرتا ہے ورنہ وہ ضرور آتا۔ وہ آتا تو واقعی اور مزہ آتا‘ ہم سب بہت مستی کرتے ہیں ہلا گلا...... نہیں تو خاموشی میں تو دم گھٹنے لگتا ہے نا؟" وہ آخر کار نا چاہتے ہوئے بھی دل کی بات زبان پر لے آئی تھی۔ اسے پھپھو کی تنہائی کا بہت شدت سے احساس ہورہا تھا اور اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ امر یہ تھا کہ وہ اپنوں کے ہوتے ہوئے بھی اکیلی تھیں۔

"ہاں بیٹا! بالکل‘ انسان معاشرتی جانور ہے‘ لباس‘ کپڑا‘ روٹی اور مکان اس کی بنیادی ضرورتیں ضرور ہیں لیکن کسی کا ساتھ بھی اس کے لیے ان ہی چیزوں کی طرح بے حد ضروری ہے۔ نہیں تو یہ تنہائی دیمک کی طرح انسان کے وجود کو چاٹ جاتی ہے۔ مجھے ہی دیکھو میرے پاس اللہ کی دی سب نعمتیں ہیں لیکن اپنے رشتوں کی اپنائیت‘ توجہ اور احساس نہیں۔" پھپھو کا لہجہ گلوگیر ہونے لگا تو ارسہ کی آنکھیں بھی بھرآئیں۔

"مجھے احساس ہے پھپھو آپ کے اکیلے پن کا۔ پھوپا تو سارا وقت کمرے میں ہوتے ہیں یا اسٹڈی روم میں‘ یا پھر آفس چلے جاتے ہیں یہاں تک روحیل بھی چند گھڑی آپ کے ساتھ نہیں بیٹھتا۔"

"ہاں کیونکہ بیٹے پر بھی باپ کی طرح پیسے بنانے کی دھن سوار رہتی ہے اور ان آسائشوں کی فراہمی کے بعد یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ ہر فرض سے بری الذمہ ہوگئے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ رشتوں میں احساس نہ ہے تو ان کا وجود کھوکھلا ہوجاتا ہے۔" پھپھو کے لہجے میں شوہر اور بیٹے کے لیے شکایت تھی‘ شاید انہیں بھی بہت عرصے بعد دل کا بوجھ ہلکا کرنے کا موقع ملا تھا مگر ارسہ سے اپنی پیاری پھپھو کی دل گرفتگی دیکھی نہیں جارہی تھی۔ اس لیے اس نے ان کے نم رخسار اپنی انگلیوں سے صاف کیے اور ان کی گود میں لیٹ گئی۔

"آپ پریشان نہ ہوں پھپھو! ہم ہیں ناں‘ ہم چھٹیوں میں آپ کے پاس آجایا کریں گے اور آپ جب بھی بور ہوں وہاں کراچی ہمارے پاس آجائیں۔" اس نے بچوں کی طرح انہیں تسلی دی تو انہوں نے سرشار ہوکر اس کی پیشانی چوم ڈالی‘ وہ محبت کی تو ترسی ہوئی تھیں۔

❀......❀......❀

آج رمضان المبارک کا پہلا جمعہ تھا‘ پھپھو نے ارسہ کے لیے رمضان المبارک کے لیے بھی خاص طور پر کپڑے بنوائے تھے۔ ان ہی میں سے ایک انہوں نے ارسہ کو جمعۃ المبارک کے باعث پہننے کی تاکید کی۔ ارسہ نے نہا دھو کر کپڑے بدل کر نماز ادا کی تو تین بج چکے تھے پھر وہ پھپھو کے کمرے میں چلی آئی تاکہ افطاری کا مینو

پوچھ سکے اور ان کی مدد کرسکے تو پھپو نے اسے دیکھتے ہی اس کی بلائیں اتاریں۔ دھانی اور گلابی رنگوں کا پھول دار پرنٹ کا سوٹ پہنے اور انہی رنگوں کا دوپٹہ چہرے کے گرد لپیٹے وہ انہیں اس وقت کوئی حور لگ رہی تھی۔ کچھ وہ قدرتی بھی ان ہی کی طرح اچھی شکل وصورت کی مالک تھی۔ صاف شفاف دمکتی رنگت کھڑا ناک نقشہ اور بڑی بڑی بادامی آنکھیں اور کچھ روزوں کے باعث بھی اس کے چہرے پر نور اترا ہوا تھا۔ پھپو کے اس طرح پیار لٹانے پر وہ بُری طرح شرما کر رہ گئی۔

''پھپو آپ بھی نا' یہ تو بس آپ کی محبت ہے کہ میں آپ کو اتنی اچھی لگ رہی ہوں' ورنہ ایسی بھی کوئی بات نہیں۔''

''میرے دل سے پوچھو' تم تو چاند کا ٹکڑا لگ رہی ہو۔ کاش اس چاند کی روشنی میرے گھر میں بھی پھیل سکتی۔'' جانے پھپو کی زبان پر انجانی خواہش کیسے مچل اٹھی مگر ارسہ۔ جو ہمیشہ سے یہ سننے کی چاہ رکھتی تھی' آج پھپو کی یہ خواہش سن کر چاہ کر بھی خوش نہ ہوسکی اور پھر اس نے موضوع بدلنے میں ہی عافیت سمجھی۔

''پھپو! یہ بتائیں آج افطاری میں کیا بنے گا' آپ کہہ رہی تھیں کہ زیادہ افطاری بنے گی' پڑوس وغیرہ میں بھی بھجوانی ہے۔''

''ارے ہاں بیٹا! اچھا ہوا یاد دلا دیا' پڑوس میں بھی بھجوانی ہے اور روحیل کے کچھ گیسٹ بھی انوائٹڈ ہیں افطار پارٹی پر۔ چلو نیچے کچن میں چلتے ہیں' واقعی وقت گزرتے پتا نہیں چلے گا۔'' وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں' ارسہ بھی ان کے پیچھے چل پڑی دونوں نیچے کی منزل پر پہنچے تو دیکھا کہ روحیل ٹی وی کے آگے بیٹھا میچ دیکھ رہا ہے۔ ارسہ اسے دیکھ کر خاصی حیران ہوئی وہ معمول کے خلاف آج سفید شلوار قمیص میں ملبوس تھا۔

''جانے نماز بھی پڑھی ہے موصوف نے یا صرف خود کو مسلمان دکھانے کے لیے شلوار قمیص پہن رکھا ہے۔'' ارسہ اس کے کلف شدہ سوٹ میں اس کے کلف زدہ وجود کو دیکھ کر دل میں سوچنے لگی تب ہی پھپو کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

''چلو ارسہ! اچھا ہوا روحیل آ گیا' اسی سے پوچھ لو کیا مینو رکھنا ہے؟'' پھپو نے کہا تو ارسہ نے سوالیہ نظروں سے روحیل کی طرف دیکھا جو خود بھی اس ہی کی طرف متوجہ تھا۔

''مجھے کچھ خاص علم نہیں کہ افطار میں کیا آئٹم ہوتے ہیں۔ آپ اور مما ہی دیکھ لیں لیکن خیال رہے کہ آئٹم خاص ہونے چاہیے کیونکہ میرے مہمان بہت خاص ہیں اور مما آپ ہر چیز اپنی نگرانی میں بنوایئے گا۔ خانساماں کو ہاتھ بھی نہیں لگانے دیجیے گا' مجھے بیگ صاحب سے بہت زبردست ٹینڈر ملنے کی امید ہے ایسا نہ ہو کہ یہ موقع ضائع ہوجائے۔ اب میں کچھ دیر سونے جارہا ہوں' مجھے ڈسٹرب نہیں کیجیے گا۔'' وہ اپنی بات کہہ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا اوپری منزل کی طرف جاتی سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا اور ارسہ دل میں حیرت اور افسوس کے جذبات لیے اسے تکتی رہ گئی۔

''تو یہ ہے وہ شخص جس کی ہمراہی کی اسے چاہت تھی جو جانتا ہی نہیں کہ درحقیقت وہ کیا کھو رہا ہے' اپنی جنت' اپنے رشتے' رحمت وثواب کی گھڑیاں......''

❀......❀......❀

پھپو اور ارسہ عصر تک کچن میں جتی رہیں' پھر دونوں عصر کی نماز پڑھ کر ٹیبل سیٹ کرنے لگیں تو روحیل اٹھ کر نیچے چلا آیا۔ ملازم کو چائے کا کہہ کر وہ ٹیبل پر نظر ڈالتا ہوا پھر ٹی وی کھول کر بیٹھ گیا۔ ارسہ کو ایک بار اسے دیکھ کر شدید دھچکا لگا' روحیل ان لوگوں میں سے تھا کہ جن کے نزدیک رمضان محض افطار پارٹیوں کے لیے آتے ہیں اور انہیں نفلی عبادت تو کجا فرض عبادت کی ادائیگی کا بھی رتی بھر خیال نہیں ہوتا جبکہ اس کے یہاں مردتراویح کا بھی اہتمام کرتے تھے۔

ٹیبل سیٹ کرکے پھپو نے ملازم کے ہاتھوں پڑوس میں افطاری بھجوانا شروع کردی۔ ارسہ مستقل پھپو کی مدد

کرتی رہی اتنے میں ان کا پچاس سالہ ملازم چائے لے کرآ گیا اس نے پرچ میں رکھی چائے روحیل کی جانب بڑھائی تو جانے کیا ہوا کہ یک لخت چائے کا کپ روحیل کے پکڑنے سے پہلے ہی پھسل کر اس کی گود میں جا گرا۔ سفید شلوار قمیص پر جا بجا بھورے نشان پل بھر میں بدنما داغ بن گئے اور روحیل دھاڑا تھا۔

''یو اسٹوپڈ...... گنوار جاہل...... تمیز نہیں تم لوگوں کو۔''

''معاف کردیں صاحب! شاید چکر آ گیا۔'' ملازم نے کپکپاتے ہوئے ہاتھ جوڑ ڈالے۔

''بہانے باز...... اپنی غلطی ماننے کی بجائے بہانے بنا رہا ہے۔'' روحیل کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ملازم کا گلا دبا ڈالے تب ہی پھپو آگے بڑھیں۔

''روحیل بیٹا! کول ڈاؤن وہ روزے سے ہے شاید اسی لیے چکر آ گیا صبح سے کام میں ہی لگا ہوا ہے۔''

''غصہ حرام ہے اور آپ روزے دار پر غصہ کر رہے ہیں ان کی عمر دیکھیں وہ بڑے ہیں آپ سے کم از کم اسی بات کا احترام کرلیں۔'' ارسہ سے رہا نہ گیا اس نے آگے بڑھ کر روحیل کو سمجھانا چاہا تو وہ اور بے قابو ہوگیا۔

''بہت خوب محترمہ! آپ کا واسطہ نوکروں سے پڑا نہیں ہے ظاہر ہے مڈل کلاس میں یہ نوکر وغیرہ کہاں ہوتے ہیں آپ نہیں جانتی ان کی ہڈ حرامیاں اور بائی دے وے آپ کو کس نے حق دیا ہے کہ میرے گھر میں کھڑے ہوکر مجھے لیکچر دیں۔ آپ مہمان ہیں مہمان بن کر رہیں اپنے ذاتی معاملات میں کسی کی دخل اندازی برداشت نہیں کرتا سمجھیں آپ......؟'' روحیل کی طنز میں ڈوبی آواز اور نشتر بھرے لہجے سے ارسہ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے اور وہ بھاگتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب چلی آئی۔ پھپو اسے آوازیں دیتی رہ گئیں۔

❀......❀......❀

اس دن کے بعد وہ پھپو کے لاکھ اصرار کے باوجود رکنے کو تیار نہ ہوئی پھپو نے روحیل کی طرف سے معذرت بھی کی اسے منانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر اب

بلوچستان میں مزدوروں کا قتل

ظالمو تمہارا کیا بگاڑا تھا
بے روزگاری بھوک جبر سے تنگ
اپنے معصوم بچوں کے رزق کی خاطر
زندگی کی محرومیوں اذیتوں کا
پردیس میں سامنا کرنے والے
زمیں پہ زندگی رواں دواں رہتی ہے
خدا کے ان دوستوں کو
ناحق قتل کرنے سے پہلے
ذرا سوچ تو لیتے
کہ ان کے منتظر معصوم بچے بہنیں بیویاں
بے سہارا بوڑھے والدین
آنکھوں میں کتنے خواب امیدیں
سجائے بیٹھے ہوں گے
کیا گزری ہوگی ان سب پر
جو رزق کی آس میں اپنے پیاروں کی
راہوں پر نگاہیں جمائے بیٹھے تھے
اور تم بے رحم درندوں نے
روٹی امید کی جگہ
ان کے جگر گوشوں کی
سرخ کفن میں لپٹی لاشیں بھجوادیں
یقیناً ان لہولہو مظلوموں کی آہیں
قیامت تک تمہارا پیچھا کریں گی

صائمہ جواد قریشی...... کراچی

اسے اپنا گھر شدت سے یاد آنے لگا تھا۔ سو وہ اپنے گھر واپس آ گئی۔ اس نے کسی کو بھی روحیل والی بات نہیں بتائی البتہ اس میں آنے والا بدلاؤ سب نے محسوس کیا۔ امی اس کے مزاج کی تبدیلی سے بہت خوش تھیں اس کا صبر اس کی طبیعت کا ٹھہراؤ دیکھ کر وہ اللہ کو شکر ادا کرتے نہ تھکتی اور اللہ تعالیٰ کا شکر بے حد پسند ہے۔ ان ہی دنوں خالہ نے انس کے لیے ارسہ کا ہاتھ مانگ لیا تو امی کو لگا کہ ان کی دعائیں قبول ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

انس دیکھا بھالا تھا' ہر لحاظ سے مناسب رشتہ تھا تو والدین کو اور کیا چاہیے تھا' مگر اس وقت سب چونک گئے جب انس نے کہا کہ وہ خود ارسہ سے اس سلسلے میں اس کا موقف جاننا چاہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ والدین کے احترام یا خاندان کے دباؤ کی وجہ سے تو یہ رشتہ قبول نہیں کررہی اور پھر اٹھارویں روزے کو انس بڑوں کی اجازت لے کر ارسہ کو لے کر چھت پر چلا آیا۔

چھت پر چاندنی دور تک پھیلی ہوئی تھی' ٹھنڈی ہوا کے جھونکے جسم و جاں کو گدگدا رہے تھے اس نے چند لمحوں کو سر جھکائے خاموش کھڑی ارسہ کو دیکھا پھر اس کے مقابل آ کھڑا ہوا۔

"ارسہ میں جانتا ہوں کہ شادی کے لیے ہر مرد ہر عورت کا آئیڈیل ہوتا ہے' میرا آئیڈیل تو بلاشبہ تم ہو' لیکن میں اس بات سے بھی بخوبی واقف ہوں کہ میں تمہارا آئیڈیل ہرگز نہیں کیونکہ تم نے کبھی میرے جذبوں کی پذیرائی نہیں کی' کبھی میری محبت بھری نگاہوں کو خراج نہیں بخشا۔ ارسہ شادی عمر بھر کا بندھن ہوتا ہے اور اس سلسلے میں مجبوری کا سودا کرنے والے ساری عمر پچھتاتے ہیں' اس لیے میں نہیں چاہتا کہ تم کسی بھی مجبوری اور دباؤ کے تحت میرے حق میں فیصلہ دو' شادی کے حوالے سے انکار یا اقرار تمہارا شرعی حق ہے' اس لیے کھل کر اپنی رائے کا اظہار کرو' یقین کرو مجھ سمیت سب یہی چاہتے ہیں۔" انس نے سر جھکا کر اس کی آنکھوں میں جھانکا تو ارسہ کی آنکھوں کے گوشے نم ہونے لگے۔

"انس! ان مقدس ساعتوں میں' میں تم سے ہرگز جھوٹ نہیں بولوں گی' ہاں واقعی تم میرا آئیڈیل نہیں تھے کیونکہ میں نے کبھی تمہارے اندر جھانکنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ میں مادی چیزوں کے حصول میں اس قدر پاگل ہورہی تھی کہ مجھے صحیح غلط' جائز و ناجائز' کھرے کھوٹے کی پہچان ہی نہیں ہورہی تھی' مگر میرا اللہ بڑا مہربان ہے اس نے اس رحمتوں والے مہینے میں مجھ پر آگہی کے سب در وا کردیئے۔ سیاہ سفید سب میرے سامنے عیاں کردیا۔ پھپو کے گھر گزارے گئے چند دنوں نے میری پوری زندگی بدل ڈالی اور میں جان گئی کہ جو شخص کسی کو عزت نہیں دے سکتا جو احساس نامی جذبے سے ناآشنا ہو وہ محبت جیسے نرم و لطیف پودے کی آبیاری کیسے کرسکتا ہے بھلا۔ میں جان گئی انس کہ اصل خوشیاں محبت کی دین ہوتی ہیں' بے جان چیزوں میں بھلا دم کہاں کہ وہ کسی کا خیال رکھ سکیں۔ میں جان گئی ہوں انس کہ تمہاری بے لوث اور بے ریا محبت کے آگے دنیا کی ہر شے ہیچ ہے۔ میں جان گئی ہوں کہ ہر چیز فنا ہوجانے والی ہے' بس محبت ہی محبت باقی رہ جانے والی ہے۔ میں جان گئی ہوں انس کہ باقی سب مایا ہے...... سب کچھ مایا ہے......" وہ سسک رہی تھی اور انس حیرت سے اسے تکے جارہا تھا۔ اتنا خوب صورت اقرار تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا' اس کا دل چاہا کہ وہ بھنگڑا ڈالنے لگے وہ تیزی سے اس کی جانب بڑھا پھر کچھ سوچ کر رک گیا۔

"نہیں...... ابھی نہیں......" انس نے خود کلامی کی تو ارسہ حیرت سے اسے تکنے لگی۔

"سنو! بس اب اور نہیں...... میں اب اور برداشت نہیں کرسکتا نہ تمہارے آنسو نہ تمہاری دوری...... میں جارہا ہوں سب سے کہنے کہ فوراً میری شادی کی تیاریاں شروع کریں۔" وہ جلدی جلدی بولا تو ارسہ کو اس کے مضحکہ خیز انداز پر ہنسی آ گئی۔

"مگر سنو تو...... بے شرم رمضان تو گزر جانے دو' کم از کم عید کا چاند تو نظر آنے دو۔"

"ارے یار! میری محبت کا چاند نظر آ گیا' بس میرے لیے یہی کافی ہے۔" وہ تیزی سے نیچے جانے والی سیڑھیوں کی جانب لپکا تو ارسہ بے اختیار ہنستی چلی گئی انس کو لگا کہ آسمان پر ستاروں کی جگمگاہٹ میں یکایک اضافہ ہوگیا ہے۔

سباس گل
محبت دل کا سجدہ ہے

عید سعید عید سعید

تعارف روگ بن جائے تو اس کو بھولنا بہتر
تعلق بوجھ بن جائے تو اس کو توڑنا اچھا
وہ افسانہ جسے انجام تک لانا نہ ہو ممکن
اسے اک خوب صورت موڑ دے کر چھوڑنا اچھا

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

رابیل، افشین، تیمور حسن، وہاب لاج میں ملاقات کرنے آتے ہیں رابیل کا بڑا پن اور ظرف ہے کہ وہ اتنی زیادتیوں کے بعد بھی سب کو معاف کرنے کے بعد افشین اور تیمور حسن کے ساتھ واپس لندن چلی آتی ہے۔ نوشین بیگم کو ڈر ہے کہ ذوالنون کہیں حقیقت سے باخبر ہو کر افشین کے ساتھ لندن نہ چلا جائے مگر ذوالنون انہیں یقین دلاتا ہے کہ وہ انہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گا۔ نگین علی کو رابیل کے دیے ہوئے تمام تحائف واپس کر دیتی ہے یہ وہ تحائف ہیں جو علی نے رابیل کو دیے تھے علی کو دکھ ہوتا ہے کہ رابیل جاتے ہوئے ہر رشتہ ختم کر گئی ہے۔ تیمور حسن وہاب احمد سے علی اور رابیل کا نکاح ختم کرنے کا کہتے ہیں اب رابیل بھی یہ رشتہ قائم رکھنا نہیں چاہتی یہ بات وہاب احمد کو ششدر کر دیتی ہے۔ زاہد ماموں اور ثمینہ ممانی، خرم کے کہنے پر نگین کا رشتہ لینے آتے ہیں۔ ثمینہ ممانی زاہد ماموں کو نگین کے حوالے سے اپنے خیالات سے آگاہ کر رہی ہوتی ہیں اور نگین ان کی باتیں سن لیتی ہے اور دکھ و غصہ میں آ کر رشتے سے انکار کر دیتی ہے۔ خرم نگین کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہے مگر اب وہ خرم سے اس حوالے سے بات کرنے کو تیار نہیں ہوتی۔ رابیل لندن پہنچ جاتی ہے لیکن علی کا دل اپنے ساتھ لے آتی ہے ادھر علی کو اب کسی پل چین نہیں اسے رابیل کی یاد نے جکڑا رکھا ہے ذوالنون اسلام آباد آتا ہے تو کرن اس سے رابیل کی بابت پوچھتی ہے جس پر وہ رابیل کے لندن واپس جانے کا بتا کر پڑھائی کا پوچھتا ہے ذوالنون اس پر ابھی اپنی محبت عیاں نہیں کرنا چاہتا۔ نگین، نوفل اور ذوالنون اپنی توجہ پڑھائی پر مرکوز رکھتے ہیں علی اور وہاب احمد بزنس میں مصروف ہو جاتے ہیں بظاہر سب مصروف ہیں لیکن رابیل کو کھو دینے کا دکھ سب کے اندر کنڈلی مارے بیٹھا رہتا ہے خاص کر علی اور نوشین کا دل احساس جرم اور ندامت سے ہر پل بلکتا رہتا ہے۔ کرن ایگزامز ختم ہونے کے بعد سب دوستوں کو اپنے گھر دعوت پر مدعو کرتی ہے وہیں ذوالنون کو کرن کے لندن جانے کی خبر ملتی ہے اور وہ برہم ہو کر وہاں سے چلا جاتا ہے کرن اس کے پیچھے آ کر اسے منانے کی ناکام کوشش کرتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁ ❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁ ❁

علی آفس سے گھر آیا تو پھر سے رابیل کی یاد جاگ اٹھی تھی اور وہ بے کل سا ہو کر کمرے میں ٹہلنے لگا تھا۔

”رابیل...... رابیل کیوں تڑپاتی ہو مجھے؟ اور کتنا مصروف رکھوں میں خود کو؟ ذرا فرصت ملتی ہے تو آن گھیرتی ہو کام کروں تو بھی میرے آس پاس رہتی ہو۔ اتنی بڑی سزا تو نہ دو مجھے میری غلطی کی۔ جانتی ہو کیا بیت رہی ہے میرے دل پر تمہاری جدائی میں میں مرا نہیں ہوں تو جی بھی نہیں پا رہا۔ کیسے پہنچوں تم تک؟ کیسے مانو گی رابیل؟“ وہ اس کی تصویر کو دیکھتے ہوئے اس سے مخاطب تھا۔

"محبت کرتے ہیں مجھ سے اور منانا بھی نہیں جانتے۔" رانیل کی آواز اس کی سماعتوں میں اتری تو وہ چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اسے وہ کہیں نہیں دکھائی دی' یہ محض اس کا وہم تھا' خیال تھا وہ کمرے میں تنہا تھا' رانیل وہاں نہیں تھی۔

"تم محبت سے اسے واپس لاسکتے ہو..... لگن ہے تا دل میں اسے پانے کی تو محبت سے بڑھ کر کیا وجہ ہوسکتی ہے تمہارے اور رانیل کے ملن کے لیے..... جاؤ علی اسے منالاؤ۔" دماغ نے صلح دی' تو وہ سوچنے لگا کہ رانیل تک کیسے پہنچا جائے؟ اس کے ذہن میں وہاب احمد سے بات کرنے کا خیال آیا' وہ تو ان سے بھی نادم تھا مگر اب سامنا تو ہر صورت کرنا تھا ان کا بھی اور رانیل کا بھی۔

......☆☆☆......

تمکین کے سیل فون پر کافی دیر سے خرم کی کال آرہی تھی اور وہ اٹینڈ نہیں کررہی تھی۔ نوفل نے دیکھا تو سیل اٹھا کر اسے دے دیا۔

"لو بات کرو خرم بھائی ہے۔"

"تم بات کرلو۔" تمکین نے سیل فون اس کی طرف بڑھایا۔

"انہوں نے اگر مجھ سے بات کرنی ہوگی تو میرے سیل پر کال کرلیں گے' وہ آپ سے بات کرنا چاہ رہے ہیں۔"

"لیکن میں ان سے بات نہیں کرنا چاہتی۔"

"کوئی پرابلم ہے کیا؟" نوفل نے بغور اس کے چہرے کو دیکھا۔

"کوئی پرابلم نہ ہو اسی لیے بات نہیں کرنا چاہتی۔"

"تمہاری مرضی۔"

"ویسے ہم سب بھی اپنی اپنی جگہ کنفیوژ اور بے چین ہیں' آپ بتائیں کون خوش ہے؟ مام وہ ہر وقت اپنے ضمیر کی عدالت میں کھڑی رہتی ہیں' ڈیڈی رانیل اور علی بھائی کے رشتے کو لے کر پریشان ہیں' علی بھائی اپنی جگہ الگ پریشان اور افسردہ ہیں' رانیل کو چاہتے ہیں اسے اپنی دلہن بنانا چاہتے ہیں مگر ان کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ وہ اس تک کیسے پہنچیں؟ اسے کیسے واپس لائیں؟ کیسے اپنی محبت کا یقین دلائیں؟ اور آپ..... آپ ممانی کی باتوں کو دل پہ لے بیٹھی ہیں اور کنفیوژن کا شکار ہیں کہ خرم بھائی سے آپ کو بات کرنی چاہیے یا نہیں۔"

"تمہیں کیسے پتا؟" تمکین کو اس کی آخری بات نے حیران کردیا' فوراً سوال کیا تو وہ سنجیدگی سے بولا۔

"میں بھی اب اپنے کان اور آنکھیں کھلی رکھتا ہوں' سب جانتا ہوں کہ اس گھر میں کس کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ ذوالنون بھیا کے ایگزامز ختم ہوگئے ہیں' لیکن ایک اور امتحان ان کے لیے شروع ہوگیا ہے۔"

"یا اللہ خیر' کیا ہوا ذوالنون کو؟" تمکین نے پریشان ہوکر پوچھا تو وہ بتانے لگا۔

"پیار ہوا یا نہیں ہوا یہ تو وہ ظاہر نہیں کررہے کسی پر' مگر ان پر دل و جان سے فدا ان کی دوست کرن بھی لندن جارہی ہے اپنی اسٹڈی کے لیے۔"

"یہ ہر ہیروئن لندن ہی کیوں جارہی ہے اور تمہیں یہ ساری انفارمیشن کس نے دی؟"

"میری اپنی سی آئی ڈی ہے میں بھائی کے دوستوں سے بھی رابطے میں ہوں آج کل' بھائی نے ان کے سیل نمبرز دیئے تھے تاکہ اگر کبھی بھائی سے کانٹیکٹ نہ ہوسکے تو ہم ان کے فرینڈز کو کال کرکے ان کی خیریت معلوم کرلیں اور انہیں کوئی میسج دینا ہو تو وہ بھی دے سکیں۔" نوفل نے اسے بتایا اور ساتھ ہی اپنے موبائل پر آنے والا میسج پڑھنے لگا' علی نے ایک نظم بھیجی تھی اور نوفل سمجھ گیا تھا کہ یہ نظم علی نے رانیل کے لیے بھیجی ہے اس نے مسکراتے ہوئے وہ نظم رانیل کے نمبر پر فارورڈ کردی۔

"مسکرا کیوں رہے ہو؟" تمکین نے پوچھا تو وہ ہنس کر بولا۔

"پیغام رسانی کررہا ہوں علی سے رانیل تک۔"

"اللہ کرے علی بھائی اور رانیل ایک ہوجائیں۔"

"آمین۔" نوفل نے دل سے کہا۔

❀❀❀.....❀.....❀❀❀
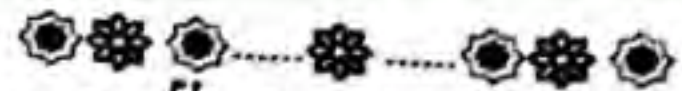
نوفل کے نمبر سے موصول ہونے والی نظم وہ جوں جوں پڑھتی جارہی تھی اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جارہی تھیں۔ نظم کے آخر میں لکھا تھا میسج فرام علی عثمان۔"

"علی......" رائیل کے لب ہلے علی کی صورت آنکھوں کے سامنے آگئی اور وہ جو اس کے خیال سے بچنے کی سعی کررہی تھی پھر سے اس کے سحر میں گم ہونے لگی اس نے پھر سے وہ نظم پڑھنا شروع کی۔

"تمہاری ٹوٹتی سانسیں
تمہاری سوچتی آنکھیں
تمہاری جاگتی راتیں
ہوا کے دوش پہ دکھی سناجاتیں
تمہیں واپس بلاتی ہیں......!
سنو تم لوٹ آؤنا جہاں بھی ہو
تمہارے بعد جو بھی ہے
تمہارے سوگ میں ڈوبا ہوا ہے
وقت کی سوئی اسی لمحے پہ ٹھہری ہے
جہاں تم نے بچھڑنے کا ارادہ کرلیا تھا
اور میں یادوں کے کھنڈر میں اکیلا
رہ گیا تھا
تمہیں معلوم ہے جب دل دھڑکتا ہے
تمہارا نام لیتا ہے......!
یہ آنسو جب بھی بہتے ہیں تمہارے دکھ میں بہتے ہیں'
ہوائیں جب بھی گلیوں میں بھٹکتی ہیں
تمہیں ہی گنگناتی ہیں
تمہارا بین کرتی ہیں
یہ بارش جب بھی ہوتی ہے تمہاری یاد کی شمعیں جلاتی ہے
شفق مجھ کو تمہارے وصل میں بھیگے ہوئے
ان موسموں کے ان گنت قصے سناتی ہے
سنو جب تم نہیں ہو تو
یہاں ہر سمت اب اک خوف ہے اک درد ہے
اک آہ و زاری ہے
سنو تم لوٹ آؤنا!
جہاں تم ہو وہ دنیا کب تمہاری ہے
سنو تم لوٹ آؤنا
تمہارے بعد جو بھی ہے
تمہارے سوگ میں ڈوبا ہوا ہے!

"تو یہاں کون سی بہار چھائی ہے علی صاحب! اور آپ کو پیغام بھیجنے کے لیے نوفل کا سہارا کیوں لینا پڑا؟ مجھ سے براہ راست مخاطب ہونے کی ہمت بھی نہیں ہے آپ میں' سب نے کوئی نہ کوئی چوٹ پہنچائی تھی لیکن آپ سے تو ایسی امید نہ تھی۔ محبت دے کر جو زخم آپ نے مجھے دیا ہے وہ اب تک ہرا ہے اور اس زخم نے میری زندگی کے بدن سے سارا لہو نچوڑ لیا ہے' کاش! کہ مجھے آپ سے محبت نہ ہوئی ہوتی تو شاید یہ زخم اتنی تکلیف کا باعث نہیں بنتا۔" رائیل نے دل میں علی کو مخاطب کرکے کہا اور پھر رائیل کی آنکھیں بھی شب کی پلکوں کے ساتھ ساتھ بھیگتی چلی گئیں۔

❀❀❀.....❀.....❀❀❀
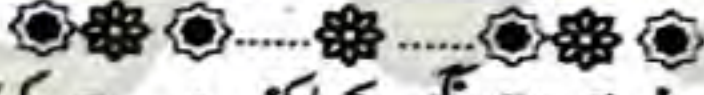
خرم کا فون آرہا تھا۔ نگین پچھلے کئی روز سے اس کی کالز اور میسجز نظر انداز کررہی تھی' لیکن اس وقت اسے اس پر رحم آہی گیا اور اس نے اس کی کال اٹینڈ کرلی۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام! کیسی ہوگی؟ کہاں ہو تم' تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا' میں کتنے دن سے ٹرائی کررہا ہوں' تم جواب کیوں نہیں دے رہیں' ناراض ہو اب تک؟" خرم تو اس کی آواز سنتے ہی بے قراری سے سوالات کرتا چلا گیا' نگین کو اس کی بے قراری پر ہنسی آنے لگی تھی مگر اس نے ضبط کرلی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں اور میرا خیال ہے کہ ہمارے بیچ ایسا کوئی رشتہ یا تعلق نہیں ہے کہ میں آپ سے ناراض ہوؤں۔" نگین نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا تو وہ تڑپ کر بولا۔

"پلیز نگین' ایسے تو مت کہو' ہم کزن ہیں اور میں تمہیں پسند کرتا ہوں۔"

"آپ نے یہی کہنے کے لیے فون کیا تھا مجھے؟"

"پلیز ایک بار کہیں باہر مل لو نا۔"

"سوری مسٹر خرم! آپ وہاب لاج آ کر مجھ سے مل سکتے ہیں لیکن گھر سے باہر میں آپ سے نہیں ملوں گی میں نہیں چاہتی کہ آپ کی امی حضور کو پھر سے یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ جیسی ماں ویسی بیٹی اور یہ کہ نگی آزاد خیال اور بے حیا ہے۔" نگین نے بغیر لحاظ کیے صاف صاف کہا تو وہ شرمندہ ہو گیا۔

"آئی ایم سوری نگی! امی شرمندہ ہیں اپنی اس بات پر اور وہ تم کو ہی اپنی بہو بنانا چاہتی ہیں۔"

"آپ نے ان پر دباؤ ڈالا ہوگا میں آپ سے پہلے ہی....."

"نگی..... ایسی کوئی بات نہیں ہے' میں نے یا ابو نے ان پر کوئی دباؤ نہیں ڈالا۔" خرم نے اس کی بات کاٹتے ہوئے فوراً صفائی پیش کی' نگین کو اس پر ترس آنے لگا' بے چارہ ماں کی طرف سے صفائیاں دے رہا تھا۔ شرمندہ ہو رہا تھا۔

"دیکھو! انسان خطا کا پتلا ہے' ہو جاتی ہے غلطی ایک لمحے کو وہ بھی بہک جاتا ہے لوگوں کی باتوں کے یا حالات کے زیر اثر آ جاتا ہے اور غصے یا جذباتی پن میں کچھ الٹا سیدھا کہہ دیتا ہے' جس پر بعد میں اسے ندامت محسوس ہوتی ہے لیکن آپ پر بھی غصہ آتا ہے کہ اس نے یہ حرکت کیسے کر دی؟ یہ تو جذبات کا بہاؤ عقل پر پردہ ڈال دیتا ہے اور جب وہ پردہ اٹھتا ہے تب اسے پتا چلتا ہے کہ وہ کیا غلطی کر چکا ہے..... اسی طرح امی سے بھی غلطی ہو گئی یقین کرو امی تمہیں بہت چاہتی ہیں۔"

"آپ بار بار اپنی امی کی طرف سے صفائی کیوں پیش کر رہے ہیں' میرا نہیں خیال کہ ہمیں اس موضوع پر اب دوبارہ بات کرنی چاہیے۔" نگین نے سنجیدگی سے کہا۔

"دوبارہ بات کرنے کی ضرورت ہے نگی' کیونکہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں آخر ایک دن تمہاری شادی ہونی ہے نا تو مجھ سے کیوں نہیں؟ میں بہت خوش رکھوں گا تمہیں نگی! میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔ میں یہ سب شادی کے بعد کہنا چاہتا تھا لیکن..... مجبوراً ابھی کہنا پڑ رہا ہے' پلیز انکار مت کرنا امی ابو آئیں گے رشتے کی بات کرنے۔"

"او کے..... ڈیڈی آ گئے ہیں اور میری شادی کا فیصلہ بھی ڈیڈی ہی کریں گے میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا او کے خدا حافظ۔" نگین نے سنجیدگی سے جواب دیا اور رابطہ منقطع کر دیا۔

❀ ❀ ❀ ...... ❀ ...... ❀ ❀ ❀

کرن کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ذوالنون کو کس طرح منائے' وہ کئی بار اسے "سوری" کا میسج کر چکی تھی لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ "وہاب لاج" پہنچ گیا تھا۔ کرن کو اس کی بے حسی پر رونا آ رہا تھا اور ذوالنون کو اس کی جدائی کے خیال سے' وہ لاکھ اسے نظر انداز کرتا' اس کی حوصلہ شکنی کرتا مگر وہ اسے اچھی لگتی تھی' اس کی عادت سی ہو گئی تھی اسے' صبح کالج آتے ہی آنکھیں کرن کو ہی دیکھنا چاہتی تھیں' وہ اس دیوانگی پر کبھی کبھی ڈر سا جاتا تھا اس کے ذہن میں یہ کہیں نہیں تھا کہ وہ یوں اچانک سے بیرون ملک جانے کا پروگرام بنا لے گی۔

"تو کیا یہ طے ہے اب عمر بھر نہیں ملنا
تو پھر یہ عمر کیوں تم سے گر نہیں ملنا"

"اف اتنی دردناک غزل کیوں سن رہے ہو بھائی۔" نگین نے ٹی وی لاؤنج میں ذوالنون کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کے کہنے کا مطلب ہے کہ بھیا جانی اس وقت سیڈ موڈ میں ہیں۔" نوفل نے ذوالنون کے برابر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بالکل!" نگین نے ذوالنون کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔

"ارے نہیں یار! ایسی کوئی بات نہیں۔" پھر وہ خود ہی انہیں کرن کے بارے میں بتانے لگا۔

"دیکھنے میں ماڈرن لگتی ہے لیکن شاعری ہو کسی یاد کر رکھی ہے' بات بے بات شعر سناتی ہے' ایس ایم ایس الگ شاعری سے بھرپور ہوتے ہیں اس کے' شاعری میں بات

کرتی ہے لگتا ہے جیسے شاعری ہی اس کا اوڑھنا بچھونا ہو۔"

ذوالنون پہلی بار کرن کے حوالے سے ان دونوں سے اتنی تفصیل سے بات کر رہا تھا' شاید اس کا دل کرن کی باتیں کرنا چاہ رہا تھا۔

"رابیل کے بغیر گھر اتنا اداس اور ویران لگ رہا ہے۔" نگین نے افسردگی سے کہا۔

نوشین نے کب وہاں آ کر کھڑی ہوئی تھیں ان تینوں نے چونکتے ہوئے نوشین کی طرف دیکھا۔

"موم' کیوں نہ ہم سب لندن چلیں' رابیل سے ملنے۔" نوفل نے خیال ظاہر کیا تو ذوالنون کہنے لگا۔

"ہاں میرا بھی دل چاہ رہا ہے رابیل اور سب سے ملنے کو۔" ذوالنون اپنے اصل ماں باپ سے ملنے کو مچل رہا تھا لیکن ظاہر نہیں کر رہا تھا کہ کہیں نوشین اور وہاب احمد دکھی نہ ہوجائیں۔

"تو بیٹا تم جا کے مل آؤ نا' ان سے یوں بھی آج کل تمہاری چھٹیاں ہیں۔" نوشین نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اور ہم......" نگین اور نوفل بولے۔

"ہم پھر کبھی چلیں گے۔"

"ذوالنون' تم بھی لندن چلے جاؤ گے ہم اداس ہوجائیں گے۔" نگین نے نوشین کی بات سن کر افسردگی سے کہا۔

"ارے نہیں بھئی میں کہیں نہیں جارہا یہ چھٹیاں میں آپ سب کے ساتھ ہی گزاروں گا' کیا خیال ہے سب مل کر پکنک پر چلتے ہیں مزا آئے گا۔" ذوالنون نے اپنی دلی خواہش کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ان کی اداسی دور کرنے کے خیال سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ آئیڈیا' ماموں کی فیملیز کو بھی انوائیٹ کرلیں۔"

"کیوں مام؟" نوفل نے خوش ہوکر نوشین کی طرف دیکھا۔

"جیسے تم تینوں کو بہتر لگے کرلو اور اپنے ڈیڈی کو فون تو کرو ابھی تک گھر نہیں آئے۔" نوشین نے انہیں کھلی چھٹی دیتے ہوئے وال کلاک پر وقت دیکھ کر کہا۔

"ڈیڈی بہت سیانے ہیں انہیں پتا ہے نا کہ اب آپ گھر پہ ان کا انتظار کر رہی ہوتی ہیں اسی لیے تو آپ کو انتظار کروا کے مزے لیتے ہیں۔" نوفل نے شرارت سے کہا۔ تو وہ تینوں ہنس پڑے۔

"موم' سنبھالیں اسے یہ تو ہاتھوں سے نکلا جارہا ہے۔" ذوالنون نے نوفل کی شرارتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو نگین بھی فوراً بول پڑی۔

"جی موم آج کل یہ بہت کل پرزے نکال رہا ہے اس کی سروس ہونی چاہیے۔"

"کیوں بیٹا؟ پھر ہوجائے سروس؟" نوشین نے نوفل کا کان پکڑ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں...... بچاؤ...... بچاؤ...... ڈیڈی ہیلپ می۔" نوفل نے شوخی بھرے انداز میں شور مچایا سامنے سے وہاب احمد آتے دکھائی دیے تو انہیں مدد کے لیے پکارا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے بیگم صاحبہ؟" وہاب احمد نے مسکراتے ہوئے نوشین کو مخاطب کیا تو انہوں نے مسکراتے ہوئے نوفل کا کان چھوڑ دیا۔

"کچھ نہیں' بس یہ بہت بدمعاش ہوگیا ہے۔"

"آخر بیٹا کس کا ہے؟" وہاب احمد نے نوشین کو دیکھتے ہوئے شرارت آمیز لہجے میں کہا تو وہ سب ہی خوش دلی سے ہنس دیے۔

❁ ❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁ ❁
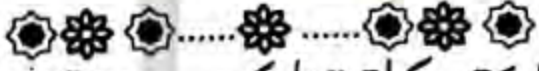
رابیل کتاب کھولتی تو علی کی صورت صفحہ قرطاس پر مسکراتی ہوئی دکھائی دیتی' آنکھیں بند کرتی تو وہ بند آنکھوں میں آسماتا۔ بھولنا چاہتی تھی مگر وہ اور زیادہ یاد آتا تھا' اسے احساس ہوگیا تھا کہ......!

محبت وہ کہانی ہے......
کہ جتنا بھی کوئی بھولے
ہمیشہ یاد رہتی ہے

رابیل نے ایم بی اے میں ایڈمیشن لے لیا تھا۔ وہ

ماسٹرز کرنے کے بعد اپنے پاپا کے بزنس میں ان کا ہاتھ بٹانا چاہتی تھی‘ تیمور حسن نے منیجر کی حیثیت سے جس کمپنی میں جاب کی تھی‘ اس کمپنی کے 75 فیصد شیئرز کے مالک تھے وہ اب یہ ملٹی نیشنل کمپنی تھی اور اس کی پروڈکٹس کئی ممالک میں ایکسپورٹ کی جاتی تھیں۔ نبیل انجینئرنگ کررہا تھا اور ہر امتحان میں بہت اچھے گریڈ حاصل کررہا تھا۔ اسے گانے کا شوق بھی تھا اور وہ یونیورسٹی کے فنکشنز میں گاتا بھی تھا‘ خوب داد بھی پاتا تھا‘ اسے گٹار بہت اچھا بجانا آتا تھا‘ رابیل بھی اس سے گٹار بجانا سیکھ رہی تھی۔ افشین کا وقت گھرداری میں ہی گزرتا تھا‘ وہ مکمل طور پر ایک اچھی ہاؤس وائف ہونے کا فریضہ بہت احسن طریقے سے انجام دے رہی تھیں۔

رابیل یونیورسٹی سے پیدل واپس آرہی تھی کہ اسے سڑک پر گوروں کے بیچ اپنے وطن کا شناسا چہرہ نظر آیا‘ وہ علی تھا اور اسی کی جانب آرہا تھا۔ رابیل حیرت سے وہیں ساکت ہوگئی۔

”کیا وہ آگیا ہے اسے منانے؟“ رابیل نے دل میں سوال کیا اور جوں جوں وہ چہرہ قریب آتا گیا‘ رابیل کے دل کی دھڑکن تھمنے لگی اور آخر وہ چہرہ اس کے قریب آگیا۔

”رابیل‘ وائے آر یو اسٹینڈنگ ہیئر۔“ اس مانوس سی آواز نے اس کے ساکن وجود میں ارتعاش پیدا کردیا‘ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا وہ چہرہ علی کا نہیں تھا۔ میتھیو کا تھا وہ آواز علی کی نہیں میتھیو کی تھی جو اسے یوں بیچ سڑک پر کھڑی دیکھ کر چلا آیا تھا۔

”میتھیو......“ رابیل نے آہستہ سے کہا۔

”یس اِکس می‘ آر یو آل رائٹ۔“ میتھیو نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

”یس‘ آئی‘ ایم فائن۔“ رابیل نے بمشکل خود کو سنبھالتے ہوئے کہا اور چلنے لگی تو وہ بھی اس کا ہاتھ پکڑے اس کے ساتھ چلتا ہوا اسے قریبی پارک میں لے آیا اور اسے سنگی بینچ پہ بٹھادیا اور دوڑ کر قریبی شاپ سے جوس کے دو کین لے آیا۔

”ڈرنک اٹ۔“ ایک کین کھول کر اس نے رابیل کو دیا۔

رابیل کسی معمول کی طرح اس کی بات پر عمل کررہی تھی۔ خاموشی سے گھونٹ گھونٹ کرکے جوس پی رہی تھی۔

”ہے وٹس رانگ ودیو۔“

”نتھنگ۔“ رابیل نے آہستہ سے جواب دیا‘ اب وہ اسے کیا بتاتی کہ اس کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ خواب وخیال میں‘ گھر وبازار میں ہر جگہ اسے علی کا ہی چہرہ دکھائی دیتا تھا‘ بظاہر وہ سب کو کتنی مطمئن اور مسرور دکھائی دیتی تھی لیکن اس کے اندر کتنی بے سکونی‘ بے کلی اور اداسی آبسی تھی‘ یہ صرف وہی جانتی تھی۔ اس نے تو کبھی نہیں سوچا تھا کہ اسے بھی کسی سے محبت ہوجائے گی اور وہی محبت اسے دکھ اور ناقدری کا احساس دلائے گی‘ اس کی اچھائیوں کو اس کی برائیاں اس کی خوبیوں کو اس کی خامیاں‘ قرار دے دے گی۔

رابیل دل ہی دل میں علی سے مخاطب تھی۔ وہ تو کسی کی سامنے رو بھی نہیں سکتی ورنہ سب کو اس کے دکھ کی خبر ہوجاتی۔ وہ آنسو جو علی کے نام کے تھے پلکوں سے نہیں گرتے تھے لیکن سینے میں سلگتے رہتے تھے۔

”رابیل! تم کن سوچوں میں گم ہو؟“ میتھیو نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا کر بولی۔

”کہیں نہیں ہوں تمہارے سامنے۔“

”نہیں‘ تم یہاں ہوتے ہوئے بھی یہاں نہیں ہو۔“

”نہیں‘ میں ٹھیک ہوں اب چلتی ہوں‘ مما انتظار کررہی ہوں گی‘ مجھے دیر ہورہی ہے۔“ وہ جوس ختم کرکے کھڑی ہوگئی۔

”تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو۔“ وہ اپنے انگلش لہجے میں اردو میں بولا تو اس کے لہجے پر وہ ہمیشہ کی طرح ہنس پڑی۔ میتھیو اور باقی برطانوی دوستوں نے اس سے اردو سیکھی تھی‘ میتھیو چونکہ اس کا پڑوسی بھی تھا اس لیے روز آنا جانا ملنا ملانا رہتا تھا اور وہ کافی صاف اردو بولنے اور سمجھنے بھی لگا تھا۔

"نو نو نو۔" رابیل نے جواب دیا۔
"تمہیں محبت ہوگئی ہے؟" میتھیو کے سوال نے اسے بری طرح سٹپٹا دیا۔ دل ایک پل کو دھڑکنا بھول گیا۔ قدم اٹھنا بھول گئے۔ وہ حیرت سے اسے تک رہی تھی۔
"تم کو کیسے پتا؟"
"تمہاری آنکھیں بولتی ہیں۔" اس نے جواب دیا۔
"کم آن میتھیو ایسا کچھ نہیں ہے، جلدی چلو مما پریشان ہو رہی ہوں گی، کتنی دیر ہوگئی ہے آج ہمیں۔" رابیل نے تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے کہا تو وہ بھی رسٹ واچ پہ ٹائم دیکھتا ہوا اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے لگا۔
"ہیلو ہیلو گھر آ گیا ہے ڈیئر۔" میتھیو نے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجا کر کہا وہ جو علی کے خیال میں بس چلتی جا رہی تھی پھر سے چونک گئی۔

❁ ❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁ ❁

ذوالنون کے سیل پر میسج ٹون بجی، ذوالنون کا ہاتھ فوراً خوف زدہ ہو کر دھڑکتے دل پر گیا تھا۔
"ہائے! تھام لیا نا دل! پھر کہتے ہیں عشق نہیں ہے۔" نوفل نے فوراً اس کی یہ حرکت نوٹ کی اور جملہ کسا۔
"دیکھو دیکھو ضرور کرن کا میسج ہوگا۔" نگین نے دلچسپی سے کہا تو ذوالنون ہنستے ہوئے بولا۔
"یہ تم دونوں کو اتنی دلچسپی کب سے ہوگئی، کرن میں؟"
"جب سے تم نے ان کے لندن جانے کی خبر سنائی ہے اور بے نیازی دکھائی ہے اس کے معاملے میں۔" نگین نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"ہاں وہ اکیلی نہیں جا رہی آپ کا دل بھی اپنے ساتھ لے جا رہی ہے وہاں! آپ بولیں نہ بولیں، آپ کے چہرے پر صاف صاف لکھا ہے "میں بہت اداس ہوں، کوئی کرن سے کہے کہ مت جائے رک جائے......" نوفل کے انداز پر ذوالنون اسے کشن لے کر مارنے کو دوڑا تھا۔
"ٹھہر جا تجھے تو میں سیدھا کرتا ہوں۔"
"ارے بھیا جی! پہلے اپنا معاملہ تو سیدھا کرلیں، روک کیوں نہیں لیتے اسے لندن جانے سے؟" نوفل نے اس کا اپنی جانب پھینکا ہوا کشن پکڑ کر کہا۔
"اچھا میرے روکنے سے وہ رک جائے گی۔"
"بالکل وہ آپ کی کج ادائی کے سبب ہی جا رہی ہوگی، مجھے پورا یقین ہے۔ اس نے سوچا ہوگا کہ یہاں تو اس کی دال گلی نہیں لیکن وہاں تو سری پائے بھی گل جائیں گے بھیا جی۔" نوفل نے شوخ لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا تو ذوالنون نے اپنا سر پکڑ لیا۔
"میری کوئی خواہش نہیں ہے کہ وہ میری وجہ سے اپنا پروگرام کینسل کرے، اچھا ہے لندن جیسی جگہ پر پڑھے گی تو اس کی ڈگری کی بھی یہاں ویلیو ہوگی، ہر انسان کو اپنے فیوچر کے لیے کچھ بھی بہتر پلان کرنے کا حق ہے، میں کرن کو ہرگز نہیں روکوں گا۔ اور یہ اس کے لیے اچھا ہے کہ وہ مجھ سے دور رہے، اس طرح وہ اپنی اسٹڈیز پر پوری توجہ دے سکے گی اور سب سے اہم بات یہ کہ ہماری، تمہاری عمر تعلیم پر توجہ دینے کی ہے، عشق، پیار، محبت جیسے کاموں کے لیے عمر پڑی ہے مائی لٹل برادر۔" ذوالنون نے نہایت سنجیدگی سے کہا تو وہ خود اپنی اس بات سے متفق ہوا یا نہیں، البتہ نوفل اور نگین کو اس کی بات معقول لگی اور وہ متفق تھے اس کے خیالات سے۔

❁ ❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁ ❁

خرم بے بسی سے نگین کی خاموشی کو جھیل رہا تھا۔ وہ دن میں کئی بار اسے فون و میسج کرتا بٹ نو ریپلائی، وہ بہت ڈسٹرب تھا۔ ثمینہ بیگم نے بات بننے سے پہلے ہی بگاڑ دی تھی۔ اور اب وہ اس سے معمول کی ملاقات سے بھی گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ نگین کو جب تک ثمینہ بیگم اس بات کی وضاحت نہیں کریں گی، اپنی غلطی نہیں مانیں گی اور دل سے اپنی رضامندی اس رشتے کے لیے نہیں دیں گی نگین تب تک اس کے حق میں مثبت جواب نہیں دے گی اور اگر اس سے بات کیے بنا اس کے پیرنٹس سے بات کر بھی لی گئی تو وہ خود اس رشتے سے انکار کر دے گی...... اور انکار وہ افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔ زاہد ماموں نے تو اسے یقین دلا دیا تھا کہ وہ مناسب وقت دیکھ کر نگین سے بات کریں گے مگر ثمینہ

بیگم نے ابھی تک اپنی بات پر عمل کی کوشش نہیں کی تھی جس سے خرم کی الجھن اور بے قراری بڑھتی جارہی تھی اور وقت تھا کہ گزرتا چلا جارہا تھا۔

......☆☆☆......

کچھ بات ہے تیری باتوں میں جو بات یہاں تک آ پہنچی
ہم دل سے گئے دل تم پہ گیا اور بات کہاں تک جا پہنچی

ذوالنون کے سیل فون پر کرن کا میسج آیا تو حسب عادت شعر میں اپنامد عابیان کیا تھا' ذوالنون نے کوئی جواب نہیں دیا' شاید وہ اپنی خفگی ظاہر کرنا چاہ رہا تھا اس سے۔

کچھ دیر بعد دوبارہ میسج ٹون بجی تو ذوالنون نے دیکھا' کرن کا ہی میسج تھا۔

''یہ لڑکی بھی نہ جب تک چلی نہیں جائے گی اسی طرح مجھے پریشان کرتی رہے گی۔'' ذوالنون نے میسج پڑھ کر خود سے کہا۔

''تمہیں الفت نہیں مجھ سے
مجھے نفرت نہیں تم سے
عجب شکوہ سا رہتا ہے
تمہیں مجھ سے' مجھے تم سے''

ذوالنون نے مسکراتے ہوئے اسے تپانے کی غرض سے لکھا۔

''مجھے کیسے یقین آئے؟
محبت تم بھی کرتی ہو
تمہیں جب بھی کبھی دیکھا
سدا خوش باش ہی دیکھا''

کرن کو اس کی طرف سے جواب ملنے کی دیر تھی وہ تو زاروقطار رونے لگی۔

''نہ خود محبت کرتا ہے' نہ میری محبت پر یقین کرتا ہے۔ بے حس انسان جس دن اسے خود محبت ہوگی نا تب پتا چلے گا کہ محبوب کی بے اعتنائی اور جدائی کیسے مارتی ہے؟ کیسے رلاتی ہے؟ کیسے سجدہ کرواتی ہے؟ کیسے رب کے آگے ہاتھ پھیلانے پر اکساتی ہے' دیکھ لینا ذوالنون احمد تم ایک دن میری محبت کے سامنے سجدہ کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ تم میری محبت کے آگے اپنا ماتھا ٹیک دو گے' تمہارا دل جھک جائے گا ایک دن میری محبت کے سامنے تم سر تسلیم خم کرلو گے ایک دن' ہاں مجھے یقین ہے' میری محبت میں بہت طاقت ہے اور تم اس طاقت سے بچ نہیں پاؤ گے۔''

کرن نے روتے ہوئے اپنے دل میں اسے مخاطب کر کے کہا۔

❁❁❁......❁......❁❁❁

''آپ علی سے بات کیوں نہیں کرتے آخر وہ چاہتا کیا ہے؟ کوئی فیصلہ کیوں نہیں کرلیتا اپنے اور رابیل کے رشتے کا؟'' امینہ نے عثمان عزیز کو اخبار پڑھتے دیکھ کر کہا۔

''فیصلہ! کیسا فیصلہ؟''

''اپنی اور رابیل کی زندگی کا فیصلہ' آخر اس نکاح کی کوئی اہمیت ہے کہ نہیں؟'' امینہ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''اہمیت ہے جبھی یہ نکاح اب تک قائم ہے اور اس سے علی کا فیصلہ بھی عیاں ہے کہ وہ رابیل کو ہی دلہن بنا کر اپنا گھر بسانا چاہتا ہے' قدرت کو اسی طرح ان کا ملن منظور تھا' سو نکاح ہوگیا۔ درمیان میں جو بھی بدمزگی اور بدگمانی پیدا ہوگئی تھی اس کی وجہ ہم سب ہیں' وہ بچی رابیل نہیں اور مجھے یقین ہے کہ علی جب خود کو رابیل کا سامنا کرنے کے قابل سمجھے گا تب وہ اسے منالے گا۔'' عثمان عزیز نے انہیں دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

''اور وہ وقت کب آئے گا؟ جب علی کی عمر نکل جائے گی' شادی کی بھی ایک عمر ہوتی ہے میاں صاحب!'' امینہ نے سپاٹ لہجے میں کہا تو وہ سنجیدگی سے گویا ہوئے۔

''تو اگر علی کا رابیل سے نکاح نہ ہوا ہوتا تب بھی تو ابھی تک علی کی شادی نہ ہوتی' اتنا زیادہ وقت تو نہیں گزرا رابیل کو یہاں سے گئے ہوئے اور علی کون سا شادی کے لیے تیار تھا' یہ تو قسمت نے ان دونوں کو ملا دیا اور علی کی عمر کو کیا ہوا؟ جوان ہے' ابھی کوئی عمر نہیں نکلی جارہی اس کی' پہلے بھی آپ اپنی نا سمجھی سے نہ صرف اپنے بیٹے کو بلکہ اپنے بھائی اور اس کی فیملی کو بہت دکھ پہنچا چکی ہیں' لہٰذا اس بار کوئی حماقت مت کیجیے گا' علی کو اس کے حال پر چھوڑ دیں وہ ضرور اس

مسئلے کو حل کرلے گا' مجھے پورا بھروسہ ہے اپنے اللہ اور اپنے بیٹے پر۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے تو مسئلہ حل نہیں ہوگا نا..... حرکت میں ہی برکت ہے۔" امینہ نے بے چینی سے کہا تو وہ ہنس کر پوچھنے لگے۔

"بیگم صاحبہ! آخر آپ کو اتنی بے چینی کس بات کی ہے' اصل مسئلہ کیا ہے..... اتنی بے صبری کیوں ہو رہی ہیں آپ؟"

"کیونکہ مجھے احساس جرم ہر گھڑی بے چین رکھتا ہے' رابیل کے ساتھ اپنا رویہ یاد آتا ہے تو میری نیند اڑ جاتی ہے' اسی لیے جب تک وہ دلہن بن کر اس گھر اور علی کی زندگی میں نہیں آجاتی تب تک مجھے بھی چین اور سکون نہیں ملے گا۔" امینہ نے ایمان داری سے ساری بات کہہ دی۔

"گڈ..... یہ تو اچھی بات ہے کہ آپ کو اپنے رویے کی بدصورتی کا احساس ہے اور آپ اس کی تلافی چاہتی ہیں' لیکن بیگم صاحبہ' کچھ کام تقدیر کے ہاتھ میں ہوتے ہیں' ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور جب وہ وقت آجاتا ہے تو پھر ہر کام خود بخود ہوتا چلا جاتا ہے' آپ بھی اس وقت کا انتظار کیجیے اور اپنے بچوں کے بہتر مستقبل کی دعا کیجیے۔" عثمان عزیز نے نرمی سے کہا۔

"ہاں دعا تو کر ہی رہی ہوں اللہ بہتر کرنے والا ہے۔" امینہ نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا اور چائے پینے لگیں۔ عثمان عزیز پھر سے اخبار کی سرخیوں اور خبروں میں کھو گئے۔

❁ ❁ ❁ ..... ❁ ..... ❁ ❁ ❁

علی "وہاب لاج" آیا تو رابیل کی تصویر دیوار پر آویزاں دیکھ کر پھر سے بے قرار ہوگیا اور باہر لان میں آکر بیٹھ گیا۔

"یوں اس کی یادوں سے کب تک بھاگتے رہیں گے آپ؟" نگین جو اس کی کیفیت کو بھانپ گئی تھی اس کے چہرے پر رقم بے کلی و بے بسی دیکھتے ہوئے استفسار کر رہی تھی۔

"کہاں بھاگ پاتا ہوں؟" وہ بے بسی سے گہری اور معنی خیز بات کہتا اسے بے حد آزردہ لگا۔

"وہ بھی آپ سے بہت پیار کرتی ہے یہ یقین ہے نا آپ کو؟"

"شک کرنے کی کوئی وجہ' کوئی گنجائش ہے ہی نہیں۔" علی نے مسکراتے ہوئے دلگیر لہجے میں کہا۔

"تو محبت میں شکوے..... گلے..... غلط فہمیاں تو ہو ہی جاتی ہیں پھر انہیں دور کرنے میں منانے میں دیر کیوں؟"

"ایک خوف سا ہے کہ کہیں اسے پوری طرح سے ہی نہ کھو بیٹھوں' خود میرا اپنا رویہ ہی میرے راستے کی دیوار بن جاتا ہے۔ ہم دونوں کے بیچ یہ خوف یہ ناگجھی کی دل شکنی آکھڑی ہوتی ہے..... اگر اس نے منع کردیا اور..... یہ رشتہ ختم کرنے کا کہہ دیا تو..... میں تو شاید زندہ ہی نہ رہ پاؤں..... اس کی محبت کا انکار میری یقینی موت ہوگا۔" وہ بے بسی سے بولا۔

"اللہ نہ کرے علی بھائی' آپ کیسی خوف ناک باتیں کر رہے ہیں' اتنی بہادر لڑکی کے شوہر ہوکر ایسی مایوسی کی باتیں' علی بھائی پلیز خود کو مضبوط بنائیں اور جائیں اس کے پاس کیا پتا وہ کب سے آپ کی آمد کی منتظر ہو' یہ سوچ رہی ہو کہ آپ اسے منانے آئیں گے تو وہ فوراً مان جائے گی۔" نگین نے تڑپ کر کہا تو وہ آس بھرے لہجے میں بولا۔

"کیا واقعی یہ بات ہوسکتی ہے؟"

"کیا آپ کو اپنی محبت پر یقین نہیں؟" نگین نے الٹا اسی سے سوال کیا۔

"یقین تو بہت ہے مجھے کہ وہ میرے لیے وہی محبت محسوس کرتی ہوگی جو اس کے لیے میرے دل میں ہے۔"

"تو اللہ کا نام لے کر نکل جائیں اسے منانے اور پکڑ لیں لندن کی فلائیٹ۔" نگین نے مسکراتے ہوئے مشورہ دیا۔

"لیجیے رابیل کو یاد کیا' اس کا میسج بھی آگیا۔ اسے کہتے

ہیں دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ بلکہ چاہ ہوتی ہے اور آپ ہیں کہ ڈرے بیٹھے ہیں۔" نگین نے مسکراتے ہوئے اپنا سیل فون اٹھا کر رابیل کا میسج اوپن کیا۔

"کیا لکھا ہے رابیل نے؟" علی نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے بے کلی سے پوچھا تو وہ اس کی بے کلی پر ہنس دی۔

"ایک غزل بھیجی ہے لیں سنیں آپ کے مطلب کی ہے۔" نگین نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور غزل سنانے لگی۔

"مکمل دو ہی دانوں پر یہ تسبیح محبت ہے
جو آئے تیسرا دانہ یہ ڈوری ٹوٹ جاتی ہے
مقرر وقت ہوتا ہے محبت کی نمازوں کا
ادا جن کی نکل جائے قضا بھی چھوٹ جاتی ہے
محبت کی نمازوں میں امامت ایک کو سونپو!
اسے تکنے اسے تکنے سے نیت ٹوٹ جاتی ہے
محبت دل کا سجدہ ہے جو ہے توحید پر قائم
نظر کے شرک والوں سے محبت روٹھ جاتی ہے"

"واہ! کیا زبردست پیغام بھیجا ہے رابیل نے آپ کے لیے۔ تو پھر کب جا رہے ہیں لندن؟"

"ان شاء اللہ بہت جلد۔" علی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"او شٹ جس کام سے آیا تھا وہ تو بھول ہی گیا۔" علی کو اچانک جیسے کچھ یاد آ گیا ایک دم سے بولا۔

"کون سا کام؟"

"خرم کا پیغام ہے تمہارے لیے۔" علی نے جواب دیا۔

"یہ آپ پیام بر کب سے بن گئے؟"

"جب سے محبت کی ہے۔ ایک محبت کرنے والا ہی دوسرے محبت کرنے والے کا درد اور کیفیت سمجھ سکتا ہے۔" علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"واہ جی..... کیا ایکا ہے عاشقوں میں۔"

"وہ تم سے بات کرنا چاہتا ہے تم کیوں اس بے چارے کو اگنور کر رہی ہو؟"

"وجہ وہ اچھی طرح جانتا ہے۔" نگین یکدم سنجیدہ ہو گئی۔

"رابیل کی بہن ہو کر اتنا غصہ اتنی انا......" علی نے حیرت سے کہا۔

"علی بھائی بات غصے یا انا کی نہیں ہے بات میری عزت نفس اور وقار کی ہے۔ میں کیسے اپنی پوری زندگی ان لوگوں کے بیچ گزارنے کا فیصلہ کرلوں جن کی خاتون خانہ ہی مجھے میری ماں کی وجہ سے بہو بنانے سے انکار کر چکی ہیں مسٹر خرم کی والدہ میرے کردار پر شک کرتی ہیں تو ٹھیک ہے یہ ان کا حق ہے اور یہ میرا حق ہے کہ جو مجھے غلط سمجھتا ہے میں اس سے کوئی نیا رشتہ نہ جوڑوں میں ایک شخص کی محبت کے لیے اس کی فیملی سب سے بڑھ کر اس کی ماں کی نفرت اور ناپسندیدگی نہیں جھیل سکتی۔ میں نے زندگی میں محبت اور مرد دونوں سے فریب کھایا ہے اس لیے میں مزید کسی فریب میں کھو کر اتنا بڑا فیصلہ نہیں کر سکتی اور نہ ہی میں اتنی اچھی ہوں کہ میں یہ عزم اور خیال لے کر خرم سے شادی کرلوں کہ اس کی ماں کو میں اپنی محبت اور خدمت سے جیت لوں گی ان کے دل میں جگہ بنالوں گی۔ مجھے شادی کے سلسلے میں ان کی ماں کا احسان نما اقرار قبول نہیں۔" نگین نے نہایت سنجیدہ اور اٹل لہجے میں کہا۔

"آئی ایم امپریسڈ تمہارا خیال درست ہے نگی خرم کو اپنی والدہ سے ہی بات کرنی چاہیے وہ بات کر بھی چکا ہے کہہ رہا تھا کہ وہ اپنی باتوں پر شرمندہ ہیں تمہیں تو پتا ہی ہوگا کزن عورتوں کو یونہی بولنے کی عادت ہوتی ہے ہر معاملے میں ہر انسان کے بارے میں اپنے رشتے داروں کے بارے میں اور بات کا بتنگڑ بنانے کی عادت ہوتی ہے اور یہی تمہاری ثمینہ مامی نے بھی کیا اور تم اچھی طرح جانتی ہو وہ تو پہلے ہی بے تکان بولنے اور بے محل بولنے میں خاصی مشہور ہیں۔ لہٰذا میرا مشورہ یہی ہے کہ اگر وہ خود تم سے اپنی باتوں پر معذرت کرتی ہیں تو تم دل بڑا کر کے انہیں معاف کر دینا اور اگر وہ رشتہ لے کر آئیں تو انکار مت

کرتا۔ کیونکہ خرم تم سے بہت محبت کرتا ہے اور محبت ہر کسی کا نصیب نہیں بنتی' اس محبت کی قدر کرنا' میری طرح نادانی نہ کر بیٹھنا ورنہ صرف دکھ باقی رہ جائے گا اور پچھتاوا۔" علی نے اٹھتے ہوئے سنجیدگی سے اسے سمجھایا۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁
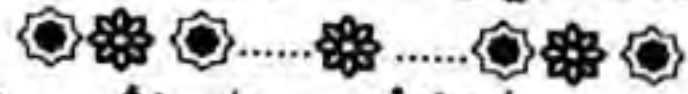
"تیمور' ہماری بیٹی خوش نہیں ہے' بس خوش ہونے کا ڈرامہ بہت اچھا کررہی ہے۔" افشین نے تیمور حسن سے اپنی پریشانی کا اظہار کیا تو وہ سنجیدہ مگر نرم لہجے میں بولے۔

"جانتا ہوں۔"

"تو آپ وہاب بھائی سے بات کریں' وہ تو بہت تعریف کرتے تھے نا علی کی اور آپ بھی...... پھر کہاں رہ گیا علی' سال ہوگیا کوئی ایسے کرتا ہے کیا' نکاح کرکے بھول گیا' میری بچی کو دکھوں میں چھوڑ دیا۔ بے چینیوں کی نذر کردیا۔ یہ محبت ہے اس کی؟ محبت کرتا تو کب کا آچکا ہوتا۔ کیا چل رہا ہے آخر اس کے دماغ میں؟" افشین نے سنجیدہ اور فکر مند لہجے میں کہا۔

"اللہ سب بہتر کرے گا' یہ خاموشی' خوشی میں ضرور بدلے گی یقین رکھیے۔" تیمور حسن نے افشین کے شانوں کے گرد بازو حمائل کرکے نرمی سے کہا تو وہ خدشات میں گھری فکرمندی سے بولی۔

"بعض اوقات اتنی طویل خاموشی بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ بھی ثابت ہوسکتی ہے۔"

"نہیں...... نہیں آپ ایسا مت سوچیں' ہماری بیٹی کی زندگی میں جتنے طوفان غم آنے تھے آچکے اب ان شاء اللہ کوئی طوفان رابیل کی زندگی میں نہیں آئے گا۔ آئے گا تو صرف خوشیوں اور محبتوں کا سیلاب آئے گا ان شاء اللہ۔" تیمور حسن نے ان کے خدشے کو جھٹلاتے ہوئے پریقین لہجے میں کہا۔ افشین نے دل سے دعا کی۔

"ان شاء اللہ! اللہ آپ کی زبان مبارک کرے۔"

رابیل اور نبیل دونوں جوگنگ کرکے ایک ساتھ واپس آرہے تھے۔ دونوں نے انہیں دیکھتے ہی دور سے ہاتھ ہلایا۔

"ہائے پاپا...... ہائے مما۔" جواباً تیمور حسن اور افشین نے بھی ہاتھ ہلا کر انہیں جواب دیا۔

"پاپا' کتنی ٹھنڈ ہے نا۔" رابیل نے ان کے قریب پہنچ کر کہا۔

"برف پڑے گی تو کتنا مزا آئے گا نا۔" رابیل آنے والے موسم کے خیال سے ہی ایکسائیٹڈ ہورہی تھی اور تیمور حسن مسکرا رہے تھے اس کا جوش دیکھ کر اور مسکراتے ہوئے کہنے لگے۔

"جی بیٹا' مزا تو یقیناً آئے گا۔ سنو فال ہمیشہ مری کی یاد دلاتی ہے' اور بیٹا جانی ابھی تو نیو ایئر آنے والا ہے۔ نئے سال کی تقریبات کا مزا بھی خوب رہے گا۔"

"آئی ایم سو ایکسائٹڈ۔" رابیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نظر آرہی ہے آپ کی ایکسائٹمنٹ۔" تیمور حسن بولے تو وہ ہنس پڑی۔

"پاپا' بھائی کی اور عروج کی لڑائی ہوگئی صبح صبح۔"

"کیوں بھئی؟" رابیل کے بتانے پر تیمور حسن نے نبیل سے پوچھا۔

"ایسے ہی پاپا' میں نے جلدی اپنے راؤنڈز مکمل کرلیے وہ پیچھے رہ گئی پہلے اس بات پر منہ پھلا لیا اور پھر کیرتین وہاں مل گئی اس سے اخلاقاً ہیلو' ہائے کرلی تو صبح صبح اس کے چہرے پر پورے بارہ بج گئے۔" نبیل نے گھر کے دروازے پر پہنچ کر اپنی بات مکمل کی۔ وہ تینوں ہنسنے لگے۔

"عروج ہے تو پوری برٹن لیکن اس کے یہ انداز خالص پاکستانی عورتوں والے ہیں۔" افشین نے ہنستے ہوئے کہا۔

"صرف عورتوں والے نہیں' خالص بیویوں والے انداز۔" تیمور حسن نے مزید ان کی بات کو بڑھایا تو نبیل نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"اف توبہ پاپا! ڈونٹ ٹیل می ڈیٹ' میں تو شادی ہی نہیں کروں گا۔" نبیل نے کہا تو وہ سب ہنس دیے۔

"بیٹا جی' جب محبت ہوجائے گی تو شادی کرنے کو

بھی خود ہی دل مچلنے لگے گا۔ مثال تمہارے سامنے موجود ہے۔'' تیمور حسن نے مسکراتے ہوئے افشین کو محبت سے دیکھا۔

''آپ بھی کیا باتیں لے بیٹھے' چلیں فریش ہوجائیں' میں ناشتہ بناتی ہوں۔'' افشین نے شرمیلے پن سے مسکراتے ہوئے کہا۔

❁❁❁......❁......❁❁❁
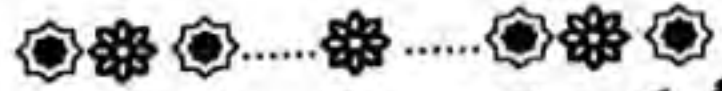
زندگی کے وہی معمولات تھے۔ ذوالنون پھر سے اپنی پڑھائی میں مصروف ہوگیا تھا۔ کرن لندن جاچکی تھی لیکن ایک درد کے احساس کے ساتھ۔ ذوالنون نے اسے جاتے وقت اس کے میسج کے جواب میں جو اپنے پیار کا اظہار ایک نظم کی صورت میں کرن سے کیا تھا وہ اس نے لندن پہنچ کر اپنی نیند پوری کرنے کے بعد پڑھا تھا اور اپنی سستی جی بھر کے کوسا تھا کہ اگر وہ پہلے ہی میسج پڑھ لیتی تو شاید وہ لندن آتی ہی نہیں...... ذوالنون سے کنفرم تو کرلیتی کہ جو اس نے کہا وہ سچ ہے کیا؟ مگر وہ تو تمام راستے اس کے خشک رویے کی وجہ سے اس سے دور جانے کے خیال سے روتی' تڑپتی آئی تھی...... اور پھر یہ سوچ کر صبر کرلیا کہ اس نے ذوالنون سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے ایک کامیاب ڈاکٹر بن کر دکھائے گی' اس کے عشق کے چکروں میں پڑنے کے باوجود بہت اچھے گریڈز حاصل کرے گی سو یہی بات اسے اپنی تعلیم پر توجہ مرکوز کرنے پر مائل رکھتی اور وہ ذوالنون کے سامنے فخر سے اپنی ڈگری لے کر جانے کے خیال سے ہی متحرک ہوجاتی' خوش ہوکر مسکرانے لگتی۔

''کہیں ایسا نہ ہوجاناں!
کہ میرا عکس چپکے سے
تری آنکھوں سے مٹ جائے
تیری جانب پلٹنے کا ہر اک رستہ
کہیں نہ بند ہوجائے
میری یادوں کا ہر پنچھی
تمہارے ہاتھ سے نکلے
فلک آباد ہوجائے
یا پھر برباد ہوجائے
میرا دل اب کے سینے میں
دھڑکنے سے مکر جائے
انا کی سبز ٹہنی کو
میں خود ہی توڑ دیتا ہوں
تمہارے واسطے جاناں
ضد اپنی چھوڑ دیتا ہوں
یہی اک خواب بننا چاہتے تھے ناں!
یہی ضد تھی تمہاری ناں
کہ خود کہتے نہیں تھے تم
فقط میری زباں سے ہی
میرا اقرار سننا چاہتے تھے تم
لو کہتا ہوں میری جاناں!
مجھے تم سے محبت ہے
سنو جاناں یہ اعتراف اب برملا ہے کہ!
میری رگ رگ میں خون بن کر تو بہتا ہے
میری آنکھوں میں اک خواب حسین بن کے تو رہتا ہے
کہ میرے جسم کا ہر ایک حصہ اور سینے کی ہر اک دھڑکن
بھی سانسیں یہ کہتی ہیں
مجھے تم سے محبت ہے
یہی سچ ہے
مجھے تم سے محبت ہے''

ذوالنون کی طرف سے موصول ہونے والا یہ آخری ایس ایم ایس تھا جو ایک نظم کی صورت تھا' کرن اس کو دن میں کئی بار پڑھتی اور یقین کرنا چاہتی کہ یہ سچ ہے ذوالنون کو اس سے محبت ہوگئی ہے مگر پھر ذوالنون کی ہی کہی ہوئی بات یاد آجاتی اس نے ایک بار کرن سے کہا تھا کہ!

''ایس ایم ایس کو میسج سمجھ کر ہی پڑھا کرو' ایک تو تم لڑکیوں کو پیار بھری شاعری پڑھتے ہی شہزادے کے خواب نظر آنے لگتے ہیں' فوراً خوش فہمی میں مبتلا ہوجاتی ہیں۔''

بس اس کی یہی بات کرن کو اداس کرنے لگتی۔

❁❁❁......❁......❁❁❁

نوشین افسردہ سی بالوں میں برش پھیرتے ہوئے رابیل کے خیالوں میں گم تھی' وہاب احمد نے دیکھا تو پاس آ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

''کیا بات ہے' پریشان لگ رہی ہو؟''

''وہاب! میں رابیل سے ملنا چاہتی ہوں' اس کے پاس جانا چاہتی ہوں۔ فون پر تو کبھی اس سے بات ہی نہیں ہو پائی۔'' نوشین نے برش سائیڈ پر رکھا اور انہیں دیکھتے ہوئے بولیں تو انہوں نے سنجیدگی سے کہا۔

''آپ کو نہیں لگتا کہ اس طرح وہ پھر سے ڈسٹرب ہو جائے گی۔''

''ڈسٹرب تو وہ اب بھی ہوگی' بھولے گی کیسے اپنی ماں کے ستم۔'' نوشین کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

''نوشی' خود کو معاف نہیں کرو گی تو زندگی بہت مشکل ہو جائے گی' خوش رہا کرو۔'' وہاب احمد نے نرمی سے سمجھایا۔

''میں خوش کیسے رہ سکتی ہوں' نہ میں نے کسی کو کبھی کوئی خوشی دی' نہ اپنوں کو کبھی خوش رکھا' تو بھلا میں کیسے خوش رہ سکتی ہوں؟''

''رابیل بہت صاف دل کی لڑکی ہے اس کے دل میں تمہارے لیے کوئی رنجش نہیں ہے' اس کی جڑیں اس مٹی میں ہیں وہ لوٹ کر یہیں آئے گی۔''

''لیکن کب؟''

''صبر کرو اور دعا کرو اللہ کو جب منظور ہوگا تب سب کام ہو جائیں گے۔'' وہاب احمد نے اسے تسلی دی۔

''بس وہ ایک بار مجھے دل سے ماں کہہ دے میرے دل کو سکون مل جائے گا۔'' نوشین نے حسرت سے کہا۔

''نوشین بیگم! ہم رابیل پر اس کے ماں باپ ہونے کا حق نہیں جتا سکتے۔ کیا تم ذوالنون سے دستبردار ہو سکتی ہو۔'' وہاب احمد نے سنجیدگی سے کہا۔

''نہیں' وہ میرا بیٹا ہے۔'' نوشین نے فوراً تڑپ کر کہا۔

''بس اسی طرح رابیل افشین اور تیمور حسن کی بیٹی ہے جب تک وہ اپنی دلی خواہش سے ہمارے ساتھ نہ رہنا چاہے' ہم اسے مجبور نہیں کر سکتے' بالکل اسی طرح اگر ذوالنون وہاں اپنے اصل والدین کے پاس جانا چاہے گا تو ہم اسے بھی نہیں روک سکیں گے کیونکہ وہ اس کی زندگی کا اہم رشتہ ہے' وہ بالغ ہے اور سمجھدار ہے' قانونی طور پر اپنے اصل ماں باپ کے پاس جا کر رہنے کا حق رکھتا ہے' یہ تو ذوالنون کی محبت ہے اس کے ماں باپ کی محبت اور شاید کچھ ہماری اچھائی بھی ہے کہ وہ ابھی تک ہمارے پاس ہے ورنہ دکھ تو اسے بھی بہت ہوا ہوگا' اس انکشاف پر کہ وہ ہماری اولاد نہیں' لیکن دل بہت بڑا ہے میرے بیٹے کا ہنستے کھیلتے ہر بات اڑا دی۔'' وہاب احمد نے سنجیدگی سے کہا۔

''ہاں ٹھیک کہا آپ نے' حالانکہ وہ ہمارے ساتھ تو زیادہ عرصہ رہا بھی نہیں پھر بھی وہ ہم سے بہت پیار کرتا ہے' میں ایک بات سوچ رہی ہوں وہاب۔''

''کون سی بات......؟'' وہاب احمد نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

''کیوں نہ ہم ذوالنون کو لندن بھجوا دیں پڑھنے کے لیے اس طرح وہ وہاں اپنی تعلیم بھی جاری رکھ سکے گا اور اپنے ماں باپ اور بھائی کے ساتھ رہنے کا موقع بھی مل جائے گا اسے۔'' نوشین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے میں بات کرتا ہوں ذوالنون سے اگر وہ مان گیا تو اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ اور یوں بھی میں اس کی تعلیم کے حوالے سے فکر مند تھا' اسے لندن یا امریکہ اسپیشلائزیشن کے لیے بھیجنے کا سوچ رہا تھا۔ چلو اچھا ہے اگر پہلے ہی وہاں کوئی چانس مل جائے تو اور بھی بہتر ہوگا اس کے مستقبل کے لیے۔'' وہاب احمد نے مسکرا کر کہا۔

''بالکل' اور آپ کو پتا ہے ذوالنون کی دوست کرن بھی لندن گئی ہے پڑھنے تو بھلا میرا بیٹا کیوں کسی سے پیچھے رہے' کل کو وہ بھی اسے کہہ سکے گا کہ وہ بھی اس کے لیول کی ڈگری رکھتا ہے اور پھر وہ دونوں ساتھ رہیں گے تو انڈر اسٹینڈنگ ڈویلپ ہوگی اور شادی کے بعد انہیں پرابلم نہیں ہوگی۔'' نوشین نے مسکراتے ہوئے مستقبل کے پلان

بتائے تو وہاب احمد کو ہنسی آ گئی۔

"ماشاء اللہ تو آپ نے بہو بھی پسند کرلی ہے ارے بیٹا وہاں پڑھنے جائے گا کہ گرل فرینڈ کو خوش کرنے۔"

"بیٹے کو تو ذرا بھی دلچسپی نہیں ہے گرل فرینڈ میں اگر ہوتی تو وہ اسے لندن جانے سے روک نہ لیتا۔" نوشین نے سنجیدگی سے کہا نوفل اور نگین کی زبانی انہیں ساری بات کا علم ہو چکا تھا۔

"پھر تو یہ ظلم ہوا نہ ذوالنون پر اگر اسے کرن میں دلچسپی نہیں ہے تو وہ اس کے پیچھے لندن کیوں جائے' امریکہ کیوں نہ جائے؟ اور آپ کو یہ باتیں کس نے بتائیں ہیں؟"

"نوفل اور نگی نے' کرن تو ہمارے بیٹے سے بہت محبت کرتی ہے لیکن بیٹے کا خیال ہے کہ اس عمر میں پیار نہیں پڑھائی ضروری ہے۔ پیار محبت کے لیے عمر پڑی ہے۔" نوشین نے سنجیدگی سے بتایا۔

"بالکل درست فرمایا ہمارے بیٹے نے میں اس کے خیال سے متفق ہوں اینڈ آئی ایم پراوڈ آف مائی سن۔" وہاب احمد نے سنجیدگی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہائے بے چاری کرن۔" نوشین نے آہ بھر کر کہا تو وہ ہنسنے لگے۔

❀ ❀ ❀ ...... ❀ ...... ❀ ❀ ❀
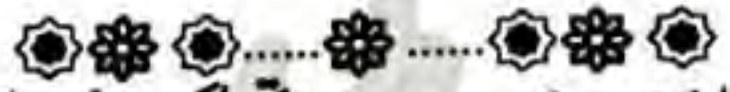
رابیل کتاب کے مطالعے میں محو تھی لیکن صفحے پر علی کی صورت ابھر آتی اور وہ بے چین ہو جاتی تھی۔ سب اپنے کام سے نکلے ہوئے تھے۔ اس نے اپنے لیے انڈا فرائی کیا' بریڈ اور کافی بنا کر ناشتہ کرنے لگی اور میتھیو کا انتظار بھی۔ ڈور بیل بجنے پر رابیل نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے میتھیو کی جگہ علی کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

سیاہ لونگ کوٹ' پینٹ شرٹ' سیاہ بوٹ پہنے' گلے میں میرون مفلر سجائے' بہت فریش لگ رہا تھا۔

"السلام علیکم۔" علی نے مسکراتے ہوئے اس کے دلکش چہرے کو دیکھتے ہوئے سلام کیا تو اس نے فوراً نگاہ چرائی۔

"وعلیکم السلام۔"

"کیسی ہو رابیل؟"

"فائن۔" یہ کہہ کر وہ پلٹ آئی اسے اندر آنے کے لیے نہیں کہا۔ دروازہ کھلا رہنے دیا تھا گویا اسے باور کرایا تھا کہ وہ آنا چاہتا ہے تو آ جائے وہ اندر نہیں بلائے گی اور نہ ہی جانے کے لیے کہے گی۔

علی کو اس کے رویے پر حیرت نہیں ہوئی وہ مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کر دیا۔ رابیل ڈائننگ ٹیبل کے گرد رکھی کرسی پر بیٹھی اپنے سیل فون سے افشین اور تیمور حسن کو میسج کر رہی تھی۔

"پاکستان سے گیسٹ آئے ہیں آپ فوراً گھر پہنچیں۔" تیمور حسن کا جواب آیا۔

"او کے۔" رابیل نے اٹھ کر علی کے لیے کافی کا مگ اٹھایا' علی دیکھ رہا تھا وہ اسے مکمل طور پر نظر انداز کر رہی تھی۔ اس کی جانب دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔

"انکل' آنٹی کہاں ہیں؟" علی نے گھر کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"مارکیٹ تک گئے ہیں آتے ہی ہوں گے' آپ تشریف رکھیے۔" رابیل نے سنجیدگی سے جواب دیا' وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ رابیل نے کافی کا مگ اس کے سامنے ٹیبل پر رکھا۔ اسی وقت تیمور حسن اور افشین نے گھر میں قدم رکھا۔

"اوہ...... علی آئے ہیں۔" تیمور حسن اور افشین نے علی کو دیکھا تو انہیں خوش گوار حیرت ہوئی علی نے اٹھ کر انہیں سلام کیا۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام' جیتے رہیے صاحب زادے۔" تیمور حسن نے مسکراتے ہوئے بہت محبت سے اسے گلے لگایا۔

"تو بالآخر آپ آ ہی گئے۔" افشین نے اس کا شانہ تھپکا۔

"جی آنٹی اور میں واپس اکیلا نہیں جاؤں گا۔" علی نے رابیل کی طرف دیکھتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا تو رابیل نے فوراً اپنا بیگ اٹھا کر شولڈر پر لٹکایا۔

"ممی پاپا میں اکیڈمی جارہی ہوں بائے۔"

"بائے بیٹا ٹیک کیئر۔" تیمور حسن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا وہ تیزی سے گھر سے باہر نکل آئی اور تیز تیز قدم اٹھاتی سڑک تک آ گئی یہ بھی بھول گئی کہ اس نے میتھیو کے ساتھ جانا تھا وہ گھر پر انتظار کررہا ہوگا۔ دونوں کا روز کا معمول تھا کبھی وہ اس کی طرف آ جاتا اور کبھی رابیل اس کے گھر سے اسے ساتھ لیتی ہوئی اکیڈمی جاتی تھی مگر آج وہ اپنے حواسوں میں ہی نہیں تھی۔ علی کی یوں اچانک آمد نے اسے اپ سیٹ کردیا تھا۔ دل کی دھڑکنیں مستی کی لے پر میں جھوم رہیں تھیں۔ خوشی کے شادیانے بج رہے تھے اس کو دیکھ کر مگر وہ خوش نہیں تھی نجانے کیوں اس کے اندر وہ ہلچل نہیں مچی تھی جو کبھی اسے دیکھ کر مچا کرتی تھی۔ شاید احساس کے ان جذبوں پر ایک برس میں برف جم گئی تھی جو اتنی جلدی پگھلنے والی نہیں تھی۔ اس کے سچے جذبوں کی گرمی اور بے لوث محبت کی بہت سی حرارت چاہیے تھی۔

"وہ لوٹ آیا ہے رابیل! تم یہی چاہتی تھیں ناں کہ علی آئے اور تمہیں منا کر اپنی زندگی میں لے جائے تو اب تم خوش کیوں نہیں؟ تم نے تو علی کی واپسی کی دعائیں مانگی تھیں نا تو اب وہ دعائیں قبول ہوجانے پر تمہیں بے کلی کیوں محسوس ہورہی ہے؟ تمہارے ہونٹوں پہ مسکان کیوں نہیں آرہی؟ تم ڈر کیوں گئی ہو؟" رابیل کا دل اس سے سوال پہ سوال کررہا تھا اور وہ بے آواز اشک بہاتی اکیڈمی جانے کی بجائے پارک میں بینچ پر آ بیٹھی۔

"یہ آنسو کیوں بہہ رہے ہیں؟" اس نے خود سے سوال کیا۔

"علی کے آنے کی خوشی میں...... نہیں...... بلکہ ہر اس دکھ کے احساس کے پھر سے زندہ ہوجانے کی وجہ سے یہ آنسو بہہ رہے ہیں جو دکھ مجھے علی سے یہ رشتہ جوڑتے ہوئے ملے اور جو دکھ مجھے یہ رشتہ جڑنے کے بعد ملے۔ یہ کیوں آئے ہیں اب یہاں؟ پھر سے مجھے کوئی نیا دکھ دینے کے لیے یا کوئی نیا الزام لگانے کے لیے؟ پرانے زخموں کے ٹانکے پھر سے ادھڑ گئے ہیں علی کو یہاں دیکھ کر...... یہ میرے زخم خراب کرنے کیوں چلے آئے؟ کیوں نہیں بھرنے دیتے یہ میرے زخم؟ محبت اور رشتوں کے نام پر اور کتنے زخم دیں گے یہ مجھے؟" وہ خود سے الجھتی سوال کرتی رو رہی تھی کہ اسے اپنے شانے پر کسی کے ہاتھ کا دباؤ محسوس ہوا اس نے چونک کر سر اٹھایا' میتھیو اس کے بچپن کا دوست اس کا ہمراز ساتھی۔

"تم اکیلی اکیلی رو رہی ہو میں مرگیا ہوں کیا مجھ کو نہیں بلا سکتی تھی تم...... حد ہوتی ہے غیر ذمہ داری کی ایک تو مجھ کو گھر چھوڑ آئی اور دوسرا یہاں بیٹھ کر اکیلی رو رہی ہو...... تم مجھ سے کیوں چھپاتی رہی...... اپنا دکھ؟" میتھیو اس کے شانوں کے گرد اپنا بازو حمائل کرکے اس کے برابر میں بیٹھا شکوہ کررہا تھا' اس کے لیے فکر مند ہورہا تھا۔ رابیل اس کے شانے پہ سر رکھ کر رونے لگی۔

"کچھ نہیں ہوا آئی ایم فائن۔"

"جھوٹ مت بولو تم پاکستان سے آئی تھیں تو کتنی کمزور اور ڈسٹرب لگ رہی تھیں میں نے تب بھی تم سے پوچھا تھا' بٹ تم نے مجھ کو نہیں بتایا۔" میتھیو نے پیار بھرا شکوہ کیا۔

"اپنوں کے دکھ بتائے نہیں جاتے۔" رابیل نے بھیگتی آواز میں جواب دیا تو وہ تڑپ اٹھا۔

"اب کیوں آیا ہے وہ یہاں؟"

"شاید معافی مانگنے...... شاید مجھے منانے۔"

"کیوں...... کیا زخم دیا ان لوگوں نے تم کو؟"

"وہ مجھے بری لڑکی سمجھتے تھے خراب لڑکی' آوارہ کریکٹر لیس گرل۔" رابیل کا دکھ آپ ہی آپ زبان پر آ گیا۔

وہ بہت شدت سے رودی تھی' ایک عرصے بعد اس کے ضبط کا بندھن پھر سے ٹوٹا تھا' علی کیا آیا اس کے ہر دکھ کا احساس پھر سے لوٹ آیا تھا۔

"واٹ؟" میتھیو چلا اٹھا۔

"اب ان سب کو احساس ہوگیا ہے کہ وہ غلطی پر تھے اس لیے...... شاید مجھے واپس لے جانے کی کوشش

کریں۔" رابیل نے سر اٹھا کر اس کی پریشان صورت کو دیکھتے ہوئے کہا۔
علی گلاس ونڈو سے باہر دیکھ رہا تھا تبھی اسے رابیل اور میتھیو آتے دکھائی دیئے۔ میتھیو نے اپنا بازو رابیل کے شانوں کے گرد حمائل کیا ہوا تھا۔ دونوں ساتھ ساتھ چلتے باتیں کرتے علی کو عجیب سی جیلسی کا احساس دلا رہے تھے۔ رخصت ہوتے ہوئے حسب عادت ان دونوں نے اپنا دایاں ہاتھ آپس میں مس کیا اور گڈ بائے کہہ کر دونوں اپنے اپنے گھر کے دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔
"ہیلو" علی نے اسے دیکھتے ہی مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہیلو" رابیل نے آہستہ سے جواب دیا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔
"یہ ابھی تک یہاں ہیں، گئے کیوں نہیں؟" رابیل نے اپنے کمرے میں آ کر اپنا کوٹ اور شوز اتارتے ہوئے سوچا اور جب وہ واش روم سے فریش ہو کر نکلی تو علی کو اپنے بیڈ پر نیم دراز دیکھ کر حیرت اور غصے سے چیخ اٹھی۔
"آپ میرے بیڈروم میں کیا کر رہے ہیں اور کس کی اجازت سے آپ یہاں آئے ہیں؟"
"تمہارا شوہر ہوں میں اور شوہر کو اپنی بیوی کے بیڈروم میں آنے کے لیے کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی۔" علی نے اٹھ کر اس کے سامنے کھڑے ہو کر اس کے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھتے ہوئے نرمی سے جواب دیا۔ ایک بار وہ اس کے بیڈروم میں بنا اجازت کے گئی تھی اور آج وہ اس کے بیڈروم میں تھا۔
"آپ میرے کچھ نہیں لگتے، سنا آپ نے۔"
"زبان سے کہہ دینے سے رشتے نہیں ٹوٹتے۔" علی نے مسکراتے ہوئے کہا اور نگاہیں اس کے چاند چہرے کی بلائیں لے رہی تھیں۔
"تو زبان سے کہہ دینے سے محبت بھی نہیں ہوتی۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔
"عمل ہر رشتے کی اساس ہے مسٹر علی۔"
"سچ کہا تم نے میں بھی تو عمل کرنے ہی آیا ہوں ڈیئر۔" علی نے مسکراتے ہوئے اس کے رخسار کو چھوا تو وہ بھڑک اٹھی۔
"ڈونٹ ٹچ می دور رہیں مجھ سے۔"
"اب اور دور نہیں رہا جاتا رابیل۔" وہ بے بسی سے بولا۔
"مما..... مما....." وہ افشین کو پکارتی تیزی سے اپنے کمرے سے باہر نکل گئی۔ افشین کچن میں ڈنر کی تیاری کر رہی تھیں اسے غصے میں دیکھ کر متفکر ہوئیں۔
"کیا ہوا بیٹا؟"
"مما..... وہ شخص میرے بیڈروم میں کیا کر رہا ہے؟"
"آرام سے بیٹا علی شوہر ہیں آپ کے۔"
"کچھ نہیں ہیں وہ میرے ان سے کہیے کہ یہاں سے چلے جائیں۔" رابیل غصے سے کانپ رہی تھی، تیز لہجے میں بولی۔
"اوکے بی ریلیکس، وہ چلے جائیں گے لیکن اس وقت وہ ہمارے مہمان ہیں۔" افشین نے اس کو بازو سے پکڑ کر پیار سے سمجھایا۔
"تو انہیں گیسٹ روم میں ٹھہرائیں میں انہیں دیکھنا بھی نہیں چاہتی۔" وہ اسی سپاٹ لہجے میں بولی۔
"لیکن میں تو تمہیں ہی دیکھنا چاہتا ہوں ہمیشہ۔" علی جو اس کے پیچھے ہی چلا آیا تھا اس کی بات سن کر پیار سے بولا رابیل اس کی بات کا جواب دیئے بغیر اس کی جانب دیکھے بنا تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اس کی خوشبو علی کی سانسوں میں اتر گئی تھی۔
"سوری بیٹا، رابیل اس وقت کچھ تھکی ہوئی ہے ورنہ وہ تو غصے میں آتی ہی نہیں ہے۔" افشین نے معذرت خواہانہ انداز میں علی سے کہا۔
"اٹس او کے آنٹی اس کا غصہ بجا ہے اور میں اس کے ہر طرح کے غصے کو فیس کرنے کے لیے تیار ہوں۔" علی نے سنجیدگی سے کہا اور باہر نکل گیا۔
"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میری بیٹی کو بھی غصہ آتا ہے۔" افشین نے تیمور حسن کو رابیل کا علی پر غصہ کرنے والی بات

بتائی تو وہ افشین کے ساتھ اس کے کمرے میں آ کر مسکراتے ہوئے بولے تو وہ سنجیدگی سے بولی۔

"پاپا...... آپ کی بیٹی بھی انسان ہے اسے بھی غصہ آ سکتا ہے۔"

"بیٹا اتنا غصہ کہ مہمان گھر سے ہی چلا گیا۔" تیمور حسن نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"کہیں نہیں جانے والے وہ صاحب' آ جائیں گے سڑکیں ناپ کر اور یہ آئے کیوں ہیں یہاں؟"

"آپ کے لیے آئے ہیں۔" تیمور حسن نے جواب دیا۔

"میں نے انہیں نہیں بلایا اور نہ ہی مجھے ان کی ضرورت ہے آپ ان سے کہہ دیجیے کہ وہ یہاں سے چلے جائیں۔"

"بیٹا...... وہ شرمندہ ہیں۔" افشین نے بتایا۔

"مما' میں بھی بہت شرمندہ ہوئی ہوں وہاں جا کر اور اپنوں کے ہاتھوں زخم کھا کر...... اب کوئی نیا زخم دینے آئے ہیں یہ صاحب...... کیوں نہیں چھوڑ دیتے مجھے؟ کیوں پھر سے میرے زخم ہرے کرنے آ گئے ہیں؟" رابیل نے سنجیدہ' سپاٹ اور دردناک لہجے میں کہا اس کی آنکھیں اس کے رونے کی کہانی سنا رہی تھیں۔ وہ دونوں تڑپ گئے۔

"کیا سمجھا ہے انہوں نے مجھے؟ کھلونا ہوں کیا کہ جب دل چاہا کھیل لیا؟ جب دل چاہا توڑ دیا۔ مجھ میں اور برداشت نہیں ہے پاپا! انسان ہوں میں پتھر نہیں ہوں' مجھے بھی چوٹ لگتی ہے دکھ ہوتا ہے' مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے۔" وہ بولتے بولتے رو پڑی۔

......☆☆☆......

تم نے تو پھر بھی سیکھ لیا زمانے کے ساتھ جینا
ہم تو کچھ بھی نہ کر سکے تمہیں چاہنے کے سوا!

نگین کے موبائل پر خرم کا میسج آیا جس کو پڑھ کر وہ مسکرا دی۔

"ٹھیک کہا آپ نے مسٹر خرم! آپ تو کچھ بھی نہ کر سکے مجھے چاہنے کے سوا اور محبت عمل سے ثابت ہوتی ہے۔ دعوؤں' وعدوں اور قسموں پر زندگی نہیں گزرتی۔ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی...... اور عمل کی جرأت آپ کر نہ سکے۔" نگین نے اسے دل میں مخاطب کرتے ہوئے کہا وہ اس وقت وہاب احمد کی فیکٹری کے آفس میں موجود تھی۔ وہ آج کل بزنس میں ان کا ہاتھ بٹا رہی تھی۔ اس کے دو رشتے بھی آئے ہوئے تھے اور نوشین اور وہاب احمد سنجیدگی سے ان پر غور کر رہے تھے۔ نگین کی دوست زرین کی شادی بھی ایک ماہ پہلے ہوئی تھی وہ بھی بہت خوش تھی۔ نگین کو خرم کا خیال اکثر آتا مگر وہ اس کے ہر خیال کو جھٹک دیتی۔ جاوید کو پھانسی ہو گئی تھی۔ اس کا خوف بھی اس کے دل سے نکل گیا تھا' نوفل خوب دل لگا کر پڑھ رہا تھا۔ بظاہر سب کچھ ٹھیک تھا لیکن اندر کہیں سب کے دلوں میں بے چینی' کمی اور بے کلی سی تھی اور شاید اسی کا نام زندگی ہے۔

❀❀❀......❀......❀❀❀

رابیل بے چینی سے بستر پر کروٹیں بدل رہی تھی۔ اسے "وہاب لاج" میں گزارہ ایک ایک پل یاد آ رہا تھا۔ تڑپا رہا تھا۔ علی کے ساتھ گزرے لمحے اسے کتنے بے چین رکھتے تھے۔ وہ کتنی اذیت میں رہی تھی اس سارے عرصے میں اسے اپنی ہر ہر اذیت پھر سے یاد آ رہی تھی۔ رابیل نے بہت خلوص سے علی کو چاہا تھا۔ دل سے اس سے محبت کی تھی' اسے یہ تجربہ ہو چکا تھا کہ محبت آپ کی دسترس میں ہو تو لگتا ہے ساری دنیا آپ کی مٹھی میں ہے اور اس محبت کے بل پہ آپ ساری دنیا سے ٹکر لے سکتے ہیں اس کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو سکتے ہیں اور اگر یہی محبت مٹھی سے ریت کی طرح نکل جائے تو انسان کمزور پڑ جاتا ہے' بے جان سا ہو جاتا ہے' تڑپتا ہے' الجھتا ہے' اپنے آپ سے لڑتا ہے اور اپنے آپ تک سے ہار جاتا ہے خود کو تنہا محسوس کرتا ہے' اور محبت اگر آپ کے پاس ہو تو لب مسکراتے اور من میں پھول کھلتے رہتے ہیں جن کی خوش بو سے پورا وجود مہکنے لگتا ہے۔ یہی محبت آپ سے دور ہو جائے تو آنسو تھمتے ہی نہیں ہیں وجود ہستی میں خزاں چھا جاتی ہے افسردگی طاری ہو جاتی ہے' اندر باہر بارش سی ہوتی رہتی ہے درد ہجر کی بارش' شجر جاں کا پتا پتا مرجھا جاتا ہے' کملا جاتا ہے۔

رابیل کے پاس سب کی محبتیں تھیں۔ ماں باپ بھائی بہن پھر بھی ایک کمی سی تھی۔ دل میں بے کلی سی تھی۔ علی کے قرب کے وہ چند لمحے وجود جاں پہ حاوی ہوگئے تھے۔ اسے کبھی کبھی خود پر بہت غصہ آتا کہ اس نے کیوں اپنی سادگی اور معصومیت میں اپنا آپ علی کے ہاتھوں میں دے دیا تھا؟ کیوں اس کے لمس کو اپنے وجود سے آشنا کیا تھا؟ کیوں اس کی سانسوں کو محسوس کیا تھا۔ آخر کیوں وہ اتنی بیوقوفی کی مرتکب ہوگئی تھی کہ اس کی محبتوں پر ایمان لاکر اس کو خود پر اختیار دے دیا؟

وہی شخص اس پر طنز و تضحیک کے تمسخر کے سنگ برسا کر کتنا اتراں کر گیا تھا۔ جس کے ساتھ وہ اب رہنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ اس کے پاس جانا بھی نہیں چاہتی تھی اور اس کی محبت سے پیچھا بھی نہیں چھڑا پارہی تھی اور وہ اس کے پیچھے اسے منانے چلا آیا تھا' عجیب دوراہے پر کھڑی تھی وہ اس وقت..... غصہ بھی اسی پر تھا' پیار جس سے تھا۔ عداوت بھی اسی سے تھی دل کو محبت جس سے تھی۔ نہ جائے فرار تھی نہ جائے امان! سوچ رہی تھی وہ جائے تو اب جائے کہاں؟

❁ ❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁ ❁
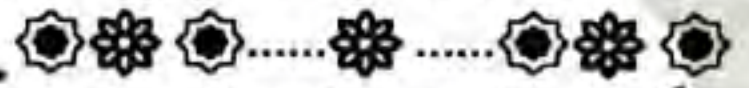
''یہاں کس لیے آئے ہیں آپ؟'' رابیل نے تلخی سے پوچھا۔

''تمہیں منانے اور اپنے ساتھ لے جانے کے لیے۔''

''بھول ہے آپ کی کہ میں آپ کے ساتھ جاؤں گی اور بھول جایئے کہ میرے اور آپ کے بیچ کوئی رشتہ تھا' یا ہے اور بھول جایئے مجھے بھی یہی آپ کے لیے بہتر ہے۔'' رابیل نے کھڑے ہوکر اسے کڑے تیوروں سے دیکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا تو وہ اس کے عین سامنے آ کھڑا ہوا۔ وہ بلیک جینز کی پینٹ اور سرخ ہائی نیک میں بہت فریش لگ رہی تھی' بالوں کو ہیئر کیچر میں مقید کر رکھا تھا۔ سادہ چہرہ دھلا دھلا سا اپنے قدرتی حسن کے جلوے دکھا رہا تھا۔ علی کا دل لبھا رہا تھا' وہ کتنی ہی دیر اسے محبت سے دیکھتا رہا پھر مخمور لہجے میں بولا۔

''میں جو چاہوں تمہیں اک پل میں بھلا سکتا ہوں
پر میں بزدل ہوں مجھے موت سے ڈر لگتا ہے''

''آپ......'' علی کے لفظوں اور لہجے نے رابیل کے دل پر آری سی چلادی تھی۔ وہ تڑپ کر بس آپ ہی کہہ سکی اور جھنجلا کر اپنا کوٹ اٹھاتی باہر نکل گئی جہاں تیمور اس کا منتظر تھا' علی نے بہت بے بسی سے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

''ہمت مرداں مدد خدا' دلہا بھائی ٹرائی اگین۔'' نبیل نے پیچھے سے آکر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا تو وہ دھیرے سے ہنس دیا۔

''ہاں ہمت تو میں بھی ہارنے والا نہیں ہوں۔''

''گڈ...... چلیں میں آپ کو اچھی سی کافی بنا کر پلاتا ہوں۔'' نبیل نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ اس کے ساتھ آگیا۔ علی نے نجانے ان تینوں پر کیا جادو کیا تھا کہ تیمور حسن' افشین اور نبیل اس سے ناراض نہیں تھے بلکہ اسے رابیل سے بات کرنے' منانے کا موقع فراہم کررہے تھے۔ تیمور حسن جانتے تھے کہ علی بنیادی طور پر ایک اچھا انسان ہے اور بے بسی وجذباتی پن میں وہ رابیل پر غصے میں برس کر اسے ہرٹ کر گیا تھا اور اسے اپنی اس غلطی کا شدت سے احساس تھا اور وہ رابیل سے سچی محبت کرتا تھا' جبھی وہ یہاں آیا تھا' رابیل کو منانے کے لیے وہ اسے کھونا نہیں چاہتا تھا' اپنے ساتھ بسانا چاہتا تھا اس کا اظہار وہ ان کے سامنے کر چکا تھا اور رابیل کے دل میں بھی علی کے لیے محبت ہے اس بات سے بھی وہ بے خبر نہیں تھے۔

❁ ❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁ ❁
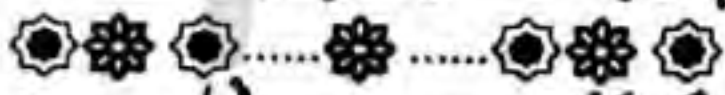
نگین گھر پہنچی تو زاہد ماموں بمعہ فیملی موجود تھے۔ وہ انہیں سلام کرکے اپنے کمرے میں چلی آئی اور واش روم میں گھس گئی۔ ٹھنڈے پانی کے چھینٹے چہرے پر مارے پھر باہر آگئی۔

''نگی بیٹی' یہاں آؤ میرے پاس آکے بیٹھو۔'' ثمینہ نے اسے بہت پیار سے مخاطب کیا' جیسا کہ وہ ہمیشہ اسے مخاطب کرتی تھیں۔

"جی مامی! کیسی ہیں آپ؟" نگین مسکراتی ہوئی ان کے برابر آ بیٹھی۔

"آج ان سب کا باجماعت آنے کا کیا مقصد ہوسکتا ہے؟" نگین نے دل میں سوچا۔

"اللہ کا شکر ہے میں بالکل ٹھیک ہوں تم سناؤ کیسی ہو؟ کتنے مہینے ہوگئے تم نے اپنے ماموں کے گھر کا رخ ہی نہیں کیا۔" ثمینہ نے اس کے خوب صورت چہرے کو دیکھتے ہوئے ہلکا سا شکوہ کیا۔

"مامی، میں آج کل ڈیڈی کے آفس جا رہی ہوں ناں تو ٹائم ہی نہیں ملتا اور آپ کون سا روز آتی ہیں میں تو آپ کو بھی مہینوں بعد اس گھر میں دیکھ رہی ہوں۔" نگین نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو وہ ذرا سی کھسیانی ہوکر کہنے لگیں۔

"بس نگی بیٹی، میں تو شرمندگی کے مارے نہ آسکی اس روز آئی تھی تو نجانے کیا الٹی سیدھی باتیں کرگئی تھی، تمہیں دکھ پہنچا تھا، بس تم سے نظریں ملانے کی ہمت نہیں ہورہی تھی، بیٹی اس بات کے لیے اپنی مامی کو معاف کردو اور اپنا دل صاف کرلو میری بیٹی۔"

"میرا دل صاف ہے مامی، ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ہم دل دکھانے میں تو ایک پل لگاتے ہیں اور منانے میں ایک سال اور کبھی کبھی پوری عمریں لگا دیتے ہیں، جب ہم بھول چکے ہوتے ہیں تب لوگ پھر سے ہمارے درد جگا دیتے ہیں، اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کی خاطر، دوسرے کے دل میں پھر سے پرانا دکھ بیدار کردیتے ہیں آخر ہم اتنی دیر کیوں کردیتے ہیں؟" نگین نے سنجیدگی سے کہا تو ثمینہ سے تو کیا کسی سے بھی کوئی جواب نہیں بن پڑا۔

"نگی بیٹی بھول جایئے جو ہوا، بڑوں سے بھی غلطیاں ہوجاتی ہیں۔" وہاب احمد معاملے کی نوعیت کو سمجھ چکے تھے، بوا جی کی زبانی انہیں ثمینہ کے حوالے سے جو بھی بات ہوئی تھی معلوم ہوچکی تھی جب ہی وہ نگین کو پیار سے سمجھا رہے تھے۔

"جی ڈیڈی، آئی نو بڑوں کی غلطیاں بعض اوقات چھوٹوں کے لیے بہت دکھ کا باعث بن جاتی ہیں آئی نو ڈیڈ۔" نگین نے مسکراتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو سمجھنے والے تو اس کی بات کا مطلب سمجھ کر نظریں چرا گئے۔

"نگی بیٹی تم ہمیں بہت عزیز ہو اور مجھے تمہاری مامی کو تو تم ہمیشہ سے ہی بہت پسند ہو اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ تمہیں ہمیشہ کے لیے اپنے گھر لے آئیں تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے بیٹی؟" زاہد ماموں نے براہ راست اس سے پوچھا تو وہ سمجھ گئی کہ اس کے آنے سے پہلے خرم اور اس کے رشتے کی بات ہوچکی ہے۔

"ماموں! اس سوال کا جواب آپ کو میرے ڈیڈی جی دیں گے۔ ہاں اس سے پہلے آپ مامی سے پوچھ لیں کہ کیا یہ واقعی دل سے مجھے اپنی بہو بنانے کی خواہش مند ہیں یا کسی دباؤ کے تحت مجبور ہوکر یہ رشتہ کرنا چاہ رہی ہیں۔" نگین نے نظریں جھکا کر سنجیدگی سے جواب دیا۔

"بیٹی، میں تمہیں دل سے اپنے خرم کی دلہن بنانا چاہتی ہوں۔" ثمینہ نے فوراً اقرار کیا۔

"ہاں بیٹی اس بات کی ضمانت میں تمہیں دیتا ہوں کہ یہ دل سے یہ بات کہہ رہی ہے۔" زاہد ماموں نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ سب ہنس دیئے۔

"اور میرا خرم بھی دل سے تمہیں چاہتا ہے اس نے تو صاف کہہ دیا تھا کہ میں اگر شادی کروں گا تو صرف نگین وہاب سے ورنہ کنوارہ مرجاؤں گا۔" ثمینہ نے مسکراتے جوشیلے لہجے میں کہا۔

"مامی جی، میں بہت پھوہڑ لڑکی ہوں مجھے گھرداری بالکل نہیں آتی۔" نگین نے اپنی تسلی کے لیے یہ بھی کہہ دیا۔

"ارے تو کیا ہوا خرم آپ بھگتے گا۔" ثمینہ نے حسب عادت چٹکلا چھوڑا، جس پر سب ہنسنے لگے۔

(باقی ان شاءاللہ آئندہ ماہ)

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

مسلسل دل کی بے چینی کو کیا کہتے ہیں دل والو
تمہیں معلوم ہوگا مجھے تو آگہی کم ہے
اب اس کے بعد جسم و جاں کو جلانے سے بھی کیا حاصل
چراغوں میں لہو جلتا ہے پھر بھی روشنی کم ہے

"میں کہتا ہوں چلو ایک جان پر ہی صبر کرلو ورنہ موت سب کو نگل جائے گی۔"

"چاہے کچھ بھی ہوجائے احمد کے ابا! ہم سب ایک ہی وقت میں کیوں نہ مار دیئے جائیں مگر میں اپنے بچوں کو یوں تنہا چھوڑ کر ایک قدم بھی آگے نہ بڑھاؤں گی۔" جمیلہ نے سسکی بھری۔

"تو ٹھیک ہے پھر اپنے ان باقی تینوں معصوم بچوں کے سر اپنے سامنے کٹتے دیکھنا اور ظلم و زیادتی کا شکار ہوکر بیوگی کی چادر اوڑھے اپنی جان بھی ان ظالموں کے ہاتھوں گنوانا۔"

"تم کچھ بھی کہو، مگر میں تمہاری بات نہیں مان سکتی، اگر مصطفیٰ کو یہاں تنہا چھوڑ کر آج اپنی جان بچا کر نکل گئی تو ساری زندگی اپنے آپ کو معاف نہیں کرسکوں گی۔ میں اس ننھی جان کو یوں بے آسرا چھوڑ کے نہیں جاسکتی، تم ایک ماں کے جذبات کیوں نہیں سمجھ رہے۔" وہ آخر میں کہتے ہوئے رو پڑی۔ باقی بچے بھی اپنے بھائی کے لیے غمگین تھے۔

عبدالرحمٰن نے دیکھا کہ وہ اپنے فیصلے سے ایک انچ بھی ہٹنے کو تیار نہیں تو اس نے گھر جانے کی ٹھان لی۔

"تم بچوں کو لے کر اِدھر ہی دیوار کے ساتھ لگی رہو، میں مصطفیٰ کو لانے کی کوشش کرتا ہوں۔" وہ انہیں قدرے تاریک حصے میں کھڑا کرتے ہوئے بولا۔

بلوائیوں نے اچانک حملہ کردیا تھا اور انہیں رات کے اندھیرے میں جان بچانے کے لیے نکلنا پڑا مگر ایسے حواس باختہ ہوئے کہ روپے پیسے چاندی سونا تو ایک طرف اپنی اصل دولت اپنے چھ ماہ کے معصوم لختِ جگر کو سوتا چھوڑ کر نکل آئے، گلیوں سے تھوڑی دور ہی آئے تھے کہ ماں کو یک دم خالی گود کا احساس ہوا تو قدم وہیں روک دیے۔

عبدالرحمٰن کے لاکھ سمجھانے پر بھی وہ ہلنے کو تیار نہ تھی ناچار دل میں خوف و ہراس اور اندیشے لیے وہ گھر کی طرف گامزن تھا، عجیب سماں تھا۔ آہ و بکا اور

شور سے سماعتیں بیکار ہوئی جاتی تھیں' وہ اللہ کا نام لے کر بچتا بچاتا اپنے گھر کے قریب پہنچ گیا۔ آس پاس کے گھر خالی ہوچکے تھے ایک دم آوازیں اس کی گلی کے قریب پہنچ گئیں خوف سے دل پتے کی طرح لرزنے لگا ساتھ والے گھر کا دروازہ کھلا تھا وہ جلدی سے اس میں گھس گیا اور مرغیوں کے ڈربے کے پیچھے چھپ گیا اسے اپنے گھر کا دروازہ دھڑاک سے کھلنے کی آواز آئی اور اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ دھڑکنیں سست پڑ گئیں۔

''یاالٰہی! میرے بچے کی خیر......'' دل سے دعا نکلی کچھ دیر تک آوازیں آتی رہیں اور پھر شور آگے بڑھ گیا جس گھر میں وہ چھپا بیٹھا تھا اس کا دروازہ کھلا تھا بلوائیوں نے خالی گھر سمجھ کر وہاں قدم ہی نہ رکھا اور عبدالرحمٰن کی جان بخشی ہوگئی۔ شور قدرے مدھم ہوا تو وہ دیوار پھاند کر اپنے گھر میں کود گیا۔ تاریکی میں کچھ دکھائی نہ دے رہا تھا اس نے جیب سے ماچس نکال کر جلائی اور اپنے بچے کو دیکھنے کے لیے کمرے کا رخ کیا۔ بچہ چارپائی پر بے خبر سو رہا تھا اس نے جلدی سے اس کے منہ سے کپڑا ہٹایا اور اس کے زندہ وجود کو محسوس کرکے خوشی سے اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ چارپائی پر کپڑوں کا ڈھیر پڑا تھا اس نے پھرتی سے اس میں سے ایک بڑی سی چادر نکالی اور اپنے پیچھے کی طرف جھولی سی بنا کر آگے سے گرہ لگالی۔ بچے کو احتیاط سے اٹھا کر جھولی میں ڈالا بچہ کسمسایا پھر رونے لگا۔

عبدالرحمٰن نے جلدی سے اس کے گلے میں پڑی چوسنی اس کے منہ میں ڈال دی' بچہ خاموش ہوگیا۔ اس نے ایک اور چادر سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیا اور تیز قدموں سے چلتا ہوا احتیاط سے انہی رستوں پر لوٹنے لگا جہاں اس کے باقی بچے اور بیوی منتظر تھی' قدم من من بھر کے ہو رہے تھے۔ اپنا وجود سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا وہ اپنے آپ کو سنبھالتا یہ سوچ کر اس جگہ پر پہنچا کہ اس کی بیوی بچے کو دیکھ کر خوشی سے نہال ہوجائے گی مگر اگلے ہی پل غم سے نڈھال کردینے والا منظر اسے اپنی آنکھوں سے دیکھنا پڑا۔ بیوی اور معصوم بچوں کے لاشے اس جگہ پڑے تھے جہاں ابھی کچھ دیر قبل وہ زندہ سلامت چھوڑ کر گیا تھا۔

وہ صدمے سے نڈھال ہوگیا ایک ایک بچے کے چہرے کو غم سے دیکھتا اور روتا رہا۔ بیوی کا بے جان لاشہ دیکھ کر اس کے کچھ دیر پہلے کے الفاظ اس کے کانوں میں گونج گئے۔

''اپنی جان دے دوں گی' مگر اپنے بچوں کو لیے بغیر یہاں سے نہیں ہلوں گی۔'' سو اس نے اپنا کہا سچ کر دکھایا ممتا اپنی بچے پر قربان ہوگئی۔ مصطفیٰ کو تو اس نے بچا لیا تھا مگر باقی تینوں بچوں کو وہ اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ عبدالرحمٰن کچھ دیر وہاں بے آواز روتا رہا مگر یہ وقت رونے کا نہیں سوچنے کا تھا۔ اپنی جان کی تو اسے پروانہ تھی مگر ایک ننھی جان کو اس کی ماں اس کے سپرد کر گئی تھی سو اس کی حفاظت کی ذمہ داری اس پر تھی اس نے تینوں بچوں کی پیشانی پر باری باری بوسہ دیا۔ جمیلہ کے بالوں میں ہاتھ پھیرا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھاما تو نظر اس کی کلائی میں موجود چوڑیوں پر پڑی تو اس نے اس کے ہاتھوں میں پڑی چوڑیاں اور انگلیوں سی انگوٹھیاں نکال کر اپنی تہبند میں باندھ لیں۔ اس لمحے اسے لگا کہ وہ بھی ایک سفاک لٹیرا ہے جو مرے ہوؤں کے سامان کو لوٹ رہا ہے۔ شدت غم سے اس کا سینہ پھٹا جا رہا تھا۔ جمیلہ کا دوپٹہ پھیلا کر اس کے جسم پر ڈالا اور اپنے جگر گوشوں پر حسرت بھرا الوداعی نظر ڈال کر آگے بڑھ گیا۔ کیسی بے بسی و بدنصیبی تھی کہ ایک باپ اپنے بیوی' بچوں کو بے گور و کفن چھوڑے جا رہا تھا۔

❀.....❀.....❀

''جس سرزمین کو پانے کے لیے اپنے پیاروں کی جانوں کے نذرانے دینے پڑے' ساری صعوبتوں اور تکلیفوں کو اس لیے برداشت کیا کہ اپنا آزاد پاک وطن نصیب ہوگیا جہاں اپنے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق آزادی وخودمختاری سے زندگی بسر کریں گے تو یہ سودا مہنگا نہیں ہے اس پر ہزاروں جانیں فدا کی گئیں اس کی آبیاری میں مسلمانوں کا لہو شامل ہے اور تم کہتے ہو کہ میں اس ارض پاک کو چھوڑ کر انگریزوں کے دیس میں جا بسوں کہ جن کی غلامی وزیادتی کی وجہ سے یہ ملک حاصل کیا گیا پھر سے ان کے غلام بن جائیں۔'' بیتے لمحوں کو یاد کر کے عبدالرحمن کا سانس دھونکنی کی مانند چل رہا تھا سارے مناظر اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہے تھے۔

''مگر بابا آپ یہ بھی تو دیکھیں کہ اس ملک میں رکھا ہی کیا ہے رشوت' دھوکہ دہی' بے روزگاری' انتشار' قتل وغارت...... آئے روز دھماکے اس ملک کا دستور بن چکے ہیں پھر ایسے ملک میں رہ کر ہم کیسے ترقی کر سکتے ہیں۔'' مصطفیٰ برائیوں کی نشان دہی کرتا ہوا بولا۔

''واہ میرے بیٹے' یہ برائیاں تو تمہیں نظر آ گئیں بھی اچھائیوں پر کبھی نظر دوڑائی ہے تم نے...... یہ جو آج کوالیفائیڈ ڈاکٹر بن کر لوگوں کی نظروں میں عزت ووقار تم نے حاصل کیا ہے جس کے بل بوتے پر تمہیں باہر کے ملکوں سے آفرز ہو رہی ہیں' یہ تعلیم تم نے اسی ملک میں رہ کر حاصل کی ہے' اسی سرزمین نے تمہیں اس قابل بنایا ہے کہ تم اپنی شناخت بنا چکے ہو۔ یہ ملک تمہاری پہچان ہے' اس وطن کی بدولت تمہارا نام ہے' تم سب کچھ ہو اگر آج اسے چھوڑ کر چلے گئے تو کبھی اپنے مقام کو

مسکرایئے

ایک شخص: ''کیا تم راجہ ہو؟''

دوسرا: ''نہیں میں میراثی ہوں۔''

پہلا شخص: ''تم راجہ ہو؟''

میراثی: ''نہیں میں میراثی ہوں' راجہ نہیں ہوں۔''

وہ شخص: ''نہیں' سچ بتاؤ تم راجہ ہو۔''

میراثی (غصے میں آ کر)...... ''ہاں ہاں میں راجہ ہوں۔''

پہلا شخص: ''شکل سے تو میراثی لگتے ہو۔''

لاریب عندلیب...... خیر پور ٹامیوالی

حقیقت دنیا

❖ دنیا فانی ہے ہر شخص کی حیرت بقدر اس کی بینائی کے ہے جو کہ یہاں بینا تر ہے وہ حیران تر ہے۔

❖ دنیا کی حلاوتیں جاہلوں کے لیے اور تلخیاں عاقلوں کے لیے ہیں۔

❖ دنیا ایک مسافر خانہ ہے لیکن بدبختوں نے اسے اپنا وطن بنا رکھا ہے۔

❖ دنیا ایک حسن پوش کنواں ہے عقل مندوں کو احتیاط سے قدم رکھنا چاہیے۔

❖ دنیائے تاریک میں ٹھوکر کھانے کا اندیشہ اسی شخص کو ہو سکتا ہے جس کی عقل ودانش کا چراغ گل ہو۔

❖ دنیا میں جھکنے کے سوا کھڑا ہونے کی کوئی جگہ نہیں۔

❖ دنیا کو رنج والم کو لازمی اور خوشی کو اتفاقیہ وعارضی خیال کرو۔

مدیحہ کنول سرور...... چشتیاں

نہ پا سکو گے اور جن برائیوں کو تم بنیاد بنا کر یہاں سے جانا چاہ رہے ہو یہ برائیاں اس ملک نے تمہیں نہیں دیں بلکہ کچھ ضمیر فروش لوگوں نے اسے یہ ناپاک تحفے دیئے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ ایک آزاد وطن میں رہ کر بھی تم غلامانہ ذہنیت رکھتے ہو۔'' عبدالرحمن بولتے بولتے ہانپ گیا' اسے مصطفیٰ

کے خیالات نے بہت تکلیف پہنچائی تھی۔

''تو آپ کیا چاہتے ہیں کہ میں یہاں رہ کر اپنا مستقبل تباہ کرلوں' ترقی نہ کروں۔'' وہ اپنے باپ کی وطن سے محبت سے زچ ہوگیا۔

''ہاں میں چاہتا ہوں کہ ملک وقوم کی کشتی جو ہچکولے کھا رہی ہے اس کی پتوار تم سنبھالو۔ معاشرے سے یہ جو سکون عنقا ہورہا ہے' اپنے فکرو عمل سے اس بے سکونی کو راحت میں بدل دو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم یہاں رہو اپنے مستقبل کی نہ سوچو اپنے وطن اور آنے والی نسلوں کے مستقبل کے بارے میں فکر مند ہو' اگر سارے نوجوان اسی طرح پڑھ لکھ کر اپنے ملک کی خدمت کرنے کی بجائے دوسروں کے در کو اپنے لیے وجہ ترقی وسکون بناتے رہے تو پھر یہاں تو تاریک راتیں ہی بسیرا کرلیں گی اور دشمن یہی کچھ تو چاہتا ہے۔ انگریزوں کے دور میں مسلمانوں پر اعلیٰ ملازمتوں کے دروازے بند کردیئے گئے تھے اس ناانصافی کو دیکھتے ہوئے ہمارے قائد نے ہمیں آزاد ریاست دلوائی اور اب وہی انگریز ہمارے نوجوانوں کو تعیشات اور روزگار کے بہترین مواقع فراہم کرکے ہمارے ملک کو تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے تاکہ ترقی کے زینے پر ہم قدم ہی نہ رکھ سکیں اور تم دشمنوں کے ناپاک عزائم کو عملی جامہ پہنانا چاہتے ہو۔''

''تو آپ کا کیا خیال ہے تنہا میرے خدمت کرنے سے یہ تاریکیاں چھٹ جائیں گی؟''

''ہاں...... تم اپنا فرض نبھاتے رہو' اگر یہی سوچ رکھی کہ ایک میرے تنہا چراغ سے کیا روشنی ہوگی تو تاریکی کبھی نہیں چھٹے گی۔ ہر چراغ اپنی روشنی پھیلاتا رہا تو اندھیرے کو ایک دن مات دینے میں کامیاب ہوجائے گا پھر دیکھنا کیسا روشن و تابناک مستقبل ہماری قوم کا مقدر ہوگا اور یہ تھوڑا مشکل ضرور ہے ناممکن نہیں۔'' یہ کہہ کر عبدالرحمن وہاں رکا نہیں کمرے سے ہی نکل گیا اور مصطفیٰ کے لیے ایک نئی سوچ کا در وا کرگیا۔ وہ ساری رات مصطفیٰ نے آنکھوں میں گزار دی۔ سوچتے فیصلہ کرتے صبح کی سپیدی نمودار ہونے لگی تو وہ تازہ دم ہوکر باپ کے کمرے میں چلا آیا' عبدالرحمن سجدے میں گرا اپنے رب سے اپنے ملک کی سلامتی وخوش حالی کے لیے دعا گو تھا۔

''ابا جان ایک محب وطن کی دعاؤں کو اللہ کیسے رد کرسکتا ہے' آپ کا بیٹا دیارِ غیر کی محبت میں کیسے اپنے وطن کی محبت کو فراموش کرسکتا ہے۔ اپنے مفاد کی خاطر اپنے ملک کے مفاد کو کیسے پسِ پشت ڈال سکتا ہے۔ میں اپنے حصے کی شمع ضرور روشن کروں گا اور چراغ سے چراغ جلتا رہے گا' یہاں تک کہ ان قندیلوں کی روشنی سے اقوام عالم کی آنکھیں چندھیا جائیں گی۔'' مصطفیٰ باپ کا ہاتھ پکڑ کر امید کا دامن تھامے اس کے سامنے تھا اور عبدالرحمن نے اسے اپنے سینے سے لگالیا۔ اس کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو تھے' خدا نے اس کی سن لی تھی اس نے اپنے بیٹے کی آنکھوں میں امید کے روشن دیئے جلتے دیکھ لیے تھے۔

دونوں نے کھڑکی کے اس پار دیکھا طلوع سحر کا منظر بڑا ہی روشن تھا۔ سورج کی روشنی میں اضافہ ہوتا جارہا تھا' تاریکی چھٹ رہی تھی اور سورج کی کرنیں ہر سو اجالا بکھیر رہی تھیں۔ ان دونوں کے ہونٹوں پر بڑی امید افزا ورآسودہ مسکراہٹ رقصاں تھی۔

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

گلشن کو کر رہی ہے معطر ہوائے عید
آتا نہیں ہے کچھ بھی نظر ماسوائے عید
میری طرف سے عید مبارک ہو آپ کو
میرے پاس تو ہے یہی تحفہ برائے عید

جب میں نے پہلی مرتبہ ان کو دیکھا تو ان کی تابناک شخصیت نے میرے وجود کو اس طرح پگھلا دیا جیسے کوئی بھڑکتی ہوئی آگ میں موم ڈال دے، اندھیرے سے نکل کر کوئی اچانک سورج کو دیکھ لے تو آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور میری آنکھیں بھی کچھ دیکھنے سے قاصر تھیں۔ دل میں ٹیس سی اٹھی اور آنکھوں میں جیسے چنگاریاں سی بھر گئیں۔ کہاں میں ایک ذرہ ناچیز اور کہاں وہ پہاڑوں کی طرح بلند قامت مغرور انسان...... اپنے سے کمتر لوگوں کو کیڑے مکوڑوں کی طرح سمجھنے والے...... مجھ میں بات کرنا تو در کنار ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی ہمت تک نہ تھی۔ میری عمر اس وقت چودہ برس تھی میٹرک کر کے فارغ ہوئی تھی اور جوانی کے قدموں کی چاپ ابھی میرے شعور سے بہت دور تھی۔

لڑکپن کی سرحد پر کھڑے ہو کر میں نے انہیں چاہا جو میری پہنچ سے بہت دور تھے اور ان کا حصول...... ناممکن تھا۔ مگر مجھے ان کو دیکھنا اچھا لگتا تھا یہ جانے اور سوچے بغیر کہ چاند کو چھونے کی تمنا چکور بھی کرے تو تھک کر نیچے گر پڑتا ہے۔ میں تو انہیں صرف پوجنا اور ان کی پرستش کرنا چاہتی تھی اس طرح کہ کسی کو کان و کان خبر نہ ہو اور ہوتی بھی کیسے کہ میں کم سن اور وہ تیس سالہ بھرپور جوان۔

⁂......⁂......⁂

ہم کسی تقریب میں گئے ہوئے تھے یوں تو امیر رشتہ دار غریب رشتہ داروں کو منہ لگانا پسند نہیں کرتے لیکن ایسے موقعوں پر بلا لئے جاتے ہیں تاکہ اپنی شان و شوکت اور جاہ و حشمت کی نمائش ہو سکے۔ ہر طرف مہمانوں کا ہجوم تھا رنگ و بو کا سیلاب امنڈ آیا تھا میں بھی اپنے معمولی لیکن خوب صورت لباس میں اڑی اڑی پھر رہی تھی تب اماں نے کسی ضروری کام سے اوپر بھیجا۔ میں پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی ٹھٹک گئی، اوپر سے وہ نیچے آ رہے تھے۔ سوچ میں ڈوبی ہوئی آنکھیں اور سیاہ لٹ پیشانی پر جھولتی ہوئی میری نگاہیں جھک گئیں۔ انہوں نے ایک لاتعلقانہ سی نگاہ مجھ پر ڈالی اور بیگانگی سے برابر سے نکلتے چلے گئے اور میں سر سے پاؤں تک لرز اٹھی اندر جیسے آگ سی دہک اٹھی اور یہ آگ دکھ بن کر بری طرح میرے وجود کو چاٹنے لگی......!

اپنے اور ان کے لباس کا موازنہ کر کے میری مسکراہٹ کرب میں ڈوب گئی، ان کی بے توجہی نے میرے تن من کو جھلسا دیا مگر میں توجہ کے قابل تھی ہی کہاں؟ سمندر میں ایک قطرے کی مانند وسیع صحرا میں بھٹکتے ہوئے ایک سوکھے تنکے کی طرح حقیر، جس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ میرا دل بیٹھ گیا کیونکہ ہر وقت ان کے خواب دیکھنا میری عادت بن گئی تھی۔

میں ان کو اپنے دل کے سب سے اونچے سنگھاسن پر بٹھا کر پوجنے لگی تھی۔ حالانکہ میں جانتی تھی میرے اور ان کے درمیان طبقاتی فرق اور دولت کی اونچی اونچی دیواریں حائل ہیں جو بہت بلند اور پھیلی ہوئی ہیں۔ دولت کی چمک نے جہاں خون سفید کیے تھے وہیں پرانے طور طریقے اور رہن سہن بھی بدل ڈالے تھے۔ نئی تہذیب نے پرانی تہذیب کو اس طرح نگل لیا تھا جیسے اندھیرا روشنی کو نگل لیتا ہے مگر یہ چاہت...... خانہ خراب' انسان کو دنیا سے بے خبر کردینے والی۔ اونچ نیچ اور امیری غریبی کی تفریق سے بے پروا' ناآشنا' ان کی شخصیت کے سحر نے مجھے پتھر کا بنا دیا تھا اور میں ان کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے تاب رہنے لگی تھی مگر مجبوری تھی وہ آسمان کے باسی...... میں خاک کی پیوند' وہ میری پھپو کے بیٹے جو ڈیفنس میں اپنے پرتعیش' بڑے سے گھر میں رہتے تھے اور میں اورنگی ٹاؤن کی رہائشی' کہاں راجہ بھوج کہاں گنگو تیلی۔

✿......✿......✿

پھپو نے فون کرکے بلایا تھا آریان پڑھنے باہر جارہے تھے' یوں تو میرے ابا بے حد خوددار' غیرت مند اور اونچی ناک والے تھے اور انہیں کسی قسم کا احساس کمتری بھی نہ تھا' بلکہ انہیں فخر تھا اپنی اولاد اور بیوی پر جو غریبی میں بھی خوش اور مطمئن تھے' مگر بہن کے بلانے پر جانا بھی ضروری تھا۔ کیونکہ پھوپا بے حد بڑبولے' چھچھورے اور شوباز تھے اور ابا کے نہ جانے پر جل ککڑی ساسوں کی طرح پھپو کو سو سو طعنے سننا پڑتے تھے۔ اس لیے ایسے موقعوں پر ابا ضرور جاتے تھے پوری شان اور تمکنت سے۔

✿......✿......✿

خاندان کی نوعمر اور دلکش لڑکیوں کا جمگھٹا لگا ہوا تھا وہ ان سے مرعوب بھی تھیں اور ان کی پرکشش شخصیت سے مسحور بھی۔ ہر ایک ان کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش میں تھی' آخر وہ ایک بڑے باپ کے بیٹے اور اعلیٰ تعلیمی اداروں سے فارغ التحصیل' متمول خاندان کے اکلوتے چشم وچراغ تھے یہ تمام چیزیں اچھے اچھوں کو احساس برتری اور دوسروں کو احساس کمتری میں مبتلا کرنے کے لیے کافی تھیں۔ سوائے ہمارے ابا کے جو اپنی کھال میں مست' قانع' صابر اور شاکر تھے لیکن ماں باپ کے برخلاف آریان میں غرور وتکبر نام کو نہیں تھا بلکہ عاجزی انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اس لیے وہ سب سے بلند اور ماورا دکھائی دے رہے تھے اور میری نگاہیں ان کے قدموں میں لوٹ رہی تھیں۔ انہوں نے اخلاقاً امی سے پوچھا۔

"مامی! وردہ کون سی کلاس میں پڑھتی ہے؟" اور امی بڑے فخر اور پیار سے میری طرف دیکھتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"انٹر پری میڈیکل کیا ہے A.one گریڈ میں اور اب انٹری ٹیسٹ کی تیاری کررہی ہے۔"

"اچھا......" انہوں نے مصنوعی حیرت سے کہا جس میں لاتعلقی اور بیگانگی کے رنگ نمایاں تھے۔

"اس کا مطلب ہے ہم مستقبل کی ڈاکٹر سے ہم کلام ہیں۔" میں خجل ہوگئی اور وہاں سے اٹھ جانے میں ہی عافیت سمجھی بہرحال جو کچھ بھی تھا وردہ کا ایک انمول خزانہ میں نے اپنے سینے میں چھپالیا تھا۔ میں ابھی کم عمر اور ناسمجھ تھی اور محبت کی چنگی ناپید' میں محبت کے بحر طلسم اور اس کی بھول بھلیوں میں دیوانہ وار بھٹک رہی تھی اور نکلنے کا کوئی راستہ بھی نہیں تھا' سچ تو یہ ہے کہ اس بھٹکنے میں بھی ایک لذت تھی' وہ حقیقی زندگی میں مجھ سے دور ہونے کے باوجود میری تخیل کی دنیا میں آباد تھے۔ ان کا تصور مجھے آگے بڑھنے اور ان کے مقام تک پہنچنے کا حوصلہ دیتا تھا اور میں تندہی سے پڑھنے میں لگ جاتی۔ ڈاکٹر بننا میرا خواب تھا اور میرے خوابوں کی دنیا ان کے تصور سے آباد تھی...... اور میں انجانے میں اپنے دیوتا کے قدموں میں لہو کے چراغ جلاتی رہتی تھی۔ میں بھرپور جوان تھی ہر شے پر نکھار آ گیا تھا زندگی پہاڑی ندی کی طرح بل کھاتی گنگناتی بہہ رہی تھی۔ ہماری سختی کے دن گزر چکے تھے۔ خوش حالی اور آسودگی ہمارے در پر دستک دے رہی تھی۔ بھیا کی C.A کرتے ہی بہت اچھی ملازمت ہوچکی تھی اور میرا میڈیکل میں ایڈمیشن بھی ہوگیا تھا۔

✿......✿......✿

میرے بے حد اصرار پر ابا نے اورنگی ٹاؤن کا بڑا سا گھر بیچ کر ڈیفنس ویو میں چھوٹا مگر خوب صورت سا گھر خرید لیا تھا۔ میں بے حد خوش تھی۔ میری خاموش پرستش اسی طرح جاری تھی بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ ان کی چاہت کا پودا جو میں نے دل میں لگایا تھا' اس کو خون دل دے کر اس کی آبیاری کررہی تھی۔ اسے جگر کا لہو پلا کر سینچ رہی تھی۔ اس پودے نے اب ایک تناور درخت کی شکل اختیار کرلی تھی اور اس کی جڑیں کینسر کی طرح میرے پورے جسم میں پھیل گئی تھیں اور میری روح کی گہرائیوں میں اتر گئی تھیں۔ کم سنی کی محبت بھی کتنی گہری اور پائیدار ہوتی ہے میں ان تمام دکھوں کا بوجھ تنہا اٹھا رہی تھی اور کسی کو خبر بھی نہ تھی۔

مگر ٹھہریے شاید میں کچھ غلط بول گئی بھلا ماں سے بھی کبھی کچھ چھپا ہے ان کی جہاندیدہ نظروں نے اپنی بیٹی کو جانچ لیا تھا اور اشاروں کنایوں میں مجھے سمجھاتی رہتی تھیں۔

''بیٹا! تم آگ سے کھیل رہی ہو۔ جل جاؤ گی فنا ہو جاؤ گی اور ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ چاند کو چھونے کی کوشش نہ کرو اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ بھلا ہے ارے کبھی مخمل میں بھی ٹاٹ کا پیوند لگا ہے؟ کنول گندے پانی میں ہی کھلتا ہے مگر توڑنے میں ہاتھ تو میلے ہوتے ہی ہیں نا۔ تم وجدان کے بارے میں سوچا کرو۔ تمہاری خالہ کا بیٹا ذہین مہذب اور خوددار ہے اور تمہارے ساتھ ہی ڈاکٹر بن رہا ہے۔ تمہارے ابا اور بھائی کو تو بے حد پسند ہے اور تمہاری خالہ کئی مرتبہ کہہ چکی ہیں مگر میں تمہاری پڑھائی کا بہانہ بنا کر ٹال رہی ہوں۔'' ان کے لہجے میں تھکن تھی۔

''بیٹا! خوابوں کی دنیا سے باہر نکل آؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ چاند کو چھونے کی تمنا میں تھک کر گر جاؤ اتنی اونچی اڑان اڑو جتنا تم میں دم اور حوصلہ ہو۔ جو تم چاہ رہی ہو اور سوچ رہی ہو اول تو ایسا ہوگا نہیں اور اگر ہو بھی گیا تو ساری عمر پچھتاؤ گی۔ وہ گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے والا امرد اور تم نو خیز کلی بھنورا صفت ڈال ڈال پات پات منہ مارنے والا بھلا ایک پر اکتفا کرے گا؟ پھر سب سے بڑھ کر تمہاری پھوپی اور پھوپا چلو پھوپی کی تو خیر ہے مگر پھوپا؟ چنٹیوں بھرا کباب غرور کی بلند ترین چوٹیوں پر کھڑے رشتہ داروں کو کیڑے مکوڑے سمجھنے والے۔ سہہ سکو گی ان کی حقارت بھری نگاہیں اور آگ برساتی زبان۔ میں ماں ہوں میرا کام تمہیں سمجھانا تھا باقی تمہاری مرضی۔ سمجھدار ہو اپنا برا بھلا سمجھ سکتی ہو نہ سمجھو تو تمہاری مرضی۔''

میں نے جواب دیے بغیر کتاب اٹھائی اور اپنے کمرے میں آ گئی ان کو سمجھانا بیکار تھا میں نے کب ان کو پانے کی تمنا کی تھی میرا نگر تو ان کے تصور سے آباد تھا اور امی اسے برباد کرنے پر تلی تھیں۔

❁......❁......❁

وجدان میڈیکل کالج میں مجھ سے دو سال سینئر میرا خالہ زاد تھا بے حد محنتی مخلص خوش مزاج اور خوش اخلاق تقریباً ہمارے جیسے حالات کا شکار لیکن اس میں آگے بڑھنے کا عزم اور حوصلہ تھا اس لیے عام نوجوانوں کی طرح نہ وہ ٹائٹ کیفے میں جاتا تھا اور نہ فضول لغویات میں اس کا دل لگتا تھا لکھنا پڑھنا ہی اس کا اوڑھنا بچھونا تھا خالہ کی مجھے بہو بنانے کی شدید خواہش تھی جس میں وجدان کی رضا بھی شامل تھی مگر اس نے کبھی چھچھورے پن کا مظاہرہ نہیں کیا تھا نہ عامیانہ گفتگو کی تھی میں اس کی بے حد عزت کرتی تھی سب کے ووٹ یعنی ابا بھائی اور میری چھوٹی بہن...... وجدان کے لیے تھے اور اماں کے سوا کسی کو نہ میرے جذبات کا احساس تھا نہ علم۔

❁......❁......❁

پھر اچانک سنا کہ آریان امریکہ سے ایک اور ڈگری لے کر آ گئے ہیں۔ ابا جان ہم سب کو لے کر مبارک باد دینے ان کے گھر گئے۔ جدید طرز کا عالیشان بنگلہ جس کے پورچ میں کئی قیمتی گاڑیاں کھڑی تھیں اور باوردی ڈرائیور انہیں چمکانے میں مصروف۔ لش لش کرتا گرین لان جس میں دنیا بھر کے ملکی اور غیر ملکی پودے اپنی چھب دکھا رہے تھے۔ سرخ قالین سے مزین کوریڈور سے گزر کر ہم ان کے وسیع اور کشادہ ڈرائنگ روم میں آ گئے جس کی شان ہی نرالی تھی۔ قیمتی عمدہ پینٹنگز بہترین فرنیچر فرانسیسی طرز کی کھڑکیوں پر لہراتے پردے اور بے تحاشہ مہنگے اور قیمتی ڈیکوریشن پیسز غرض ہر چیز سے دولت امارت نفاست اور اچھے ذوق کی عکاسی ہو رہی تھی اور میری نگاہوں میں اپنا تین بیڈ روم کا وہ گھر گھوم رہا تھا جو خوش حالی کی بدولت کافی سنور گیا تھا مگر یہ گھر دیکھ کر مجھے دانتوں پسینہ آ گیا۔ میری بھاری بھرکم پھپو بڑے اخلاق سے پیش آئیں جو سراسر مصنوعی لگ رہا تھا پھر یہ جان کر کہ میں میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ انہوں نے ازراہ عنایت مجھے لائبریری میں بھیج دیا۔ میں کچھ مدہوش اور مرعوب سی اسٹڈی روم دیکھ رہی تھی جو دنیا بھر کی قیمتی اور نایاب کتابوں سے بھرا ہوا تھا ہر شیلف پر ٹیگ لگا ہوا تھا اردو ہسٹری جغرافیہ سائنس فکشن انگلش اور بہت کچھ۔ ایک طرف بے حد خوب صورت مطالعہ کی میز کے ساتھ روالونگ چیئر میں نے بے خیالی میں بیٹھ کر اس پر جھولنا شروع کر دیا۔ ''ماشاء اللہ چیئر کا صحیح استعمال تو اب ہوا ہے۔'' میں شرمندہ ہو کر گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ آریان کب کمرے میں آئے مجھے پتہ ہی نہیں چلا۔

''کمال ہے میرے ذہن میں تو تمہارا وہی تصور تھا دبلی پتلی سانولی سی دو موٹی موٹی چٹیاں آگے ڈالے دوپٹہ گلے میں جھلاتی ہوئی۔'' میں خاموش رہی۔ ''کافی خوب صورت اور اسمارٹ ہو گئی ہو بچپن میں تو ایسی نہ تھیں۔''

''جی......'' میں نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا۔

''میں کہہ رہا تھا جوانی میں آفت ہو گئی ہو۔ قیامت لگ رہی ہو تم تو اچھے اچھے زاہدوں کے ہوش اڑا سکتی ہو۔'' میری پیشانی پر

نل پڑ گئے۔

"یہ کس قسم کی باتیں کررہے ہیں آپ؟" میرا ناگوار لہجہ اور بگڑا ہوا موڈ دیکھ کر وہ جلدی سے بولے۔

"کمال ہے تعریف سن کر لڑکیاں خوش ہوتی ہیں اور تم منہ بنا رہی ہو۔"

"جن لڑکیوں سے آپ کا واسطہ رہا ہے وہ ایسی ہی ہوتی ہوں گی مگر ہمارے یہاں ایسی عامیانہ اور گھٹیا باتیں نہیں کی جاتیں۔"

"کمال ہے کیا بدذوق لوگ ہیں یہاں کے۔"

"اس میں بدذوقی کی کیا بات ہے مسلمان اور شریف لڑکیاں اتنی منہ پھٹ اور بے باک نہیں ہوتیں۔"

"اس کا مطلب میں منہ پھٹ اور بے باک ہوں اور تمہیں میرے مسلمان ہونے پر بھی شک ہے۔" وہ مسکرا کر بولے۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں کہا، صرف بتایا ہے کہ ہماری مذہبی اقدار ہماری تہذیب اور ہماری نسوانیت اس طرح کی آزادی گفتار کی اجازت نہیں دیتی۔" میں نہ چاہتے ہوئے بھی بولنے پر مجبور ہوگئی۔

"یہ بھی واضح ہیں کہ مذہبی اقدار کیا ہوتی ہیں آپ وضاحت کریں گی۔ ہر طرف کھلے عام بے باکی کے مظاہرے ہورہے ہیں۔ ہر ٹی وی چینل پر فحاشی اور بے حیائی کے نظارے دکھائے جارہے ہیں۔ لڑکیاں وہ لباس پہن رہی ہیں جو شاید مغرب میں بھی اتنے عام نہ ہوں جبکہ یہاں کی تہذیب ثقافت کا حصہ ہے کھلا ڈلا ماحول، سلیولیس بلکہ ٹوپ لیس کپڑے، دوپٹوں کے نام کے دوپٹے اور وہ بھی ندارد...... کیا یہی تمہاری مذہبی اقدار ہیں؟ چلو چھوڑو مذہب کی باتیں اس کو تو لوگوں نے قرآن کی شکل میں کارنس پر سجا کر رکھ دیا ہے کھوکھلا مذہب ہنہ......" ان کے لہجے میں عجیب طنز اور حقارت تھی اور میں جو ان کی باتوں سے شرمندگی محسوس کررہی تھی جھنجلا اٹھی میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"خدا نہ کرے کہ ہمارا مذہب کھوکھلا ہو اتنا جامع، مستند اور قابل عمل اور کوئی مذہب ہو ہی نہیں سکتا جب تک یہ چاند تارے روشن ہیں دنیا باقی ہے تابناک جاں پرور لہلاتے کھیت کھلیان، آباد بستیاں، یہ مسلمانوں کی یک جہتی، اتحاد و اتفاق اور بھائی چارگی یہ سب اس بات کا ثبوت ہیں کہ ہے کوئی ان دیکھی ہستی ہے جو ان سب پر قادر ہے آپ چند مٹھی بھر مسلمانوں کی بے راہ روی کی وجہ سے سارے مسلمانوں کو مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتے۔ ہمارا مذہب کبھی سال خوردہ نہیں ہوسکتا کیونکہ قرآن کے احکامات رہتی دنیا تک ہیں مسلمان بگڑ سکتے ہیں۔ ان کا چلن خراب ہوسکتا ہے لیکن مذہب اسلام نہیں، یہ نئی تہذیب کی چلتی پھرتی لاشیں ہمارے مذہب کی ترجمان نہیں اور سچ پوچھیے تو مجھے اپنے مسلمان ہونے پر فخر بھی ہے اور غرور بھی۔" میرا لہجہ خود بخود رنج ہوگیا اور میں نے واپسی کے لیے قدم بڑھا دیے۔

"اچھا رکو تو، کہاں جارہی ہو۔ اب اس بات پر برامت مان جانا کہ تم واقعی تقریر بہت اچھی کرلیتی ہو۔" ان کا لہجہ شرارتی تھا۔ پھر انہوں نے الماری سے شراب کی بوتل نکالی اور اپنا گلاس بھرلیا۔ میری آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔

"سوری میں تمہیں آفر نہیں کرسکتا کیونکہ بدقسمتی سے یہ نعمت مسلمانوں پر حرام ہے۔" انہوں نے ایک دم گلاس منہ سے لگایا اور غٹا غٹ پی گئے میرے سامنے اب خالی گلاس تھا اور ان میں اور اس خالی گلاس میں کوئی فرق نہیں تھا۔ ان کی شخصیت کا خمار ان کے کردار کا حسن اور ان کی پاکیزگی و پارسائی کی تصویر چھناکے سے ٹوٹ گئی تھی اور بے دھیانی میں، میں جو کارنس پر رکھی ایک ڈانسنگ ڈول سے چھیڑ خانی کررہی تھی وہ میرے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گئی۔ خجالت سے میرا برا حال ہوگیا لیکن انہوں نے بے پروائی سے کہا۔

"ڈونٹ وری اگرچہ یہ گڑیا مجھے بے حد پسند تھی اور میں امریکہ سے لایا تھا لیکن کوئی بات نہیں، پیسہ ہو تو ہر چیز خریدی جاسکتی ہے۔ چیز تو کیا انسان بھی۔" انہوں نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے خود اعتمادی سے کہا اور میں خاموشی سے باہر نکل آئی مگر اس کے باوجود میری چاہت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی بلکہ اب میں اپنے اللہ سے ان کے صراط مستقیم پہ چلنے کی دعائیں مانگنے لگی تھی بہت شدومد سے۔

❁......❁......❁

اس دن اچانک وہ گھر آگئے، امی پڑوس میں گئی تھیں اور میں گھر میں اکیلی تھی۔ میں گھبرا گئی۔

"تم نے شاید مجھے پہچانا نہیں۔" انہوں نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں میری آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلایا اور میں سناٹے میں آگئی۔

"بیٹھنے کو نہیں کہو گی......؟ بھئی کچھ تو بولو کیا واپس چلا جاؤں اور مامی کہاں ہیں؟"

"پڑوس میں گئی ہیں۔" میرا لہجہ خشک ہوگیا۔

"پھر تو مزے ہوگئے آؤ بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔" انہوں

نے میرا ہاتھ پکڑ کر زبردستی بٹھانا چاہا اور مجھے جیسے کرنٹ چھو گیا۔

"آریان بھائی سوری میں اس وقت آپ کو نہیں بٹھا سکتی میں اپنی دوست کی طرف جارہی ہوں اور امی بھی جانے کب آئیں گی؟"

"تم مجھے گھر سے نکلنے کو کہہ رہی ہو۔" انہوں نے بگڑ کر کہا میں نے جواب دیئے بغیر گیٹ سے قدم باہر نکالا تو مجبوراً ان کو بھی باہر آنا پڑا۔

"یار کمال ہے اتنی بداخلاق تم کب سے ہوگئیں۔ ایک کپ چائے کا بھی نہ پوچھا۔" ان کے منہ سے بو کے بھبکے آرہے تھے۔

"سوری مجھے کمبائنڈ اسٹڈی کے لیے دوست کی طرف جانا نہ ہوتا تو ضرور آفر کرتی۔" جب تک میں نے گیٹ کو تالا لگانے کی ایکٹنگ کی وہ اپنی مرسڈیز میں بیٹھ کر جاچکے تھے میں اندر آکر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی پتہ نہیں کیوں مجھے وجدان کا خیال آگیا جو ایک دن اسی طرح گھر آیا تھا اور یہ سن کر خالہ گھر پر نہیں ہیں وہ یہ کہتے ہوئے ہی گیٹ سے واپس چلا گیا کہ......

"تم مجھے جو یہ کہہ کر روک رہی ہو کہ اندر آجاؤں تم مجھے کھا نہیں جاؤ گی بالکل بجا لیکن ہوسکتا ہے میں تمہیں تنہا دیکھ کر آدم خور بن جاؤں۔ انسان کو شیطان بننے میں کتنی دیر لگتی ہے۔ جب تک خالہ نہ آجائیں کسی کے لیے بھی دروازہ مت کھولنا۔" اس نے تو یہ بات مذاق کے پیرائے میں کہی تھی لیکن میری نظر میں اس کا قد بہت بلند ہوگیا تھا۔

***

ان کی چاہت نے ایک کام یہ ضرور کیا تھا کہ میں اپنے خالق سے قریب ہوگئی تھی یوں تو ہمارا پورا گھرانہ ہی پابند صوم وصلوٰۃ تھا اور ہر طرح کی آزادی کے باوجود ہمیں اپنی حدود وقیود کا احساس تھا لیکن میں کچھ زیادہ ہی عبادت گزار ہوگئی تھی۔ رمضان کا بابرکت مہینہ شروع ہوگیا تھا اور میں بڑی پابندی سے اس کے ساتھ تہجد پڑھ رہی تھی۔ بغیر کسی طلب اور التجا کے کیونکہ مجھے گہرائی سے سوچنے اور غور کرنے کی عادت ہوگئی تھی۔ زندگی کے بے شمار پہلو میرے سامنے روشن اور عیاں ہوگئے تھے اور میرے جذبات اور احساسات میں سلیقہ اور ٹھہراؤ آگیا تھا اور شاید میری فطرت کے اسی پہلو نے مجھے دیگر لڑکیوں سے ممتاز اور منفرد بنادیا تھا خاندان اور خاندان سے باہر بے شمار رشتے میرے طلب گار تھے سب گھر والوں کو وجدان پسند تھا لیکن فیصلہ مجھ پر چھوڑ دیا گیا تھا جبکہ آریان کے بعد میرے دل کے دروازے پر تو کب سے "نو ویکنسی" کا بورڈ آویزاں تھا۔

***

میں اپنے کمرے میں خیالوں میں گم تھی۔ جب اچانک امی کمرے میں آگئیں۔ خوشی ان کے چہرے سے پھوٹی پڑ رہی تھی اور ہونٹوں پر مسرت بھری مسکراہٹ تھی۔

"عید میں تو ابھی دس دن باقی ہیں لیکن میری وردہ کی تو آج عید ہوگئی۔ میں ماں ہوں تجھے سمجھائی ضرور تھی مگر جانتی ہوں خوابوں سے دستبردار ہونا آسان نہیں ہوتا اس لیے ہر دم تیری خوشیوں کی دعائیں مانگا کرتی تھی یقین کر اس رشتے کو دل سے پسند نہ کرنے کے باوجود تیری خوشی کے لیے میں ہر نماز میں صرف ایک ہی دعا مانگا کرتی تھی کہ "آریان کو میری بیٹی کا نصیب بنادے۔" انہوں نے مجھے گلے لگاتے ہوئے پیار سے کہا۔ "بیٹا تمہاری پھپو کا فون آیا تھا آریان کے لیے تمہارے رشتے کی بات کررہی تھیں وہ تو ہتھیلی پر سرسوں جمانا چاہ رہی ہیں۔ عید کے بعد منگنی اور عید قربان کے بعد شادی۔" انہوں نے ٹھنڈی سانس بھری پھر گویا ہوئیں۔

"سچ پوچھو تو میری پسند آج بھی وجدان ہے مگر ہمیں تمہاری خوشی عزیز ہے اور تمہاری سچی لگن بے لوث چاہت اور خاموش محبت نے بلآخر آریان کو تمہاری منزل بنا ہی دیا۔ اپنی پڑھائی کا شیڈول بتادینا پھر ڈیٹ فکس کریں گے اتنے اونچے گھرانے سے تمہارا رشتہ آیا ہے ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے اس لیے سب بہت خوش ہیں۔" میں اندر ہی اندر خوشی سے لرزنے لگی کیا وہ گھڑی آگئی جس کا برسوں سے انتظار تھا کیا واقعی میں اس دیوتا کی داسی بننے کے قابل ہوں؟ کیا آسمان کا چاند میری جھولی میں آنے والا ہے؟ کیا میرے وجود کی ہمکیاں ان کی قربت سے جگمگانے والی ہیں؟ کیا میرے مقدر کے اندھیرے روشنی میں بدلنے والے ہیں؟ میں نے مطمئن اور خوش ہوکر خود کو مسہری پر گرالیا اور چادر میں منہ ڈھانپ کر ان کی رفاقت اور ہمراہی کے خواب دیکھنے لگی۔ پھر اچانک مجھے وہ دن یاد آگیا جب میں روڈ پر کھڑی پوائنٹ کا انتظار کررہی تھی اور بعد اصرار مجھے گاڑی میں بیٹھنے پر مجبور کردیا کہ وہ مجھے گھر ڈراپ کردیں گے۔ A.C کی ٹھنڈک اور ایئر فریشنر کی مسحور کن خوشبو میں آواز میں چلتی ہوئی C.D پلیئر پر غزل عجب خواب ناک ماحول تھا میں گم صم بیٹھی تھی جب انہوں نے منرل واٹر کی بوتل منہ سے لگالی۔

"آریان بھائی آپ کا روزہ نہیں ہے؟" میں نے حیرانگی

سے پوچھا۔
"روزہ؟ یہ کس چڑیا کا نام ہے؟ بھئی میرے پاس کھانے کی کوئی کمی ہے جو میں روزہ رکھوں۔" انہوں نے بے پروائی سے کہا۔
"آریان بھائی روزہ ارکان دین میں سے ایک فرض عبادت ہے رمضان کا مہینہ آتے ہی جنت کے دروازے وا اور دوزخ کے در بند کردیئے جاتے ہیں اور شیطان کو زنجیریں پہنادی جاتی ہیں یہ وہ فرض عبادت ہے جو ہم سب اللہ کے لیے کرتے ہیں اور بات کمی اور زیادتی کی نہیں صرف احساس کی ہے کہ جب ہمیں بھوک اور پیاس لگتی ہے تو ہمیں ان لوگوں کا بھی خیال رہے جو کھانے کے ایک ایک دانے کو ترستے ہیں' تزکیہ نفس کے لیے روزہ رکھا جاتا ہے ورنہ انسان جھوٹ بھی بول سکتا ہے کہ روزہ ہے کیونکہ یہ واحد عبادت نظر نہیں آتی اور اس میں دکھاوا بھی نہیں ہوتا۔" مجھے ان کی باتوں سے شدید تکلیف ہورہی تھی۔
"رئش؟" انہوں نے ڈیش بورڈ پر ہاتھ مارتے ہوئے بھنا کر کہا۔ "یہ تمہیں دادی اماؤں والی باتیں کس نے سکھائی ہیں' مجھے تو خیر یہ سب دکھاوا اور ڈھکوسلا لگتا ہے روزہ رکھ کر مسلمان سوائے فاقہ کرنے کے اور کیا کرتے ہیں۔ جھوٹ' غیبت' ریاکاری' چوری' ڈکیتی' قتل وغارت گری' مجھے یہ منافقت بالکل پسند نہیں حالانکہ اردو سے مجھے کوئی خاص لگاؤ نہیں مگر کسی شعر کا ایک مصرعہ یاد رہا ہے......
"کار بد تو خود کریں لعنت بھیجیں شیطان پر"
ایسا روزہ رکھنے والے پر جھوٹے اور منافق ہیں۔ تم بھی زیادہ ملانی بننے کی کوشش مت کرو' مجھے پسند نہیں ویسے بھی میں کوئی بچہ نہیں پکی لکڑی ہوں بدل نہیں سکتا' ہاں ہر ایک کو اپنے رنگ میں ضرور رنگ سکتا ہوں۔" آخر میں ان کا لہجہ شرارتی ہوگیا مجھے بہت ہی برا لگا۔
"مجھے بھی کسی کو بدلنے یا نصیحت کرنے کا کوئی شوق نہیں۔ "اپنی گور اپنا جواب" ہر شخص اپنے نامہ اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔" میں نے زور سے دروازہ بند کیا اور گھر پر اتر گئی۔ انہیں اندر آنے کی دعوت دیئے بغیر' اور یہی سب سوچتے سوچتے مجھے ان کے عالیشان گھر کا اسٹڈی روم بھی یاد آگیا۔ وہ گڑیا جو ٹوٹ گئی تھی اور وہ دوسری منگانے والے تھے جو ان کے اشارے پر چلے گی' ناچے گی' چابی کی گڑیا جو ٹھہری اور وہاں میری حیثیت کیا ہوتی؟ ان کے اور میرے خیالات میں زمین آسمان کا فرق ہے' ان کی تہذیب معاشرت اور سوچنے کا انداز بالکل جدا اور مختلف۔ وہ اس قدر پڑھے لکھے' متمول' کیسے ایک دیندار اور مذہبی اقدار کی حامل لڑکی کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کے لیے راضی ہوگئے؟ انہوں نے ایک ذرے کو آفتاب کیسے بنالیا؟ ان کے سرکل میں تو ایسی بے شمار طرح دار اور حسین لڑکیاں ہیں جو ہر لمحے پکے ہوئے پھل کی طرح ان کی آغوش میں گرنے کو تیار رہتی ہیں پھر میں ہی کیوں؟ انہوں نے سوچا ہوگا مجھے بھی تراش خراش کر ایک گڑیا کی طرح کونے میں سجادیں گے جب چاہے اپنے اشاروں پر چلائیں گے نچائیں گے' کچی لکڑی کو جس طرح چاہے موڑ لو جس سانچے میں چاہے ڈھال لو یا ہوسکتا ہے ان کی نظر میں' میں گیلی مٹی کا ڈھیر ہوں' بے جان خاموش اہمیت تو ان ہاتھوں کی ہوگی جو اسے اپنی مرضی کی مورتی بنانے میں استعمال کریں گے۔ اور میں جو ان سے اس قدر متاثر اور مرعوب ہوں۔ کبھی انہیں سر اٹھا کر دیکھ سکوں گی' ان کے حکم سے سرتابی کرسکوں گی' سر اٹھا کر جی سکوں گی؟ ان کی حرام سے دوستی ہے' کیا مجھے بھی کرنی ہوگی۔ کیا میں دین و دنیا دونوں میں سرخرو ہوسکوں گی' میں اپنی زندہ لاش کاندھے پر اٹھائے اپنے مالک حقیقی کا سامنا کیسے کرسکوں گی؟ میرے دل اور روح کی موت کیا مجھے زندہ رہنے دے گی' دولت کی چمک اور ماڈرن تہذیب کی چکا چوند میری آنکھیں چندھیا نہ دے گی؟ کیا میں بھی ان کی طرح اپنے مذہب کو سال خوردہ اور اللہ کی کتاب کو کارنس پر سجادوں گی اور پھر اپنی روح کی بیماریوں کا علاج ام الخبائث سے شروع کروں گی۔
بے شک فیصلہ مشکل تھا مگر صالح تھا۔ میں بڑی ہمت اور وقار سے سب کے سامنے پیش ہوئی پورے اعتماد کے ساتھ "آریان" کے رشتے سے انکار کرتے ہوئے' وجدان' کا رشتہ قبول کرنے کا عندیہ دے دیا۔ سب نے حیرت سے میری طرف دیکھا' امی کی آنکھوں میں بے یقینی اور تعجب تھا پھر اچانک ان کی آنکھوں میں سکون اور اطمینان ہلکورے لینے لگا انہوں نے بڑھ کر مجھے گلے لگالیا اور لرزتی ہوئی آواز میں گویا ہوئیں۔
"مجھے تم پر اور تمہارے فیصلے پر فخر ہے۔" میرا دل خالی ہوچکا تھا' آنکھیں خشک تھیں' مگر میں نے آریان کے رشتے سے انکار کردیا تھا' کیونکہ مجھے سر اٹھا کر جینا تھا' اپنے وجود کے ساتھ اپنی انا' خودداری اور وقار کے ساتھ اور سب سے بڑھ کر اپنے رب کو راضی کرکے۔

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

کلثوم ...... لاڑکانہ

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ شمس 21 مرتبہ (اول و آخر 7،7 مرتبہ درود شریف)
بعد نماز مغرب سورۃ العصر 21 مرتبہ پانی پر دم کر کے پلائیں پڑھتے وقت نیت ذہن میں ہو۔

سبین افضل ...... واہ کینٹ

جواب:۔ (۱) بعد نماز فجر سورۃ یسین پڑھا کریں۔
(۲) بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74،70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔
(۳) آیات شفا روزانہ صبح و شام 7،7 مرتبہ پانی پر دم کر کے پیئیں۔

کرامت اعجاز ...... گجرات

جواب: آپ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھا کریں فجر اور عشاء کی نماز کے بعد 21-21 مرتبہ اول و آخر 3-3 مرتبہ درود شریف پڑھ کر اپنے او پر دم کیا کریں۔
سورۃ یسین 1 مرتبہ فجر کی نماز کے بعد تمام معاملات ٹھیک ہونے کے لیے دعا کیا کریں' صدقہ بھی دیں۔

عائشہ عدنان ...... کراچی

ج:۔ جو وظیفہ بتایا تھا وہی جاری رکھیں، صدقہ بھی دیں۔

زاھد پاشا ...... منڈی بہاؤالدین

جواب: سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر دم کیا کریں ہر نماز کے بعد 3-3 مرتبہ۔ وظیفہ جاری رکھیں۔

ارشد خان ...... لاہور

جواب:۔ مکمل روحانی علاج کرائیں، جادو ہے۔

ایوب ...... گاؤں بدر مرجان

جواب:۔ سورۃ قریش امتحان میں کامیابی کے لیے ہر نماز کے بعد 7 مرتبہ۔
"یا قوی" سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھا کریں فرض نماز کے بعد 11 مرتبہ۔

منیر احمد ...... ضلع جہلم

جواب:۔ "یا لطیف یا ودود" ہر وقت ورد کرتے رہیں۔

صدف ناز ...... ملتان

جواب: سورۃ شمس اور سورۃ العصر 11-11 مرتبہ (اول و آخر 3-3 مرتبہ درود شریف) صبح شام پڑھ کر شوہر پر دم کیا کریں ہو سکے تو پانی پر دم کر کے بھی پلایا کریں۔ نیت ہو کہ میری طرف اور بیٹی کی طرف توجہ دیں۔

حرا احمد ...... راولپنڈی

جواب:۔ بعد نماز عشا سورۃ قریش 111 مرتبہ (اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف)
اپنے لیے اور بھائی کے لیے دعا کریں۔

شمشاد اختر ...... گجرات

جواب:۔ بعد نماز فجر 3 مرتبہ سورۃ یسین پڑھ کر اللہ سے اپنے حق میں بہتری کی دعا کریں۔
(وظیفہ آپ دونوں بہنیں کریں)
صدقہ بھی دیں۔

زہرہ ...... کراچی

جواب: عشاء کی نماز کے بعد سورۃ القریش 111 مرتبہ اول و آخر 11-11 مرتبہ درود شریف' جاب کے لیے دعا کریں۔

نبیلہ رئیس ...... ٹھٹھہ

جواب:۔رشتہ کے لیے:بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ (درود شریف اول و آخر 11,11 مرتبہ)وظیفہ گھر کا کوئی بھی فرد پڑھ سکتا ہے۔

گلشن بی بی ...... کراچی

جواب:۔ استخارہ کرلیں اگر آگے بہتری کے امکانات ہوں پھر یہ وظیفہ کریں۔

فجر اور مغرب کی نماز کے بعد "سورۃ والضحیٰ" 21 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف (نیت ہو کہ خود آ کر لے جائے خیر سے)(3 ماہ)۔

نازیہ نور ...... کراچی

جواب:عشاء کی نماز کے بعد سورۃ القریش 111 مرتبہ اول و آخر 11-11 مرتبہ درود شریف' آسانی اور جلد رہائی کے لیے'صدقہ لازمی دیں۔

افضل محمود ...... گجرات

جواب:۔"یا لطیف یا ودود" روزانہ 101 مرتبہ اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف پڑھ کر تصور میں لا کر دم کریں،ورد ہمیشہ رکھیں۔

افتخار ...... کراچی

جواب:۔رشتہ کے لیے بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74،70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔(بہن خود پڑھے یا والدہ)

یا قوی سر پر ہاتھ رکھ کر ہر نماز کے بعد پڑھیں۔

سورۃ بقرہ ایک مرتبہ پانی پر دم کریں گھر میں بھی چھڑکیں (حمام کے علاوہ) اور گھر کے تمام افراد کو بھی پلائیں۔

عائشہ رحمان ...... شیخو پورہ

جواب:۔صبح وشام سورۃ فلق، سورۃ الناس 21,21 مرتبہ اول و آخر 7,7 مرتبہ درود شریف پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کریں۔

استغفار کثرت سے کریں، کم از کم 313 مرتبہ روزانہ۔

http://facebook.com/elajbilquran
www.elajbilquran.com

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

موبائل فون پر کال کرنے کی زحمت نہ کریں۔ نمبر بند کردیا گیا ہے۔

اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔

ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔

rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے ستمبر ۲۰۱۵ء

نام .... والدہ کا نام .... گھر کا مکمل پتا ....

....

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں ....

بیاضِ دل

میمونہ رومان

مہر گل...... کراچی

کبھی نظر میں بلا کی شوخی، کبھی سراپا حجاب آنکھیں
وہ آئے تو لوگ مجھ سے بولے حضور آنکھیں جناب آنکھیں
عجب تھا کچھ گفتگو کا عالم، سوال آنکھیں جواب آنکھیں
ہزاروں ہی ان سے قتل ہوں گے، خدا کے بندے سنبھال آنکھیں

ام حسنہ...... کوٹ مومن

وہ دن وہ محفلیں وہ شگفتہ مزاج دوست
موج زمانہ لے گئی جانے کہاں کہاں

نیلم شہزادی...... کوٹ مومن

نہ تھا کچھ تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے، نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا
ہوئی مدت کہ غالب مرگیا پر یاد آتا ہے
وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا؟

حرا قریشی...... بلال کالونی، ملتان

خرد نے مجھ کو عطا کی نظر حکیمانہ
سکھائی عشق نے مجھ کو حدیث رندانہ
نہ بادہ ہے، نہ صراحی، نہ دور پیمانہ
فقط نگاہ سے رنگین ہے بزم جانانہ

حرا رمضان...... اختر آباد

ملنے ہی چلے آؤ عید کا دن ہے
دیکھو! یوں نہ تڑپاؤ عید کا دن ہے
یہ دستور زمانہ ہے حرا معلوم تمہیں بھی ہوگا
آ کر ہمیں گلے سے لگاؤ عید کا دن ہے

نورین مسکان سرور...... سیالکوٹ

باغ عالم میں رہے شادی و ماتم میں رہے
پھول کی طرح ہنسے رو دیے شبنم کی طرح
شکوہ کرتے ہو خوشی تم سے منائی نہ گئی
ہم سے غم بھی تو منایا نہ گیا غم کی طرح

مدیحہ کنول سرور...... چشتیاں

اب نیند رات بھر آنکھوں سے خفا رہتی ہے کنول
محسوس ہوتا ہے سزائے محبت شروع ہو چکی ہے

جازبہ عباسی...... دیول مری

توبہ تو کرلی عشق سے مگر پھر بھی یارو
تھوڑا سا زہر لادو طبیعت اداس ہے

رشک حناء...... سرگودھا

بارش ہوئی تو پھولوں کے تن چاک ہوگئے
موسم کے ہاتھ بھیگ کے سفاک ہوگئے
بادل کو کیا خبر کہ بارش کی چاہ میں
کیسے بلند و بالا شجر خاک ہوگئے

عائشہ پرویز...... کراچی

تیری یادوں کی کتابوں کو سامنے رکھ کر
میری عیدیں بند کمروں میں گزر جاتی ہیں

ثانیہ مسکان...... گوجر خان

میرے ہاتھوں سے اور ہونٹوں سے خوشبو نہیں جاتی
میں نے اسم محمد ﷺ کو لکھا بہت اور چوما بہت

ثناء ریاض...... بوسال سکھا

یوں تیری چاہتیں سنبھالتی ہوں
جیسے عیدی ہو میرے بچپن کی

دلکش مریم...... چنیوٹ

کیسی عید ہے دلکش
گلے کوئی اپنا نہیں ملتا

حافظہ زائمہ، حافظہ ریحانہ...... میانوالی

دلی آرزو ہے کہ عید پہ تجھ سے گفتگو کروں
مگر یہ حسرت، حسرتوں کا شمار رہی

شمع مسکان...... جام پور

عید آئی ہے تو آنکھوں میں اتر آئے ہیں
ہجر کی اوس میں بھیگے ہوئے پنچھی کتنے

فصیحہ آصف خان...... ملتان

نہ پڑیں کبھی مدھم یہ خوشیاں روشنیاں عید کی
قدم قدم پہ ملے آپ کو چمکتی کہکشاں عید کی

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

اداسیوں کی شام اور یادوں کا یہ سماں
اپنی پلکوں پر ہرگز ستارے نہ لائیں گے
رکھنا سنبھال کے چند خوشیاں میرے لیے
میں لوٹ آؤں گا تو پھر عید منائیں گے

حمیرا نوشین...... منڈی بہاؤالدین

عام دنوں کا تو حساب رہنے دو
یہ بتاؤ عید پر مجھے یاد کیا تم نے
عائشہ نور عاشا...... گجرات

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے
حلیمہ سعدیہ...... تل خالصہ

اس عید پر ہم نہ ملیں گے تو کیا ہوا
جذبوں میں ہو خلوص تو عیدیں ہزاروں
ندارشید کمسن...... بستیانہ

تجھ سے ملے تو خود کو بھول گئے ہم
تجھ سے بچھڑے تو جینا بھول گئے ہم
یہ بھول بھول ہے یا یاد ہماری
کہ تُو بھول گیا یہی بھول گئے ہم
جاناں...... چکوال

ہمیشہ نہیں رہتے چہرے نقابوں میں
سبھی کردار کھلتے ہیں کہانی ختم ہونے پر
نگین افضل وڑائچ...... گجرات

نہ تھی کوئی رنجشیں
بس عادتوں میں تضاد تھا
اسے پسند تھی شوخیاں
اور ہمیں سادگی میں کمال تھا
ملائکہ زاہد...... پشاور

وہ مجھ پر عجیب اثر رکھتا ہے
میرے ادھورے دل کی خبر رکھتا ہے
شاید میں اسے بھول جاتا مگر
یاد آنے کے وہ سارے ہنر رکھتا ہے
فائقہ کیفہ سکندر...... لنگڑیال

اس معصوم کی ظلمت کا یہ حال تھا فراز
وہ خود کو سزا دے کر مجھے تڑپایا کرتا تھا
سمیعہ کنول...... مانسہرہ

خوشیاں ہم جیسوں کا مقدر کہاں
خوشیاں تو ان کو ملتی ہیں جو غم کو مات دیتے ہیں
فاطمہ...... وہاڑی

میں فنا ہوگیا افسوس وہ بدلا ہی نہیں
میری چاہت سے بھی سچی رہی نفرت اس کی
روشی رحمانی...... وہاڑی

درد ہے یا اس کی طلب؟
بس جو بھی ہے مسلسل ہے
اقصیٰ زرگر/سنیاں زرگر...... جوڑہ

دلوں میں فرق بڑھ جائے تو اتنا یاد رکھنا تم
دلیلیں، منتیں اور فلسفے سب بے کار جاتے ہیں
صائمہ سکندر سومرو...... حیدرآباد سندھ

کی محمد ﷺ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
عادل مصطفیٰ...... طور جہلم

وہ پتھروں سے مانگتے ہیں اپنی مرادِ منزل اقبال
ہم تو ان کے اُمتی ہیں جن کو دیکھ کر پتھر بھی کلمہ پڑھتے ہیں
رخ کومل شہزادی...... سرگودھا

اداس دل کی ویرانیوں میں بکھر گئے ہیں خواب سارے
یہ میری بستی سے کون گزرا نکھر گئے ہیں گلاب سارے
نہ جانے کتنی شکایتیں تھیں نہ جانے کتنے گلے تھے تم سے
جو تم کو دیکھا تو بھول بیٹھے سوال سارے جواب سارے
کرن وفا...... شادیوال گجرات

وقت کرتا ہے پرورش برسوں
حادثہ ایک دم نہیں ہوتا
عنزہ یونس...... حافظ آباد

ضروری تو نہیں سورج سوا نیزے پر ہو
بدل جائے کوئی اپنا تو قیامت ہو ہی جاتی ہے
صدف سلیمان...... شورکوٹ

اپنی ذات کی خامیوں کو پس پشت ڈال کر
ہر شخص کہہ رہا ہے زمانہ خراب ہے
سعدیہ عابد...... نارتھ کراچی

میرے دل پر رکھا ہے آج بھی سنگ تیری جفا کا
تیری یاد نہ سکھا سکی ڈھنگ کسی سے وفا کا
تم ہی میں نہ تھی وفا کی خوشبو ورنہ
میرا دل ہے متمنی آج بھی رنگِ وفا کا

biazdill@aanchal.com.pk

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

عید سوئی

اجزا:

سویاں	ڈیڑھ پیالی (چورا کریں)
تازہ دودھ	ایک لیٹر
کسٹرڈ پاؤڈر	3 کھانے کے چمچ (رفحان)
چینی	ایک پیالی
بادام، پستے، خشک ناریل	آدھی پیالی (کٹے ہوئے)
چاندی کے ورق اور گھی	حسب ضرورت

ترکیب:

ایک فرائی پین میں گھی ڈال کر پستے اور بادام تل لیں۔اس کے بعد سویوں کو دو منٹ تک بھونیں۔ جب دودھ پک کر گاڑھا ہو جائے تو میوہ جات ڈال دیں۔رفحان ونیلا کسٹرڈ کو گھول کر سویوں میں ڈال کر جلدی جلدی چمچ چلائیں۔ جب گاڑھا ہو جائے تو سرونگ باؤل میں ڈال کر چاندی کے ورق اور کٹے ناریل کے سلائس سے سجادیں۔یہ میٹھا جتنا ٹھنڈا ہو گا اتنا ہی مزیدار ہوگا۔

(نزہت جبین ضیاء......کراچی)

لذیذ سویاں

اجزا:

سویاں	موٹی والی (آدھا کلو)
دودھ	2 کلو
کھویا	ایک پاؤ
کریم	ایک پیکٹ
کارن فلور	تین کھانے کے چمچ
بادام، پستے	باریک کٹے ہوئے (آدھا کپ)

ترکیب:

دودھ کو ایک دیگچی میں ڈال کر چولہے پر رکھ دیا۔دوسری دیگچی میں سویاں ابال کر چھان لیں۔ دودھ میں ابال کر الائچی اور چینی ڈال دیں۔تھوڑے پانی میں کارن فلور گھول کر دودھ میں شامل کر دیں اور ساتھ ساتھ کھویا ڈال کر مکس کریں۔میوہ جات سے سجادیں عید کی خاص مزے دار ڈش تیار ہے۔

(عائشہ سلیم......کراچی)

ایزی فروٹ جیلی ٹرائفل

اجزا:

پلین کیک	ایک عدد
جیلی	ایک ڈبہ
آم، کیلا، خوبانی	موسمی دستیاب فروٹ
کارن فلاور	چار سے پانچ چمچ
چینی	پانچ سے چھ چمچ
دودھ	ایک لیٹر (کسٹرڈ بنانے کے لیے)
بادام، پستہ اور کاجو	گارنشنگ کے لیے
فینسی رول بسکٹ	حسب منشا

ترکیب:

سب سے پہلے من پسند جیلی فلیور بنائیے اور جیلی کو ہلکا سا ٹھنڈا کر کے اس میں سادہ کیک کے پیسز کاٹ کر جیلی میں ڈپ کر کے فریز کر لیجیے۔پین میں دودھ ابال لیے اور اس میں چینی، الائچی کارن فلاور کو ساتھ ملا کر نارمل سا کسٹرڈ بنا لیجیے (خیال رہے ٹرائفل کے لیے کسٹرڈ بہت موٹا نہ ہو) کسٹرڈ کے ٹھنڈا ہونے تک حسب منشا اپنے فروٹ کو چھوٹے چھوٹے پیسز میں کاٹ لیجیے۔اب ایک بڑا باؤل یا چوکور ڈیزائن کا باؤل لیجیے اور اس میں سب سے پہلے جیلی کوٹنگ کیک کے پیسز طریقے سے رکھتے جائیں اور ایک تہہ لگا کے اس پر کسٹرڈ کا محلول چمچ سے پورا کر دیں اور باقی آدھا کسٹرڈ رکھ لیں۔اب اس کسٹرڈ کی تہہ پر کٹا ہوا فروٹ ڈالیے اور باقی کا کسٹرڈ ڈال دیجیے۔سب سے آخر میں باریک کٹا ہوا تمام ڈرائی فروٹ، اوپر سے گارنش کر دیجیے اور اس کے اوپر ڈیزائن کی صورت میں فینسی بسکٹس کی ڈیکوریٹ کر

دیکھیے۔ 30 سے 45 منٹ فریز کریں اور مزیدار (ایزی فروٹ جیلی ٹرائفل) انجوائے کیجیے۔

(طلعت نظامی......کراچی)

عید بریانی

اجزاء:۔

چاول	ایک کلو
گوشت	ایک کلو
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ (کٹی ہوئی)	دو چائے کے چمچ
ہلدی پاؤڈر	ایک چوتھائی چمچ
دھنیا پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
زیرہ پاؤڈر	ڈیڑھ چائے کا چمچ
لہسن ادرک پیسٹ	دو کھانے کے چمچ
پیاز (پیسٹ بنالیں)	چار عدد
ٹماٹر (چوپ کرلیں)	چار عدد
دہی	ایک کپ
آلو بخارے	چار عدد
کڑھی پتے	چھ عدد
ثابت گرم مسالا	دو کھانے کے چمچ
زردرنگ	دو چٹکی
گھی	حسب ضرورت
ہری مرچیں	چار سے پانچ عدد (کاٹ لیں)

ترکیب:۔

چاولوں میں ایک کھانے کا چمچ ثابت گرم مسالا اور نمک ڈال کر ایک کنی رہنے تک ابال لیں اور پانی نتھار کر اس میں زردرنگ ڈال کر مکس کر کے ایک طرف رکھ دیں۔ ایک پتیلی میں گھی گرم کر کے اس میں بقیہ ثابت گرم مسالا ڈال کر کڑکڑائیں اب اس میں پیاز پیسٹ ڈال کر ساتھ فرائی کرنے کے بعد اس میں گوشت، لہسن، ادرک پیسٹ ڈال کر تھوڑی دیر بھونیں۔ اس کے بعد اس میں نمک، کٹی لال مرچ، ہلدی پاؤڈر، دھنیا پاؤڈر، زیرہ پاؤڈر، آلو بخارے، کڑی پتے، ہری مرچیں ڈال کر پانچ منٹ تک بھونیں اس کے بعد ٹماٹر اور حسب ضرورت پانی ڈال کر گوشت کے گلنے تک پکائیں۔ ایک دوسری پتیلی میں تھوڑا سا گھی گرم کر کے پہلے ایک تہہ چاولوں کی لگانے کے بعد اس پر گوشت کے آمیزے کی تہہ لگا کر بقیہ چاول ڈال دیں اور دم پر لگا دیں۔ مزے دار عید بریانی تیار ہے۔ سرونگ ڈش میں نکال کر دہی کے ساتھ سرو کریں۔

(جویریہ ضیاء......ملیر کراچی)

کھڑے مسالے کا قورمہ

اجزاء:۔

مرغی	ایک کلو
لہسن (ہوائیاں کاٹ لیں)	ایک پوتھی
ٹماٹر (گول سلائس کاٹ لیں)	تین عدد
ثابت دھنیا (موٹا کوٹ لیں)	ایک کھانے کا چمچ
پیاز (درمیانی)	تین عدد
ادرک (باریک کاٹ لیں)	دو انچ کا ٹکڑا
دہی (ململ کے کپڑے میں ڈال کر پانی نچوڑ لیں)	ایک کپ
ثابت گرم مسالا	ایک چائے کا چمچ
لونگ	چار عدد
دار چینی	تین اسٹک
چھوٹی الائچی	چھ عدد
بڑی الائچی	تین عدد
زیرہ	ایک کھانے کا چمچ
سیاہ مرچیں (کٹی ہوئی)	آدھا چائے کا چمچ
جائفل پاؤڈر	ایک چٹکی
جاوتری پاؤڈر	ایک چٹکی
کڑھی پتے	تین عدد
تیل	دو کپ
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ پاؤڈر	آدھا کھانے کا چمچ

ہلدی پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ	ہری مرچ کا پیسٹ	ایک چائے کا چمچ
ہرا دھنیا (باریک کٹا ہوا)	دو کھانے کے چمچ	ادرک لہسن کا پیسٹ	ایک چائے کا چمچ
ہری مرچیں	تین عدد	نمک	حسب ذائقہ
		مکھن	ڈھائی کھانے کے چمچ
		لیموں کا رس	ایک چائے کا چمچ
		پیاز' ٹماٹر' لیموں	گارنش کے لیے
		کوکنگ آئل	ڈھائی کھانے کے چمچ

ترکیب:۔

سب سے پہلے تیل گرم کریں اور مرغی میں ہلکا نمک لگا کر تل لیں۔ اب اس تیل میں ثابت گرم مسالا' لونگ' دار چینی' چھوٹی الائچی' بڑی الائچی' زیرہ' سیاہ مرچیں' جائفل پاؤڈر' جاوتری پاؤڈر اور کڑھی پتے ڈال کر تل لیں۔ اس کے بعد اس میں پیاز ڈال کر گلابی کرلیں۔ اس میں لہسن اور ادرک ڈال کر چمچ چلائیں' ہلکا گلابی ہوجائے تو ٹماٹر ڈال دیں۔ ساتھ ہی نمک' لال مرچ پاؤڈر اور ہلدی پاؤڈر ڈال دیں۔ اب تلا ہوا گوشت دوبارہ ڈال کر اس مسالے میں بھونیں (چاہیں تو پانی کا چھینٹا بھی دیں) اب دہی بھی شامل کرلیں اور اچھی طرح بھونیں جب لگے کہ گوشت مسالے میں اچھی طرح بھن گیا ہے تو کٹا دھنیا بھی شامل کردیں اور ساتھ میں دو کپ پانی ملا دیں تاکہ حسب ضرورت گریوی رہ جائے۔ قورمہ تیار ہوجائے تو دھنیا اور ہری مرچوں سے گارنش کریں۔ چاہے تو گارنشنگ میں ہلکا سا کریم کا چمچ بھی دے سکتے ہیں۔ پراٹھوں یا روغنی نان اور رائتے کے ساتھ سرو کریں۔

(ہالہ سلیم ......اورنگی ٹاؤن)

ترکیب:۔

دہی' دھنیا پاؤڈر' ہلدی' سفید زیرہ' لال مرچ' گرم مسالا' ہری مرچ کا پیسٹ' ادرک لہسن کا پیسٹ اور نمک ڈال کر اچھی طرح ملائیں اور چکن پر لگا کر بیس منٹ کے لیے فریج میں رکھ دیں۔ ایک ایسی دیگچی میں چکن کو مسالے سمیت ڈالیں جس میں سے بھانپ باہر نہ نکلے اور تقریباً آٹھ سے دس منٹ تک پکائیں۔ پانی وغیرہ کچھ نہیں ڈالنا کیونکہ چکن دہی اور اپنے پانی میں گل جائے گی۔ اب ایک کڑاہی میں کوکنگ آئل اور مکھن ڈال کر گرم کریں اور چکن ڈال کر فرائی کرلیں۔ فرائی کرتے وقت اوپر لیموں کا رس بھی چھڑک دیں۔ زیادہ تیل یا مکھن نہ ڈالیں اس سے چکن مسالا جانے کا احتمال ہے۔ چکن سنہری ہوجائے تو ایک اچھی سی سرونگ ڈش کے اطراف میں پیاز' لیموں اور ٹماٹر رکھیں اور بیچ میں چکن رکھ کر تندوری روٹی کے ساتھ پیش کریں۔

(ہانیہ خان......سعودیہ)

پشاوری فرائی چرغہ

اجزاء:۔

ثابت مرغی	ڈیڑھ کلو (چھری کی مدد سے کٹ لگالیں)
دہی	آدھا کپ
دھنیا پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
ہلدی	آدھا چمچ
سفید زیرہ ثابت	آدھا چائے کا چمچ
لال مرچ پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
گرم مسالا پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ

کھوئے والی قوامی سویاں

ضروری اشیاء:

سویاں	آدھا کلو
چینی	ایک پاؤ
گھی	چوتھائی کپ
الائچی	تین عدد
کھویا	آدھا کلو
کیوڑہ	چند قطرے
پانی	حسب ضرورت

لونگ 3 عدد

ترکیب:

چینی اور پانی ڈال کر دو تار کا شیرہ بنالیں۔ ایک ساس پین میں گھی گرم کر کے الائچی اور لونگ ڈال دیں۔ اس کے بعد گھی میں سویاں فرائی کریں۔ شیرے میں کھویا ڈال دیں۔ سویاں شامل کریں اور کیوڑہ ڈال کر ہلکی آنچ پر دم پر رکھ دیں۔ مزیدار کھوئے والی قوامی سویاں تیار ہیں۔ انہیں سرونگ ڈش میں نکال لیں اور اس پر میوے اور چاندی کا ورق لگا کر سرو کریں۔

(اشنہ غفار...... کراچی)

سوئیٹ فروٹ کریم

اشیاء:

انار	ایک عدد
سیب	ایک پاؤ
کیلے	4 عدد
شکر قندی	ایک پاؤ
دودھ	2 لیٹر
چینی	آدھا کلو
کریم (بالائی)	ایک پاؤ
زعفران	ایک چٹکی (پسی ہوئی)
پستہ	5 ٹی اسپون
بادام	3 ٹی اسپون
گری	3 ٹی اسپون
کیوڑہ	ایک ٹیبل اسپون
سبز الائچی	6 عدد

ترکیب:

سیب اور شکر قندی چھیل کر ٹکڑے کرلیں۔ کیلوں کے بھی موٹے موٹے قتلے کرلیں۔ بالائی پھینٹ لیں اور الائچی کے دانے پیس لیں۔ دیگچی میں دودھ ڈال کر ہلکی آنچ پر چڑھادیں۔ جوش آنے پر چینی ڈال دیں۔ بالائی، زعفران، الائچی کے پسے ہوئے دانے اور سیب، شکر قندی کے ٹکڑے ڈال دیں۔ چمچہ چلاتی رہیں۔ دودھ پک کر گاڑھا ہونے لگے تو کیلے کے قتلے اور کیوڑہ ڈال دیں۔ ذرا پکنے پر دم پر رکھیں۔ ڈش میں نکال کر انار کے دانوں اور ڈرائی فروٹ سے گارنشنگ کریں۔

(شہزادی فرخندہ...... خانیوال)

رنگین سویاں

اشیاء:

سویاں	آدھا کلو
شکر	حسب ذائقہ
گھی	آدھا پاؤ
کھویا	ایک پاؤ
کیوڑہ	چند قطرے
چھوٹی الائچی	6 عدد
پستہ	ایک چھٹانک
بادام	آدھا پاؤ
کھوپرا	آدھا پاؤ
گلابی اور سبز رنگ	چٹکی بھر
کشمش	آدھا پاؤ

ترکیب:

سویوں کے تین برابر حصے کرلیں۔ دو حصوں کو گلابی اور سبز رنگ کے پانی میں الگ الگ ابال لیں۔ تیسرے حصے کو سادہ پانی میں ابالیں۔ چینی کا شیرہ بنالیں۔ اب کسی کھلے منہ کے برتن میں پہلے سادہ سویاں ایک گول لچھے کی صورت میں رکھیں۔ اس پر شیرے کی ایک تہہ بچھائیں۔ اب اس کے اوپر گلابی رنگ کی سویوں کی تہہ بچھائیں اور میدے کی ہوائیاں اور پھر سبز سویاں بچھادیں۔ اس کے اوپر شیرہ ڈال دیں۔ درمیان سے سویاں ذرا سی کاٹ لیں تاکہ شیرہ تمام سویوں میں جذب ہوجائے اور اب اس پر پستہ، بادام اور کھوپرا کی ہوائیاں سجادیں۔ مزیدار رنگین سویاں بالکل ریڈی ہیں۔

(رخسانہ اقبال...... قائدآباد)

بیوٹی گائیڈ

روبینہ احمد

بالوں کے اسٹائل اور میک اپ

مشرقی لڑکی کا ذکر ہوتے ہی لمبے بالوں کی سادہ سی چوٹی بنائے ایک معصوم سی ناری چھم سے تصور میں ابھرتی ہے مگر وقت کے ساتھ زمانے میں جہاں اور تبدیلیاں آئیں وہیں روایتی مشرقی لڑکی کا تصور بھی معدوم ہوگیا۔ ایسا نہیں ہے کہ اب ایسی لڑکی کہیں نہیں ملتی بلکہ ایسا ہے کہ اب معصوم لڑکی کا تصور محض لمبے بالوں ہی سے مشروط نہیں رہا۔ آج کل کی مصروف اور تیز ترین زندگی میں اکثر خواتین شوق ہونے کے باوجود بھی لمبے بالوں کی دیکھ بھال سے گھبراتی ہیں لہٰذا وہ بال تراشوا دیتی ہیں۔

ماضی میں خواتین لمبے بال رکھنا پسند کرتی تھیں وہ ان کی خصوصی دیکھ بھال بھی کرتی تھیں۔ بالوں میں تیل ڈالتیں اور ریٹھے آملے سے دھوتی تھیں۔ ابتدا میں فیشن کے طور پر صرف ماتھے کی طرف سے بال کاٹے گئے جو ماتھے پر دونوں اطراف میں پڑے رہتے تھے پھر بے بی کٹ بالوں کا فیشن آ گیا۔ اس میں ماتھے پر بال لمبے ہی ہوتے تھے پھر باب کاٹ اسٹائل آیا۔ یہ اسٹائل نوجوان لڑکیوں میں خاص طور پر بے حد مقبول ہوا پھر اس کے بعد فیدر کٹنگ اور لیئر کٹنگ کا فیشن آیا۔ آج کل اسٹار کٹنگ زیادہ مقبول ہے اس کٹنگ میں ستارے کے پانچ کونوں کے انداز میں بال کاٹے جاتے ہیں اور اسی مناسبت سے اسے اسٹار کٹنگ کا نام دیا گیا ہے۔

تقریبات میں بنائے جانے والے بالوں کے انداز کی بات کی جائے تو کھلے ہوئے بال ہر دور میں پسند کیے جاتے رہے ہیں۔ ماضی میں خواتین بالوں کا جوڑا بنانا زیادہ پسند کرتی تھیں پہلے پہل سادہ انداز میں جوڑے بنائے گئے مگر پھر جوڑوں کو مختلف دلکش انداز دیے گئے۔ بالوں چوٹی اور جوڑے میں موتی اور مختلف بیڈس بھی پروئے گئے۔ فرنچ چوٹی کا فیشن بھی بے حد مقبول ہوا۔ سامنے کی طرف چھوٹی چھوٹی مینڈھیاں بھی باندھی گئیں۔ ایک زمانے میں نوجوان لڑکیوں میں دو اور ایک پونی ٹیل بھی بے حد مقبول رہی آج کل پونی ٹیل پھر فیشن میں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اوپر سے بال سیدھے کر کے نیچے کناروں پر رولر سے بال گھنگھریالے کرنے کا انداز بھی بے حد مقبول ہے۔ بالوں میں جیل لگایا جا رہا ہے اس سے بال گیلے ہونے کا تاثر ملتا ہے کچھ عرصہ قبل تک بالوں میں مختلف رنگوں کے اسپرے کیے جا رہے تھے جو اب متروک ہو چکے ہیں۔ بالوں کو سفید کرنے کا فیشن بھی ترک ہو چکا ہے آج کل براؤن اور سیاہ رنگ کے بال زیادہ پسند کیے جا رہے ہیں۔

بالوں کو اسٹائل دینا کوئی آسان کام نہیں ہے ان خواتین کے ساتھ بھی یہ بڑا مسئلہ بن سکتا ہے جن کے بال آسانی سے سنور جاتے ہیں۔ اس کا انحصار بالوں کی ساخت پر ہوتا ہے کہ کون سا اسٹائل درست رہے گا اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ یہ بناوٹ اور رنگ میں مختلف ہوتے ہیں۔ اسی طرح چہرے کو بھی مدنظر رکھنا ہوتا ہے کیونکہ ہر چہرے پر ہر اسٹائل اچھا نہیں لگتا ہے اگر چہرے کی بناوٹ کو دھیان میں رکھے بغیر بالوں کو اسٹائل دیا جائے گا تو لمبا چہرہ اور لمبا اور پتلا چہرہ اور پتلا ہو جائے گا آپ اس طرح سے بال بنائیں کہ اگر چہرہ لمبا ہے چھوٹا اور پتلا ہے تو موٹا نظر آئے۔

بالوں پر تجربات کرنے ہوں تو اس معاملے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کریں ہمیشہ اس کے لیے زیادہ وقت نکالیں اور وقت کم ہو تو سادہ اسٹائل اپنائیں اگر آپ نے بالوں کو سیدھا گھنگھریالے کر دیا ہے تو بالوں میں زیادہ چیزوں کا استعمال نہ کریں مثلاً جیل ماؤس یا ہیئر اسپرے کیونکہ ان بالوں پر کیمیکل کے اثرات موجود ہوتے ہیں اور اگر آپ ایسا کریں گی تو آپ کے بال کمزور اور بے رونق ہو جائیں گے اس لیے بالوں کے ہلکے پھلکے اسٹائل اپنائیں جو آپ پہلے بھی آزما چکی ہوں اور جن کے بارے میں آپ جانتی ہیں کہ یہ اسٹائل آپ پر جچے گا۔

اگر آپ کا چہرہ کبوترہ ہے تو آپ کو جوڑا یا بالوں کو کھینچ کر پونی ٹیل بنانے سے گریز کرنا چاہیے اس طرح کا انداز آپ

کے چہرے کو اور لمبا کردے گا۔ بالوں کو درمیان سے تقسیم نہ کریں اور زیادہ جیل بھی نہ لگائیں ایسا اسٹائل اپنائیں کہ جس سے چہرہ بھرا بھرا نظر آئے اور لمبائی میں کم دکھائی دے۔ لمبے چہرے کے لیے پیشانی پر بالوں کی جھالر گرانا اچھا رہتا ہے۔

گھنگھریالے بال گول چہرے پر اچھے لگتے ہیں لیکن بالوں کو ماتھے پر گرنا نہیں چاہیے ورنہ چہرہ چھوٹا اور پھولا پھولا لگے گا۔ درمیان سے مانگ نکالی جائے اس سے چہرہ لمبا لگنے لگتا ہے اگر آپ کے بال سیدھے ہیں تو درمیان سے برابر تقسیم کریں اس سے بھی چہرہ بڑا اور لمبا نظر آتا ہے۔

چوکور چہرے کو اپنے چہرے کی چوڑائی چھپانے کی ضرورت ہوتی ہے اگر آپ جوڑا یا بالوں کو کھینچ کر پونی ٹیل بنائیں گی تو آپ کا چہرہ بڑا لگے گا۔ سائیڈ سے مانگ نکالیں یہ چوکور چہرے پر خوب اچھا لگتا ہے۔ بالوں کی چند ایک لٹ گالوں پر بھی گرالیں ایسا اسٹائل اپنائیں کہ جس سے بالوں کی نرم اور ہلکی تہہ کے ذریعے چہرے کے دائیں اور بائیں حصے کو تھوڑا چھپایا جاسکے اس سے آپ کا چہرہ متناسب لگے گا۔

بیضوی شکل پر گھنگھریالے بال اچھے لگتے ہیں ان پر لہریے دار اور سیدھے بال بھی سیٹ رہتے ہیں۔ جوڑا بنایا جائے یا پونی ٹیل یا پھر بالوں کو کھلا رکھا جائے ہر طرح سے جچتے ہیں مگر پھر بھی آپ کو ایک دو ہیئر اسٹائل جان کر رکھنا چاہیے تاکہ وقت کی کمی ہو تو اسے اپنا سکیں۔

ہر کوئی چاہتا ہے کہ اس کے بالوں کا اسٹائل جداگانہ ہو مگر ہر اسٹائل ہر کسی کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ سلکی بالوں کو سیٹ کرنے کے لیے جیل اور اسپرے کا استعمال لازمی ہوتا ہے کیونکہ یہ ٹکتے نہیں ہیں۔ ایسی بالوں والی خواتین بعض اوقات بالوں کو سنبھالنے کے لیے بہت سارے کلپس لگالیتی ہیں مگر یہ بال کھلے ہوں تو زیادہ اچھے لگتے ہیں۔ خشک اور کھردرے بالوں کو سیٹ کرنے کے لیے بالوں کا سیرم استعمال کیا جاتا ہے جس سے بال درست ہوجاتے ہیں اور اسٹائل دینا آسان ہوجاتا ہے اگر آپ اپنے خشک بالوں کو کھلا رکھنا چاہتی ہیں تو ایڈوانس میں ڈیپ کنڈیشنز لگائیں تاکہ بال اچھے اور چمکدار نظر آئیں۔

ایسے بال بھی ہوتے ہیں جو اکثر الجھے ہی رہتے ہیں ان کا بہترین حل یہ ہے کہ انہیں باندھ کر رکھا جائے اگر آپ کا دل انہیں کھلا رکھنے کو چاہتا ہے تو اس مناسب سے اینٹی فریزی شیمپو اور کنڈیشنز استعمال کریں۔ آپ انہیں بلو ڈرائر کے ذریعے خشک کرکے یا مستقل طور پر بال سیدھے کروا کر ان پر قابو پاسکتی ہیں۔

اگر آپ کے بال گدی سے چپکے رہنے والے ہیں اور حجم میں کم ہیں تو آپ ایسا شیمپو استعمال کریں جس سے بالوں کے حجم میں اضافہ ہو آپ پانی میں ایک عدد لیموں نچوڑیں اور شیمپو کرنے کے بعد بالوں پر اس کے جوس کو ڈالیں اس سے بالوں کا میل اور چکنائی جاتی رہے گی اور بالوں کے حجم میں بھی اضافہ ہوجائے گا۔ مہندی لگانے سے بھی بالوں کے حجم میں اضافہ ہوجاتا ہے مہندی پاؤڈر کو چائے کے پانی میں بھگودیں اور اس میں ایک عدد لیموں کا رس ڈال دیں اور صرف تیس منٹ بالوں میں لگائیں بال حسب منشا ہوجائیں گے اور بالوں میں مہندی کا رنگ بھی نہیں آئے گا۔ گھنگھریالے اور لہریے دار بالوں کو نرم کرنے کے لیے بالوں میں بیس منٹ کے لیے دہی لگائیں اور پھر شیمپو کرلیں۔ گرم تیل سے مالش کی جائے تب بھی بال نرم ہوجاتے ہیں اس حوالے سے بہترین نسخہ کچھ اس طرح سے ہے کہ دو ٹیبل اسپون مکھن اور اس میں تھوڑا سا زیتون کا تیل ملائیں اور ان کو اچھی طرح مکس کرکے بالوں میں لگائیں اور ہولے ہولے مساج کریں اور بعد میں نیم گرم پانی سے آدھے گھنٹے کے بعد بالوں کو دھولیں اس سے آپ کے خشک بال سلکی اور بہت ہی نرم ہوجائیں گے۔

بالوں پر برا وقت بھی آتا ہے اور لاکھ سلجھانے کی کوشش کرو نہیں سلجھتے ہیں۔ شیمپو اور کنڈیشنر سے بالوں کو صاف کریں اس کے بعد جوڑا یا پونی ٹیل بنالیں اگر آپ بالوں کو کھلا رکھنا چاہتی ہیں تو انہیں بلو ڈرائی کریں۔ سیٹ کرنا چاہتی ہیں تو جیل کی مدد سے سیٹ کرلیں اور وہی اسٹائل اپنائیں جو آپ پر جچتا ہے۔

ہنی ایمان......کراچی

ایمن وقار

عید مبارک

لو عید پھر سے آئی ہے
پھر اس نے مجھ سے پوچھا ہے
تم عید کا تحفہ کیا دو گے؟
میرے پاس تو بس کچھ یادیں ہیں
کچھ بھولی بسری باتیں ہیں
کچھ عید کارڈ پرانے ہیں
کچھ سوکھے پھول دراز میں ہیں
میرے خالی خالی کمرے میں
تیرے قدموں کی آواز بھی ہے
تیرے ہجر میں راتیں کٹتی ہیں
میری نیند مجھ سے روٹھی ہیں
میں ہوں اور میری تنہائی ہے
جو واحد میری سہیلی ہے
بس یہ ہی میرا سرمایہ ہے
جو میں نے اب تک پایا ہے
اب تم کو میں کیا تحفہ دوں؟
اب تم خود مجھ کو بتلا دو
تم عید کا تحفہ کیا لو گے......؟؟

نزہت جبین ضیاء...... کراچی

سچی عید

وہی لمحے تھے یادگار اے دل!
جن لمحوں میں ساتھ تھے ہم تم
وہی عیدیں تھیں پیار کی عیدیں
جن کو مل کر منایا تھا ہم نے
ہائے افسوس! کہ یہ دہشت گردی
اس نے چھینا ہے چین سکھ اپنا
اس نے ہر فرد کو رلایا ہے
میری دھرتی کو یوں ستایا ہے
ساری عیدوں کو سوگوار کیا
لوگ ڈرتے ہیں پیار کرنے سے مسکرانے سے
اس نے یہ گلستان جلایا ہے
میرے مالک اٹھو اب کے فضل فرما
دہشت گردی سے پاک کر دھرتی
میرے لوگوں کو "سچی عید" کرا آمین

سباس گل...... رحیم یار خان

غزل

ہم اپنی الجھی الجھی داستان زیست کچھ یوں بیان کرتے ہیں
اک اجنبی کے حصول کی خاطر سجدے صبح و شام کرتے ہیں
ہے واقف دل مضطرب کے اسے پانا ناممکن ہے
مگر سوچتے ہیں اب کی بار ناممکن کو ممکن میں بدلتے ہیں
وہ سنگدل جو بڑی راحت سے میٹھی نیند کے مزے لوٹتا ہے
ہم اس کی خاطر دیر تلک ہر شب چاند سے باتیں کرتے ہیں
وہ جو اوروں سنگ سر عام ہنستا پھرتا ہے
ہم اس بے وفا کی خاطر خود سے بھی پردہ کرتے ہیں
وہ جو خود میں مگن ہمارا نام تک بھول بیٹھا ہے
یہ جان کر بھی کے وہ ہرجائی کج ادائی کی ہر حد عبور کر بیٹھا ہے
ہم ہر عید ہر تہوار پر اس کے نام سے سجتے سنورتے ہیں
شاید کے ہمارے آنسو عیاں کر دیں اس پر ہماری حالت زار
شب کے تیسرے پہر بھی اٹھ کر بڑی فرصت سے دعا کرتے ہیں
اگرچہ ہماری چاہت کی شدت سے وہ ہمیشہ نابلد رہتا ہے
مگر پھر بھی اس کا نام ہتھیلی پر لکھ کر ہم چوما کرتے ہیں
یوں تو ہماری انا پرستی ہی ہماری ذات کا مان تھی
مگر اب محبت کے ہاتھوں انا کی مات پر اکثر دعا کرتے ہیں
تو اتنی بے وقعت و ارزاں پہلے تو نہ تھی نجمی
جتنا لوگ اب تجھے اس سنگدل کی خاطر سمجھتے ہیں

نجمت اسلم چوہدری...... سدھنوتی آزاد کشمیر

دھرتی کے فرشتے

یہ سرحدوں پر کھیلے جواں
نبھاتے ہیں جو فرض کے امتحاں
نہیں دھوپ میں چھاؤں کے طلب گار
یہ لگتے ہیں جنت کے ہی شہ سوار
ہتھیلی پر رکھے ہوئے اپنی جاں

شہید وطن عظمتوں کے نشاں
ہے نعرہ تکبیر سے سینہ شاد
ہے ماں سے بھی پہلے خدا ان کو یاد
ہوئی عرش بریں پر فرشتوں کی عید
وہ آیا وہ آیا وہ شہید

ام حمنہ.....کوٹ مومن

بنام پاکستان

چلو ہم مان لیتے ہیں تجھے ہم مان دیتے ہیں
چلو ہم ٹھان لیتے ہیں تجھے ہم جان دیتے ہیں
محبت کا تقاضا ہے تو ہمیں سائبان دے
بدلے میں تجھے ہم لاشوں سے بھرے میدان دیتے ہیں
اے شاہین تیرے پروں میں اس مٹی کی ہے ملاوٹ
افسوس اڑنے کے لیے کوئی اور تجھے آسمان دیتے ہیں
محب وطن ہوں میں پر قلم زخمی ہے بہت
آہ! ادھوری محبت اور الفاظ سنسان دیتے ہیں
صد افسوس تیری وادیوں کی مٹی سے نگین
بنا کر تجھے ہم خود ذہن بدگمان دیتے ہیں

نگین افضل وڑائچ.....گجرات

عید کی خوشی میں

میرے ہمدم لوٹ آؤ
ذرا سا دیدار کروا جاؤ
آج عید کی خوشی میں
پائل بے تاب ہے چھنکنے کو
بندیا منتظر ہے چمکنے کو
کنگن بے چین ہے کھنکنے کو
اور کاجل بھیگا جا رہا ہے
تیری دید کی خوشی میں
میرے ہمدم لوٹ آؤ
آج عید کی خوشی میں
آنکھوں میں کئی خواب جل رہے ہیں
دھڑکن میں کئی راگ چل رہے ہیں
کچھ سپنے بے تاب سے مچل رہے ہیں
آنچل شرما کر سمٹا جا رہا ہے
تیری دید کی خوشی میں
میرے ہمدم لوٹ آؤ
آج عید کی خوشی میں
رنگ مہندی کا سرخ ہو رہا ہے
جھمکا کان کا کچھ گنگنا رہا ہے
زلفیں سرشاری لہرا رہی ہیں
سرخ ہونٹ مسکرا رہے ہیں
تیری دید کی خوشی میں
میرے ہمدم لوٹ آؤ
آج عید کی خوشی میں

مدیحہ کنول سرور.....چشتیاں

عید

پھولوں کو جس طرح بھنورے ملتے ہیں
آؤ! اس عید پر ہم بھی کہیں ملتے ہیں
اپنی اس چاہت کو
پیار بھری رفاقت کو
نئی لگن کا رنگ دیتے ہیں
دنیا کے لیے اپنی محبت کو مثال کرتے ہیں
روانی کے لیے جیسے دریا
سمندر میں خود کو پامال کرتے ہیں
پھول جیسے
گلشن سے وفا نبھاتے ہر بار نکلتے ہیں
تو.....
آؤ.....اس عید پر ہم تم بھی ملتے ہیں

عروسہ شہوار رفیع.....کالا گوجراں، جہلم

عید کا چاند

اداسی تھی
تنہائی تھی
بے قراری تھی
دل مضطرب تھا
عجب بے کلی کی حالت تھی
انتظار کے جاں گسل لمحے تھے
ٹوٹے، بکھرے سپنے تھے
دیئے آس کے بجھے تھے
کہ.....

کہ......
یک لخت، تنہائی کے لمحے
انتظار کے پل
اک پل میں دم توڑ گئے
کہ تم بن کے
"عید کے چاند"
میرے من آنگن میں اتر آئے
فصیحہ آصف خان...... ملتان

غزل

اسے میری وہ بچپن کی شرارت یاد آجائے
کبھی کچھ بھول بھی جائے محبت یاد آجائے
اسے پوجا اسے چاہا اسے مانگا بھی ہے ہم نے
میری سچی محبت کی عبادت یاد آجائے
کسی کے پیار کی خاطر یہ ہم نے دشمنی کی تھی
اسے میری زمانے سے بغاوت یاد آجائے
ہمیں وہ بھول ہی بیٹھا نجانے کس طرح لوگو
خدارا اب اسے میری شکایت یاد آجائے
ہمیں وہ جان سے پیارا اسے معلوم ہی کب ہے
میری پہلی محبت کی عنایت یاد آجائے
اسے میں پیار کرتی ہوں اسی پر جان دیتی ہوں
فری اب اسے میری سخاوت یاد آجائے
فرید جاوید فری...... لاہور

غزل

سامنے ہی کھڑا تھا میں لیکن اس نے پکارا ہی نہیں
ظاہر کررہا تھا ایسے جیسے اس نے دیکھا ہی نہیں
ساتھ تھا شاید کوئی اپنا وہ نظریں جھکا کر گزر گیا
وہ بھول گیا ہو مجھ کو ہوسکتا کبھی ایسا بھی نہیں
عرصہ بعد دیکھا اس کو یوں بے فکر سا گھومتے ہوئے
چہرہ وہی آنکھیں وہی اس میں کچھ بھی بدلا ہی نہیں
اب بھی مسحور سا کردیتی ہے شخصیت اس کی
اور شاید اب بھی پیار اس کا کسی نے پایا ہی نہیں
کوئی وعدہ نہ تھا نہ ہی کوئی عہد وفا لیکن
جاتے ہوئے کیوں اس نے نظر بھر کر دیکھا بھی نہیں
اب جو اتنے عرصہ بعد دیکھا اسے کسی کے ساتھ
ایسا کیوں محسوس ہوا کہ اس کے ساتھ تو اپنا سایہ بھی نہیں
طارق محمود (شاکل)...... کامرہ کلاں اٹک

آجاؤ کہ......

اے دوست......
آجاؤ کہ......
اب تو وجود میں
تھکن اتر آئی ہے
محوِ انتظار آنکھیں
تمہاری راہ دیکھتی ہیں
آجاؤ کہ......
دلِ مضطرب
راحت چاہتا ہے
جدائی کی آگ میں
جھلستا شریر
وصل کی دلفریب
چھاؤں چاہتا ہے
آجاؤ کہ......
چراغ آس کی لو
مدھم ہوئی جاتی ہے
زیست کی ڈور ہاتھوں سے
چھوٹتی جاتی ہے
آجاؤ کہ......
عید کے پُرمسرت دن پر بھی
میرا دل اداس ہے
جس کا انتظار ہے وہی
جانِ مسکان نہ میرے
پاس ہے......!
شمع مسکان...... جام پور

امید رب ستارا ہے

امید رب ستارہ ہے
چمک جائے جو دل میں تو
اجالا پھیل جاتا ہے
اک ایسا نور کرتا ہے
سکوں سے دل کو بھرتا ہے......!

امیدِ ربّ کنارہ ہے
سمندر لاکھ گہرا ہو
کنارے کا نظارہ ہو
تو ہمت آ ہی جاتی ہے
مسافر آگے بڑھتا ہے......!

امیدِ ربّ اشارہ ہے
سکوتِ تیرگی شب میں
صدا پہ گرچہ پہرہ ہو
نشان راہ دکھاتا ہے
سفر آسان کرتا ہے......!

امیدِ ربّ سہارا ہے
ہمیشہ ساتھ رہتا ہے
کبھی گرنے نہیں دیتا
اسے جو تھام لے اس کو
عطا رحمت بھی کرتا ہے......!

امیدِ ربّ تو ایماں ہے
خدا جب ساتھ ہے اپنے
کہ جب وہ ربّ ہے بندوں کا
بھلا کیوں نا امید ہو......؟
وہ ہم سے پیار کرتا ہے......

عرشیہ ہاشمی......آزاد کشمیر

ہم پتھر لوگ

مجھ کو دھتکار کر تم کدھر جاؤ گے
نفی میری وفا کی نہ کر پاؤ گے
جفاؤں سے گھبرانا سیکھا نہ ہم نے
بتاؤ بھلا کتنا تڑپاؤ گے
تمہاری رگوں میں ہمارا لہو ہے
ہمیں بھول کر خوب پچھتاؤ گے
پانی ہو تم ہم اتریں ہیں تہہ میں
پتھر سے کیسے تم ٹکراؤ گے
دیوانے عقل سے بالا ہی ٹھہرے
بھلا کتنے پتھر تم برساؤ گے
رہِ عشق میں کوئی غیر نہ ہی
اپنوں سے آخر بچھڑ جاؤ گے

چلو اپنی چال، ہمیں چلنے دو اپنی
چھیڑا جو ہم کو خود بکھر جاؤ گے
کوثر نے اپنی کہانی سنا دی
بعد از مرگ اس کی دہراؤ گے

کوثر خالد......جڑانوالہ

غزل

بہار جب آئی گلِ بہار دیکھتے رہے
منظرِ خوابناک کو پہروں سخن ور دیکھتے رہے
بد نصیبوں نے تیرا بس ستم دیکھا
نصیب والے ہر دن تیرا پیار دیکھتے رہے
تیرے دیدار کی اجازت تو نہ تھی
بس تیرے با و در کو لگا تار دیکھتے رہے
نہ تجھے آنا تھا نہ تُو آیا
ان رستوں پہ مدتوں، ہم بیکار دیکھتے رہے
دردِ دل کا علاج تو نہ کیا مسیحا نے البتہ
ہونٹوں میں ہنسی دبائے ہماری چشم تر دیکھتے رہے
کس طرح ہم اس کی تلاش میں ننگے پاؤں چلے صندل
بہت دور تک ہم کو صحرا کے شجر دیکھتے رہے

کلثوم صندل......مظفر گڑھ

صلہ ملا مجھے

بہت سالوں بعد
میری وفاؤں کا صلہ ملا مجھے
آنکھیں پانی سے ہیں سمندر
ہے دل میں درد کا دھواں
جدائی کے قیاس سے شکستہ چہرہ ہے
پر ہونٹوں پہ بھی مسکان کیوں نا ہو
کہ کہا ہاتھ تھام کر بڑی چاہت سے اس نے
خود سے مجھ تلک کا جو سفر طے کیا ہے
آج پھر ان رستوں کی پہچان کرو
باندھ لو محبت ساری اپنی
آج تمہیں میری زندگی سے چلے جانا ہوگا......

مشاعل مسکان......قمر مشانی

اک کام کرو گے تم

اک کام کرو گے تم

میرے نام کے سنگ......
اپنا نام لکھو گے تم
جو چھین نہ سکے کوئی
بھی مجھ سے
جن کی تعمیر سے وابستہ
ہوں میرے ہر پل
کی خوشیاں بھی
سنو......
کوئی ایسے ہی خواب
میری آنکھوں کی
زیست کرو گے تم
مدیحہ نورین مہک...... برنالی

صدائے سانحہ صفورا

کیا خوب شہر ہیں وہ
جہاں برسات ہوتی ہے
زمیں سیراب ہوتی ہے
ہمارے شہر سے ملو لوگوں
یہاں کی بات انوکھی ہے
یہاں گلشن نکھرتے ہیں
نہ ہی بادل برستے ہیں
ہے یہ شہر کراچی......
جہاں آنسو برستے ہیں
گونج اٹھتی ہیں صدائیں
زمین لال ہوتی ہے
یہاں آدم کے ہاتھوں رسوا
آدم کی ذات ہوتی ہے
ودیعہ یوسف زماں قریشی...... لانڈھی، کراچی

عید مبارک

عید مبارک
کہہ کر
میری عید
مبارک کردو
عائشہ نور عاشا...... گجرات

غزل

دل میں ایک مانوس سا شخص بسا ہے
جو میری دھڑکن دھڑکن میں بسا ہے
کبھی ایک پل کو جو مجھ سے جدا نہ ہوا تھا
آج وہ اجنبیوں کے دیس میں جابسا ہے
میری ایک آہ پر شدت سے تڑپ اٹھنے والا
میرے درد کی وجہ کسی اور کے دل میں بسا ہے
میں تو رہ گئی تنہا دل میں اب ارمان نہیں باقی
آشیانہ میرا اجڑا ہے اس کا مکان تو بسا ہے
وہ سر راہ کہیں ملے تو پوچھوں گی میں اس سے
بچھڑ کر کسی اپنے سے یہ دل بھی کبھی بسا ہے
کیسے مان لوں کہ میرا نہ تھا دیا
جس کے بجھ جانے سے میرے گھر میں اندھیرا بسا ہے
سعدیہ عابد...... نارتھ کراچی

غزل

بڑی مدت بعد مجھے جیسے کسی نے پکارا ہو؟
بہت پہچانی سی صدا تھی کہیں تم تو نہیں ہو؟
اندھیروں کے راستے میں سفر مشکل تو تھا مگر
اک دیا سا میرے ساتھ رہا کہیں تم تو نہیں ہو
دربدر کی ٹھوکروں سے بچ نکلنا آسان تو نہ تھا
مگر کوئی جیسے سہارا سا ہو کہیں تم تو نہیں ہو؟
میرے لیے غموں کا ساماں تھا بے حد وحساب تھا
مگر مرہم سا کوئی لگا ہو جیسے کہیں تم تو نہیں ہو؟
تنہائیوں کی وادی میں قدم اپنے پڑے تو تھے
میں اکیلی رہی مگر تنہا نہیں کہیں تم تو نہیں ہو؟
جویریہ راج تنہا...... باغ، آزاد کشمیر

عید مبارک

اے چاند عید کے
ان کی طرف گزر جو تیرا ہو جائے
اس سے کہنا......
کہ راہیں تکتی ہیں تم آج تیری آس لگائے
اس سے کہنا......
انتظار میں تیرے دن تمام ہونے لگا ہے
چند لمحے نکال کر
آ کے مجھ سے عید ضرور مل جائے

اے چاند عید کے......!

عجم انجم اعوان...... کورنگی کراچی

عیدی

وہ ہم سے پوچھ بیٹھے ہیں تمہیں عیدی میں کیا دیں ہم
اب ان سے ہم کہیں کیسے
ہمیں نہ پھول لینے ہیں
نہ کوئی عید کارڈ لینا ہے
ہمیں عیدی جو دینا چاہتے ہو تم
تو تحفے میں اپنا دل ہمیں عیدی کی طرح دو
کہ......
ہر عیدی سے بڑھ کر یہ عیدی ہو جائے

ثوبیہ شہزادی...... راولپنڈی

غزل

وہ جو لفظوں کے پھول بوتے ہیں
خوشبو ہر دل میں ہی سموتے ہیں
ان کو الفت اسیر کرتی ہے
جن کے خود سر مزاج ہوتے ہیں
جو کسی کشتی میں کریں سوراخ
خود کو بھی ساتھ میں ڈبوتے ہیں
ان سے دنیا کنارہ کرتی ہے
وہ جو اپنے ہی رونے روتے ہیں
مجھ کو جب دیکھتے ہیں وہ یک ٹک
دل میں نغمے شریر ہوتے ہیں
جو تڑپتے ہیں ہجر کے بن میں
دن میں جلتے ہیں شب کو روتے ہیں
وہ بڑا کارساز ہے خانم
اس کی رحمت سے زخم دھوتے ہیں

فریدہ خانم...... لاہور

تم آ نہ سکے

رات ڈھلنے لگی
چاند چھپنے لگا
سوچ کا ہر زاویہ
رخ بدلنے لگا
ٹھنڈی میٹھی ہوائیں
صبح نو کی آمد کا پیغام لے کر
میری زلفوں سے خوشبو چراتی ہوئی
گل و گلزار کو مہکانے چلیں
اور چڑیاں......
میرے آنگن کے اک گھنے پیڑ پر
چہچہانے لگیں
اور ہم......
رتجگوں کے مسافر
خوابوں خیالوں کی اوڑھے ردا
سوچتے ہی رہے
تم بے وفا تو نہیں شاید مجبور ہو
کبھی تو تڑپتے دل کی کوئی بھی صدا سن نہ پائے کبھی
ہم پگھلتے رہے
رات ڈھلتی رہی
چاند جلتا رہا دل مچلتا رہا
تم آج بھی وعدہ کرکے صنم
تم کھا کے قسم
نبھا نہ سکے
ہم سسکتے رہے تم آ نہ سکے

سیدہ حیا عباس...... مرالی ٹلہ گنگ

میری نیند

جس رات برستی ہے مجھ پر
تیری یاد صنم
اس رات......
کمرے کے کسی کونے میں
خموش اور سہمی سہمی سی
سحر تک......
روتی رہتی ہے......
میری نیند......

نمیرہ اسد تاڑی...... راولپنڈی

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

پیاری آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم آنچل قارئین! آپ سب کو عید کی ڈھیروں مبارکباد اور دعائیں۔ سمیرا شریف طور شادی کی اور عید کی ڈھیروں مبارک باد اور دعائیں قبول کریں' اللہ تعالیٰ آپ کی ہر عید مسرتوں سے معمور کرے آمین۔ نازیہ کنول نازی عید اور شادی کی مبارک باد اور دعاؤں کا تحفہ آپ کے لیے' آنچل میں آپ کی شادی اور سسرالص کے متعلق اشاعت پر بہت خوشی ہوئی' ہمیشہ خوش رہیں آمین۔ پروین افضل شاہین صاحبہ آپ کو عید کی ڈھیروں مبارک باد۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ہر عید یونہی مسکراہٹوں سے سجائے' آپ کے دامن اور آپ کی گود میں پھول کھلیں' اللہ تعالیٰ آپ کو اولاد کی خوشیاں دیکھنا نصیب فرمائے آمین۔ آپ میاں نے ایوارڈ وصول کیا میری طرف سے ڈھیروں مبارک باد۔ بشریٰ باجوہ عید کی ڈھیروں مبارک باد اور دلی دعائیں۔ طیبہ نذیر آپ کو بھی عید مبارک ہو' ڈھیروں پر خلوص دعاؤں کے ساتھ' ایس انمول شاہ' نورین شاہد اور شاہ زندگی آپ کو بھی عید کی مبارک باد اور ڈھیروں دعائیں۔ میری طرف سے ادارہ آنچل اور مدیرہ آنچل کو ڈھیروں مبارکباد۔ اللہ تعالیٰ آنچل کا ساتھ ہمارے ساتھ ہمیشہ جوڑے رکھے۔ ماہنامہ حجاب بھی اپنی مقبولیت کی سیڑھیاں اسی طرح طے کرے آمین ثم آمین آپ کی دعاؤں کی طالب آپ کی بہن۔

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

دل والوں کے نام

السلام علیکم! سب سے پہلے سب پڑھنے والوں کو میری طرف سے عید کی بہت مبارک ہو' ہیلو اقراء اسحاق تمہیں سالگرہ مبارک ہو۔ پیارے فیصل تمہیں بھی سالگرہ مبارک اور اٹلی والو! میں ہوں یار عقیل تمہاری بہنا گزشتہ سالگرہ بہت مبارک ہو۔ طیبہ نذیر ہنستی مسکراتی رہو۔ پرنس افضل شاہین تسی تے گریٹ ہو اور نوشین اقبال ہیپی برتھ ڈے ٹو یو سارے اسکول اسٹاف کو بہت بہت عید کی خوشیاں مبارک' پیاری جیری آئی مس یو۔ جلدی سے آجاؤ گڑیا سوئٹ سوئٹ اور جویریہ' ذیشان' محسن' احسن سب کو السلام علیکم! پیارے ابو جان اس دفعہ زیادہ عیدی لوں گی میں ہاہاہا۔ امی جی تسی وی دینی ہے اور سمیع اللہ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ شاہ زندگی' سارہ یہ چوہدری' طیبہ نذیر' ثوبیہ کوثر' انا احب سب کو بہت بہت سلام ہو۔ مجھے عید کی خوشیوں میں مت بھولیے گا' میری عیدی بھیج دینا بھائی راشد' اقراء ہمارے گھر آنے کا شکریہ۔ او ہو اقراء اداس نہ ہو کہ راشد عید پر ساتھ نہیں ہوگا ہاہاہا۔ سب کی دوست دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

گل مینا خان' فائزہ بھٹی اینڈ نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم! میں تین' چار ماہ بعد حاضر ہوئی ہوں' غیر حاضری کی وجہ میرے گلے کا ٹانسلز انفیکشن ہے۔ طبیعت ٹھیک نہیں رہتی تھی تو آنچل میں انٹری نہیں دے پائی۔ گل مینا خان! آپ واقعی اپنے نام کی ایک ہیں' تھینک یو سو مچ پریٹی گرل! برتھ ڈے وش کرنے کا۔ ہمیشہ خوش رہو سویٹ ہارٹ۔ ڈیئریسٹ فائزہ بھٹی! تم نے میری غیر حاضری کو مس کیا تھینک یو سویٹ گرل! میں ابھی بیاہ کر نہیں گئی' دور ہوگئی پریشانی (ہاہاہا) ویسے میرے لیے تو تم پھولوں کی ملکہ ہو۔ میری دعا ہے کہ زندگی میں ڈھیروں خوشیاں اور کامیابیاں سمیٹو آمین۔ مائی ہارٹ فیورٹ نازیہ کنول نازی آپ کو نکاح کی ڈھیروں مبارک باد' آپ میرے آنے سے پہلے ہی ہارون آباد چھوڑ رہی ہیں' ناٹ فیئر (مذاق کر رہی تھی)۔ اللہ پاک آپ کو ہمیشہ خوش و آباد رکھے اینڈ تمام آنچل فرینڈز مدیحہ نورین' شاہ زندگی' پروین افضل' زنیرہ طاہر' شاہ احمد' فرح کنول' ارم کمال' گل مینا خان' نورین مسکان سرور' حافظہ سمیرا' آنچل کے ٹیم ممبرز جناب مشتاق احمد قریشی صاحب' طاہر احمد قریشی' آپی قیصر آرا' آپی جویریہ سالک' روبین احمد اینڈ آل پاکستانیوں کو میری طرف سے ایڈوانس عید مبارک' پلیز دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

مدیحہ کنول سرور...... چشتیاں

قریشی سسٹرز کے نام

ہنستی کیسا ہے؟ اس کی قلقاریوں سے بھرپور شرارتیں ابھی بھی ذہن میں گونجتی ہیں تو بہت یاد آتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے کام ہیں نانا اس کے اور ہاں بتائیے اسد شیر بہادر کیسا ہے؟ جس کے اپنے کام کم ہی سیدھے ہوتے ہیں۔ ثوبان سے کہیے گا کہ سدھر جائیں (اب ڈینٹونک کی مشہوری کا اشتہار نہ بن جانا)۔ ڈیئر فہمیدہ آپی جلد ہی افسانہ آ رہا ہے' آنچل میں پڑھ کر اپنی رائے سے آگاہ ضرور کیجیے گا۔ رگ جاں "آنچل میں حرا قریشی کے علاوہ بھی باذوق لوگ ہیں۔ ان پر بھی نظر کرم کیا کریں' ہالہ جانی کے مشوے کہہ دیں کہ اپنی پوزیشن قطعی ڈاؤن نہ کریں۔ گڈی! عروہ سے کہا کریں' ناک کم چڑھایا کریں۔ اچھی نہیں لگتی' بالکل چھوٹی آپا لگتی ہے' عبداللہ کی بھی کلاس لیں تاکہ یہ بھی اچھے گریڈ لیں۔

حرا قریشی...... بلال کالونی' ملتان

شاہ زندگی' زرش بخاری' غزل ملک' زوباش خان آفریدی کے نام

السلام علیکم! پیاری پیاری دوستو میرا نام عدن ہے اور سب مجھے

پیارے حاشی بلاتے ہیں۔ پیاری شاہ زندگی اور زرش بخاری میں نے آپ کا تعارف پڑھا جو کے مجھے بہت اچھا لگا' میں پوری سچائی اور ایمانداری سے آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اور مجھے امید ہے کہ آپ مجھے ایک مخلص دوست پاؤ گی۔ مجھے آپ کے جواب کا انتظار رہے گا پلیز جواب ضرور دیجیے گا۔ غزل ملک اینڈ زوباش میں نے آپ کا تعارف بھی پڑھا میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں وہ بھی پکی والی آپ چاروں فرینڈز مجھے ہمیشہ ایک مخلص دوست پاؤ گی۔ میں آپ سے رابطہ کرنا چاہتی ہوں' کیسے وہ آپ بتایئے گا پلیز' اس کے علاوہ اگر کوئی بھی مجھ سے دوستی کرنا چاہتا ہے تو موسٹ ویلکم' دوستی کے معاملے میں ہم بہت مخلص ہیں۔ تمام آنچل اسٹاف' نازیہ آپی' سمیرا آپی طاہر بھائی اور تمام آنچل پڑھنے اور لکھنے والی سوئٹ فرینڈز کو رمضان کی ڈھیروں ڈھیر مبارک باد' اللہ حافظ۔

عدن چوہدری حاشی...... گجرات

عائشہ نور محمد کے نام

السلام علیکم! میری طرف سے تمام آنچل کے چاہنے والوں کو عید کی ڈھیروں مبارک باد۔ ڈیئر عائشہ نور محمد کیسی ہیں آپ؟ سمجھ نہیں آ رہا بلکہ وہ لفظ ہی نہیں مل پا رہے جن کے ذریعے میں آپ کو بتا سکوں آپ کیا لکھتی ہیں اور کتنا اچھا لکھتی ہیں ابھی کچھ دن پہلے ہی تو میں سوچ رہی تھی کہ عائشہ سے کہوں گی کہ کوئی ناول لکھے مگر دو دن بعد جب آنچل ملا تو اس میں آپ کا ناول شامل تھا اور میں حیران بیٹھی دیکھ رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ اتنی جلدی بھی کسی کی خواہش پوری کر سکتا ہے اور جب پڑھا تو بے اختیار دل سے نکلا کاش میں ہمینہ ہوتی تو پلیز آپ دعا کریں میں بھی ہمینہ جیسی بن جاؤں اور کیا آپ شرعی پردہ کرتی ہیں۔ کیوٹ اینڈ سوئٹ شاہ زندگی' اقصیٰ کنزہ' فوزیہ سلطانہ' مسکان قصور' کنزو زین' ایمن وقا' پارس شاہ' جاناں ملک' لگتا ہے آپ سب کی شادی ہوگئی ہے جو ایک دم آنچل سے غائب ہو' ڈیئر ماہ جبیں' عروش اینڈ سارہ بتول شاہ شادی کی ڈھیروں مبارک باد۔ ڈیئر بلیو مون آپ کو ایک بار پھر آنچل کے صفحات پر دیکھ کر جو خوشی ہوئی وہ بیان سے باہر ہے سپیشل فرینڈ ایرش اینڈ زیست کہاں گم ہو' ریٹی ڈول حور عین کیسی ہو' ڈیئر مجم انجم میں آپ کو بہت مس کرتی تھی۔ حورارم آپ کن فضاؤں میں سانس لیتی ہیں۔ دھڑکن بلوچ سوہنی آپ تو اس دل میں بستے ہو' ڈیئر امبر' شمع' جویریہ' مغل' سمیرا تعبیر' عائشہ پرویز' چندا' نورین شفیع' ریحانہ طاہر' ریہ شاہ' کرن شاہ' فاخرہ ایمان' کنول رباب آپ سب کو پیار۔ اچھا جب اب لکی بھی کیا بات ہے جو تم ہم جیسی کیوٹ دوستوں کو بھی بھول جاؤ خوب صورت پری کیا حال ہے اچھا اب اجازت ثوبیہ کوثر بھول نہ جانا فی امان اللہ۔

ماہ رخ زرشک حنا..... سرگودھا

ڈاکٹر زنیر بلوچ کے نام

السلام علیکم! پیارے ڈاکٹر زنیر کیسے ہو؟ سدا خوش' مسکراتے رہو۔ آپ جیسے دوست قدرت کی طرف سے دیا جانے والا ایک عظیم تحفہ ہوتے ہیں' میں اس تحفے کے لیے خدائے رحمان کی شکر گزار ہوں۔ آپ کے فائنل ائیر کے ایگزامز ہو رہے ہیں' آپ سے زیادہ میں ایکسائٹڈ ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ آپ کا رزلٹ شاندار آئے اور آنچل کی تمام قارئین سے بھی دعا کی درخواست کرتی ہوں۔ بس اب آپ جلدی سے اپنا کلینک کھول لیجیے تاکہ میں وزٹ کر سکوں۔ اللہ آپ کو بہت خوشیاں دے آمین۔

ماریہ پارس......

سدرۃ رخسانہ' کائنات اینڈ عائشہ بٹ کے نام

آداب! عرض ہے آپ لوگوں نے میرا پیغام پڑھا اور میرے درد کو سمجھا آپ کی بہت شکر گزار ہوں' آپ میرے دکھ میں شریک ہوئیں۔ آپ کے خلوص کو دیکھ کر میں رہ نہیں پائی اور ساری رات کروٹیں بدل بدل کر اور سوچ کر کہ کیا لکھوں' دراصل میں نے اپنی سائڑ سے آپ کی خط کے بارے میں سنا جو میرے نام تھا تو میں حیران بھی ہوئی اور خوش بھی۔ پھر میں نے ہمت کی اور لکھ ہی دیا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ آپ نے دوستی کرنا چاہی میں جس سے بھی دوستی کروں ان شاء اللہ پُرخلوص ہو کر نبھاتی ہوں۔ آپ نے میری امی اور ابو جان کے لیے صبر کی دعا کی ہے اب آپ سے دعا ہے کہ آپ میری والدہ کے لیے مغفرت کی دعا کریں کیونکہ وہ اپنے پوتے طلال بن طیب کو دیکھنے کی آس لیے 14 مئی کو اس دنیا سے جا چکی ہیں۔ میں کتنے ضبط سے یہ لکھ رہی ہوں آپ میری کیفیت کا اندازہ لگا سکتی ہیں آپ نے لکھا اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نیک بندوں سے امتحان لیتا ہے۔ بے شک میری اللہ سے دعا ہے ہم سب کو امتحان میں پورا اترنے کا حوصلہ دے میرے اور میری فیملی کی طرف سے آپ سب کا شکریہ جو ہمارے دکھ میں شریک ہوئے اپنے بھتیجے اور بھتیجی کو میری طرف سے پیار دینا اللہ ان کو نیک بنائے اور صحت والی زندگی عطا کرے۔ آپ کے لیے دعا گو۔

ربیعہ اسا اور بٹ..... فیصل آباد

کلاس فیلو فرینڈز کے نام

سب سے پہلے تو میری بیسٹ فرینڈ عظمیٰ کیسی ہو؟ بھائی کی شادی بہت بہت مبارک۔ خدا بابر بھائی اور صنم آپی کو ہمیشہ ساتھ رکھے اور ہزاروں خوشیاں نصیب فرمائے آمین اس کے بعد کشف تم تو بہت ہی بدل گئی ہو۔ مانی تمہارا کیا حال ہے؟ نورتم سناؤ؟ اور ہاں مس سعدیہ تمہارے تو رنگ ہی اور ہیں میں نے تمہیں ایک دن بازار میں دیکھا تھا اسکائی بلیو ڈریس میں تم بہت پیاری لگ رہی تھی۔

این صدیقی اور ثمن گیلانی بھی میری اسکول فیلو ہی ہیں۔ ثمن آپی آپ تو بہت ہی موڈی اور غصے والی ہیں' آپ اب تو شاید مزید بدل گئی ہوں۔ ثمرہ سلیم اب بھی اسکول میں آتی ہیں' وہ تو بالکل پہلے کی طرح ہیں۔ وہی ہنسی مذاق چلتا رہتا ہے اور پلیز ڈیئر ثمن گیلانی اور این صدیقی اپنی پوری کلاس کی طرف سے معافی مانگ رہی ہوں آپ کو بہت تنگ کیا اور کسی کو تو برا لگے نہ لگے البتہ ثمن گیلانی نے خوب مائنڈ کیا ہوگا تو آپی پلیز سوری' علینہ کاملہ سے تو اللہ بچائے پتا نہیں کیوں اس لڑکی میں ضد کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی ہے۔ حسینہ جی آپ کو بھی میں نے دیکھا تھا' بلیک گلاسز میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔

حبا اعوان...... بٹیاں بالا

دوستوں کے نام

السلام علیکم! دوستو کیسی ہو سب؟ بہت سی دوستوں نے یاد رکھا اور بہت سی دوستیں بھول گئیں لیکن ہم نے سب کو یاد رکھا ہوا ہے۔ انیس انجم' نورین شاہد' نبیلہ نازش' صبا نواز' فاخرہ ایمان' کومل رباب' شمع مسکان' مسکان' ماہ رخ سیال جانو' علمہ' شمشاد' ساریہ چوہدری' نادیہ یٰسین' پرنس اسیمہ' نوشین شاہد' زرش بخاری' حمیرا عروش' زنیرہ طاہر' مدیحہ نورین' عائشہ پرویز' اقراء' ثوبیہ' نگینہ' بحرز' قرۃ العین' نور سحر' رابعہ مبارک' سویٹی' فریحہ شبیر' آنسہ' رائمہ' صائمہ' مسکان' ایس انمول' فائزہ بھٹی' سمیرا شریف' نازیہ' عائشہ بخش' اُم مریم' نادیہ کامران' حلیمہ' طیبہ' پارس' انیقہ' فوزیہ جانان' روبی علی' طیبہ افضل' عمارہ' مدیحہ کنول' زویا' خنساء' حافظہ ریحانہ' حافظہ زائمہ' ایس بتول' سباس گل' صبا' سز نگہت' ثوبی' خنساء عبدالمالک' ریحانہ' اقراء' فائزہ' سنیاں' زرگر' کلثوم' ملالہ داؤد' شیریں گل' غزہ یونس اور ان سب کو جنھوں نے دوستی کی درخواست کی اور سب کو سالگرہ مبارک اس ماہ میں۔ سب کی دوستی قبول ہے یار نام بہت سے ہیں لیکن اسکول جانے کا ٹائم ہو رہا ہے' نورین لطیف ادھر ہی ہوں یار! دعا میں یاد رکھنا' سب کو سلام اور دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

شاہ زندگی ...... راولپنڈی

تمام فرینڈز اور آنچل قارئین کے نام

السلام علیکم! سب سے پہلے ہما احمد کو ڈھیروں ڈھیر پیار اور خلوص حاضر خدمت پیش کرتی ہو' پیاری قارئین اور آنچل کی دوستو جب سے مایہ دولت کا انٹرویو چھپا ہے ہم تو جناب ہواؤں میں اڑ رہے تھے لیکن مجھ ناچیز کو نیچے اتارا میری پیاری دلاری چھوٹی بہنوں نے اور دوستوں نے۔ ان سب نے کہا کہ میں فرینڈز کا ذکر تو کیا ہی نہیں' وجہ صرف یہ تھی کہ میری ڈھیروں دوست ہیں سب کا نام لکھتی تو صفحہ ختم ہو جاتا تھا۔ اسماء خان' ثوبیہ کوثر' سحرا قریشی اور دعا ہاشمی ان کو بغیر بتائے دوست بنا چکی ہوں (یعنی دوستی کرنا چاہتی ہوں ویسے تو تمام قارئین میرے دوست ہیں) میں جن سے ملتی ہوں ان ہی سے دوستی کر لیتی ہوں' ویسے کچھ لوگ مجھے مغرور بھی کہتے ہیں۔ میری دو بہنیں زنیرہ اور عشاء گھر کا سکون اور چین ٹھنڈک ہیں (اب خوش ہو دونوں)۔ میری دوستوں کا نام شبانہ' فرخندہ' رفیہ' تہمینہ' زینو' مہناز' نسیم' چمن' گلشن اور کزنز میں باجی سادو اچھی لگتی ہے۔ ہمارے خاندان میں اکلوتی بھابی فیمی ہے اور دوسری کی کی منگیتر جو عنقریب آنے والی ہے۔ یحییٰ اور رفعت کی ابھی شادی ہوئی تھی ان کو آنے والے کل کے لیے ایڈوانس مبارک ہو اور سب سے بڑھ کر میرے موسٹ فیورٹ ماموں کا اکلوتا بیٹا کی جو کہ سعودی عرب میں ہے (دیکھ لیں بھائی میں نے آپ کا نام بھی لکھا ہے) اور جن دوستو اور کزنز کے نام نہیں لکھے وہ سب بھی شامل ہیں اب آخر میں دعا ہاشمی اور اسماء خان سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ آپ دونوں مجھے بہت اسٹرونگ گرل لگتی ہیں بے شک جینا بہت مشکل ہے اس دنیا میں لیکن ہم زندگی کے ہر لمحے میں سے اپنے لیے خوشیاں نکال سکتے ہیں اور مسکراتے ہوئے زندگی گزار سکتے ہیں جو لوگ اب ہم سب کے درمیان نہیں رہے تو ان کو ہمارے ثواب کی ضرورت ہے نہ کہ غمگین ہونے کی آپ نے ہمت اور صبر کے ساتھ سب کچھ برداشت کیا تو اللہ آپ کو اجر عطا فرمائے گا اور پیاری اسما کے لیے کہ یہ دنیا مکافات عمل ہے جو جیسا کرے گا وہ بھرے گا۔ آخر میں پرنس بلال اور راج کمار شان اور شہزادہ گلفام کو عید کی ڈھیر مبارک سنی اور یٰسین کو بھی)۔

سونیا قریشی ...... ملتان

تمام آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! تمام فرینڈز کو میری طرف سے عید مبارک۔ کافی عرصے بعد آنچل کے ذریعے آپ سے رابطہ ہوا ہے' سوچا کچھ اپنی خاص فرینڈز کی ناراضگی ختم کی جائے' امید ہے ناراضگی بھلا کر مجھے خوش آمدید کہیں گی آپ سب۔ بشریٰ باجوہ آپ کو بیٹی (برش) کی بہت بہت مبارک باد' ہے کیسی؟ کیوٹ سی گڑیا؟ آپ کو ضرورت سے زیادہ مصروف کر دیا ہے گڑیا نے۔ ارے یار دوستوں اور آنچل کے لیے تو ٹائم نکال لیں' آپ کا افسانہ پڑھا تھا' بہت اچھا لکھا آپ نے۔ فرح طاہر جی آپ کی اسٹوری بھی کمال کی تھی سو لکھنا جاری رکھیں آپ دونوں دوستوں کو پڑھ کر اچھا لگا۔ فوزیہ تم نے لکھنا ہے بستر نہیں چھوڑنا یہ تم اس کو چھوڑنا نہیں چاہتیں اور جلدی سے اپنی تصویر سینڈ کرو' راستہ تجسس مت پھیلاؤ تم جتنا بھی مجھ سے ناراض ہو لو میں بھی نہ کبھی مناؤں گی۔ جیسے مجھے لیٹ رہنا اچھا لگتا ہے ویسے لیٹ منانا بھی پسند ہو گا نا کیا کی سمجھ۔ خیر اپنوں میں چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی جاتی ہیں بس تمہارے ہر وقت بستر پر پڑے رہنے سے مجھے غصہ آتا ہے۔ انابیہ اور کرن شاہ تم دونوں کو شادی کی مبارک باد' لیکن میں آپ

دونوں سے تھوڑا تھوڑا خفا ہوں کیونکہ میرے کہنے کے باوجود ابھی تم نے اپنی تصویر ہی نہیں بھیجی جلدی سے بھیج کر مجھے منالو۔ اریبہ شاہ عکسوز بھی بن گئی ہو بہت اچھی بات ہے ہاہاہا۔ امن کیسی ہے شہزادی! اس سے جب بھی بات ہو بہت اچھا لگتا ہے جب وہ جاناں پھوپو کہتی ہے۔ شاہ علی تمہارا چھوٹو کیسا ہے تنگ کرتا ہوگا اب تو تمہیں اپنے پیچھے دوڑا دوڑا کر مزید اسمارٹ کررہا ہوگا اور پلیز اپنا خیال رکھا کرو۔ ام کلثوم شادی مبارک۔ ایمان شیریں، شاہ ملک، ندا چوہدری، شہلا یونس، فرزانہ، بشریٰ ملک، صنم ناز، شمع مسکان، مسکان قصور، فرح کرن وفا، یاسمین عندلیب، مقدس رباب، پارس شاہ، شاہ زندگی، صائمہ سکندر سومرو، طیبہ نذیر، ماہ رخ (رشک حنا)، حجاب زہرہ، چندا مثال، نادیہ اظفر، عظمیٰ، ایمان شہزادی سعادت، کومل شہزادی (تمہارا تعارف پڑھ کر اچھا لگا مجھے یاد رکھا خوشی ہوئی) ماہ رخ "آپ نے مجھے پرنسز کہا اچھا لگا" میں شکریہ نہیں کہتی۔ ملالہ اسلم آپ کی بھی یہی عادت ہے سیم ٹو سیم، اچھا لگا خوش رہو۔ پروین افضل شاہین جی آپ کو آنچل میں پڑھ کر اچھا لگتا ہے۔ رئیس افضل شاہین بھائی کو ایوارڈ جیتنے پر مبارک باد۔ زویا خان تجمل منگنی کی مبارک باد۔ کرن شاہ کیسی جارہی ہو تمہاری شادی شدہ لائف۔ فروہ تم کیسی ہو تم سے بات کرکے ہمیشہ اچھا لگتا ہے۔ ہم دونوں کے ساتھ ایک جیسا ہی کیوں ہوتا ہے ڈیئر ضرور بتانا۔ اللہ حافظ۔

نامعلوم...... نامعلوم

اپنی امی کے نام

جہاں دوست کی بات آئے وہاں اپنی ماں سے بڑھ کر کوئی بھی بہترین دوست نہیں ہوسکتا جو اپنی ذات سے پہلے ہمارے بارے میں سوچتی ہیں اور ہمیشہ ہمارا بھلا چاہتی ہیں خلوص دل سے ہمارے لیے دعائیں کرتی ہیں اپنی امی کی تعریف میں لفظ نہیں ملتے لیکن میں ان سے اتنا کہنا چاہتی ہوں ہم آپ سے بہت پیار کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہم آپ کا حق بھی ادا نہیں کرسکتے ہماری وجہ سے جو بھی دکھ آپ کو ملے ہم اس کے لیے شرمندہ ہیں آپ کے لیے عام سے لفظوں میں لکھی ایک نظم میری طرف سے عید کا تحفہ ہے۔

میری پیاری ماں تجھ سے روشن ہے میرا جہاں
تجھ سے محبت کروں نہ کیوں تو میری جنت تو میرا مکاں
تجھ سے ہے وجود تو میری زمیں تو میرا آسماں
تیری آنکھیں نہ بھیگیں کبھی غم سے تجھ پر رہے ہمیشہ خدا مہرباں
تیری دعاؤں میں میرا کل ان شاء اللہ صبح نور ہے سلامتی اے میری ماں
میری پیاری ماں تُو ہے میری جاں

توبیہ بلال صبح...... ظاہر پیر

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! میں آپ سب کی محفل میں بے حد پیار، محبت، عقیدت، واحترام اور دعاؤں کے نذرانے لے کر حاضر ہوئی ہوں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ سب کو خوش وخرم آباد رکھے۔ طیبہ نذیر، ساریہ چوہدری، عظمیٰ شاہین، مدیحہ کنول سرور، نگہت اسلم چوہدری، فوزیہ سلطانہ، سونا شاہ، کوثر خالد، رشک وفا، ماہ رخ میں آپ سب سے دوستی کرنا چاہتی ہوں آپ لوگوں کے مہکتے الفاظ کی خوشبو اس بات کا احساس دلاتی ہے کہ آپ سب آنچل فیملی کا حصہ ہیں اور میں بھی آنچل فیملی کا حصہ بننا چاہتی ہوں۔ امید کرتی ہوں کہ مجھ ناچیز کی دوستی کو قبول کرکے ضرور عزت افزائی فرمائیں گی آپ سب کے جواب کی منتظر رہوں گی، دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

روشنی وفا...... ماچھیوال

اسکول فرینڈز کے نام

آمنہ کیسی ہو، تم تو مجھے بھول ہی گئی ہوگی، کیسی فرینڈ ہو تم۔ پڑھائی سے ذرا باہر نکلو اور ہمیں بھی یاد کرلیا کرو۔ آمنہ تم کو میرا ہنستا بہت پسند تھا ناں ہم دونوں کتنی باتیں کرتے تھے۔ عفیفہ میں تمہاری نعتوں کو بہت یاد کرتی ہوں۔ ہم دونوں میں لڑائی بہت ہوا کرتی تھی، گلناز شہزادی تمہاری امی ماشاء اللہ عمرہ کرکے آئی ہیں اور تم نے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا' کیا تم سے میں مجبور ہیں اور آب زم زم مانگتی؟ بے شرم لڑکی اب بھی پاپڑ اور چورن کھاتی ہو یا چھوڑ دیا۔ عفیفہ اور تمہاری بہت پرسنل باتیں ہوا کرتی تھیں۔ کنزیٰ کیسی ہو؟ لاہور زیادہ ہی پسند آ گیا ہے، وہاں کی ہوگئی ہو۔ کیا ہمیں یاد کرتی ہو کہ نہیں، ہم دونوں کی سوچ بہت ملتی تھی ٹیچر راشدہ سے ہماری کبھی نہیں بنی تھی۔ تم لوگو کو مس سائرہ یاد ہیں جو میرے پیچھے دیوانی تھی، ہم سب کو ان پر بہت ہنسی آتی تھی، مس جی تسی گریٹ او۔ مس یو مس جی! آپ کے تمام گفٹ میں نے ابھی تک سنبھال کر رکھے ہیں۔ شاہ کیسی ہو؟ میں تم سے ناراض ہوں، تم مجھ سے ملنے کیوں نہیں آتی اگر میں کال کرتی ہوں تو وہ بھی پک نہیں کرتی۔ جلدی سے مجھ سے ملنے آؤ۔ رومین جان کیسی ہو؟ ہم دونوں بچپن کی دوست ہیں مگر اب پتا نہیں تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ فرسٹ ائیر کے اب ہم دونوں نے ہی پیپر زدیے ہیں دعا کرنا ہمارا رزلٹ اچھا آجائے۔ حبا قریشی کیسی ہو؟ تم نے آنچل میں لکھنا کیوں بند کردیا ہے، آنچل میں تم ہی میری پہلی دوست ہو۔ اقراء اور سونیا آپ لوگ کیسی ہو؟ اقراء اپنی مس فرح کو یاد کرتی ہو تو کیا میں تمہاری دوست تمہیں یاد نہیں آتی۔ میں بھی ان کے ہی گھر میں رہتی ہوں، سب دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

صباء زرگر...... جوڑہ

سویٹ، کیوٹ، لولی اینڈ بھیا بھابی کے نام

سب سے پہلے میرے پیارے بھیا بلال اجمل آپ کو آل فیملی

کی طرف سے بہت بہت عید مبارک ہو فرسٹ عید ہوگی جو آپ اپنی فیملی کے بغیر سعودیہ میں منائیں گے۔ ہم سب آپ کو بہت یاد کررہے ہیں' ہر کوئی آپ کے بغیر اداس ہے آپ کے دم سے ہمارے گھر میں رونق تھی' ماما' پاپا کہہ رہے ہیں ہمارا بیٹا ہمارے بغیر کیسے عید کرے گا۔ سسٹرز سب کہہ رہی ہیں کہ عید والے روز ہم لڑ کر اپنے بھائی سے عیدی لیتے تھے اور زبردستی تعریفیں کرواتے تھے کہ سب سے پیاری سسٹر کون سی لگ رہی ہے۔ عثمان علی صاحب کہہ رہے ہیں کہ میرا بھائی بلال اجمل مجھے زبردستی صبح صبح عید والے روز اٹھا کر کہتا تھا جلدی تیار ہوجاؤ' عید کی نماز سب سے پہلے ہم پڑھنے جائیں گے (آئی تھنک کافی ایموشنل کردیا ہے آپ کو سوری) اب آتے ہیں ہم اپنی پیاری بھابی نیلم ثنا کی طرف' ہماری بھابی بہت اچھی ہیں' اللہ کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے۔ بالکل ہماری طرح ہیں لونگ' کیئرنگ اینڈ پریٹی اور ایموشنل بھی میری طرح بہت جلدی ہوجاتی ہیں۔ ہمارے بھیا اور بھابی کی جوڑی ماشاء اللہ بہت پیاری ہے' اللہ انہیں ہمیشہ ساتھ رکھے' آمین۔ ماما' پاپا' آپی سمیرا' معظمہ' مریم' ماریہ اینڈ عثمان علی کی طرف سے بہت عید مبارک اور اللہ آپ کو ڈھیروں خوشیاں دے آپ کی جوڑی اللہ ہمیشہ سلامت رکھے آمین۔

عظمیٰ بٹ...... سمندری

عائشہ نور عاشا اور کزنز کے نام

السلام علیکم! عاشی کیسی ہو؟ رمضان میں پیپرز کیسے گئے؟ ہاں یہ تو جانتی ہوں بہت اچھے ہوئے ہوں گے۔ چلو اللہ تمہیں کامیاب کرے۔ اب آتے ہیں بے شمار کزنز اور فرینڈز کی طرف ہاں جی آپ سب کو گزری ہوئی عید مبارک۔ آمنہ تم کتنی پکی ہو' بچپن کا ساتھ کیا خوب طریقے سے نبھایا (ہاہاہا) سمجھ گئی نا۔ منگنی مبارک اور رمشہ یار تم موسم کا سناؤ کیسا ہے آج کل؟ ناں ناں...... شرمانا منع ہے' دونوں ٹریٹ دے بھی دو۔ رمشہ اب تو تمہاری شادی بھی ہونے والی ہے' آنی' نظیر فاطمہ' ارم شہزادی' کرن شہزادی' مریم بتول' صباء' امتیاز' اریبہ اور نور سب کو بہت بہت مبارک۔ پتا ہے کس بات کی؟ بھئی تم سب کا نام آنچل میں آیا ہے' میں نے سوچا میں ہی تم سب کا شوق پورا کردوں۔ میری تمام اسکول اور کالج فرینڈز کو سلام دعاؤں میں یاد رکھنا' آپ سب کی من پسند۔

نگین افضل وڑائچ...... گجرات

سویٹ سسٹر کے نام

السلام علیکم! ثناء کیسی ہو؟ بھائی اور تمہارے سسرال والے ام...... وہ تو ہٹے کٹے ہی ہوں گے۔ ہیں...... تم تو بُرا ہی مان گئیں' اب غصہ چھوڑ دو۔ منگنی ہونے والی ہے ارے ارے میری نہیں بھائی یاسر کی' تیاری کرلو دیکھتے ہیں کون زیادہ اچھا لگتا ہے ویسے ابھی تو تم ہی لگو گی کیونکہ ایک ہزاروں میں میری بہنا ہے۔ اچھا اپنا زیادہ سے زیادہ خیال رکھنا اور اس کا بھی' سمجھ ہی گئی ہوگی کس کا' ہے نا؟ چلو اب اللہ حافظ۔

ندا رشید گھمن...... ستیانہ بنگلہ

پرنس عبداللہ گھمن کے نام

آج ایک اور برس بیت گیا اس کے بغیر
جس کے ہوتے ہوئے ہوتے تھے زمانے میرے

پتا ہے عبداللہ! 15 اگست کو تمہیں آخری بار دیکھا اور باتیں کیں' مجھے پتا ہوتا کہ میں تمہیں آج آخری بار دیکھ رہی ہوں تو یقین جانو میں تمہیں کبھی جانے ہی نہ دیتی۔ تم سے جی بھر کر باتیں کرلیتی' جی بھر کر دیکھ لیتی۔ اس کے بعد بہت بہت کوشش کی تم سے رابطہ کرنے کی لیکن تم پہلے ہی شہر خموشاں میں ہمیشہ کے لیے نیند کی چادر اوڑھ کر گہری نیند سوگئے۔ عبداللہ سمجھ نہیں آتی ہماری سب کی یہ عید کیسی گزرے گی تمہارے بنا؟ پتا ہے عید کے دن کوئی اور آئے یا نہ آئے عبداللہ ضرور آئے گا۔ 18 ستمبر دن' جمعرات کا وہ دن' ہم سب کی زندگیوں کو اندھیر کرگیا۔ ہمارا شہزادوں جیسی آن بان رکھنے والا بھائی چھین کرلے گیا۔ ماموں اور پھپو کی بوڑھی آنکھوں کی رو رو کر پلکیں بھی جھڑ گئی ہیں' تمہارے نانی کے بغیر آنگن اجڑا اجڑا سا ویران ہے۔ تمام قارئین سے گزارش ہے وہ اس عید پر اپنے تمام مرحومین کے لیے تین تسبیحات "سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم" پڑھ کر ان کو بخش دیں اور ساتھ عبداللہ اور میری نانی اماں مرحومہ کو بھی بخشنا نہ بھولیں۔ یہ ان کے لیے عید کا انمول تحفہ ہے۔ جان سے پیاری عطیہ کو بہت سارا سلام اور پیار' اللہ تمہاری مشکلیں آسان کرے کوئی غم تمہیں چھو کر بھی نہ گزرے اور بشریٰ کو بہت سارا سلام۔

سدرہ احسان...... سمبڑیال

اپنے دل کی پریوں کے نام

روبی علی' نجم انجم میرے لیے اللہ تعالیٰ سے اولاد کی دعا مانگنے پر بہت بہت شکریہ۔ ثوبیہ کوثر! آپ نے خوب اچھا اندازہ لگایا کہ میں اپنے پرنس افضل شاہین کی لاڈلی ہوں' ظاہر ہے اکلوتی بیگم جو ہوں' لاڈلی تو ہونا ہی تھا۔ شبنم کنول! آپ مجھے کہہ رہی ہیں کہ اپنے میاں پرنس افضل کے پیچھے ہاتھ دھو کر کیوں پڑی رہتی ہو۔ محترمہ میرا بس چلے تو میں ان کے پیچھے نہا دھو کر پڑ جاؤں۔ فریدہ جاوید فری! آٹھ ایوارڈ جیتنے پر مبارک باد قبول کریں۔ امبر گل' طیبہ نذیر' ارم کمال' ثناء' مدیحہ نورین مہک' میری تحریریں پسند فرمانے پر بہت بہت شکریہ۔ مدیحہ نورین آپ نے تو میری بجائے میرے میاں پرنس افضل شاہین کو ہی سلام کہہ دیا ہے' مجھے تو دال میں کالا نظر آرہا ہے (برا نہ منانا)۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

سب پڑھنے والوں کے نام

السلام علیکم! مجھے امید ہے کہ سب رائٹرز ریڈرز خیر وعافیت سے ہوں گے۔ میری طرف سے سب کو بہت عید مبارک ہو عید پر اپنوں کی کمی کا بہت ہی زیادہ احساس ہوتا ہے جو ہم سے بچھڑ گئے ہوں' لیکن انسان ان کو یاد کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کرسکتا۔ جو ہم سے ناراض ہیں ان کی ناراضگی دور کردیں تو عید کا کیا ہی مزہ۔ آخر میں جیا آپی آپ کے شعر بیاض دل میں پڑھے بہت اچھے ہیں اور میری آپ سے درخواست ہے کہ دوست کا پیغام میں شرکت کریں' میری طرف سے میرے فوجی بھائیوں کو سلام' سلیوٹ اور عید کی مبارک باد' آپ کی دعاؤں کی طالب۔

روبی ناز...... جہلم

پیاری سی دوست کے نام

السلام علیکم! ماریہ خالد کیسی ہو؟ رمضان کا پیارا پیارا اور مقدس ماہ مبارک آخر اختتام کو پہنچا اور رمضان المبارک کا تحفہ عید آ پہنچا۔ میری طرف سے تمہیں تمہارے گھر والوں کو دل کی گہرائیوں سے عید مبارک۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ ایسی عیدیں ہزاروں نہیں لاکھوں تمہارے نصیب میں ہو آمین۔ میری سویٹ سی ریڈ فیری کو بھی بہت بہت عید مبارک ہو۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ ایسے بہت سے لمحے تمہاری زندگی میں آئے اور ہر لمحہ تمہارے چہرے پر مسرتوں کے پھول کھلائے' آمین اور میری طرف سے اسکول کے سارے اسٹاف کو بھی عید مبارک ہو' رب راکھا۔

علیزے...... برنالی

دلفریب نازی اور سمیرا بجو کے نام

میرے لفظ بہت الجھاؤ کا شکار ہیں' وفور مسرت کے باعث ہاتھوں کی لرزش قابل دید ہے۔ قلم کی نوک سے وہ کون سے موتی بکھیروں جو عزیز از جان نازیہ بجو کے شایان شان ہوں۔ جولائی کے شمارے میں نازیہ کی شادی کا پڑھ کر جو خوشی کی لہر دل میں اٹھی وہ ناقابل بیان ہے۔ ازدواجی زندگی کا اطمینان اور قلب کا سکون پڑھ کے میری آنکھیں یکلخت باعث شکر لمحہ بھر کو بند ہوئیں اور ہونٹوں کے گوشے مسکرانے کا عندیہ دینے لگے۔ فی البدیہہ دل کے کونوں سے اک صدا دعا بن کے پھیل گئی کہ رب ذوالجلال تا زیست انہیں بمعہ ہمسفر بے پایاں خوشیوں سے ہمکنار رکھے اور ان کی زندگی کو گلاب کے پھولوں سا معطر رکھے' آمین۔ سمیرا بجو اب آپ کے سہاگ کو آنچل کے صفحات پر دیکھنے اور پڑھنے کی خواہش انگڑائی لے رہی ہے۔ بخدا ظالم مت بنیے گا اور ہمیں احوال شادی کا دیدار ضرور کروا دیجیے گا۔ ستاروں سی لاتعداد خوشیاں اور روشنیاں وہ پاک ذات آپ کے دامن میں سمیٹ دے آمین۔ میری کٹ کھنی بلی سمیعہ انعم اینڈ پیاہہ افشاں' عروسہ' عید سعید کی ان گنت مبارک باد بمعہ ایک عدد شرارتی مسکراہٹ قبول کیجیے گا۔ ملالہ اسلم آپ نے میری رہائش کا پوچھا تھا تو ڈیئر میں کبیر والا سٹی کے عین مرکز میں قیام پذیر ہوں۔ صبا آپی 31 جولائی کو آپ نے اس دھرتی پر قدم رنجہ فرمائے تھے اور پوری کائنات کو ہلا کے رکھ دیا تھا (شکر ہے میں اس وقت اس دنیا میں نہیں تھی) بجانب میرے قلم سالگرہ کی ڈھیروں مبارک باد' آخر میں اہل آنچل اور تمام فیملی ممبرز کو عید مبارک۔

مونا شاہ قریشی...... کبیر والہ

پیاری بہنوں کے نام

السلام علیکم! ارے حیران کیوں ہو رہی ہو' میں وثیقہ ہی ہوں تم سناؤ معاویہ کیسا ہے اور باجی قیصرہ کا کیا حال ہے؟ عید کی تیاریاں کرلی ہیں اور ہاں بھابی کہہ رہی ہیں کلثوم کو مبارک لکھ دینا ننھے مہمان کے آنے کی اس لیے بہت بہت مبارک ہو۔ ہم سب کی طرف سے ہم عیدی دینے 4 تاریخ کو آئیں گے تیاری کرلینا عیدی وصول کرنے کی' باجی کو بھی بتا دینا۔ تمہاری فرمائش پر ڈائجسٹ لیتی آؤں گی اب جلدی سے مجھے شکریہ بولو ورنہ جانتی ہو مجھے اور ہاں میری عیدی تیار رکھنا' اللہ حافظ۔

وثیقہ زہرہ...... سمندری

پیارے بہادر علی اور تمام فرینڈز کے نام

سلام مسنون! سب سے پہلے جان سے عزیز بہادر علی شاہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے عید مبارک اور سالگرہ مبارک۔ ہزاروں سال جئیں' جہاں رہیں جس خیال وخواب میں رہیں بس خوش اور میری آخری سانس تک میرے ساتھ رہیں۔ آئی مس یو اینڈ آئی لو یو سو مچ' ردا زینب گڑیا سالگرہ مبارک پھولوں کی طرح مہکتی رہو جانو! تم تو میرے آنگن کی رونق ہو گڑیا! روبی ناز (جہلم) دوستی پکی۔ روبی علی (سید والا) بیٹی کے لیے وش کیا شکریہ۔ نگینہ عمران ڈیئر گھر کی مصروفیات بڑھ گئی ہیں' نورین لطیف ہم سب دوست ہی تو ہیں۔ ایس بتول شاہ (گجرات)' حمیرا عروش' سارہ چوہدری' فائقہ سکندر' طیبہ نذیر' رشک وفا' سباس گل' مہر گل' ام ثمامہ' نازیہ کنول جی (نیا بندھن مبارک)۔ سب کو محبتوں بھرا سلام' نجم انجم' رشک وفا' پروین افضل شاہین' تمنا بلوچ' میری نظم پسند کرنے کا شکریہ اور ہاں پروین افضل شاہین آپ کے میاں جانی کو ایوارڈ ملا' مبارکاں۔ اللہ آپ کو اولاد نرینہ سے نوازے' باقی تمام آنچل فرینڈز کو محبت بھرا سلام' یاد رکھنے کا شکریہ۔

سید جیا عباس...... تلہ گنگ

dkp@aanchal.com.pk

یاد گار لمحے

جویریہ سالک

حمد باری تعالیٰ

سارے جہاں کا داتا کون و مکاں کا مالک
ہے اس کی ذات افضل دونوں جہاں کا مالک
دنیا کی ساری رونق محتاج ہے اسی کی
جتنی بھی رونقیں ہیں روح رواں کا مالک
دلکش رسیلی جتنی آوازیں ہیں جہاں میں
بہت سمجھتا ہے وہ سب کی زبان کا مالک
دنیا کی دولتیں ہوں یا بن کے ہوں خزانے
مانگو اسی سے سب کچھ وہ ہے جہاں کا مالک
دیکھے ہیں جتنے موسم سب اس کی دسترس میں
سردی ہو یا گرمی' بہارو خزاں کا مالک
اندر ہے جو زمیں کے اوپر وہ جانتا ہے
وہی زمیں کا مالک وہ آسمان کا مالک
دنیا کے کام سارے کیسے چلیں کنول ہیں؟
وہی چلا رہا ہے جو ہے جہاں کا مالک

یاسمین کنول...... پسرور

اے گناہ گار

اے گناہ گار! تُو گناہ کے انجام بد سے کیوں بے خوف ہے؟ حالانکہ گناہ کی طلب میں رہنا گناہ کرنے سے بھی بڑا گناہ ہے۔ تیرا دائیں بائیں جانب کے فرشتوں سے حیا نہ کرنا اور گناہ پر قائم رہنا بھی بہت بڑا گناہ ہے یعنی توبہ کیے بغیر تیرا گناہ پر قائم رہنا اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔ تیرا گناہ کر لینے پر خوش ہونا اور قہقہہ لگانا اس سے بھی بڑا گناہ ہے حالانکہ تُو نہیں جانتا کہ اللہ عزوجل تیرے ساتھ کیا سلوک فرمانے والا ہے؟ اور تیرا گناہ میں ناکامی پر غمگین ہونا اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔ گناہ کرتے ہوئے تیز ہوا سے دروازے کا پردہ اٹھ جائے تو تُو ڈر جاتا ہے مگر اللہ عزوجل کی اس نظر سے نہیں ڈرتا جو وہ تجھ پر رکھتا ہے' تیرا یہ عمل اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔

ثوبیہ بلال تبسم...... ظاہر پیر

پیاری بات

اپنی تقدیر کا ہر فیصلہ اللہ پاک کے ہاتھ میں دے دو اس سے دعا تو کرو پر ضد نہ کرو کیونکہ جب تم اللہ پاک پر اپنی زندگی کا ہر فیصلہ چھوڑ دیتے ہو تو اللہ پاک بھی وہی کرتا ہے جو تمہاری خوشی ہوتی ہے۔ تم اپنی رضا اللہ کی رضا میں شامل کرو پھر دیکھو وہ کس طرح اپنی رضا تمہاری رضا میں شامل کرتا ہے۔

"بے شک اللہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے"

طیبہ سعدیہ عطاریہ...... سیالکوٹ

ایک شخص نے شوق شوق میں روزہ رکھ لیا' اس نے اپنے بیٹے سے پوچھا۔

"دیکھو بیٹا! سورج ڈوبا کہ نہیں؟"

بیٹا: "جی نہیں۔"

باپ نے تھوڑی دیر بعد پھر پوچھا: "بیٹا دیکھو سورج ڈوبا کہ نہیں؟"

بیٹا: "نہیں ابو جان۔"

باپ: "لگتا ہے سورج مجھے لے کر ہی ڈوبے گا۔"

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

کے الیکٹرک

ایک خوب صورت لڑکی کے لیے چار لڑکوں کے رشتے آئے ہر لڑکے نے اسے اپنے بارے میں بتایا۔

پہلا لڑکا: "میں پی آئی اے کا پائلٹ ہوں' تمہیں پوری دنیا کی سیر کراؤں گا۔" لڑکی خوش ہوگئی۔

دوسرا لڑکا: "میں بزنس مین ہوں' تمہارے دس بینک اکاؤنٹ کھلوادوں گا۔" لڑکی اور بھی خوش ہوگئی۔

تیسرا لڑکا: "میں ایک سنار ہوں' تمہیں پوری دنیا کا سونا دلادوں گا۔" لڑکی بہت زیادہ خوش ہوگئی۔

چوتھا لڑکا: "مجھ سے شادی کرلو کیونکہ میں کے الیکٹرک میں جاب کرتا ہوں اور میرے گھر لائٹ بھی نہیں جاتی۔"

لڑکی: "قبول ہے' قبول ہے' قبول ہے۔"

عائشہ پرویز...... کراچی

بکھرے موتی

✽ اس چراغ کی طرح جیو جو بادشاہ کے محل میں بھی اتنی ہی روشنی کرتا ہے جتنی کہ کسی غریب کی جھونپڑی میں۔

✽ تعجب ہے کہ اللہ اتنی ساری مخلوق میں سے میری چھوٹی سے چھوٹی خواہش کو نہیں بھولتا مگر اللہ تو ایک ہے پھر بھی میں اسے بھول جاتی ہوں (اللہ اکبر)۔

❁ آسمان پر اڑتے ہوئے پرندے سے پوچھا گیا تمہیں زمین کا ڈر نہیں لگتا۔
تو اس نے مسکرا کر جواب دیا
❁ میں انسان نہیں جو ذرا سی بلندی پر آ کر مغرور ہو جاؤں' میں چاہے کتنا ہی بلندی پر رہوں میری نگاہیں زمین پر رہتی ہیں۔
علیزے..... برنالی

بے بس

آنکھ..... آنسو کے سامنے
دل..... دماغ کے سامنے
زندگی..... موت کے سامنے
خوشی..... غم کے سامنے
غریب..... امیر کے سامنے
دن..... رات کے سامنے

فاطمہ خٹک..... میانوالی

تم بن

دکھ ہوں.....
درد ہوں.....
سزا ہوں.....
بیتے دنوں کی آواز ہوں
میں جو کچھ بھی ہوں
میں جو کوئی بھی ہوں
تم بن بہت اداس ہوں.....

زائمہ ریحانہ..... میانوالی

اقوال امام غزالیؒ

سب انسان مُردہ ہیں
زندہ وہ ہیں جو علم والے ہیں
سب علم والے سوئے ہوئے ہیں
بیدار وہ ہیں جو عمل والے ہیں
تمام عمل والے گھاٹے میں ہیں
فائدے میں وہ ہیں جو اخلاص والے ہیں
تمام اخلاص والے خطرے میں ہیں
کامیاب وہ ہیں جو تکبر سے پاک ہیں

ثانیہ مسکان..... گوجر خان

فلسفہ محبت

❁ عورت کی مٹی محبت سے گندھی ہے اور مرد اس مٹی کے زرخیز پن سے نا آشنا ہے۔
❁ عورت محبت نہ ملنے پر اکتفا کر لیتی ہے مگر مرد ایک عورت پر بھی اکتفا نہیں کرتا۔
❁ شیکسپیئر کہتا ہے "عورت کمزور ہے" مگر شاید وہ بھول گیا تھا کہ یہی کمزور رشتے مرد کی کمزوری ہے۔
❁ عورت بانٹی ہوئی محبت کبھی نہیں لیتی مگر مرد کی رضا اسے تقسیم کرنے میں ہے۔
❁ محبتوں کے کاروبار میں ہمیشہ خسارے عورت کے کھاتے میں آتے ہیں۔

مونا شاہ قریشی..... کبیر والا

کچھ یہ بھی حقیقت ہے

○ اگر عقل مند اور بے وقوف دونوں اسیر محبت ہو جائیں تو ان میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا (پیرا چناؤ)
○ تیز زبانی ایک ایسا آلہ ہے جو استعمال سے گھس کر اور بھی تیز ہو جاتا ہے (ہاسکنز)
○ قرض کے دریا میں اترنے سے پہلے اپنی اُجرت میں اضافہ کر لیں (روسو)
○ زندگی ایک غیر ملکی زبان ہے جس کا تلفظ ہر کوئی غلط ادا کرتا ہے (کرسٹوفر مارلو)

حمیرا نوشین..... منڈی بہاؤالدین

شاید اتر جائے تیرے دل میں

○ مجھے ایسے شخص کی تلاش ہے جس پر عادات اور خواہشات کے بجائے عقل حکمرانی کرتی ہو۔
○ معاف کرنا سب سے زیادہ اسے زیب دیتا ہے جو سزا دینے پر قادر ہو۔
○ بھوکے شریف اور پیٹ بھرے کمینے سے بچتے رہو۔
○ محبت کا سبق بارش سے سیکھو جو پھولوں کے ساتھ ساتھ کانٹوں پر بھی برستی ہے۔
○ لوگ کیا کہیں گے یہ ایک ایسا فقرہ ہے جو لاکھوں خواہشیں چکنا چور کر دیتا ہے۔

ایس چلبلی..... نور پور

محبت

محبت ایسا دریا ہے
کہ بارش روٹھ بھی جائے تو پانی کم نہیں ہوتا
(امجد اسلام امجد)

زوبیہ عبدالرشید...... مانسہرہ

آئینہ

چہرہ نفس اور دماغ کا آئینہ ہوتا ہے
اور آئینے کے سامنے جو چیز رکھی جائے
وہی نظر آتی ہے......
حکیم محمد رضوان عرف رضی...... فیصل آباد

جواہر پارے

✦ بلند حوصلہ انسان کے ہاتھ میں آ کر مٹی بھی سونا ہوجاتی ہے۔
✦ سچی لگن کو کانٹوں کی پروانہیں ہوتی۔
✦ سزا دینے کا حق صرف اسے حاصل ہے جو سزا دینے والے سے محبت کرتا ہے۔
✦ مبارک ہیں وہ لوگ جن کے پاس نصیحت کرنے کے الفاظ نہیں اعمال ہوتے ہیں۔
✦ بیماری سے مرجاؤ لیکن احسان کی دوا نہ کھاؤ۔
✦ محبت قربانی سکھاتی ہے حساب نہیں سکھاتی۔
✦ خیر سب سے بڑی دعا ہے۔
✦ نفرت' نفرت سے کبھی کم نہیں ہوتی محبت سے کم ہوتی ہے۔

آمنہ ولید...... لاہور

رشتہ

وقت اور پیار

دونوں زندگی میں اہم ہوتے ہیں' وقت کسی کا نہیں ہوتا اور پیار ہر کسی سے نہیں ہوتا۔

وقت اور سمجھ

ایک ساتھ قسمت والوں کو ملتی ہے کیونکہ اکثر وقت پر سمجھ نہیں آتی اور سمجھ آنے تک وقت نہیں بچتا۔

حرا رمضان...... اختر آباد

کوزے میں دریا

✦ اگر عبادت پرندہ ہوتی تو نماز اور روزہ اس کے پَر ہوتے۔
✦ بری کتابیں ایسا زہر ہیں جو جسم کو ہی نہیں روح کو بھی مار ڈالتی ہیں۔
✦ غم ایک ایسا پرندہ ہے جو انسان کا خون پی کر زندہ رہتا ہے۔
✦ عشق چاند کی مانند ہے جب بڑھ جاتا ہے تو گھٹتا شروع ہوجاتا ہے۔
✦ جو درخت پھل نہ دے وہ کم از کم سایہ ضرور دیتا ہے۔

نئی لیلیٰ' نیا مجنوں

ایک لڑکے نے اپنی گرل فرینڈ سے کہا ''میرے پاس اپنے دوست جیسی کار تو نہیں مگر میں تمہیں اپنی پلکوں پر بٹھا کر گھماؤں گا۔ میرے پاس اس جیسا حسین بنگلہ تو نہیں مگر میں تمہیں اپنے دل میں جگہ دوں گا۔ میرے پاس اس جتنا جیسا پیسہ تو نہیں مگر میں محنت مزدوری کر کے کماؤں گا اور تمہیں کیا چاہیے جانِ من؟''
گرل فرینڈ نے کہا: ''زیادہ باتیں مت بناؤ' مجھے اپنے دوست کا موبائل دے دو۔''

ارم کمال...... فیصل آباد

خوف

مجھے خوف ہے کہ......
وہ نبھا کے کسی مرحلے پر
آ کر یہ نہ کہہ دے
کہ اب......
میرے دل کو تیری طلب نہیں

نورین لطیف...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

ایک پیغام اپنوں کے نام

⌘ محبت چل کر در پر دستک دے تو اس سے بڑی خوش نصیبی کوئی نہیں اور وہی محبت در نہ کھلنے پر پلٹ جائے تو اس سے بڑی بدنصیبی کوئی نہیں۔
⌘ محبت انمول ہے اسے بے مول مت کرو ایسا نہ ہو تم خود بے مول ہوجاؤ۔
⌘ انا رشتوں میں ایسی دراڑ کی مانند ہوتی ہے جو انہیں کھوکھلا کر کے جدا جدا کر دیتی ہے۔
⌘ پھل دار درخت کی ٹہنیاں ہمیشہ جھکی ہوتی ہے۔
⌘ جو اعلیٰ ظرف ہوتے ہیں وہ درخت کی پھلدار ٹہنیوں کی مانند جھکے رہتے ہیں۔

سیدہ جیا عباس...... تلہ گنگ

حقیقت

دل میں آنے کا راستہ تو ہوتا ہے لیکن جانے کا راستہ نہیں ہوتا' اسی لیے تو جب کوئی دل سے جاتا ہے تو دل توڑ کر ہی جاتا ہے......

عظمیٰ بٹ...... سمندری

کھاناداری غزل

میری محبت کو اپنے دل میں ڈھونڈ لینا
اور ہاں آٹے کو اچھی طرح گوندھ لینا
مل جائے پیار تو کھونا نہیں
پیاز کاٹتے وقت رونا نہیں
مجھ سے روٹھ جانے کا بہانہ اچھا ہے
تھوڑی دیر اور پکاؤ گوشت ابھی کچا ہے
مل کر پھر خوشیوں کو بانٹنا ہے
ٹماٹر ذرا باریک ہی کاٹنا ہے
لوگ ہماری محبت سے جل نہ جائیں کہیں
چاول ٹائم پر دیکھ لینا جل نہ جائیں کہیں
کیسی لگی غزل بتا دینا
نمک کم لگے تو بتا دینا

نمرہ اسلام آزاد...... خیر پور ٹامیوالی

حکمت بھرا کلام

حضرت لقمان نے اپنے صاحبزادے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔
اے بیٹے! تم حفاظت کرو نماز میں اپنے دل کی
لوگوں کی محفل میں اپنی زبان کی
دوسروں کے گھروں میں اپنی نگاہ کی
دسترخوان پر اپنے معدے کی
اور دو چیزوں کو فراموش کر دیا کرو
تمہارے ساتھ اوروں کا بُرا رویہ
تمہارا اوروں کے ساتھ حسن سلوک

لائبہ مہر...... حضرو

پیاری باتیں

✿ بہترین انسان اپنی میٹھی زبان سے پہچانا جاتا ہے ورنہ اچھی باتیں تو دیواروں پر بھی لکھی ہوتی ہیں۔
✿ جب رب راضی ہونے لگتا ہے تو بندے کو اپنے عیبوں کا پتا لگنا شروع ہو جاتا ہے اور یہ اس کی رحمت کی پہلی نشانی ہے۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

آج کی نصیحت

ایک آدمی کا پالتو طوطا بلی لے گئی وہ رونے لگا لوگوں نے کہا۔
"رو مت دوسرا طوطا خرید لینا۔" اس آدمی نے کہا۔
"میں طوطے کی جدائی میں نہیں رو رہا میں نے اسے کلمہ سکھایا تھا جو وہ ہر وقت پڑھتا تھا لیکن جب اس پر بلی جھپٹی تو وہ ٹیں ٹیں...... کرنے لگا اور میرا سکھایا ہوا کلمہ بھول گیا۔ مجھے یہ فکر ہے کہ کلمہ تو مجھے بھی یاد ہے اور میں بھی پڑھتا ہوں ایسا نہ ہو کہ جب موت مجھ پر جھپٹے تو میں بھی کلمہ بھول نہ جاؤں۔"
ذرا سوچیے اور اصل سفر پر جانے کی تیاری شروع کر دیجیے۔

نجم انجم...... کورنگی کراچی

آنسو

آسمان روتا ہے تو خوب صورت سبزہ اُگتا ہے قلم روتا ہے تو آسمان کاغذ پر الفاظ کے ستارے چمکتے ہیں بچہ روتا ہے تو اسے غذا ملتی ہے۔ بیوی روتی ہے تو اسے تنخواہ ملتی ہے باد نسیم روتی ہے تو کلیاں کھلتی ہیں۔ وقت سے گناہ گار روتا ہے تو دوزخ کی آگ بجھتی ہے سارے سمندر سب دریا تمام ندیاں دوزخ کی آگ بجھانا چاہے تو نہیں بجھا سکتے اور بندہ خدا کی آنکھ سے نکلا ہوا ایک قطرہ اسے بجھا دیتا ہے آنسو کا کتنا وزن ہے۔
آدمی 20 کلو وزن اٹھا لیتا ہے مگر آنسو نہیں اٹھا سکتا وہ گر پڑتے ہیں۔

صنعاء سندھ...... حضرت کیلیانوالہ

اشعار

جب تک تیرے دل کا موسم ٹھیک نہ ہو
بن موسم برساتوں میں کیا رکھا ہے
محنت کرکے منزل پائی لوگوں نے
خالی خولی باتوں میں کیا رکھا ہے

راؤ تہذیب حسین تہذیب...... رحیم یار خان

اے چاند

جب وہ تیری طرف دیکھیں
تو انہیں کچھ یاد دلانا
مدھر سے کچھ گیت سنانا
اور کہنا......
تمہیں کوئی یاد کرتا ہے
تیری آرزو تیری امید کرتا ہے
کوئی آج بھی
تمہیں دیکھ کر عید کرتا ہے

کیمرا مشتاق ملک...... اسلام آباد

مشاہدات

تقدیر: ایک دھندلا ستارا ہے۔
انتظار: بے قراری کا دوسرا نام ہے۔
آنسو: یہ کڑوے گھونٹ امید کے سہارے پینے پڑتے ہیں۔
احساس: ایک عظیم جذبہ ہے جس کی پاکیزگی پر پوری دنیا قربان کی جاسکتی ہے۔
طاہرہ غزل..... جتوئی

اچھی بات

دو چیزیں زندگی میں پورے حق سے لینی چاہیں
☆ سبزی کے ساتھ دھنیا۔
☆ سموسوں کے ساتھ چٹنی۔
وثیقہ زمرہ..... سمندری

عیداور ہم

تھوڑا سا مسکرادینا آج عید کا دن ہے
گلے شکوے بھلا دینا آج عید کا دن ہے
خفا ہونا خفا کرنا کسی کو بھی نہیں اچھا
دعا لینا دعا دینا آج عید کا دن ہے
کسی سے بھی شکایت ہو اسے جاکر یہی کہنا
نہیں تم سے جدا ہونا آج عید کا دن ہے
محبت بانٹنا سب سے گلے سب کو لگالینا
یہی ہے بس میرا کہنا آج عید کا دن ہے
ماہی کو عید کا دن پھر عطا کرنا میرے مولا
سب کو خوشی دینا آج عید کا دن ہے
ماریہ کنول ماہی..... چک ورکاں

انمول موتی

⌘ اہمیت دکھ کی نہیں دکھ دینے والے کی ہوتی ہے دور بھاگیے ایسے دوستوں سے جو کھیل ہی کھیل میں زندگی سے کھیل جاتے ہیں۔
⌘ انسان کسی کو شریک سفر بنانے سے پہلے اس کے حال اور ماضی کو دیکھتا ہے لیکن یہ بھول جاتا ہے کہ رفاقت میں اس کو مستقبل گزارنا ہے۔
⌘ حوصلہ ایک ایسی طاقت ہے جو پتھروں کو بھی توڑ سکتی ہے۔
⌘ دکھ انسان نہیں بلکہ انسان سے وابستہ امیدیں دیتی ہیں۔
⌘ زندگی میں دو باتیں تکلیف دیتی ہیں ایک جس کی خواہش ہو اس کا نہ ملنا اور دوسرا جس کی خواہش نہ ہو اس کا مل جانا۔

⌘ اگر نظریں پاک ہوں تو سات آسمانوں پار بھی خدا نظر آتا ہے۔
⌘ معاشرے میں وہی لوگ کامیاب رہتے ہیں جو بغیر کسی صلے اور تمنا کے لوگوں کے ساتھ اچھائی کرتے ہیں۔
لیلیٰ رب نواز لیلیٰ..... ودھیوالی بھکر

انمول موتی

◐ ایک اچھے دوست کی مثال اک اچھی خوشبو کی طرح ہے جب بھی تم اس کو یاد کرو گے تو تمہیں اس کی مہک آئے گی۔
◐ کسی کو اپنی صفائی نہ دو کیونکہ جو آپ سے پیار کرتا ہے اس کو ضرورت نہیں اور جو نفرت کرتا ہے وہ کبھی یقین نہیں کرے گا۔
◐ کسی نے پوچھا کہ ماں مرجائے تو دعا کون دیتا ہے؟ فرمایا کہ جھیل سوکھ جائے تو مٹی میں نمی ضرور رہتی ہے اسی طرح ماں کے انتقال کے بعد بھی ماں دعا دیتی رہتی ہے۔
◐ جب تمہیں خوشی ملے تو تین چیزوں کو مت بھولنا
اللہ کو..... اس کی مخلوق کو..... اپنی اوقات کو
عادل مصطفیٰ..... طور جہلم

چند اہم باتیں

◐ انتظار مرتا نہیں ہے آنکھوں میں جم جاتا ہے بس آنکھیں مرجاتی ہیں۔
◐ اکثر محبتیں اس لیے ضائع ہوجاتی ہیں کہ ہم وہ محبت غلط انسان کو سونپ دیتے ہیں۔
◐ جب ہم کسی سے رشتہ جوڑتے ہیں تو اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے بعد میں وجہ ختم ہوجاتی ہے اور صرف رشتہ رہ جاتا ہے۔
◐ اطاعت صرف اس کی کرو جس سے بڑا کوئی نہیں۔
◐ اپنی پریشانیوں اور مصیبتوں کا ذکر ہر ایک سے نہ کرتے کیونکہ دشمن خوش اور دوست پریشان ہوتا ہے۔
کرن شہزادی..... بھیر کنڈ مانسہرہ

yaadgar@aanchal.com.pk

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! پروردگار کے پاک نام سے ابتدا ہے جو خالق کونین ہے۔ اگست کا شمارہ عید نمبر پیش خدمت ہے۔ آنچل اسٹاف کی جانب سے تمام قارئین کو عید کی ڈھیروں مبارک باد آپ بہنوں کی تجاویز و آرا کو پیش نظر رکھتے عید نمبر ترتیب دیا گیا ہے امید ہے آپ کے ذوق کے عین مطابق ہوگا۔ آئیے اب چلتے ہیں آپ بہنوں کے دلچسپ تبصروں کی جانب۔

حرا قریشی...... ملتان۔

نہ اب اور کوئی ارادہ کیجیے
جناب من بس تبصرہ کیجیے

تیئس جون کی اُجلی روشن اور ابر آلود صبح ہے صاحب من سورج قدرے کٹھنائیوں کے بعد آج روپوش ہونے پر آمادہ ہوئے ہیں۔ کشادہ فلک کے سینے پر منتشر سحاب تحلیل ہوکر کئی حصوں میں بے محو سفر ہیں۔ سحاب کے تیوروں سے شبہ پاتے چند بوندوں نے فلک سے زمین کا بڑے ہی دلچسپ اور سحر آفریں انداز میں بوسہ لیا ہے۔ اس بوسے کا لمس عالم شباب میں میری حنابستہ ہتھیلیوں پر ٹھہر گیا ہے۔ جانتے ہیں ناں یہ آثار بارش کے ہیں آغاز برسات ہے اور میری ابتدا ہے عزیز آنچل سے گفتگو کی...... وصل......!

تمہیں بارش سے محبت ہے
اور مجھے ہر اس موسم سے
جو سنگ تمہارے آتا ہے......!

میرے اردگرد صفحات دائرہ دائرہ بکھرے ہوئے ہیں۔ خاکسار قلم خنک رومان پرور ہواؤں کی دلفریبیوں سے محظوظ ہوتے بس اپنے کہنے پر مصر ہے کہ یہ عزیز آنچل کے اتنا قریب آگیا ہے جیسے دل میں دھڑکن...... تو جناب من! اس سے دوری' فاصلہ اب اہمیت نہیں رکھتا۔ آمدم برسر مطلب...... آنچل کے ہر دفعہ تاخیر سے موصول ہونے کی بنا پر اب ایک جامعہ تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں جہاں لفظوں کی سرسبز دلکش وادی ہے اور اس دلکش وادی میں حرا قریشی قدم رکھ چکی ہیں (کیا کہیے حسن ہی ایسا ہے!) کیا سمجھے؟ مبالغہ آرائی؟ نہیں بھئی...... صدق حقیقت ہے (گردن اثبات میں ہل رہی ہے ہاں) مجھے کوئی لمبی چوڑی تفصیل نہیں بگھارنی' ہاں بس اتنا کہ ڈھیر ساری آنچل سے باتیں کرنی ہیں۔ جی بھر کر اس غبار کو باہر نکالنا ہے جو قلبی نہاں خانوں میں ایک خوشی بپا کیے ہوئے ہیں تو سناؤ عزیزم! کیسے ہو؟ کس حال میں ہو؟ کچھ نہ بھی کہو تو ہم جانتے ہیں کہ ہماری آمد سے آپ کے رخسار گلال ہوجاتے ہیں۔ عین پر جگنو چمکنے لگتے ہیں اور سماعتیں اپنے گردوپیش سے بے نیاز ہوجاتی ہیں' عنابی لب بے ساختہ مبہوت سے وا ہوجاتے ہیں۔

کچھ اس میں بات ہی ایسی نئی نرالی تھی
پھر اپنے آپ پر کچھ اختیار نہ رہا......!

بنام آنچل مارچ 2015: خدا' عشق' عبادت' عباس شاہ کی رباب کے لیے قابل قدر محبت' یا سب عمار کے کیکی میر عین کی شناخت کا بدل کر مومنہ ہوجانا اور مشرف با اسلام ہونا پُرکشش عنصر تھا۔ رخسانہ شاہ کا روایتی ساسوں والا اہانت آمیز رویہ اچھا تاثر نہ پیدا کرسکا وہیں عمار کی بے پروائی جو اس کے والدین کے لیے بھی پوائنٹ آؤٹ کرنا ایک مثبت پیشرفت کی سمت ہموار کرتا ہے۔ "تمنائے دل" بھی اچھی تھی۔ "اپنے آپ دام میں" موضوع نیا تو نہیں تھا بہرکیف احتشام کے مزاح نے تحریر میں رنگ بھر دیئے۔ افسانوں میں "اپنا گھر" ٹاپ پر رہا۔ "نقرئی پیالہ" اور "موتیے کا پھول" اخلاقی نتائج سے لبریز تھے۔ "ہیں کواکب کچھ" تعلیمی درسگاہوں کے اہم پہلو کو اجاگر کرتا دکھائی دیا۔ فاخرہ گل کی نعت نے راحت بخش شجر سایہ دار سا تحفظ بخشا۔ عشق نبی ﷺ کو مزید تقویت عطا کی' باقی سلسلے بھی اپنی قدروقیمت کم کرتے نظر نہیں آئے۔ بنام اپریل آنچل 2015: "کچھ کمی سی ہے" نگہت سیما آؤٹ کلاس تحریر۔ عنیقہ جی نے درحقیقت آؤٹ کر ہی دیا۔ "لال جوڑا" اور "چاہت دھوپ چھاؤں سی" درد طلب رہیں۔ افسانے سارے ہی اس ماہ اپنی جگہ کمال تھے۔ "جگنو میرے آنچل میں" سروے میں خوش نوا آزادی سے اڑتے پنچھی کے سے جذبات محسوس کیے' بصورت حمد جہاں صبیح نے دل کے تار چھیڑے وہاں بہزاد نے جذبہ شوق کو مزید ہوا دی۔ بنام آنچل مئی 2015: "کاش آنکھیں پڑھا کرے" اور "زندگی پھولوں کی راہ" دونوں اپنی جگہ دلچسپ تحاریر رہیں۔ "محبت اب بھی باقی ہے" نے اگر مزہ کرکرا نہیں کیا تو بہت ذائق بھی نہیں دیا۔ سویرا فلک کا افسانہ ٹھیک سے دل پر لگا۔ باقی بھی اپنی جگہ ٹھیک تھے۔ ہمارا آنچل میں حرا کی انٹری نے حرا کے اندر جان ڈال دی اور کہیں اندر سے آواز آئی "آ...... آ میرے آنچل تجھے پلکوں پر بٹھالوں" جزاک اللہ از حد شکریہ۔ بنام آنچل جون 2015: یہاں

جناب عائشہ نور کی تحریر نے سماں باندھ دیا' اگلی قسط کا شدت سے انتظار' عابدہ سبین کی بھی ہلکی پھلکی اور بور نہ کردینے والی تحریر تھی۔ ام ایمان جی مزید اسپیڈ پکڑیے' آپ کی تحریر صفت کا سپیدہ دور دور تک نمودار ہورہا ہے۔ افسانے سب تقریباً ٹھیک تھے "میں بھولی میرا آشیاں" تلخ حقائق کا پرتو ثابت ہوا۔ سلسلے وار ناولز پڑھ نہ سکی سو تبصرہ ادھار۔ خیر اور خوش آئندہ انداز میں "بندھن" کی نشست پر حرا بھی آجائے۔ دعا گو رہو سب ساتھیو! نیرنگ خیال پڑھ کر اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا سار اگ جیتے تاثرات ابھرتے ہیں سدا۔ میں نے یہ چند سطور اس محبت اور شوق عقیدت سے لکھی ہیں جیسے کوئی ننھا بچہ قدرے اشتیاق سے مٹی کا گھر بنائے وار برف کا ستو مین' نیک خواہشات کے ساتھ اجازت۔

شمع مسکان...... جام پور۔ آداب تسلیمات! سب سے پہلے میری طرف سے پوری آنچل ٹیم' ریڈرز و رائٹرز' فرینڈز کو عید الفطر بہت بہت مبارک ہو۔ امید ہے تمام مسلمان بہنوں نے خوب خشوع خضوع کے ساتھ عبادتوں میں مشغول اس مقدس ماہ سے نیکیاں کشید کی ہوں گی اور اب اپنا انعام (عید الفطر) کے لیے تیاریاں عروج پر ہوں گی۔ سو روزے داروں آپ کے لیے روزوں کی بھی بہت بہت مبارک ہو' خیر! اس ماہ آنچل 25 تاریخ کو مکمل کرتا ہاتھوں میں آیا۔ سرورق کو دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہوگئیں' نماز کی طرز میں لپٹے دوپٹے میں وہ معصوم سا چہرہ بہت پُرنور اور پاکیزہ لگا۔ حسب معمول حمد و نعت پڑھ کر فضائے قلب میں عقیدت کے سوتے پھوٹ پڑے۔ روزے کی حالت میں پڑھتے ایک سرور سا روح میں اترتا چلا گیا۔ قیصر آنٹی کی سرگوشیاں سنیں جو کہ اس بابرکت مہینہ کی فضیلت عیاں کررہی تھیں۔ در جواب آں میں تانکا جھانکی کی' یہاں سے کوچ کیا اور پروز ابھری آئینہ میں شکریہ کیا...... شہلا آپی آپ بھی تنگ آگئیں مجھ سے' مسلسل تین ماہ سے نو انٹری کا بورڈ لگا ہوا ہے۔ سلسلے وار ناولز میں سب سے پہلے ٹوٹا ہوا تارا پڑھا' کاشفہ کی گیم اب فلاپ ہونے والی ہے۔ انا تو ہے ہی سائیکی کیس' ماضی بھی آہستہ آہستہ واضح ہورہا ہے۔ سمیرا کی بہت بہترین تحریر ہے' ویل ڈن سمیرا جی! راحت وفا کی "موم کی محبت" کچھ خاص تاثر قائم نہیں کرپارہی۔ اب یوبی کا دماغ خراب ہوگیا ہے پتا نہیں شرمین کو کتنی آزمائشوں سے گزرنا پڑے گا۔ شب ہجر کی پہلی بارش' نازیہ جی ہماری بہت سی امیدیں آپ کی تحریر سے وابستہ ہوچکی ہیں کہ یہ آپ کا سابقہ کامیابی کا ریکارڈ برقرار رکھے گی' ان شاء اللہ۔ مکمل ناول میں "زیست کی شام سے پہلے" اقراء صغیر احمد کا ناول انہماک سے پڑھنا شروع کیا مگر اینڈ میں ان شاء اللہ آخری حصہ آئندہ ماہ دیکھ کر بہت مایوسی ہوئی۔ تبصرہ ناول مکمل ہونے پر کروں گی' عائشہ جی آپ کی تحریر یقیناً نام ہی کی طرح پیاری اور دلکش ہوگی مگر سوری ابھی پڑھی نہیں اب تبصرہ لکھنے کے بعد فرصت سے پڑھوں گی۔ ناولٹ "محبت دل کا سجدہ ہے" سباس جی بہت پیاری تحریر ہے مگر طوالت نہ دیں ورنہ چارم ختم ہوجائے گا۔ ذوالنون اور کرن کی اسٹوری مزہ دے رہی ہے' محبت کی اصل اہمیت و قدر کا اندازہ ہمیں تب ہوتا ہے جب وہ ہماری دسترس سے دور ہوتی دکھائی دے۔ دل کے کسی پوشیدہ خانے میں چھپی محبت کی کونپل لمحہ میں تناور درخت بن کر ہر انسان کو بے بس و مجبور کردیتی ہے۔ کرن اور ذوالنون کی محبت بھی اب ہجر کی بھٹی میں پک کر امر ہوجائے گی۔ رابیل کا ان حالات میں اور ذہنی رو کے حساب سے فیصلہ ٹھیک ہی تھا۔ موجودہ صورت حال میں اس کی ذات منتشر ہوئی' وہ ذہنی و روحانی کرب کا شکار ہے' اپنوں کی محبت اسے واپس زندگی کی سمت لاسکتی ہے۔ نگین کا ری ایکشن بالکل بجا تھا' شادی صرف دو انسانوں کے ملاپ کا نام نہیں۔ ثمینہ کو خود ہی حالت بہتر کرنے پڑیں گے۔ "مجھے رنگ دے" صدف آصف کی پُرمزاح انداز میں لکھی ہلکی پھلکی تحریر تھی۔ محبت میں بہت طاقت ہوتی ہے یہ عام سے انسان کو خاص اور بعض اوقات بہت خاص انسان کو ایک عام سا انسان بنادیتی ہے۔ افسانے بھی سارے نظروں کی صراط سے گزرے اور روشنیاں بکھیرتے چلے گئے۔ "بیٹی بیٹا" بڑھاپے میں تنہائی کے دکھ کو واضح کیا گیا' دولت ہوتی ہے تو بڑھاپے میں محتاج نہیں ہونا پڑتا اولاد کا۔ اولاد کو سب کچھ دینے کے ساتھ اپنے بڑھاپے کے لیے بھی کچھ جوڑ کر رکھنا چاہیے' یہ ڈاکٹر نگہت نسیم کی بہت حساس تحریر تھی۔ طلعت نظامی کی یہ حوصلہ جو گھٹن میں ہے آج کل کے ہائی اسٹینڈرڈ کا فیشن کہ بچے دو ہی اچھے حالانکہ یہ رب کی طرف سے دیا جانے والا خوب صورت تحفہ ہے اور تحائف تو جتنے ہوں اچھے ہوتے ہیں۔ اولاد کی اہمیت ان سے پوچھو جن کی کوئی اولاد نہیں جو بے اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب انسان کو دنیا میں پیدا فرماتا ہے تو اس کے رزق کی ذمہ داری خود اٹھاتا ہے پھر ہم فکر کیوں کریں دینے والا رب جب خوش ہے تو ہم کون ہوتے ہیں اس کی عطا سے منکر ہونے والے' بیسٹ تحریر تھی۔ باقی افسانے بھی سارے اچھے تھے مستقل سلسلے میں دوست کا پیغام آئے میں ان فرینڈز کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی جنہوں نے مجھے یاد رکھا۔ میں شدت سے آپ سب کے میسجز کا انتظار کرتی ہوں۔ نیرنگ خیال میں علمہ شمشاد' طارق محمود' عنایت اللہ راحل' مس اختر تارڑ اور زینب حسین کی شاعری پسند آئی۔ بیاض دل میں تبسم شہزادی' اقصیٰ زرگر' سنیاں زرگر' عروج مغل اور فاطمہ ملک کے اشعار بیسٹ تھے۔ پیا کا گھر میں نازیہ جی کی سائیڈ پک دیکھ کر اچھا لگا مگر پوری ہوتی تو کیا بات تھی۔ شادی کا احوال بھی اور جوابات بھی پسند آئے۔ سب سے بڑا جھٹکا یہ جان کر لگا کہ یہ آنچل کی مستقل قاری عاصمہ اقبال کی بھابی بنی ہیں اور وہ بھی آنچل کے توسط سے۔ شادی کی بہت بہت مبارک ہو نازیہ آپی! اب اجازت دیں' رب راکھا۔

عائشہ پرویز...... کراچی۔ السلام علیکم! ہائے اگست کا شمارہ میری سالگرہ کا شمارہ جانے کیسا ہوگا رہنے ہاہاہا۔ امید کرتی

ہوں کہ آنچل اسٹاف سمیت سب خیریت سے ہوں گے میرا خیال ہے جب اگلا شمارہ آئے گا تب تک عید بھی آچکی ہوگی اس لیے میری طرف سے سب کو بہت بہت عید مبارک۔ اب آتے ہیں اپنے آنچل کی طرف حمد ونعت سے مستفید ہونے کے بعد ڈائریکٹ ''ٹوٹا ہوا تارا'' کی طرف چھلانگ لگائی ہمیشہ کی طرح سپرہٹ اسٹوری سمیرا آپی انا کو کیا ہوتا جارہا ہے دن بہ دن کتنی بے وقوف ہوتی جارہی ہے۔ ہنہ ویسے اسٹوری زبردست جارہی ہے۔ ''محبت دل کا سجدہ ہے'' سباس گل آپ بھی بہت اچھا لکھ رہی ہیں اللہ پاک آپ کو اور اچھا لکھنے کی صلاحیت عطا فرمائے آمین اور سدا خوش رہیں۔ ''موم کی محبت'' راحت وفا جی اسٹوری تھوڑی تیز کردیں بوبی کے سمجھنے کی وجہ سے کچھ مزہ نہیں آرہا ہے چلیں بیسٹ وشز۔ ''عشق تمام مصطفیٰ ﷺ'' اس ناول کے لیے الفاظ نہیں آپ کے لکھنے کی تعریف جتنی بھی کروں کم ہے۔ خوش رہیں اور اسی طرح اپنا نام روشن کریں (ہم نام جو ہیں تسی سمجھ گئی نا) ہاہاہا۔ باقی افسانے ابھی پڑھے نہیں عید میں پڑھوں گی بوریت سے بچنے کے لیے (چالاکی) ہاہاہا۔ بیاض دل میں سب کے اشعار اچھے تھے۔ ہم سے پوچھیے میں سوالات سب کے مزے دار اور شمائلہ آپی کے چٹ پٹے جوابات فروٹ چاٹ کی طرح لگے ہی ہی ہی۔ یادگار لمحے ہمیشہ کی طرح یادگار بنا گئے۔ ڈش مقابلہ میں ساری ڈشیں پڑھ پڑھ کے منہ میں پانی آتا رہا ہاہاہا۔ آئینہ اور دوست کا پیغام آئے میں جن دوستوں نے مجھے یاد کیا ان سب کو بہت سا پیار اور سلام۔ اللہ حافظ۔

جی کنول خان...... موسیٰ خیل۔ السلام علیکم! سویٹ سی شہلا آپی آنچل اسٹاف اور تمام قارئین کو میری جانب سے بہت بہت عید مبارک۔ امید ہے سب کی عید بہت اچھی اور مزے سے گزرے گی آپ سب سے گزارش ہے کہ اس خوشیوں بھرے عید کے موقع پر جو بھی آپ سے ناراض ہے اسے منالیں اور سب مل جل کر عید منائیں اس سے مزہ اور دوبالا ہوجائے گا۔ تو جی اب آتے ہیں پیارے آنچل کی طرف اس ماہ کا آنچل ہمیشہ کی طرح بہت زبردست تھا ٹائٹل گرل سر پہ آنچل لیے بہت خوب صورت لگ رہی تھی پھر نظر ٹھہری نازیہ کنول نازی کے انٹرویو پر واہ نازیہ آپی آپ کو بہت بہت مبارک ہو اللہ تعالیٰ آپ کو بے شمار خوشیاں دے آمین۔ پھر ''موم کی محبت'' کی طرف دوڑ لگائی زبردست بہت اچھی اسٹوری جارہی ہے لیکن نا مجھے عارض پر بڑا غصہ آتا ہے۔ بے چاری سجا کی اتنی بے عزتی، پلیز آپی شرمین کی شادی بوبی سے کردیں۔ مہربان مہمان، نیلم شہزادی نے اچھے موضوع پر قلم اٹھایا لیکن ایک کمی رہ گئی مسز زبیر کو بھی احساس ہوجانا چاہیے تھا نا باقی پورے کا پورا آنچل زبردست تھا۔ تمام اسٹوریز بہت اچھی تھیں آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین اللہ حافظ۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات۔ السلام علیکم شہلا آپی اینڈ آنچل فیملی آنچل مجھے بارش کی ہلکی سی پھوار میں بھیگتے ہوئے مارکیٹ سے 24 کو ملا۔ ہاتھ میں پکڑتے ہی راستے میں ہی کھول کے پڑھنے لگی مما نے منع کیا اور بولیں۔ ''برس میں رکھو بھیگ رہا ہے'' آنچل سرورق دیکھ کے اچھا لگا۔ ماڈل حجاب میں تازگی کا تاثر لیے براجمان تھی۔ سب سے پہلے آنٹی قیصر آراء کی سرگوشیاں سنیں پھر حمد ونعت سے مستفید ہوتے ہوئے دانش کدہ میں جھانکا تو مشتاق انکل کی اچھی اچھی باتیں پڑھنے کو ملیں۔ ہمارا آنچل میں چاروں بہنوں کے تعارف پسند آئے لیکن زیادہ مجھے دعائے سحر جی آپ کا پسند آیا (سویٹ لڑکی) تھوڑا آگے بڑھی تو ''پیا کا گھر'' میں نازی آپی کی شادی کا احوال پڑھا نازی آپی آپ کے سوالوں کے جواب بڑے زبردست تھے۔ عاصمہ اقبال خوش قسمت ہے جس کی آپ بھابی بنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ہر امید ہر مراد کو پورا کرے آمین۔ سلسلے وار ناولز کی طرف بڑھی تو اس سے پہلے ہی عائشہ نور جی نے روک لیا بہت اچھا اینڈ کیا آپ نے۔ ''موم کی محبت'' بوبی بھی بے وقوف ہے عقل سے پیدل شرمین کو سمجھتا ہی نہیں۔ شرمین کو چاہیے اب عارض کے والد سے نہ ملے جب عارض سے کوئی ناطہ ہی نہیں تو کیا تک بنتی ہے ان کے پاس جانے کی۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' مصطفیٰ کی اور شہوار کی پرفیکٹ اسٹوری جارہی ہے لیکن انا اتنی پاگل ہوگئی ہے کسی کو تو اعتماد میں لیتی اور کافقہ کا مقابلہ کرتی۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' بہت اچھی اسٹوری جارہی ہے۔ ''زیست کی شام سے پہلے'' اقراء جی ویل ڈن مجھے تو اگلی قسط کا بڑی بے چینی سے انتظار ہے۔ ''بیٹی بیٹا'' سبق آموز کہانی تھی۔ ''فی سبیل اللہ'' دل کو چھو جانے والی تحریر تھی۔ ''یہ حوصلہ جو کٹھن میں ہے'' بے شک صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ ہے۔ ''افطار پارٹی'' نظیر فاطمہ جی کیا بات ہے آپ کی آپ نے تحریر کے ذریعے سمجھا تو دیا ہے شاید کوئی سمجھ جائے۔ ''اندر کا دکھ'' بہت زبردست کہانی کاش ہر انسان ایک دوسرے کو سمجھے اور ان کے جذبات کی قدر کریں۔ ''مجھے رنگ دے'' بہت ہی من موہنی سی اسٹوری تھی زبردست جی۔ ''مہربان مہمان'' نیلم شہزادی بہت سبق آموز اسٹوری تھی ایمان تازہ ہوگیا پڑھ کے۔ ''میں بولوں کہ نہ بولوں'' جی بولنا تو چاہیے اور تعریف بھرے دو لفظ بھی کہنے چاہئیں۔ بیوٹی گائیڈ بھی زبردست جی بہت اہم باتیں بتائیں آپ نے۔ ''ڈش مقابلہ'' میں ساری بہنیں ایک دوسرے پر بازی لے گئیں۔ ''بیاض دل'' میں تبسم شہزادی، حمیرا نوشین، انجم انجم، عنبر مجید، پروین افضل آپ سب نے اچھا لکھا۔ ''نیرنگ خیال'' عظمیٰ، شمشاد، سعد نواز، ''مس اختر تارڑ، مہر ماہ ارشد بٹ آپ سب نے بہت ہی زبردست لکھا۔ ''یادگار لمحے'' میں آسیہ اشرف، سعدیہ نواز، اقراء ارم وڑائچ، مزدلفہ عارف، زویا خان بنگش، تمنا بلوچ آپ سب نے لمحے یادگار بنا دیئے۔ دوست کا پیغام آئے میں میری بہن ملیکہ نذیر نے مجھے وش کیا شکریہ اور ارم کمال جی مجھے آپ کی دوستی دل وجان سے قبول ہے۔ پروین افضل جی آپ مجھے اپنی بڑی بہن جیسی لگتی ہو (لو یو)۔ ''ہم سے

پوچھے" میں اتنے اوٹ پٹانگ سوال پوچھتی ہیں کچھ بہنیں دل قہقہہ لگانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ "کام کی باتیں" میں ایمان رضوان آپ نے بہت اچھی باتیں بتائیں۔ آئینہ میں افشاں علی' نجم انجم' کرن ملک' ارم غزل' جنت معتزہ یونس' مہرین آصف بٹ آپ سب کے تبصرے زبردست تھے اینڈ پر آنچل فیملی آپ سب کو بہت بہت عید مبارک۔ اللہ تعالیٰ آنچل سے وابستہ سب لوگوں کو ڈھیروں خوشیوں سے ہمکنار کرے اور اللہ تعالیٰ سب کی رمضان میں کی گئی عبادات کو قبول و منظور فرمائے' آمین۔ مجھ ناچیز کو دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

دلکش مریم...... چنیوٹ۔ السلام علیکم! شہلا آپ کو عید مبارک ہو جولائی کا آنچل ذرا تاخیر سے ملا گر ماڈل کے سر پر دوپٹہ اور ہر کہانی کے شروع میں اسکارف وحجاب کے ساتھ تصاویر نے دل خوش کر دیا۔ حمد و نعت کے بعد در جواب آں پر پہنچے ہماری طرف سے بھی ایک بار پھر نازیہ کنول اور سمیرا شریف طور کو شادی کی مبارک باد اور بہت سی دعائیں۔ دعائیے سحر اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ کے درجات بلند کرے' آمین۔ دعا آپ کا تعارف بھی پسند آیا (باقی بہنوں کو ابھی نہیں پڑھا) "عشق تمام مصطفیٰ ﷺ" کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے مخیر حضرات اگر دیانت داری سے صدقہ وخیرات دیں تو غربت کی شرح بہت حد تک کم ہو سکتی ہے مگر انہیں بس اپنے بینک بھرنے کی فکر ہوتی ہے۔ رہی بات عورت کی تو کوئی شک نہیں عورت پردہ میں رہ کر ہر کام سرانجام دے سکتی ہے جیسا کہ یمینہ...... بہت پسند آیا مجھے یمینہ کا کردار یہ تحریر یادر ہے گی۔ اقراء صغیر احمد کے ناول کا پہلا حصہ بہت پسند آیا' ہر صفحہ پلٹتے ہوئے ایسے محسوس ہوا جیسے ابھی احد کو رائمہ سے محبت ہوتی کہ ہوئی مگر نہیں جی...... اگلے حصے کا شدت سے انتظار ہے۔ سباس گل "محبت دل کا سجدہ ہے" کی تعریف کے لیے الفاظ نہیں' بس محبت کرنے والوں کے درمیان دوریاں طویل مت کرو بنا۔ "موم کی محبت" عارض اور شرمین کو ملا دیجیے یہی بہتر ہے اور بوبی کو تھوڑی عقل دیں' صفدر انا میں اپنا گھر برباد کر رہا ہے۔ حیرت ہے اپنے بچے کو دیکھ کر بھی اس کا دل نہیں پگھلتا' باقی رسالہ ابھی زیر مطالعہ ہے' دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

علیزے...... برنالی۔ السلام علیکم شہلا آپی! مجھے آنچل پڑھتے ہوئے تین سال ہو گئے ہیں آج پہلی دفعہ آنچل کے کسی سلسلے میں شرکت کر رہی ہوں ویسے تو آنچل کا ہر سلسل وار ناول اور افسانہ ہی بہت اچھا ہوتا ہے لیکن آج جس ناول نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کیا ہے وہ عائشہ نور محمد کا ناول "عشق تمام مصطفیٰ ﷺ" ہے۔ دل کر رہا ہے کہ یہ موتی بکھرنے والوں کے ہاتھ چوم لوں اتنے اچھے طریقے سے ہمیں ہمارے مذہب کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ میں تو بہت خوش ہوئی۔ عائشہ نور محمد نے یہ ناول بہت اچھا لکھا اور بہت ہی اچھے طریقے سے ہماری رہنمائی کرنے کی کوشش کی۔ مجھے ان کی یہ کاوش بہت پسند آئی' میری بہت ہی عاجزانہ سی گزارش ہے کہ پلیز آپی آپ آنچل میں شرکت کرتی رہا کریں اور کوئی سلسلہ وار ناول بھی لکھ کر ہماری رہنمائی فرمائیں میں آپ کی بے حد مشکور ہوں۔

☆ ڈیئر علیزے! خوش آمدید۔

ثناء...... صادق آباد۔ تمام قارئین کو سلام' اس بار تو سرورق رمضان المبارک کے حساب سے تھا' بہت اچھا لگا۔ اس ماہ آنچل میں تعارف چھا گئے کیونکہ کثیر تعداد میں تھے۔ نازیہ صاحبہ کی شادی کا احوال پڑھا' بہت مطمئن اور خوش نظر آئیں ہماری دعا ہے کہ ان کی یہ خوشیاں کئی گنا بڑھ کر ان کی تمام عمر پر محیط ہوں۔ سمیرا صاحبہ کی شادی خانہ آبادی کا حال بھی اب آنچل کے صفحات پر آ جانا چاہیے۔ "عشق تمام مصطفیٰ ﷺ" کے لیے ویل ڈن عائشہ نور! مسلمان عورتوں کے لیے مشعل راہ ہیں ایسی تحاریر۔ یمینہ نے ثابت کر دیا کہ اللہ کی محبت اور اس کے احکام کے آگے باقی سب ہیچ ہے' تعریف کے لیے الفاظ نہیں میرے پاس۔ "موم کی محبت" میں اب ذرا ٹوئسٹ آیا ہے' بجیا کی شادی اور پھر اس کی دھمکی سے۔ بوبی بھی کچھ زیادہ ہی بے بی بن جاتا ہے' آخر میں اس کی پست ذہنیت کا بھی ثبوت مل گیا۔ "زیست کی شام سے پہلے" اقراء صغیر صاحبہ کی کہانی شروع سے ہی جاندار ہے' آگے آگے دیکھیے۔ "محبت دل کا سجدہ ہے" سباس گل' کیا کہوں ملنے کو دل چاہتا ہے آپ سے' کاش ایسا ہو سکے۔ "میں بولوں کہ نہ بولوں" چندا چوہدری نے خوب لکھا' اس کے بعد "اندر کا دکھ" ایک لکھاری کی متاع حیات اس کا قلم ہے اگر وہی چھن جائے تو اسے یوں لگتا ہے کہ جیسے جینے کی وجہ بھی مر گئی۔ مسکان وصی' سونیا' عاصمہ نور' بشریٰ عابد آپ سب کا تعارف اچھا لگا۔ دعائیے سحر اللہ آپ کی والدہ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کو صبر کی توفیق دے' آمین۔ میمونہ گل آپ کی طرح ہمیں بھی کافی عرصہ ترسنے کے بعد آنچل کا ساتھ نصیب ہوا۔ بچپن اور لڑکپن میں ہم اپنی مما اور کزنز کو حسرت سے دیکھتے تھے' اب کالج کے آخری سال میں اجازت ملی (ورنہ چھپ کر پڑھتے تھے) تمام آنچل دلچسپ اور بہترین ہے۔ آئینہ میں مونا شاہ قریشی کا تبصرہ پسند آیا بلکہ تمام محفل ہی نت کھٹ پریوں کی تھی (مجھ سمیت) آخر میں آنچل اسٹاف اور شہلا جی کے لیے دعا کہ اس رمضان میں آپ اور آپ کے افراد خانہ پر اللہ کی بے پایاں رحمتوں کا نزول ہو' آمین۔

سمیہ کنول...... بھیر کنڈ' مانسہرہ۔ سویٹ شہلا آپی اینڈ کیوٹ قارئین و رائٹرز السلام علیکم! کیسے ہیں آپ سب؟ ہمیشہ میں دوسروں کے خط پڑھتی ہوں آج سوچا کیوں نہ خود لکھا جائے۔ آنچل نام کا ہی نہیں کام کا بھی آنچل ہے۔ یہ تمام

لڑکیوں کے لیے تحفظ فراہم کرتا ہے میری سوچ بدلی میرا ضمیر بدلا صرف اور صرف آنچل نے۔ دکھ میں بھی آنچل نے بڑا ساتھ دیا غم میں بھی بڑا ساتھ دیا۔ امی سے ڈانٹ کھائی آنچل کھول کے بیٹھ گئی ساری ٹینشن دور۔ جب 7th میں تھی تو چھپ کے پڑھتی تھی اب 2nd ائیر میں ہوں تو کوئٹ کروں تو آنچل ایک ہاتھ میں جھاڑو تو دوسرے میں آنچل۔ میرا بہترین دوست صبیحہ دلدار کے بعد آنچل ہے آخر میں تمام دوستوں قارئین رائٹرز سب کو میری طرف سے رمضان مبارک عید مبارک۔

☆ڈیئر! خوش آمدید۔

نگین افضل وڑائچ ـــ گجرات۔ السلام علیکم اینڈ عید مبارک ٹو آل پاکستان یقین ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے اور عید کی خوشیوں کو خوب منا رہے ہوں گے۔ جولائی کے شمارے کی بات کی جائے تو منہ میں پورا ڈیڑھ لیٹر پانی بھر آتا ہے (ہاہاہا) جناب تھا ہی اتنا دلچسپ۔ ’’عشق تمام مصطفی ﷺ‘‘ ایک بہترین کاوش ہے اور اس کی آخری قسط بھی اچھی رہی۔ اقراء صغیر احمد آپ کا ناول ’’زیست کی شام سے پہلے‘‘ بلاشبہ بہت اچھا ہے۔ سباس جی اسٹوری اچھی ہے مگر لمبی ہو رہی ہے۔ سلسلہ وار ناول کی بات کی جائے تو تمام ناول بہت اچھے ہیں بلکہ بہترین جا رہے ہیں اور یہاں سمیرا جی اتنا برا اتنا تشدد مت کروائیں بے چاری معصوم سی تو ہے اور کاشفہ کو تو بس اڑا ہی دیں اب مجھ سے مزید برداشت نہیں ہوتی۔ ’’موکی محبت‘‘ میں شرمین بے چاری حالات کی ماری اب جانے کیا کیا سہے گی۔ ویسے شرمین کی شادی عارض سے ہی ہونی چاہیے نازیہ کنول نازی آپ کی مہندی پیاری تھی اور دلہا بھی اچھے تھے۔ بہت مزا آیا تھا یہ دیکھ کر اور جب آپ کو نقاب میں دیکھا تو یقین مانیے بہت فخر محسوس ہوا ایک رائٹر کو ایسے ہی باپردہ ہونا چاہیے۔ آپ کا ناول ’’شب ہجر کی پہلی بارش‘‘ مزے کا ہے کیونکہ آپ نے جو لکھا ہے صدف آصف کے ناول ’’مجھے رنگ دے‘‘ میں رمان اور شہریار دونوں کی جوڑی اچھی تھی۔ افسانے ابھی زیر مطالعہ ہیں اب کچھ مستقل سلسلوں کی بات کرتے ہیں۔ نیرنگ خیال بہت اچھا تھا مالک یوم الدین بھی بہترین سلسلہ ہے اور اسے میں ضرور پڑھتی ہوں۔ اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں کہ ہر دن ہر شخص کے لیے خوشی لائے اللہ حافظ۔

صباء خان...... ڈی جی خان۔ السلام علیکم! آنچل کا ٹائٹل بہت تروتازہ لگا سب سے پہلے حمد و نعت پڑھی دل عقیدت سے بھر گیا سبحان اللہ۔ ہر دفعہ کی طرح دانش کدہ بھی اچھا لگا ’’آیات کریمہ میں مومنین صالحین کی جو صفات بیان کی گئی ماشاء اللہ۔‘‘ ’’پیا کا گھر‘‘ نازیہ کنول کو میری طرف سے بہت بہت مبارک باد۔ اب آتے ہیں افسانوں کی طرف ’’فی سبیل للہ‘‘ فاخرہ گل کی تحریر ہمیشہ کی طرح دل کو چھو گئی۔ ’’اندر کا دکھ‘‘ شمسہ فیصل نے زبردست لکھا۔ ’’بیٹی بیٹا‘‘ نے رلا دیا ڈاکٹر نگہت نسیم کی جاندار تحریر تھی۔ باقی افسانے بھی اچھے لگے۔ اس کے بعد ناولٹ پڑھے ’’محبت دل کا سجدہ ہے‘‘ سباس گل ہر دفعہ کی طرح یہ قسط بھی شاندار تھی گڈ ورک سباس گل جی! اس کے بعد صدف آصف کا ناولٹ ’’مجھے رنگ دے‘‘ پڑھا ایک منفرد تحریر لگی محبت کی کہانی بہت سادگی سے دل میں اتر گئی۔ ناولٹ کا نام کہانی کا نچوڑ لگا۔ ناول ’’عشق تمام مصطفی ﷺ‘‘ نام کی طرح بہت خوب صورت تحریر عائشہ نور محمد کو مبارک باد۔ نازیہ کنول کا ’’شب ہجر کی پہلی بارش‘‘ اچھا جا رہا ہے یادگار رہے اور نیرنگ خیال اچھا تھا۔ اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا کرے آمین ثم آمین۔

صدف آصف...... کراچی۔ آداب مدیرہ جی! اس بار کے آنچل کے لیے ایک لفظ پرفیکٹ ذہن میں آتا ہے آنچل کا ٹائٹل بہت پسند آیا رمضان کے اعتبار سے کافی مناسب تھا۔ بہزاد لکھنوی جی کی حمد سبحان اللہ۔ ’’پیا کا گھر‘‘ میں نازیہ کنول نازی کی شادی کا احوال پڑھ کر بہت اچھا لگا اللہ نازیہ کو سدا خوش رکھے آمین۔ برائے مہربانی ہماری مبارک باد ان تک پہنچا دیں۔ سب سے پہلے ہم ’’فی سبیل للہ‘‘ کی بات کریں گے ہماری پیاری رائٹر فاخرہ گل کی کیا بات ہے ہمیشہ کی طرح لاجواب لکھا۔ سلامت رہیے ان کے علاوہ افطار پارٹی اور شمسہ فیصل کا ’’اندر کا دکھ‘‘ بھی بہترین لگا۔ پیاری سباس گل جی کا ’’محبت دل کا سجدہ ہے‘‘ ہمیشہ کی طرح شاندار۔ سمیرا شریف طور اور راحت وفا جی کے سلسلہ وار ناول بھی اچھے جا رہے ہیں۔ اقبال بانو جی آپ کی کمی بہت محسوس ہوئی۔ عائشہ نور محمد کے ناول کا نام ہی دل میں عقیدت کی لہر دوڑا دیتا ہے واقعی بہت اچھی تحریر ہے۔ ’’زیست کی شام سے پہلے‘‘ اقراء صغیر احمد اچھا جا رہا ہے۔ ’’بیاض دل‘‘ ’’دل کو چھو گیا‘‘ آئینہ کا فانٹ سائز اتنا چھوٹا تھا کہ پڑھنا مشکل ہو گیا باقی سارے سلسلے بھی مناسب لگے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ آنچل ہر ماہ یوں ہی جگمگاتا رہے۔

☆ڈیئر صدف! آپ کا جامع تبصرہ اچھا لگا۔

ماریہ کنول ماہی...... چک ورکاں۔ السلام علیکم تمام قارئین کرام کو سویٹ سی ماہین کا سویٹ سا سلام۔ باقی سب چھوڑیں اس دفعہ ٹائٹل دیکھ کر دل گارڈن گارڈن ہو گیا اور باقی سب کہانیوں کے سرورق نے بھی حجاب اوڑھ رکھا تھا ویری نائس! نازیہ کنول نازی آپی جانی جتنی خوشی آپ کی شادی کی ہوئی تھی وہ ساری کی ساری دھری کی دھری رہ گئی پتا ہے کیوں؟ کیونکہ آپ کا زعیم لائف پارٹنر آپ کے ناولوں کی طرح خوبصورت بالکل نہیں ہے۔ معذرت کے ساتھ لکھ رہی ہوں عائشہ نور محمد ویری ویل ڈن عمدہ موضوع پر قلم اٹھایا ہے واقعی اگر ہمارے ایمان مضبوط ہو تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں کمزور نہیں کر سکتی۔ بات ساری ایمان کی

ہے۔ ٹوٹا ہوا تارا انا تم کچھ عقل سے کام لو کیوں کاشفہ جیسی لڑکی کے لیے خود کو ڈی گریڈ کررہی ہو۔ ویسے کاشفہ کے لیے میرا پیغام یہ ہے کہ تم چکور ہو اور ولید چاند ہے۔ چکور بھی چاند کی محبت میں جان دے دیتی ہے مگر اس کو پا نہیں سکتی' تمہارا بھی عنقریب یہی حال ہونے والا ہے (ویٹ کرو)۔ بیاض دل میں ارم کمال' شبانہ امین' انجم انجم' دعائے سحر اور ندا رشید کے اشعار پسند آئے۔ دوست کا پیغام میں مجھے کسی نے بھی یاد نہیں کیا' بڑے افسوس کی بات ہے۔ آئینہ میں افشاں علی' انجم انجم' طیبہ نذیر کا تبصرہ پسند آیا۔ ہم سے پوچھیے' پروین افضل شاہین' جازبہ عباسی' ارم کمال' نادیہ یٰسین' مدیحہ نورین مہک' سحرش بٹ کے سوالات مزے کے تھے۔ ارم کمال' پروین افضل شاہین' طیبہ نذیر' ملالہ اسلم' مدیحہ نورین' شمع مسکان' شاہ زندگی' شیریں گل اور جن کے نام رہ گئے ہیں سب کو عید کی ڈھیروں مبارک باد۔ اللہ حافظ۔

میزاب...... قصور۔ السلام علیکم! آنچل ریڈرز امید ہے سب ٹھیک ٹھاک ہوں گے اور جو نہیں ٹھیک ہیں انہیں اللہ صحت دے اور سب کو میری طرف سے ڈھیروں ڈھیر عید مبارک۔ اب آتے ہیں آنچل کی طرف سب سے پہلے تو نازیہ کنول کا خوب صورت بندھن پڑھا' پڑھ کر اتنا اچھا لگا اور اتنی خوشی ہوئی کہ میں بتا نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ نازی آپی کو ڈھیر ساری خوشیاں دے آمین اور ان کے لفظوں کا درد کہیں غائب ہوجائے۔ اس کے بعد میں سارا آنچل تو پڑھ نہیں سکی' صرف قسط وار کہانیاں پڑھی ہیں' سبھی اچھی تھیں لیکن ''ٹوٹا ہوا تارا'' انا پر مجھے ولید سے بھی زیادہ غصہ ہے یہ انا پاگل ہے کیا اتنی بڑی بات سب سے چھپا کر بھی کو دکھی کررہی پھر رہی ہے کوئی اتنا موڈی کیسے ہوسکتا ہے۔ ہم تو کوئی اتنی چھوٹی سی بات نہیں گھر والوں سے چھپا سکتے اور یہ ایک خبیث لڑکی سے اس قدر ڈر رہی ہے پلیز انا اسٹاپ دس اور ولید کو سب کو بتادے۔ نازی کنول نازی کی ''شب ہجر کی پہلی بارش'' کا دو قسط میں رنگ ہم پر چڑھنے لگا ہے' بہت انٹرسٹنگ ہے۔

ندا رشید گھمن...... ستیانہ بنگلہ۔ راستہ دو پیچھے ہٹو...... ارے شہلا آپی السلام علیکم! فائنلی آپ نے میرا پیغام پڑھ ہی لیا' پہلی بار میں نے آنچل میں قلم اٹھایا ہے' مجھے آنچل ڈائجسٹ بہت پسند ہے۔ ہر کہانی میں محبت اور سبق نظر آتا ہے۔ سمیرا شریف کا لکھا ہوا ناول ''ٹوٹا ہوا تارا'' مجھے اور لوگوں کو اتنا پسند ہے کہ اگر ووٹنگ ہو تو سمیرا ہی جیتے گی۔ سب اپنا خیال رکھیے گا' اللہ حافظ۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی۔ السلام علیکم! اس دفعہ آنچل جلدی مل گیا سب سے پہلے ''عشق تمام مصطفیٰ'' پڑھا ہماری مرضی کا اینڈ ہوا' عائشہ جی ایسی تحریر لکھتی رہا کریں پھر آتے ہیں ''محبت دل کا سجدہ ہے'' کی طرف سباس جی! علی اور رائیل کو اور کرن اور ذوالنون کو الگ مت کیجیے گا پلیز' باقی تمام تحاریر بہت خوب تھیں۔ نیرنگ خیال میں رانا زید' حکیم خان حکیم بیسٹ رہے۔ بیاض دل میں مجھے شامل نہیں کیا کوئی بات نہیں' پروین افضل' حبہ خان بیسٹ تھیں اور یادگار لمحے میں ہر چیز آؤٹ کلاس ہوتی ہے۔ شمائلہ جی کی محفل میں ارم کمال چھا گئی ہیں' سب کو عید مبارک ہو۔ طیبہ نذیر' ساریہ چوہدری اور سب کو سلام' دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

ثوبیہ بلال صبح...... ظاہر پیر۔ السلام علیکم! بہت سی دعاؤں اور آداب کے ساتھ آغاز گفتگو کرتے ہیں' الوداع ماہ رمضان پر دکھ تو بہت ہے نہ جانے ہم نے اس بھرپور رحمتوں اور مغفرتوں کے خزینے سے کچھ فائدہ اٹھایا بھی ہے کہ نہیں لیکن اس کے ساتھ دلی عید مبارک قبول ہو۔ جولائی کا آنچل ہلکے رنگوں سے سجے سرورق پر حجاب کے رنگ اوڑھے ماڈل کے ساتھ ہمیشہ کی طرح بہت خوب صورت لگا۔ سب سے پہلے نازیہ کنول نازی کی شادی کا احوال پڑھ کر اور ان کی تصویر دیکھ کر بہت خوش ہوں' تصویر میں ایک رخ سے نقاب میں چہرہ چھپائے ایک پیاری سی لڑکی کو دیکھ کر یقین ہی نہیں آیا کہ یہ نازی کنول نازی ہیں۔ نازی کنول اور ان کے شوہر زعیم کی جوڑی کو اللہ ہمیشہ خوشیوں کے سائے تلے سلامت رکھے آمین۔ اس کے علاوہ ''عشق تمام مصطفیٰ ﷺ'' بھی ''پیر کامل'' کی طرح تھا جو کہ بہت خوب صورتی سے اپنے اختتام کو پہنچا۔ ''زیست کی شام سے پہلے'' اقراء صغیر احمد کا ناول شروع کیا اور پڑھتے ہی چلے گئے' اگلے حصے کا بے صبری سے انتظار رہے گا۔ سلسلہ وار ناول بھی نازیہ کنول نازی کا ناول ''شہر ہجر کی پہلی بارش'' کی دوسری قسط بھی خوب تھی۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' ابھی تک ماضی کی طرف رواں دواں ہے۔ ''موم کی محبت'' کی یہ قسط پڑھ کر لگتا ہے شرمین یوبی سے علیحدہ ہوجائے گی اور عارض کا ہی نصیب بنے گی' خیر یہ تو کہانی ہی بتائے گی اور باقی سلسلے بھی بہت اچھے لگے' اللہ حافظ۔

وثیقہ زہرہ...... سمندری۔ السلام علیکم! میری طرف سے آپ سب کو بہت بہت عید مبارک۔ آنچل اس بار تھوڑا لیٹ ملا تھا اس لیے مکمل پڑھ نہیں سکے۔ ناول ''عشق تمام مصطفیٰ ﷺ'' عائشہ نور نے بہت خوب صورتی سے اینڈ کیا۔ دعا میں رنگ لائیں' آمین کو اللہ تعالیٰ نے سیدھے رستے پر چلایا کہ وہ تمام برائیوں کو چھوڑ گیا' بہت خوب صورت ناول تھا اس کے علاوہ ابھی تک کوئی کہانی نہیں پڑھ سکے اس لیے معذرت' باقی تبصرہ اگلے ماہ۔

روشی وفا...... ماچھیوال۔ آنچل اسٹاف اور تمام قارئین کو میرا محبت بھرا پُرخلوص سلام قبول ہو۔ کسی بھی رسالہ میں پہلی بار شرکت کررہی ہوں۔ آنچل بہت اچھا ڈائجسٹ ہے۔ تمام سلسلے وار ناولز اور مستقل سلسلے زبردست ہیں' ہائے اللہ' کس

کس کی تعریف کروں۔ اللہ ان سب مصنفات کا زور قلم اور زیادہ کرے جس کہانی نے مجھے لکھنے پر مجبور کیا' عائشہ نور محمد کی کہانی ''عشق تمام مصطفی ﷺ'' انہوں نے بہت زبردست لکھا۔ میری طرف سے ڈھیروں مبارک باد قبول کیجیے۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' کی دوسری قسط پڑھ کر بہت خوشی ہوئی' نازیہ جی آپ نے تو دوسری قسط میں ہی اپنی تحریر کے سحر میں جکڑ لیا ہے۔ اگلی قسط کا بے چینی سے انتظار رہے گا۔ نازی جی آپ کو شادی کی ڈھیروں مبارک باد اللہ آپ کو پل پل کی خوشیاں عطا فرمائے' آمین۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' کہانی دلچسپ موڑ پر آ گئی ہے تاہم کچھ الجھاؤ باقی ہے۔ سباس گل کا ناولٹ ''محبت دل کا سجدہ ہے'' منفرد عنوان' منفرد کرداروں کے ناموں سمیت پسند آیا۔ ''موم کی محبت'' بھی اچھا ناول ہے اس ماہ کے تقریباً سارے ہی افسانے اچھے تھے مگر فاخرہ گل نے بازی جیت لی ان کی تحریر میں ہمیشہ ایک پیغام ہوتا ہے۔ بہت عمدگی سے افسانہ لکھا ہے۔ نیرنگ خیال اور بیاض دل میں سب کے اشعار پسند آئے اور اینڈ میں میری طرف سے آپ سب کو رمضان اور عید مبارک۔ اللہ تعالیٰ آنچل کو ہمیشہ یونہی قائم و دائم رکھے اب اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر روشی! خوش آمدید

شاہ زندگی...... راولپنڈی۔ السلام علیکم کیسی ہیں آپی آپ؟ بہت عرصے بعد انٹری دے رہی ہوں۔ نازیہ بہت زبردست اسٹوری ہوئی آپ کی۔ عائشہ نور محمد آپ کی اسٹوری چھا گئی بہت زبردست اور سمیرا جی پلیز اب اس کہانی کو کھول دیں اور ولید اور انا کو ایک کر دیں بہت سلو اسٹوری جا رہی ہے۔

حبا اعوان...... ھنیاں بالا۔ السلام علیکم شہلا آپی! سدا ہنستی مسکراتی رہیں آمین۔ پہلی بار آئینہ میں شرکت کرنے کا شرف حاصل ہوا' چھٹی جماعت سے آنچل کے ساتھ میرا تعلق جڑا اور اب اللہ کے کرم سے آٹھویں جماعت میں زیر تعلیم ہوں مگر آنچل کے ساتھ تعلق پہلے جیسا ہے آنچل میرا فیورٹ ڈائجسٹ ہے اس کو پڑھنے کی عادت پیاری کزن این صدیقی کی فرینڈ حسن گیلانی سے پڑی۔ آنچل رسالہ اردو ادب کا بہترین شاہکار ہے۔ چلتے ہیں اپنے بیسٹ ناول کی طرف ''ٹوٹا ہوا تارا'' انا پر بے حد غصہ آیا جو ولید کو چھوڑ کے حماد سے شادی کر رہی ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ انا کی شادی ولید کے ساتھ ہوگی۔ کاشفہ اور دریہ کی عادت بھی اسکول فیلو دلدار بھائی کی طرح ہے ہر کام میں ٹانگ اڑانا ''عشق تمام مصطفی ﷺ'' پرفیکٹ ناول ہے۔ عائشہ نور محمد ویل ڈن۔ پروین افضل شاہین کا کوئی مضمون ایسا نہیں ہوتا جس میں وہ اپنے میاں کا ذکر نہ کریں' اچھا اب اجازت چاہوں گی' اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

☆ ڈیئر شاہ زندگی! خوش آمدید

جاناں...... چکوال۔ السلام علیکم! ڈیئر آنچل اور محترم رائٹرز پیارے قارئین کرام امید ہے سب خیریت سے ہوں گے اور میں جانتی ہوں مجھ سے تھوڑا تھوڑا ناراض' ہاہاہا۔ میری خوش فہمی۔ ارے بھائی یہ میں نے اس لیے کہا کہ اتنے عرصے بعد جو جاناں نے آپ سے شرف ملاقات بخشا ہے جو جو ناراض ہیں ان سے دلی طور پر معذرت۔ آنچل ہر ماہ کی 23 یا 24 تاریخ کو مل جاتا تھا اور پھر آنچل ہوتا اور جاناں صاحبہ! اتنا بابرکت ماہ بہت سکون سے گزر گیا۔ رحمتیں' برکتیں' نعمتیں سمیٹے بس رب کائنات سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کی عبادات کو قبول و منظور فرمائے' آمین۔ سب سے پہلے تعارف پڑھے دعائے سحر بہت اچھا لگا آپ سے مل کر اور نازی جی بہت مبارک باد آپ کو شادی کی۔ بہت اچھا لگا آپ کے سوالات کے جوابات پڑھ کر بس اللہ تعالیٰ سے دعا کہ وہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے' کبھی غم کا سایہ بھی آپ پر نہ پڑے' آمین۔ سمیرا شریف طور اللہ آپ کو بھی بہت سی خوشیاں عطا کرے' آمین بس آپ دونوں آنچل سے اپنا رشتہ بحال رکھیے گا۔ اب آتی ہوں آنچل کی طرف سب سے پہلے سلسلے وار ناول ''ٹوٹا ہوا تارا'' پڑھا بہت اچھا لگا' شہوار اور مصطفیٰ کا پیار دیکھ کر' لیکن بہت دکھ ہوا انا اور ولید کا پڑھ کر یہ کاشفہ کی بچی کہاں سے ٹپک پڑی۔ اُف جی چاہتا ہے کہ دو تین لگا کر دماغ درست کر دوں۔ نازیہ جی آپ کے ناول کا آغاز بہت اچھا لگا' ان شاء اللہ اختتام بھی بہت زبردست ہوگا۔ مکمل ناول ''عشق تمام مصطفی ﷺ'' عائشہ نور محمد بہت مبارک باد اتنا زبردست لکھنے پر۔ سباس گل کا ناولٹ اختتام کا انتظار شدت سے کیے جا رہی ہے پڑھ کر غصہ آ جاتا ہے۔ بیاض دل میں خمیرا قریشی' ثوبیہ بلال' فاطمہ ملک' حبہ ملک' تبسم شہزادی کے اشعار بہت پسند آئے۔ ڈش مقابلہ کی تمام ڈشز مزے کی تھیں بنا کر سب کو پیش کیں اور داد وصول کی۔ ندیم بھائی (ندیم عباس ڈھکو) آپ کی غزلیات بہت اچھی ہوتی ہیں۔ تمثیلہ لطیف ''زندگی'' بہت خوب صورت لکھا۔ مس اختر تارڑ (دچھوڑا باپل دا) آپ نے سچ رُلا دیا۔ دل سے بہت زبردست لکھا آپ نے' نادیہ گل نادی! زیڈ جبین عمر آپ کی غزلیات بھی بہت زبردست تھیں آپ سب کی شاعری میری ڈائری کی زینت بنی۔ دوست کا پیغام آئے میں جو دوست مجھے ہمیشہ یاد رکھتے ہیں ان کے پیغام پڑھ کر دل خوش ہو جاتا ہے۔ ماہ رخ یعنی رشک حنا' انیس بتول شاہ' بشریٰ باجوہ آپ ہمیشہ مجھے آنچل میں یاد کرتی ہو۔ تہہ دل سے کہہ رہی ہوں مجھے بہت خوشی ہوتی ہے آپ بھی ہمیشہ خوش رہو میں اپنے آنچل اور تمام فرینڈز کے ساتھ ہمیشہ سے ہوں اور رہوں گی۔ اب اجازت چاہتی ہوں اس امید کے ساتھ کہ آنچل والے مجھے دل سے ایک بار پھر ویلکم کہیں گے۔ اللہ حافظ۔

مسکان جاوید...... گوجر خان۔ ڈیئر ریڈرز اینڈ آنچل اسٹاف السلام علیکم! امید ہے سب خیریت ہوں گے۔ ایک بار پھر بزم آئینہ میں شریک ہونے جارہی ہوں آنچل کی بہت سی خوبیوں میں ایک یہ خوبی بھی اسے سب میں ممتاز بناتی ہے کہ یہ نئے آنے والوں کے لیے بھی اپنا دامن بہت اپنائیت سے وسیع رکھتا ہے۔ بات ہوجائے سلسلہ وار ناولز کی تو سمیرا آپی کی کیا بات ہے لیکن یہ کاشفہ تو اب برداشت سے باہر ہی ہوگئی ہے پلیز آپی اسے ناول سے نکال باہر کردیں۔ مصطفیٰ اور شہوار کی تو اب زبردست انڈرسٹینڈنگ ہوگئی ہے۔ اللہ کرے ولید پر کاشفہ کی اصلیت کھل جائے۔ عائشہ نور محمد آپ ہمیشہ زبردست اور منفرد لکھتی ہیں۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ آپی حمیرا نگاہ آپ کہاں غائب ہیں ان کی اسٹوریز لاجواب ہوتی ہیں۔ حب الوطنی پر کوئی رائٹر اب لکھ ہی نہیں رہی۔ اس موضوع کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ بہت طاہرہ جہانگیر اگست میں تمہاری برتھ ڈے ہوتی ہے میری جانب سے منی منی پپی برتھ ڈے ٹو یو خوش رہو۔ امید ہے ایک بار پھر آئینہ میں جگہ بناپاؤں گی اب اجازت اللہ حافظ۔

بختاور ناز...... سنجر پور۔ السلام علیکم! شہلا آپی میں دس سال سے آنچل کی خاموش قاری ہوں مجھے آنچل بہت زیادہ پسند ہے دی گریٹ ناول "ٹوٹا ہوا تارا" مجھے اس میں شہوار اور مصطفیٰ کی جوڑی بہت اچھی لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ڈھیر ساری خوشیاں دے آمین۔ نازیہ آپی آپ کا یہ ناول بھی اچھا جارہا ہے آپ کو ڈھیر ساری مبارک باد اپنے نکاح کی۔ مکمل ناول میں عائشہ نور محمد نے بہت ہی زیادہ اچھا لگا۔ اقراء صغیر احمد آپ کا ناول بھی اچھا تھا لیکن باقی آئندہ دیکھ کر موڈ خراب ہوگیا۔ افسانے پلیز کم دیا کریں اور مکمل ناول تین چار تو دیا کریں۔ دوست کا پیغام آئے مجھے بہت زیادہ پسند ہے۔ دعائے سحر حبہ خان اور رانا احب مجھے آپ سے دوستی کرنی ہے پلیز ہے جواب ضرور دینا آخر میں سب بہنوں سے التجا ہے پلیز میری امی کے لیے دعا کریں وہ بہت بیمار ہیں زندگی رہی تو پھر ملاقات ہوگی۔

سونیا قیوم...... دھڑوھند کے۔ السلام علیکم شہلا آپی! میں فرسٹ ٹائم تبصرے کے لیے حاضر ہوئی ہوں آپ کی خدمت میں۔ جن کے لیے تبصرہ کرنے پر مجبور ہوئی ہوں وہ ہیں عائشہ نور محمد میں پر تو نہیں جانتی کہ یہ کب سے لکھتی ہیں لیکن میں اتنا ضرور کہوں گی کہ میں نے کبھی کسی مکمل ناول کو پڑھتے ہوئے دوبارہ نہیں دیکھا کہ یہ کس نے لکھی ہے لیکن ان کی اسٹوری پڑھتے ہوئے ابھی میں سینٹر میں تھی مجھے اتنی پیاری اور اتنی اچھی لگی سوچا یا اللہ! یہ کس رائٹرز نے لکھ دیا اتنا خوب صورت ناول جلدی جلدی صفحے پلٹے اور دیکھا تو عائشہ نور محمد کہانی کی طرح نام بھی اتنا پیارا اور ناول ختم کیا تو صدقہ دل سے دعا کی یا اللہ ہمیں بھی اپنے ایمان پر مضبوطی سے جم جانے والیاں بنادے اور پیاری عائشہ کے لیے میں آپ کو جانتی تو نہیں مگر اتنا ضرور کہوں گی۔ اللہ تعالیٰ کسی کے بھی نیک عمل کو ضائع نہیں کرتے آپ اپنے لکھنے کے انداز کو ایسے ہی رکھیے گا ردھیٹنگ سا اور دیتی تاکہ کوئی بور بھی نہ ہو کہانی دل پر بھی اثر کرے بہت ہوگیا تبصرہ...... مکمل تبصرہ کے ساتھ پھر بھی حاضر ہوں گی۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر۔ پیاری باجی شہلا عامر صاحب! السلام علیکم! اس بار جولائی کا آنچل رمضان المبارک نمبر میرے ہاتھوں میں ہے اسکارف اوڑھے مہوش بہت ہی معصوم لگ رہی تھی۔ حمد و نعت اور مالک یوم الدین پڑھ کر ایمان کو تازگی بخشی۔ سرگوشیاں اور در جواب آں قیصر آرا کا اچھا سلسلہ ہے۔ سلسلہ وار تینوں ناولز ہی خوب صورتی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ ان کے علاوہ ناولٹز اور افسانوں میں "عشق تمام مصطفیٰ ﷺ" زیست کی شام سے پہلے محبت دل کا سجدہ ہے مجھے رنگ دے نبی ﷺ اندر کا دکھ میں بولوں کہ نہ بولوں بیٹی بیٹا" پسند آئے۔ پیا کا گھر میں نازیہ کنول نازی سے ملاقات خوب رہی۔ اگر ان کی تصاویر رنگین ہوتیں تو مزا آجاتا۔ نازی! آپ کے نیناں کتنے پیارے ہیں آپ خود کتنی پیاری ہوں گی۔ آپ کو آرمی کے اسمارٹ میاں مبارک ہوں اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے آمین۔ ارم کمال نجم انجم مسز نگہت غفار دعائے سحر کے اشعار علمہ شم شاد حسین حکیم خان حکیم تمثیلہ لطیف کی غزلیں اور یسریٰ کنول نجم انجم ارم کمال مدیحہ نورین مہک لائبہ میر کے سوالات پسند آئے۔ ہماری دعا ہے آنچل کی طرح حجاب بھی کامیابی حاصل کرے آمین اللہ حافظ۔

☆ اب اس دعا کے ساتھ ہی اگلے ماہ تک کے لیے رخصت کہ رب تعالیٰ ہماری ناقص عبادات کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخش دے اور ہمیں دائمی خوشیاں عطا فرمائے۔ مستقل سلسلوں میں جن بہنوں کی نگارشات عید نمبر میں شائع ہونے سے محروم رہیں انہیں عید نمبر 2 میں شامل کرلیا گیا ہے۔

تاخیر سے موصول ہونے والے خطوط

عتیقہ ایوب اقراء لیاقت عنبرہ یونس تمنا بلوچ ستارہ آمین کول حافظہ صائمہ کشف فضہ ہاشمی سلمیٰ گوری خان۔

aayna@aanchal.com.pk

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

س: السلام علیکم شمائلہ جی! آپ کو آنچل اسٹاف اور قارئین کو عید مبارک؟

ج: وعلیکم السلام! آپ کو بھی تہہ دل سے عید مبارک۔

س: شمائلہ جی اس عید پر عیدی لینے خود آرہی ہوں' تیار رہیے گا اور ساتھ میں آنے کا کرایہ بھی وصولوں گی؟

ج: اگر تمہارے وہ اجازت دیں تو ضرور آؤ پھر دیکھنا بہت اچھے سے عیدی بھی ملے گی اور کرایہ بھی۔

س: شمائلہ جی آپ کو عیدی کس شخصیت سے زیادہ ملتی ہے؟

ج: تمہیں بتادوں تاکہ تم بھی حصہ بٹورنے پہنچ جاؤ چالاکو۔

س: شمائلہ جی پروین افضل شاہین صاحبہ کو میری طرف سے عید کی ڈھیروں مبارک باد اور دعائیں پہنچا دیجیے۔ ڈنڈی مت ماریے گا یہ سب ان کے لیے ہے' سمجھ گئیں ناں؟

ج: ڈنڈی تو آپ مارتی ہیں' اپنی غیر حاضری سے اور شکوہ ہم سے۔

س: مجھے اس سال کی عید یادگار بنانی ہے جلدی سے بتائیے کیا کروں؟

ج: خود ہی یادگار بن جائے گی جب عید پر تمہاری شادی ہوگی۔

س: آپ کی خوب صورتی کا راز پتا چل گیا ہے' کہیں تو بتادوں؟

ج: پہلے خود پر آزمالو تاکہ تم بھی عید پر خوب صورت لگ سکو آخر کو بیچارے دلہے پر بھی تو کچھ رحم کھاؤ۔

س: شمائلہ جی اللہ تعالیٰ آپ کی عید میں خوشیوں کے ہزاروں رنگ بھر دے' اجازت دیں اچھی سی دعا کے ساتھ؟

ج: اپنے ہم سفر کے سنگ بہت سی خوشیاں اور بہت سی عیدیں مناؤ اور بہت سی اپنے ان سے عیدی بھی لو۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

س: آپی کتنی عیدی دیں گی مجھے؟

ج: رمضان کے روزے رکھے نہیں اور عیدی لینے آ گئیں' شرم کرو کچھ۔

س: بھلا انہوں نے مجھے کتنی عیدی دی؟

ج: دو روپے...... شاپنگ کے بعد یہ بھی ان کے پاس بچ گئے غنیمت ہے۔

س: چھوٹی اور بڑی عید ہوتی ہے منجھلی عید کیوں نہیں ہوتی؟

ج: آپ کا بس چلے تو ہر دن عید منائیں اور سب سے عیدی وصول کرتی پھریں۔

س: عید پر تیار ہوئی تو انہوں نے مجھے کیا کہا بھلا؟

ج: آپ کون ہیں...... سچ بتانا یہ ہی کہا ناں۔

س: مرد اپنی تنخواہ کیوں ٹھیک نہیں بتاتا؟

ج: اگر بتادے تو پھر بے چارے کے پاس تم جیسی چیز کچھ بچنے ہی نہیں دے۔

س: آپ مجھے چاندرات کو کیوں گھور رہی تھیں؟

ج: تم لنڈا بازار سے اپنے میاں کے لیے سوٹ جو خرید رہی تھیں' پکڑی گئی ناں آخر۔

س: مجھے دیکھتے ہی ان کی ہنسی کیوں غائب ہوجاتی ہے؟

ج: شکر کرو کہ بے چارے پیٹھ پیچھے ہنس لیتے ہیں ورنہ آپ نے عید کی شاپنگ میں خرچہ ہی اتنا کروادیا۔

س: لوگ ہر وقت سڑے ہوئے کیوں رہتے ہیں؟

ج: یہ تو آپ اپنے آپ سے پوچھیں اور جواب سب کو دیں۔

س: شاپنگ کرواتے ہوئے ان کا والٹ کانپ کیوں رہا تھا؟

ج: اتنے مہنگے مہنگے سوٹ لوگی تو ان کا والٹ ہی نہیں ان کا پورا جسم کانپے گا۔

س: میری عیدی بھجوادیں آپ جلدی سے؟

ج: چھوٹی بہن سے عیدی مانگتے شرم نہیں آتی آپا......!

روشی وقار رحمانی...... ماچھیوال

س: آپی جی میں پہلی دفعہ آپ کی محفل میں آئی ہوں' کیا میں قبول ہوں آپ کو؟

ج: شکل وصورت سے تو تھوڑی بہت قبول ہیں بس حرکات بھی بدل لو تو زیادہ بہتر ہے۔

س: خواب میں تو سب اڑ سکتے ہیں لیکن اگر کسی کا آنکھیں کھول کر اڑنے کو دل چاہے تو وہ کیا کرے؟

ج: ایک عدد ڈنڈا اپنی امی کے ہاتھ میں تھمادے پھر دیکھیں کس طرح اڑتی ہیں آپ۔

س: سسرال میں داماد کی اتنی زیادہ عزت کیوں کی جاتی ہے؟

ج: کیونکہ اس کی اپنے گھر میں کوئی عزت نہیں ہوتی اس لیے بیچارہ......

س: او کے آپی چلتی ہوں' اداس مت ہو' بس دعا دیں مجھے واپس پھر آؤں گی' اللہ حافظ۔

ج: خوش رہو' اداس پنچھی۔

حافظہ نادیہ یسین......ساہیوال

س: آپی ہمیشہ مرد ہی گنجے دیکھے' عورتیں کبھی نہیں دیکھیں کیوں بھلا؟

ج: خواتین کی زلفوں پر ہی تو شاعر اشعار لکھتے ہیں اگر خواتین بھی گنجی ہوگی تو شاعر گھٹا کو کس سے تشبیہ دیں گے۔

س: آپی مجھے اندھیرے میں نظر نہیں آتا' صرف روشنی میں آتا ہے' کیا کروں؟

ج: الو کی آنکھیں لگوا لو اندھیرے میں بھی نظر آئے گا مگر پہلے تو یہ بتاؤ' اندھیرے میں دیکھنا کیا ہے؟

س: آپی کھانا کھانے کے بعد بھوک کیوں ختم ہو جاتی ہے؟

ج: بھوک تو سب کی کھانا کھانے کے بعد ختم ہو جاتی ہے مگر آپ کی نیت نہیں بھرتی پیٹو ندیدی۔

س: آپی میرے ابو ہمیشہ اور ہر وقت پوچھتے ہیں کہ یہ سب تمہیں بندریا کیوں کہتے ہیں؟ آپ ہی بتائیں میں کیا جواب دوں۔

ج: بتا دیں شرماتی کیوں ہیں' آخر کو آپ کے ابو ہیں کہ ابو یہ مجھے ٹھیک سے پہچانتی جو ہیں اس لیے۔

س: رمضان مبارک آپی خوش رہیں۔

ج: رمضان اور عید مبارک۔

حنا اشرف......کوٹ ادو

س: شمائلہ آپی کیسی ہیں آپ؟ ماشاء اللہ میں تو بہت خوب صورت ہوں؟

ج: اس کو کہتے ہیں میاں مٹھو! اب بول کر دکھاؤ' میں میں......بس بس زیادہ نہیں۔

س: آپی اچھی سی دعا دیں' اللہ حافظ۔

ج: سدا خوش رہو' بے خرچے پر۔

رشک حنا......سرگودھا

س: آپی کیا حال ہے زندگی میں سب سیٹ ہے؟

ج: پہلے سب سیٹ تھا' اب آپ نے آ کر اپ سیٹ کر دیا ہے۔

س: کل رات خواب میں' میں نے بھلا کیا دیکھا؟

ج: آپ کی ساس آپ کے ساتھ عید منانے آ گئیں ہیں۔

س: اُف اللہ......آپی آپ کی آنکھیں؟

ج: قیامت ہیں نا' پلیز اب نظر مت لگانا۔

س: آپ نے مجھے کتنا مس کیا' سچ سچ بتانا ورنہ......

ج: مسنگ گرل' تمہیں بالکل بھی مس نہیں کیا اور اپنا ورنہ اپنے پاس رکھو ورنہ پورا سسرال......

س: آپی! آپ سب کو عید مبارک اینڈ اللہ حافظ۔

ج: آپ کو بھی عید مبارک' بچوں کی عیدی اس مرتبہ مت ہڑپ کر جانا ہر سال کی طرح......

پروین افضل شاہین......بہاولنگر

س: چاند رات کو میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین سامنے والی بلڈنگ پر نظریں جمائے کیا دیکھ رہے تھے؟

ج: اپنے اس چاند کو جو صرف ان کی تمنا بن کر کسی اور کی کھڑکی میں سج گیا' اب بے چارے دیکھیں بھی نہیں۔

س: عید والے دن میں اپنے میاں کے آگے پیچھے پھرتی ہوں تو وہ مجھے غصہ سے کیوں دیکھتے ہیں؟

ج: عید کے دن تو میاں جی کو چھوڑ کر میکہ میں سانس لیا کریں تاکہ وہ بھی سکون کی سانس لے سکیں کچھ پل۔

س: عید والے دن عیدی لینے میں مزا ہے یا کہ دینے میں؟

ج: یہ سوال تو آپ اپنے بے چارے میاں جی سے پوچھیں جو چاند رات پر ہی اپنی جیب خالی کر چکے ہوتے ہیں۔

کومل زینب......جھنگ

س: آپی آپ مجھے لیٹ جواب کیوں دیتی ہیں؟

ج: تم سوال بھی تو بہت لیٹ بھیجتی ہو لیٹ لطیف کہیں کی۔

س: آپی میرا گھر کے کام کرنے کو من کیوں نہیں کرتا؟

ج: اپنا من گھر کے کاموں میں لگاؤ ورنہ ساس اماں تمہیں بہت لگائیں گی سمجھ گئی۔

اقراء لیاقت......حافظ آباد

س: آپی مجھے آپ سے گلہ ہے آپ نے کبھی بھی میرا خط شائع نہیں کیا......وجہ؟

ج: آپ کا گلہ اور آپ کا گلا دونوں فضول ہیں۔

س: آپی آپ کہتی ہیں کہ ہم سے پوچھئے تو بتائیے میرا حال کیسا ہے؟

ج: سخت گرمی اور لوڈشیڈنگ کے باعث تمہارا حال اور

مستقبل حال سے بے حال ہے۔

س: آپی ایک بات بتائیں پروین ہر بات میں اپنے میاں جانی پرنس افضل شاہین کو کیوں گھسیٹتی ہیں؟

ج: تم بتاؤ تم کس کو گھسیٹنا چاہتی ہو اپنے ان کو یا ساس کو؟

س: ہم پنچھی ہیں ہمیں اڑنے دو ہم ندیا ہیں ہمیں بہنے دو اور ہم پردیسی ہیں ہمیں جانے دو۔

ج: جانے دیا لیکن لوٹ کے بدھو گھر کو ہی آتے ہیں بس بدھو! سمجھ جاؤ۔

نوشین...... حاجی شاہ اٹک

س: پہلی بار آپ کی محفل میں شرکت کی ہے کیا ہمیں خوش آمدید نہیں کہیں گی؟

ج: اتنی تاخیر سے آمد پر ایک ٹانگ پر کھڑی رہو لیٹ آنے پر ایسے ہی خوش آمدید کہا جاتا ہے۔

س: شمائلہ آپی بارش اداس کیوں کردیتی ہے؟

ج: کیوں تم کہیں پھسل گئی تھیں بارش میں جو اداس ہو۔

س: آپ کو کون سی باتیں الجھن میں ڈالتی ہیں؟

ج: آپ کی بھی باتیں ہمارے لیے باعث الجھن ہیں۔

س: کیا ہم اگلی دفعہ آپ کی محفل میں تشریف لاسکتے ہیں؟ اب کے لیے اجازت خدائے پالان۔

ج: نہیں اگلی سے اگلی دفعہ آنا پھر کسی اور گلی مڑ جانا۔

عزہ یونس...... حافظ آباد

س: آپی بہت گرمی ہے ایک گلاس جوس تو پلادیں؟

ج: کنجوس مکھی چوس ہمارے لیے تو جوس لائی نہیں اب الٹا ہم سے مانگ رہی ہو۔

س: شمی آپی بتائیں آپ مجھے دیکھتے ہی ہنسنے کیوں لگتی ہیں؟

ج: اب ایسے جوکروالے حلیے میں تمہیں دیکھ کر ہنسیں نہ تو اور کیا کریں۔

س: شمی آپی اب میں سوتے جاگتے ایک ہی خواب دیکھتی ہوں بولیں کون سا؟

ج: اگر بتادیا نہ تمہارا خواب تو ماں سے جوتے پڑ جائیں گے تمہیں اس لیے رہنے دو۔

س: آپی آج تو آپ کو مجھے دعاؤں کے ساتھ رخصت کرنا پڑے گا ورنہ......؟

ج: رخصت ہوئے بغیر تم ہماری جان چھوڑو گی بھی نہیں۔

رشک وفا...... برنالی

س: آپی آپ ہمیں ہر بات پر میاں جی کا ڈراوا کیوں دیتی ہیں کیونکہ ہم تو ابھی کنوارے ہیں؟

ج: کنوارے ہی تو ڈرتے ہیں ورنہ شادی شدہ تو ڈراتے ہیں۔

س: آپی رمضان پھر آگیا ہے ہماری افطاری کب کریں گی؟ ہم نے تو ڈریس بھی بنوالیا۔

ج: پہلے روزہ تو رکھلو روزہ خور۔

س: آپی ہماری طرف سے رمضان مبارک آپ کو بھی اور تمام قارئین کو بھی اللہ اس رمضان میں زیادہ سے برکتیں اور رحمتیں سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے؟

ج: آمین آپ کو بھی ماہ صیام اور عید مبارک۔

تبسم شہزادی...... میلیا نوالہ

س: شمی آپی پہلی بار شریک محفل ہوں جگہ ملے گی؟

ج: تمہارا سائز دیکھ کر جگہ دینا تو مشکل ہی لگتا ہے۔

س: شمائلہ آپی! ہمیں آرمی میں جانا ہے جبکہ گھر والے کہتے ہیں تمہیں ٹیچر بننا ہے میں کیا کروں بتائیں نا؟

ج: آرمی کالج میں ٹیچنگ کرلو اپنا شوق بھی پورا کرو گھر والوں کا بھی۔

س: آپی صبر کا پھل میٹھا کیوں ہوتا ہے؟

ج: کیونکہ بے صبرے کو نہیں ملتا اس لیے۔

آمنہ ولید...... لاہور

س: اب آپ یہ بتائیں کہ جب جب میں آؤں گی آپ کیسے پیش آئیں گی خندہ پیشانی سے یا......؟

ج: بس خالی ہاتھ مت آنا کچھ تحائف لے کر ضرور آنا پھر دیکھو۔

س: یہ آپ نیچے کیا ڈھونڈ رہی ہیں کیا کہا جوتی...... نہیں نہیں میں کھانے کے آئی ہوں آپ اپنی قیمتی جوتی اپنے لیے رکھیں میں جاتی ہوں۔

ج: آپ کا اعتراف جوتا بہت اچھا لگا ویسے کس نے مارا تھا یہ ضرور بتانا۔

حسبہ خان...... چکوال

س: پہلی بار ہماری آمد کیسی لگی؟ ضرور بتایئے گا۔

ج: اب جیسی بھی لگی مجبوری ہے۔

س: شعر مکمل کریں؟

تیرے در پر صنم ہم چلے آئے......

ج: ہم نے تمہیں بلایا پھر بھی آپ چلے آئے بہت ڈھیٹ ہیں آپ۔

س: اگلے سال دیکھ لینا آپی پروین افضل شاہین کے ہاں اولاد ہوگی ان شاء اللہ مگر بدلے میں آپ مجھے تحفے میں کیا دو گی؟

ج: بدلے میں آپ پروین صاحبہ سے ہی مانگے مٹھائیوں کے ٹوکرے اور بہت کچھ۔

س: اس دفعہ میرا بجلی کا بل آپ جمع کروادیں؟

ج: بجلی نہیں آتی تو بل بھی جمع مت کرواؤ کسی بل میں چھپ کر بیٹھ جاؤ بس۔

ارم کمال...... فیصل آباد

س: شہلا جی! اس گرمی نے مجھے چوٹی سے ایڑی تک گھما کے رکھ دیا ہے کیا کرنا چاہیے؟

ج: گنجی ہوجائیں نہ رہے گی چوٹی نہ رہے گی گرمی۔

س: یہ آئینہ مجھ سے کیا کہہ رہا ہے؟

ج: میرے سامنے سے ہٹ جاؤ اب تو مسلسل آپ کی صورت دیکھ کر میں تنگ آگیا ہوں۔

س: ساجن جی اتنے نخرے کیوں دکھاتے ہیں؟

ج: کیونکہ نخرے کے بعد ہی تو ان کی جیب ڈھیلی ہوتی ہے۔

س: باجی آپ کو رمضان کی بہت مبارک ہو؟

ج: آپ کو بھی رمضان و عید مبارک۔

س: عورت ہی عورت کی دشمن کیوں ہوتی ہے؟

ج: کیونکہ ان کو محبت جو مرد سے ہوتی ہے چاہے وہ باپ بھائی اور شوہر کی صورت ہی کیوں نہ ہو۔

س: کنویں کا مینڈک ہمیشہ کنویں میں ہی کیوں رہتا ہے باہر کیوں نہیں آتا؟

ج: یہ تم نے اپنے میاں جی کو مینڈک بنادیا کچھ تو شرم کرو۔

کرن شہزادی...... بھیر کنڈ مانسہرہ

س: آپی آپ کہتی ہیں ہم سے پوچھیے جب آپ سے پوچھا جاتا ہے تو جواب ہی نہیں دیتیں؟

ج: کیونکہ آپ جب بھی پوچھتی ہیں فضول ہی پوچھتی ہیں۔

س: جب ہم کوئی اسٹوری پڑھ رہے ہوں اچھے ڈوب کر کہ امی کی آواز کانوں سے ٹکرا کر واپس پلٹ جائے اور ہم ٹس سے مس نہ ہوں کہ اچانک امی کا......اوئی امی!

ج: اپنا آلۂ سماعت کہانی پڑھنے کے دوران آئندہ لگا کر رکھنا ورنہ یونہی جوتے کھاؤ گی۔

نیلم شہزادی......کوٹ مومن

س: شمائلہ آپی میں پہلی بار اس دھنک بار محفل میں قدم رنجہ فرما رہی ہوں مزاج کیسے ہیں؟

ج: قدم رنجہ مت فرماؤ الٹے قدموں لوٹ جاؤ پہلے ہی بہت بھیڑ ہے۔

س: یہ تو بتائیں کہ جون جولائی میں گرمی کیوں پڑتی ہے؟

ج: لگتا ہے اس گرمی میں آپ کا دماغ پگھل گیا ہے تبھی ایسے سوال کر رہی ہو۔

شبانہ امین راجپوت......کوٹ رادھا کشن

س: شمائل آپی یہ وزیر مشیر کیا ہوتے ہیں؟

ج: شیطان کے چیلے۔

س: آپی اس رمضان میں شیطان کہاں بند ہوا؟

ج: تم اس کی خالہ ہو یہ تو تمہیں پتا ہوگا نا؟

س: اس سال ہمیں عید کیسے منانی چاہیے؟

ج: دعاؤں کے ساتھ کہ رب تعالیٰ ہم سب کے حال پر رحم فرمائے اور ہماری مشکلات آسان فرمائے آمین۔

س: لومڑی اتنی چالاک کیوں ہوتی ہے؟

ج: ویسے چالاک تو تم بھی بہت ہو بی لومڑی۔

س: آپی اس مرتبہ میٹھی عید پر کون سی ڈش بنانے کا ارادہ ہے؟

ج: ہمارے ہاتھوں کی مٹھاس سے سب کچھ میٹھا ہی بنتا ہے اب تمہیں کیوں بتائیں کیا بنائیں گے۔

س: آپی رمضان شریف کے حوالے سے آنچل فیملی کے لیے اچھا سا پیغام۔

ج: اپنی دعاؤں میں سب کو یاد رکھیں بالخصوص اپنے وطن کو۔

آپ کی صحت

ہومیوڈاکٹر ہاشم مرزا

صبا طاہر ٹی ٹی سنگھ سے لکھتی ہیں کہ میری بہن کو بار بار پیشاب کا مسئلہ ہے آپ نے ایک دوا بتائی تھی اس سے فائدہ نہیں ہوا دوسرا مسئلہ میری کزن کا ہے اس کے چہرے پر دانے نکلتے ہیں اور چہرے کا رنگ ماند پڑ گیا ہے اور دانے نشان چھوڑ جاتے ہیں۔

محترمہ آپ بہن کو RHUS AROMA-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پلائیں اور کزن کو GRAPHITES-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پلائیں۔

مہوش بورے والا سے لکھتی ہیں کہ میں اپنے خاوند کا مسئلہ لکھ رہی ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی عطا فرمائے ان کے لیے دوا بتادیں ان کا مسئلہ یہ ہے کہ ان کی انتڑیوں میں سوزش ہے کچھ بھی کھا لیں پاخانہ بار بار آتا ہے لیکن قبض کی شکایت ہے واش روم میں بہت دیر لگاتے ہیں اور دوسرا مسئلہ بھی انہی کا ہے ناخن بہت خراب ہیں' ہاتھوں کے ناخن جلد چھوڑ جاتے ہیں اور پاؤں کے ناخن تو جیسے ہیں ہی نہیں۔ دیکھ کر ڈر لگتا ہے آپ پلیز ان کے دونوں مسئلوں کے لیے کوئی اچھی سی دوا بتادیں اللہ آپ کو اجر دے آمین۔

محترمہ آپ ان کو MERC COR-6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پلائیں اور GRAPHITES-200 کے 5 قطرے ہر آٹھویں دن پلائیں۔

صائمہ نورین لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ CHIMAPHILA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ مبلغ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ دونوں چیزوں کے استعمال سے ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

پلوشہ بی بی ہری پور سے لکھتی ہیں کہ میر عمر 18 سال ہے میرا مسئلہ یہ ہے کہ میری تھوڑی اور اپر لپس پر موٹے اور گھنے بال ہیں تھوڑی کے بال آہستہ آہستہ گردن پر بھی پھیل رہے ہیں اور میری بہن جس کی عمر 24 سال ہے اس کے چہرے پر بھی بال ہیں جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہے۔ ان کے پورے جسم پر بھی گھنے بال ہیں ہاتھوں پر بھی مردوں کی طرح بال ہیں میری بہن کے چہرے اور جسم کے بالوں کا کوئی مستقل حل بتائیں تاکہ یہ بال ختم ہوجائیں یا کم ہوجائیں۔

محترمہ آپ OLILIM JACC 3X کی ایک ایک گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور ایفروڈائٹ کا استعمال جاری رکھیں ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

نائلہ خانیوال سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA BARRY-Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اپنے وہم کو ختم کریں بلاخوف وخطر شادی کرلیں ان شاء اللہ تمام مسئلے حل ہوجائیں گے۔

عقیلہ رضی فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میں آپ کو بڑی امید کے ساتھ خط لکھ رہی ہوں مجھے بہت سی

بیماریاں ہیں میں نے بہت علاج کروایا مگر کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ سردیوں میں میرے ہاتھوں اور پاؤں پر سفید دانے بن جاتے ہیں ان میں سے پانی نکلتا ہے اور خارش بھی بہت زیادہ ہوتی ہے بعد میں زخم کی شکل اختیار کر جاتے ہیں ہاتھ بہت زیادہ جلتے ہیں کھانا بھی نہیں بنایا جاتا اور کپڑے استری کرنے میں بھی پرابلم ہوتی ہے ہاتھ جلنے لگتے ہیں اور چہرے اور آنکھوں میں بھی خارش ہوتی ہے۔ چولہے کے پاس اور دھوپ میں تو بالکل بھی نہیں بیٹھ سکتی چاہے وہ سردیوں کی ہی دھوپ کیوں نہ ہو دل گھبراتا ہے دھڑکن تیز ہوجاتی ہے میری شادی ہونے والی ہے۔ میرے ان مسئلوں کی وجہ سے شادی لیٹ ہوتی جارہی ہے۔

محترمہ آپ PETROLIUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں مکمل آرام ہونے تک دوا کا استعمال جاری رکھیں۔

نبیلہ خانیوال سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA-6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گا دونوں چیزوں کے استعمال سے ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

ش ب آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر حل بتائیں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA BARRY-Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے آپ کے بالوں کا مسئلہ حل ہوجائے گا، ان شاء اللہ۔

مزدلفہ عارف ماڑی بھنڈراں سے لکھتی ہیں کہ میری ایک ہمسائی بہن ہیں ان کی عمر 30 سال ہے اور وہ شادی شدہ ہیں ان کے چہرے پر مردوں کی طرح بال ہیں اور پریگننسی کے دوران تو یہ بال زیادہ گروتھ کرتے ہیں یہ مسئلہ ان کے خاندان میں بھی ہے۔ لہٰذا کوئی اچھی سی دوا تجویز کریں تاکہ اس مسئلے سے چھٹکارا مل سکے وہ بہت پریشان ہیں۔

محترمہ آپ OLIUM JAC-3X کی ایک ایک گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں۔ APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے فالتو بال مستقل طور پر ختم ہوجائیں گے۔

اقرا سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے گھٹنوں میں درد رہتا ہے یہ درد مجھے تین چار سال سے ہے اور ماہانہ نظام بھی ٹھیک نہیں ہے۔ میں بہت پریشان ہوں اس کی وجہ سے میرا ویٹ بہت بڑھ گیا ہے مجھے ایسی دوائی بتائیں کہ میرے دونوں مسئلے حل ہوجائیں میں آپ کی بہت شکرگزار ہوں گی۔

محترمہ آپ CLC-PHOS-6X کی 4,4 گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور PULSATILLA-200 کے 5 قطرے ہر آٹھویں دن پیا کریں۔

صائمہ سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ مجھے یورک ایسڈ ہے گٹھیا بھی ہے میری عمر 26 سال ہے اور میں غیر شادی شدہ ہوں مجھے 8 سال ہوئے ہیں اس تکلیف میں مبتلا ہوئے بہت علاج کروایا مگر آرام

نہیں آتا مجھے اچھی دوا بتائیں مہربانی ہوگی۔
محترمہ آپ COLCHICUM-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔
مسز فیصل لاہور سے لکھتی ہیں کہ مجھے موٹاپے کی شکایت ہے پیٹ اور کولہے بہت بڑھ گئے ہیں ماہانہ اخراج کی کمی ہے اور سیلان کی شکایت بھی ہے میری کمر میں شدید درد رہتا ہے کوئی اچھی دوا بتادیں۔
محترمہ آپ PITUIRIN-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔
سارہ لکھتی ہیں کہ میرا پیٹ بڑھا ہوا ہے دوسرا مسئلہ میرے چہرے کے بالوں کا ہے چہرے پر موٹے موٹے بال ہیں۔ بہت برے لگتے ہیں ایک بوتل ایفروڈائٹ استعمال کی بال ختم نہیں ہوئے۔
محترمہ آپ CALC FLOUR 6X کے 4،4 گولی تین وقت روزانہ کھایا کریں اور ایفروڈائٹ کا استعمال جاری رکھیں آپ کے چہرے کے موٹے بال پتلے اور چھوٹے ہوتے جائیں گے پھر نکلنے بند ہوں گے تین چار بوتل اور استعمال کرنا ہوں گی، ان شاء اللہ چہرے کے بال مستقل طور پر ختم ہوجائیں گے۔
محمد اشرف ولد نور داد مانسہرہ سے لکھتے ہیں کہ جناب لڑکیوں کے چہرے سے بال ختم کرنے والی دوا میرے پتے پر ارسال کردیں دوائی کی قیمت لفافے میں مبلغ 900 روپے رکھ کر بھیج رہا ہوں۔
محترم آپ نے لفافے میں رکھ کر پیسے بھیجے ہیں رقم کے بغیر آپ کا لفافہ موصول ہوگیا ہے اس میں کوئی رقم نہیں ہے ہم نے بارہا لکھا ہے کہ رقم ہمیشہ منی آرڈر کے ذریعے ارسال کریں مگر پھر بھی آپ نے یہ غلطی کی ہے آئندہ مبلغ 900 روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ ڈاکخانے والوں سے

معلوم کرلیں منی آرڈر کس طرح ہوتا ہے۔
اعجاز احمد فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ میری بہن کے سر کے بال تیزی سے گر رہے ہیں اب تو یہ حال ہے کہ بال سر پر برائے نام ہی رہ گئے ہیں برائے مہربانی اس کا کوئی علاج تجویز فرمادیں تاکہ اس کے بال لمبے گھنے خوب صورت اور مضبوط ہوجائیں بڑی امید کے ساتھ خط لکھ رہا ہوں۔
محترم آپ مبلغ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ 3،4 بوتل کے استعمال سے آپ کے بالوں کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔
ایس غزل احمد جہلم سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔
محترمہ آپ CHIMA PHILA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور بریسٹ بیوٹی کا استعمال جاری رکھیں۔
جہاں آراں ملتان سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بال ہیں جو بڑھتے جارہے ہیں میں بہت پریشان ہوں میرے مسئلے کا بھی کوئی حل بتائیں۔
محترمہ آپ مبلغ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل نام پتا اور مطلوبہ دوا کا نام APHRODITE ضرور لکھیں ایک ہفتے کے اندر دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی 3،4 بوتل کے استعمال سے آپ کے چہرے کے بال مستقل طور پر ختم ہوجائیں گے۔
بشیر احمد کراچی سے لکھتے ہیں کہ مجھے بیوی کے سامنے بہت شرمندگی ہوتی ہے اس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوتا ہوں بیوی بھی چڑچڑی ہوگئی ہے بڑی امید کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہو

ہوں آپ میرے مسئلے کا مناسب حل بتائیں۔

محترم آپ STAPHISAGARIA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

دین محمد سکھر سے لکھتے ہیں کہ پیشاب کرنے کے بعد قطرہ قطرہ آتا رہتا ہے جو بہت دیر میں ختم ہوتا ہے۔

محترم آپ CONIUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ذکیہ بیگم اسلام آباد سے لکھتی ہیں کہ مجھے ورم رحم کی شکایت ہے بھاری پن محسوس ہوتا ہے ڈاکٹر آپریشن کا مشورہ دیتے ہیں میں آپریشن نہیں کرانا چاہتی آپ اس کی کوئی دوا بتائیں۔

محترمہ آپ SEPIA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ماہ نور کراچی سے لکھتی ہیں کہ مجھے ماہانہ نظام کی کمی ہے اور سیلان کی بھی شکایت ہے مجھے کوئی اچھی سی دوا تجویز کردیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ SEPIA 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

رضیہ سلطانہ چیچہ وطنی سے لکھتی ہیں کہ مجھے رات بھر نیند نہیں آتی میں بہت پریشان رہتی ہوں آپ سب کو اچھے مشورے دیتے ہیں لوگوں کی تکالیف دور ہوجاتی ہیں میری تکالیف کا بھی کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ CAFFEA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مرزا قمیر بیگ سیالکوٹ سے لکھتے ہیں کہ میں کئی بیماریوں میں مبتلا ہوں مکمل کیفیت لکھ رہا ہوں میرے لیے کوئی علاج تجویز فرمائیں۔

محترم آپ CALC CARB-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

سدرہ قمر کراچی سے لکھتی ہیں کہ میں 5 بچوں کی ماں ہوں مزید اولاد نہیں چاہتی کیا ہومیو پیتھی میں کوئی برتھ کنٹرول کی دوا ہے مجھے ضرور بتائیں۔

محترمہ آپ NATRUM MUR-200 کے 5 قطرے ماہانہ غسل والے دن سے تین دن تک پی لیں ایک مہینے کے لیے حمل سے محفوظ رہیں گی۔

کاشف حیدر آباد سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترم آپ ZINCUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔

صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون نمبر 021-36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان نمبر C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر B-14 نارتھ کراچی 75850

خط لکھنے کا پتا

آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی پوسٹ بکس 75 کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

عید اور گھر کی آرائش

یوں تو رمضان المبارک کا چاند نظر آنے کے ساتھ ہی عید کی تیاریاں شروع کردی جاتی ہیں کیونکہ مسلمانان اسلام چاہے دنیا کے کسی کونے میں رہیں' اپنے مذہبی تہواروں کو روایتی جوش وخروش سے مناتے ہیں۔ عید کا تہوار چونکہ خوب صورت' روایتی' تاریخی اور مذہبی تہوار ہے جس کا ہر لحیہ ہر انسان خوش گوار انداز سے گزارنا چاہتا ہے۔ عید کے موقع پر گھر کے ماحول کو خوش گوار رکھنا بے حد ضروری ہے' تمام اہل خانہ ایک دوسرے کی مصروفیات میں دلچسپی لیں' یہ وہ قیمتی موقع بھی ہے جب تمام اہل خانہ اپنے روز مرہ فرائض سے کچھ دن کے لیے فارغ ہوتے ہیں۔ باہمی روابط' محبت و یگانگت بڑھانے کے لیے آپس میں ایک دوسرے کی پسند اور گفتگو بہت ضروری ہے۔

عید کے خوشیوں بھرے دن سے لطف اندوز ہونے کے لیے ضروری ہے کہ عید کا دن افراتفری' بے سکونی اور اضافی کام کے بوجھ میں گزارنے کی بجائے دل پسند اور پرسکون انداز میں گزارنے کی پلاننگ کی جائے اگر عید کی آمد سے قبل ہی بہتر منصوبہ بندی اختیار کرلی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے گھروں کی رونقیں دوبالا نہ ہوجائیں عموماً خواتین رمضان المبارک کی آمد سے قبل ہی پورے گھر کی صفائی ستھرائی اچھی طرح کرلیتی ہیں تاکہ رمضان المبارک میں ہلکی پھلکی صفائی کرنی پڑے۔ اسی طرح پورا رمضان سکون سے گزرتا ہے اور عبادات کرنے میں بھی لطف آتا ہے' صاف ستھرا گھر روحانی ماحول پیدا کرتا ہے۔

ہر خاتون خانہ کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کا گھر ہر روز خصوصاً عید کے دن صاف ستھرا جگمگاتا نظر آئے۔ اس مقصد کے لیے عید کی پیشگی تیاری بہت ضروری ہے لہٰذا آپ کی کوشش بھی ہونی چاہیے کہ عید کے موقع پر گھر کی ترتیب و آرائش اس طرح کی جائے کہ دیکھنے والے آپ کی سلیقہ مندی کی داد دیں اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنی مصروفیات کا تعین ایک روز پہلے ہی کرلیا جائے۔

سب سے پہلے گھر کی صفائی' دھلائی پر توجہ دی جائے گھر کو صاف کرنے کے بعد پردے' کشنز' قالین وغیرہ دھولیے جائیں تاکہ عید کے دن ہر چیز صاف ستھری نظر آئے۔ اسی طرح گھریلو اشیاء کی چیزوں کو گرم پانی میں واشنگ پاؤڈر ملا کر ایک دو گھنٹے کے لیے بھگودیں اسفنج کی مدد سے انہیں صاف کرکے دھوپ میں سکھادیں دوبارہ سے نئی لگیں گی۔ کرسٹل کی خوب صورت اشیاء کو بھی احتیاط سے پانی میں سرکہ ملا کر گھنٹے بھر کے لیے بھگودیں اور پھر نرم کپڑے سے خشک کرلیں اس سے ان میں نئی چمک پیدا ہوجائے گی۔ گھر میں موجود آئینے بھی صاف کرنے ضروری ہیں اس کے لیے پانی میں لیموں کا رس' سفید سرکہ اور چند قطرے تیل ملائیں اس پانی سے آئینہ دھوئیں اور خشک اخبار سے سکھالیں۔ آئینے چمک جائیں گے اور گھر میں چمکتے ہوئے آئینے گھر کو خوب صورت بناتے ہیں' گھر زیادہ چمکتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

گھر میں فرنیچر کی اہمیت سے کون انکار کرسکتا ہے' عید کے موقع پر فرنیچر کی خوش نمائی اور ترتیب بہت ضروری ہے اگر فرنیچر پرانا ہے تو آپ اسے پالش کروالیں اور اگر ہوسکے تو رمضان المبارک کی آمد سے قبل پالش کروالیں اور اگر گھر میں بھی کلر کرانا ہو تو رمضان سے پہلے کروالیں تاکہ آپ کو رمضان میں سہولت رہے اور رمضان میں گھر صاف اور خوب صورت نظر آئے۔ اگر فرنیچر نیا ہے تو اسے صاف خشک کپڑے سے صاف کریں' لکڑی کے فرنیچر کو عموماً قلیل وقت میں پالش کی ضرورت پڑجاتی ہے۔ اس فرنیچر کو صاف کپڑے سے خشک کرنے کے بعد فرنیچر گھر پر بھی پالش کیا جاسکتا ہے اس سے لکڑی میں چمک پیدا ہوتی ہے فارمیکا کے فرنیچر کے داغ دھبے ختم ہوجائیں گے اور فرنیچر نیا محسوس ہوگا جو عید کے موقع پر اچھا لگ رہے گا۔ عید سے قبل باورچی خانہ اور غسل خانہ بھی اچھی طرح صاف کرکے ایک اچھا ماحول پیدا کرتا ہے ویسے بھی کچن کی صفائی حفظان صحت کے اصولوں پر مبنی ہے جو

ناصرف خاص دنوں میں ضروری ہے بلکہ عام دنوں میں بھی کچن کی صفائی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ کچن کی صفائی کرتے وقت چولہوں پر ضرور توجہ دیں۔ صاف ستھرے چولہے کھانا پکانے کی بنیاد ہیں اگر چولہے گندے ہوں گے تو کھانا پکاتے وقت اچھا محسوس نہیں ہوگا اس لیے یہ ضروری ہے کہ چولہوں کو صاف ستھرا رکھا جائے اور عید کے موقع پر تو خاص طور پر ان کی صفائی کی جائے تاکہ کچن اچھا محسوس ہو۔

عید سے ایک روز پہلے غسل خانہ خوب اچھی طرح دھولیا جائے۔ واشنگ پاؤڈر سے غسل خانے کا فرش خوب اچھی طرح صاف ہوسکتا ہے باتھ روم کے واش بیسن اور کموڈ کو واشنگ پاؤڈر سے ویسے تو روزانہ ہی دھونا چاہیے تاکہ یہ ہمیشہ صاف رہیں۔ باتھ روم کے فرش کو لیکوئیڈ بلیچ لگا کر آدھے گھنٹے کے لیے چھوڑ دیں بعد ازاں دھو لیجیے فرش چمک اٹھے گا۔ باتھ روم دھونے کے بعد ائیر فریشنر کرکے ایک گھنٹے کے لیے دروازہ بند کردیں سارا دن باتھ روم صاف ستھرا رہے گا۔

گھر کے ڈسٹ بن کو سب سے زیادہ صفائی کی ضرورت ہوتی ہے اگر یہ صاف ستھرا ہوگا تو گھر میں بیماریاں بھی نہیں ہوں گی ڈسٹ بن کے اوپر پلاسٹک کی تھیلی چڑھالیں جب ڈسٹ بن بھر جائے تو تھیلی نکال کے منہ باندھ کر پھینکیں نہ ڈسٹ بن گندا ہوگا نہ بدبو پیدا ہوگی اور نہ ہی کیڑے مکوڑے پیدا ہوں گے ورنہ کچرے کی وجہ سے ڈسٹ بن میں ناصرف ناخوش گوار بو پھیلتی ہے بلکہ ڈسٹ بن میں باریک کیڑے مکوڑے پیدا ہوجاتے ہیں جو مختلف بیماریوں کا باعث بنتے ہیں کچن میں ڈسٹ بن رکھیں اور اس میں بھی ہمیشہ پلاسٹک کی تھیلی چڑھا کر رکھیں۔

عید کے موقع پر گھر کی آرائش اور سجاوٹ کے مقصد سے آرائشی اشیا میں اضافہ کیا جاسکتا ہے مثلاً نازک گلدان گملے اور شوپیس کے ذریعے آرائش میں نیا پن پیدا کیا جاسکتا ہے۔ ان اشیا کے لیے نئی جگہوں کا انتخاب کیا جاسکتا ہے نئی ترتیب ماحول میں ایک نئی جان ڈال دیتی ہے اور اکتاہٹ اور یکسانیت کا نامحسوس سا احساس بھی ختم ہوجاتا ہے جب بھی گھر کی صفائی کا آغاز کریں تو ابتدا در و دیوار کی صفائی سے ہی کی جائے۔ پنکھے ٹیوب لائٹ بلب اور پردے لگانے کی ریلنگ کو اچھی طرح صاف کرلیں کیونکہ جب تک یہ چیزیں صاف دکھائی نہیں دیں گی گھر کی صفائی ادھوری رہے گی۔ انہیں کپڑے سے صاف کرنے کے بعد نم کپڑے اور پھر خشک کپڑے سے پونچھے تاکہ یہ چیزیں چمک اٹھیں۔

عید کے دن اپنی خوشیوں کو دوبالا کرنے کے لیے پرانی رنجشوں اور کدورتوں کا خاتمہ کیجیے کہ یہ محبت اخوت اور یکجہتی کے فروغ کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔ عید کے اجتماع سے مسلمانوں کی شان و شوکت اتحاد و اتفاق کا خوب مظاہرہ ہوتا ہے۔ اس اتحاد کو برقرار رکھیے کہ اصل خوشی دوسروں کو اپنی خوشیوں میں شامل کرنے میں ہے۔ زرق برق ملبوسات حنا کے رنگ میک اپ کے اسٹروک رنگا رنگ چوڑیاں اور سہیلیوں کے جھرمٹ یہ سب عید ہی کے رنگ ہیں کہ یہ مل بیٹھنے خوشیوں کو دوبالا کرنے کا موقع ہے اور یہ وقت دعا بھی کہ اللہ ہمیں اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔

عیدالفطر شکرانے کا دن خوشیوں بھرا تہوار

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ نماز عید کے لیے جب گھر سے روانہ ہوتے تو چند کھجوریں ضرور تناول فرماتے جو طاق عدد میں ہوتیں کھجوریں کھانے کی حکمت یہ ہے کہ وہ مٹھاس اور شیرنی ہے جو قوت بینائی میں اضافے کا سبب ہے۔ نماز عید سے قبل صدقہ الفطر ادا کرنا واجب ہے۔ جو رمضان کے روزوں کو پاک و صاف کرنے اور غریبوں کے لیے خوراک کا باعث بنتا ہے۔ یوم عید کا آغاز عبادت الٰہی سے ہوتا ہے کیوں کہ یہ یوم تشکر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یوم عید کو نماز عید کے خطبے سے پہلے پڑھتے اور جب نماز سے فارغ ہوجاتے تو کھڑے ہو خطبہ فرماتے۔ خطبہ سننا بھی سنت ہے۔ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عیدالفطر اللہ کا انعام ہے۔ جو بے شک خوشی اور شکرانے کا دن ہے۔

(زینب احمد.....کراچی)

❀

حنا کے رنگ......آنچل کے سنگ